ماہنامہ
کنزالایمان
لاہور
اردو انگریزی
منظر قم
داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نمبر
اپریل 2016
گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما
مدیر اعلیٰ
محمد نعیم طاہر رضوی

اہل سنت وجماعت کا ترجمان، فکر رضا کا امین

اپریل 2016، رجب المرجب 1437ھ شمارہ 4، جلد 26

Tel: 0092-42-36680752, 36681927

Mob: 0092-333-4284340

Fax: 0092-42-35710581

Kanzul_iman@hotmail.com

Www.kanzuliman.org

پرنٹر:۔ محمد نسیم چاچا پرنٹنگ پریس صدر لاہور چھاؤنی

رکن کونسل آف جرائد اہلسنت پاکستان

بیاد: حکیم اہلسنت حضرت

حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ

زر تعاون:

عام شمارہ	30 روپے
سالانہ (عام)	300 روپے
سالانہ (کتب خانے و ادارے)	350 روپے
تاحیات پاکستان	8000 روپے

دیگر ممالک

سالانہ	40 امریکی ڈالر
تاحیات	255 امریکی ڈالر
امریکہ	40 امریکی ڈالر
یورپ اور عرب ممالک	35 امریکی ڈالر
عراق، ایران، ترکی، بھارت	25 امریکی ڈالر

ترسیل زر اور ادارتی و انتظامی امور میں رابطے کا پتہ:

کنزالایمان دہلی روڈ صدر بازار لاہور کینٹ پاکستان پوسٹ کوڈ نمبر 54810

ڈرافٹ: کنزالایمان اکاؤنٹ نمبر 71-5685 حبیب بینک، لاہور کینٹ پاکستان

ماہنامہ

کنزالایمان کے خصوصی شمارے

نمبر شمار	نام شمارہ	صفحات	تاریخ اشاعت
1	تحریک خلافت وترک موالات نمبر	112	نومبر 1994ء
2	تحریک پاکستان نمبر	264	اگست 1995ء
3	پروفیسر ڈاکٹر آفتاب نقوی شہید نمبر	40	جنوری 1996ء
4	ختم نبوت نمبر	112	ستمبر 1997ء
5	قائد اعظم نمبر	160	ستمبر 1998ء
6	حضرت سیدہ آمنہ نمبر	80	مئی 1999ء
7	چودھری حمایت علی شہید نمبر	112	دسمبر 1999ء
8	حکیم محمد موسیٰ امرتسری نمبر	304	جنوری 2001ء
9	قائد ملت علامہ شاہ احمد نورانی نمبر	288	فروری 2004ء
10	انٹرنیشنل سُنّی ڈائریکٹری نمبر	480	مارچ 2004ء
11	حضرت سید امیر شاہ گیلانی نمبر	64	جنوری 2005ء
12	غازی محمد اسحاق شہید نمبر	64	جون 2005ء
13	تحفظِ ناموس رسالت نمبر	520	جون 2007ء
14	ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید نمبر	256	جولائی 2009ء
15	ختم نبوت نمبر	880	دسمبر 2009ء
16	داتا گنج بخش نمبر	480	دسمبر 2015ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حُسنِ ترتیب

مضامین

حمدِ خدائے سیّدِ ہجویرؒ

راجا رشید محمود

سب سے بڑا ہے سیّدِ ہجویرؒ کا خدا
سب کا خدا ہے سیدِ ہجویرؒ کا خدا

ہر مُلکِ دل کا، مملکتِ جان و روح کا
فرماں روا ہے سیدِ ہجویرؒ کا خدا

جو شخص دل سے سیدِ ہجویرؒ کا ہُوا
اس کا ہُوا ہے سیدِ ہجویرؒ کا خدا

راضی ابوالحسنؒ نہیں جس بدنصیب سے
اُس سے خفا ہے سیدِ ہجویرؒ کا خدا

وحدت کا جس کی، درس دیا گنج بخشؒ نے
وہ کبریا ہے سیدِ ہجویرؒ کا خدا

مشکل جو ہو، وساطتِ داتاؒ سے تم بتاؤ
مشکل کُشا ہے سیدِ ہجویرؒ کا خدا

محمودؔ ہم سے بندے تو سب ہیں فنا نصیب
اصلِ بقا ہے سیّدِ ہُجویرؒ کا خدا

صبح طیبہ میں ہوئی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا	صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا	مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
بارہویں کے چاند کا مُجرا ہے سجدہ نُور کا	بارہ بُرجوں سے جُھکا ایک اک ستارہ نُور کا
تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نُور کا	بُخت جاگا نور کا چمکا ستارا نُور کا
میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالا نور کا	نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا	سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا
شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا	تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا	تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا
نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا	ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں	کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا	تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا
تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا	سایہ کا سایہ نہ ہوتا نہ سایہ نور کا
بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نُور کا	ماہِ نو طیبہ میں بٹتا ہے مہینہ نُور کا
جو گدا یکھو لیے جاتا ہے توڑا نور کا	نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے پایا دو شالہ نُور کا	ہو مبارک تم کو ذُوالنُّوْرَیْن جوڑا نُور کا
ك گیسو، ہ دہن، ی ابرو، آنکھیں ع ص	کھیعص ان کا ہے چہرہ نور کا
اے رضاؔ یہ احمد نوریؔ کا فیض نور ہے	ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

ستارہائے فلک

مفتی محمد اختر رضا بریلوی

جھکے نہ بارِ صد احساں سے کیوں بنائے فلک
تمہارے ذرے کے پرتو ستار ہائے فلک

یہ خاکِ کوچہ جاناں ہے جس کے بوسہ کو
نہ جانے کب سے ترستے ہیں دید ہائے فلک

عفو و عظمتِ خاکِ مدینہ کیا کہیئے
اسی تراب کے صدقے ہے اعتدائے فلک

یہ ان کے جلوے کی تھیں گرمیاں شب اسریٰ
نہ لائے تابِ نظر بھکے دید ہائے فلک

قدم سے ان کے سر عرش بجلیاں چمکیں
کبھی تھے بند کبھی وا تھے دید ہائے فلک

میں غم نصیب بھی تیری گلی کا کتا ہوں
نگاہِ لطف ادھر ہو نہ یوں ستائے فلک

یہ کس کے در سے پھرا ہے تو نجدی بے دیں
برا ہو تیرا ترے سر پہ گر ہی جائے فلک

جو نام لے شہ عرش بریں کا تو اخترؔ
بصد ادب پئے تسلیم سر جھکائے فلک

قلبِ انور

مقصود احمد تبسم (دبئی)

نور سے معمور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قلبِ انور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا	واقفِ اسرارِ مولا قلبِ انور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
کب پہاڑوں میں سکت تھی سہہ سکیں بارِ نُزول	مَہبطِ قرآن تنہا قلبِ انور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
نیند آجائے پہ بھی اُن کا وُضو قائم رہے	نیند میں بھی جاگتا تھا قلبِ انور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
ساری خلقت کے دلوں سے نرم اور عفت مآب	پاک، مشفق اور اعلیٰ قلبِ انور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
شرح مشکوٰۃ و زجاجہ جسمِ اقدس صدرِ پاک	نور کی مصباح آقا قلبِ انور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
قوت قلبِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن میں مرقوم ہے	استقامت میں تھا یکتا قلبِ انور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
مرتبہ دیکھو نُزولِ وحی کا مرکز بنا	افضل و بالا و اعلیٰ قلبِ انور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
قلبِ اطہر میں تھے دو گوش اور دو چشمانِ پاک	دیکھنے اور سُننے والا قلبِ انور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
جب شبِ معراج آنکھیں جلوۂ حق دیکھتیں	ساتھ ہی تائید کرتا قلبِ انور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
جب دلوں پر حق نے ڈالی تھی نگاہِ انتخاب	اُس نے سب سے خوب پایا قلبِ انور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
انبیاء کی صف میں ان کی وُسعت علمی فزوں	علم و عرفاں کی نمو تھا قلبِ انور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
آبِ زمزم کی فضیلت اس لئے بھی بڑھ گئی	آبِ زمزم سے دُھلا تھا قلبِ انور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
جب کسی بھی آیہ قرآن کا ہوتا نُزول	تقویت محسوس کرتا قلبِ انور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

انشراحِ صدر کا جامہ ملا مقصودؔ اُسے
کیوں نہ ہو اعلیٰ و بالا قلب انور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

قرآن کا صحیح ترجمان کنز الایمان

نذرِ داتا رحمۃ اللہ

رفیع الدین ذکی قریشی

اُس پہ ہی اِفشا ہوئے اَسرارِ داتا گنج بخشؒ
جس نے بھی اپنا لیے اَطوارِ داتا گنج بخشؒ

اُن کی ہی تبلیغ سے لاکھوں مسلماں ہو گئے
شیخِ ہندیؒ بھی ہیں اک شہکارِ داتا گنج بخشؒ

چھوڑ کر آرامِ جاں، تعلیم دیں دیتے رہے
لائقِ تقلید ہے ایثار داتا گنج بخشؒ

جس نے بھی اک بار سُن لی، ہو گیا اُن کا مرید
تھی کچھ ایسی پُر اثر گفتارِ داتا گنج بخشؒ

دیکھتے ہی دیکھتے جاگا نصیب اُس شخص کا
جس پہ اُٹھا دیدۂ بیدارِ داتا گنج بخشؒ

زندگی کے آج بھی تاریک رستوں کے لیے
بانٹتے ہیں روشنی افکارِ داتا گنج بخشؒ

جنسِ تسکینِ دل و جاں مفت ملتی ہے وہاں
دیکھیے ارزانیٔ بازارِ داتا گنج بخشؒ

بانٹتا ہے روشنی بھی، گوہرِ مقصود بھی
روضۂ پُرنور و گوہر بارِ داتا گنج بخشؒ

اُس کے دل سے کفر کی تاریکیاں رخصت ہوئیں
جس پہ برسی بارشِ انوارِ داتا گنج بخشؒ

جو کوئی اُن کی ولایت کا نہیں ہے مُعترِف
جا کے دیکھے رونقِ دربارِ داتا گنج بخشؒ

بُوالحسن ختلیؒ کے صدقے میں الٰہ العالمیں!
مرحمت ہو مجھ کو بھی دیدارِ داتا گنج بخشؒ

ہو گئے پُرنُور میرے ظاہر و باطن ذکیؔ
جب سے دیکھا روضۂ ضوبارِ داتا گنج بخشؒ

خدا کی مہربانیوں کا ٹارگٹ بنا وہی
کہ جس کسی پہ مہرباں ابوالحسن علیؒ ہوئے

راجا رشید محمودؔ

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو

تاج الاولیاء قطب الارشاد

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

اوران کے مزار پر خودکش دھماکوں میں شہید ہونے
والے افراد کے نام کرنے کی سعادت حاصل کر رہا
ہوں۔

محمد نعیم طاہر رضوی

مدیر اعلیٰ۔ ماہنامہ کنزالایمان لاہور

محمد نعیم طاہر رضوی

اپنی بات

کسی بھی تحریک کو سب سے زیادہ نقصان اس کے نام لیواؤں نے پہنچایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلام کے نام لیوا بھی اسلام کو ہی سب سے زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں بھی اسلام کا نام لے کر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر منافقین مختلف حربے ستعمال کرتے رہے اسلام کو نقصان پہنچاتے رہے ہیں۔

اور پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی منافقین سرگرم رہے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ وحضرات حسین کریمین رضی اللہ عنہم کو بھی شہید کرنے والے اسلام کے ہی نام لیوا تھے۔ یہی نام نہاد اسلام کے پیروکار چلتے چلتے یہاں تک پہنچے کہ حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار کی حاضری کو بھی شرک و بدعت قرار دیتے ہوئے جنت البقیع و جنت معلی میں صحابہ کرام، اہل بیت وامہات المومنین رضی اللہ عنہم وعلماء حضرات کے مزارات کو اپنی نام نہاد توحید کی شرح میں شہید کرنے کے مرتکب ہوئے۔

اسلام کے ان نام نہاد علمبرداروں نے اپنی خود ساختہ توحید کو درآمد کرتے ہوئے دنیا بھر میں بالعموم اور اسلامی ممالک میں بالخصوص اسلام کا چہرہ مسخ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور یوں اسلام کو ایک بھیانک روپ میں پیش کر رہے ہیں۔

وہ نام نہاد دانشور، کالم نگار جو یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ "کوئی کلمہ گو داتا دربار یا دیگر مزارات و مقابر، مساجد امام بارگاہوں پر خودکش حملہ نہیں کر سکتا" اسلام کی تاریخ سے نابلد ہیں یا پھر اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے ایسا کہتے ہیں وگرنہ وہ بتائیں کہ خلفاء راشدین وصحابہ کرام کو شہید کرنے والے اسلام کا کلمہ نہیں پڑھتے تھے؟ کیا کعبۃ اللہ پر حملہ کرنے والا یزید۔ حجاج بن یوسف اور دوسرے کلمہ گو نہیں تھے؟

یہ جو داتا دربار پر خودکش دھماکے ہوئے اس کی کہانی بہت طویل ہے۔ کیا شیرانوالہ کے احمد علی

لاہوری جسے حضرت لاہوری کہا جاتا ہے نے یہ کہہ کر کہ یہ داتا صاحب کی قبر ہی نہیں ان حملوں کی بنیاد نہیں رکھی؟ کیا اس دور میں داتا دربار کو آگ نہیں لگائی گئی؟ کیا اس مکتبہ فکر اور جماعت الدعوۃ کے مکتبوں اور مکتبہ سلفی اور اس فکر کے ادارے ایسا لٹریچر ایسی کتب شائع نہیں کر رہے کہ کوئی داتا نہیں؟ مزارات پر حاضری شرک و بدعت ہے؟ کیا داتا صاحب کے مزار پر ایسے لوگ ایک سازش کے تحت نہیں جاتے جو لوگوں کو داتا صاحب اور دیگر اہل اللہ کے مزارات و خانقاہوں سے متنفر کر رہے ہیں؟

حکومتیں و ایجنسیاں یہ سب جانتی ہیں کہ ملک کے امن و امان کو کون برباد کر رہا ہے۔ اسلام کے چہرے کو کون داغدار کر رہا ہے؟ پاکستان کو بدنام کون کر رہا ہے؟ لیکن حیرت ہے کہ وہ خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہیں۔

جہاں بدمذہب و بدعقیدہ افراد مساجد، امام بارگاہوں، مزارات و خانقاہوں کو تہہ تیغ کر رہے ہیں وہاں قصور ہمارا بھی ہے۔ ہمارے اکابرین نے پاکستان بنایا اور حجروں میں چلے گئے۔

قائداعظم نے کہا تھا کہ ''پاکستان بنانے کی مخالفت کرنے والوں کو معاف کر دو مگر ان پر کڑی نظر رکھو''، لیکن کیا ہوا ہم نے پاکستان کے مخالفوں کو معاف تو کر دیا لیکن ان پر کڑی نظر نہ رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پہلے دن سے ہی اس کو برباد کرنے پر کام کرنے لگ گئے۔ ہمارے اکابرین درویشی میں ہی رہے اور پاکستان اور اسلام کے دشمن اعلیٰ عہدوں پر پہنچ گئے اور اپنے مذموم مقاصد کے حصول میں سرگرم عمل ہو گئے۔

اہلسنت خواب غفلت میں رہتے رہتے یہاں تک پہنچ گئے کہ آج ہم دفاعی پوزیشن پر ہیں۔ جب ہم متحد تھے ہمارا ایک قائد تھا جسے دنیا قائد اہلسنت (علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ) کے نام سے جانتی ہے تو ہماری یہ حالت نہ تھی۔ جب ہم نے مفادات کو سامنے رکھا قائد سے غداری کی تو پھر ہمارا زوال شروع ہو گیا۔ 1970ء کے انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان تیسری بڑی قوت تھی۔

قائد اہلسنت کی دھاک تھی ایک بیان دیتے تو حکمران بوکھلا جاتے۔ یہ کیوں تھا اس لئے کہ اُن کا کردار بے داغ تھا وہ بکنے یا جھکنے والے نہ تھے۔ امام منطق استاذ العلماء علماء کی آن و شان علامہ عطاء محمد رحمۃ اللہ علیہ بندیالوی۔ غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ۔ جیسے علم و عمل کے پہاڑ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا قائد کہتے۔ پر کیا ہوا اغیار کی سازشیں کامیاب ہوئیں لوگ اپنے مفادات سمیٹنے بیٹھ

گئے۔ قائد اہلسنت سے غداری کی کیوں اس لئے کہ وہ سمجھ گئے تھے کہ نورانی کے ساتھ رہے تو فقر اختیار کرنا پڑے گا یہ انہیں منظور نہ تھا۔ وہ تو حرص وطمع کے بندے تھے وزارتوں، مشاورتوں، اسمبلیوں کی رنگینیوں پر بک گئے اور قائد کو کوسنے لگ گئے۔

مفادات کے بندوں کے اس گروہ میں اضافہ ہوتا گیا اور یوں جمعیت علماء پاکستان کے کئی گروہ بن گئے۔ جب عوام اہلسنت نے ان کا محاسبہ شروع کیا تو یہ لوگ اہلسنت کے متفقہ قائد کو اتحاد کی راہ میں رکاوٹ قرار دینے لگ گئے۔ اور پھر وہ دن بھی آیا کہ 11 دسمبر 2003ء کو ''قائد اہلسنت'' اس جہاں سے دوسرے جہاں میں چلے گئے۔ اس بات کو بھی اب طویل عرصہ گزر گیا ہے۔ لیکن مفادات پر مشتمل گروہ متحدہ نہ ہوسکا۔ اتحاد تو بنالیا لیکن کسی کو اپنا قائد تسلیم کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں۔ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف یہ گروہ اکٹھا تو ہے لیکن اس گروہ میں سارے ہی اپنے کو قائد اہلسنت کہلواتے ہیں نعرے لگواتے ہیں حیرت تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو فکر نورانی کا علمبردار کہتے ہیں۔ عوام اہلسنت کو دھوکہ دیتے ہوئے قائد اہلسنت سے اپنی وفاداری کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہلسنت اس وقت زبوں حالی کا شکار ہیں۔

اہلسنت کے یہ دھڑے اپنے اپنے ذاتی مفادات کے لئے مختلف سیاسی جماعتوں سے اتحاد کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو قائد اہلسنت پر سخت تنقید کرتے تھے کہ وہ بدمذہبوں سے اتحاد کر لیتے ہیں لیکن اب وہ کس منہ سے بدمذہبوں سے اتحاد کر رہے ہیں۔ محدث اعظم پاکستان تو بدمذہبوں سے ہاتھ بھی نہیں ملاتے تھے۔ لیکن افسوس کہ اُن کے جانشین ان بدمذہبوں کو اپنے گھر بلا کر اتحاد کا اعلان کر رہے ہیں۔ قائد اہلسنت کو پیپلز پارٹی کے بارے نرم گوشہ رکھنے کے طعنے دینے والے آج باضابطہ پیپلز پارٹی میں شامل ہیں۔

مالِ وزر کے یہ پجاری کھسیانی بلی کھمبہ نوچے کے مصداق یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ چونکہ اہلسنت متحد نہیں اس لئے میں پیپلز پارٹی میں ہوں چلیں یہ بات مان لی جائے کہ اہلسنت متحد نہیں۔ اس لئے موصوف پیپلز پارٹی میں ہیں لیکن کیا جواب دیں گے خدا و رسول کو کہ اسمبلی میں سلیمان تاثیر کے لئے دعائے مغفرت کروائی۔ اور پھر بھی دعویٰ اہلسنت کی قیادت کا۔

بات دور نکل گئی۔ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حملے کے نتیجے میں بننے والے اتحاد کے

سربراہ کیا سمجھتے ہیں کہ رانا ثناءاللہ کو وزارت سے ہٹوالیا؟ کیا اس کے بعد کسی اور دربار پر حملہ نہیں ہوا؟ وہاں لوگ شہید نہیں ہوئے؟ اتحاد نے اپنے مقاصد پالیے ہیں؟ اس کا کوئی جواب ان کے پاس نہیں۔

حیرت تو ان علماء و مشائخ پر ہے کہ جو ایک لمحے میں اِدھر سے اُدھر چلے جاتے ہیں انہیں حق اور سچ کی پہچان نہیں۔ کیا وہ روزِ قیامت سرکارابدقرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش ہو سکیں گے؟

یہ تحریر بھی اس وقت کی ہے لیکن اپنی افادیت کی وجہ سے اسی طرح پیش خدمت ہے۔ حالات اب پہلے سے زیادہ پریشان کن ہیں۔ اے علماء و مشائخ اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجدوں کو گرادو اگر چاہتے ہو کہ قیامت میں سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو تو خدارا متحد ہو جاؤ یا کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کرلو وگرنہ۔۔۔۔۔۔۔

ماہنامہ کنزالایمان کا یہ سولہواں خصوصی شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے گو یہ حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ کے موقع پر شائع ہونا تھا لیکن مالی معاملات کی وجہ سے شائع نہ ہوسکا۔ اس دیر پر بھی یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ کی کوئی بہتری ہے۔ لیکن اگر آپ کا دست تعاون ہمارے شاملِ حال رہے تو آئندہ کنزالایمان لیٹ نہ ہوا کرے گا۔ ان شاءاللہ۔

اسے کیسا پایا اپنی رائے سے ضرور نوازیں۔

آخر میں مَیں اس کی اشاعت کے سلسلہ میں اپنے ساتھیوں محمد رضوان قادری، محمد خرم نعیمی، ملک شاہ زیب، نیاز احمد کا شکر گزار ہوں کہ اشاعتی مراحل میں میرے ساتھ سرگرم عمل رہے۔

امین و کاشفِ اَسرار سیدِ ہجویرؒ
نگہ میں جس کی فرو فالِ پادشاہی ہیچ
شکوہِ فقر کا پندار سیدِ ہجویرؒ
کہاں وہ آپ کے اوصافِ آسماں آثار
کہاں یہ مجھ سا سیہ کار۔ سَیّدِ ہجُویرؒ

ڈاکٹر خورشید رضوی (لاہور)

قطعہ تاریخ بر بریت

"وحشت آثار ہے"

1431ھ

سیّد عارف محمود، مجؔور رضوی، گجرات

"آہ نالہ وفریادِ سانحہ دربار داتا صاحب" 1431ھ	"وائے سانحہ امیدگاہ دربار داتا گنج بخش" 2010ء
بے جا تو نہیں آج بچھی ہے صفِ ماتم	ایماں کے ہُوا ہے درو و دیوار پہ حملہ
منکِر نے کیا دل کے تعفن کو ہے ظاہر	مُلحد نے کیا مرکزِ انوار پہ حملہ
حد درجہ بڑھے آج مظالم میں خوراج	یہ دیو کے بندوں کا ہے دربار پہ حملہ
رنگ اپنا دکھانے لگے خُود ساختہ موحدّ	کرنے کو چلے حق کے ہیں شہکار پہ حملہ
مردُودِ جہاں نے یہ لگائے ہیں نئے زخم	ملعُوں نے کیا خلق کے غم خوار پہ حملہ
بدبختوں نے دی اپنی شقاوت کی گواہی	کُتوں نے کیا ولیوں کے سردار پہ حملہ
تاریخ رقم تازہ ہوئی جور و جفا کی	ظالم نے کیا دین کے آثار پہ حملہ
رنگین ہُوئی خون سے ہے داتا کی چوکھٹ	دل چیر گیا دارِ گُہر بار پہ حملہ
تاریخ میں ہے پہلی دفعہ بند ہوا لنگر	جس روز ہُوا مطلعِ انوار پہ حملہ
لے ہوش کے ناخن تُو اے پنجاب حکومت	کیوں تجھ کو نظر آیا نہ دربار پہ حملہ
خُودکُش کی حمایت میں کمر بستہ یہ سُن لیں	مہنگا یہ پڑے گا انہیں افکار پہ حملہ
بدبخت ہے بے دین ہے ملعُون ہے وہ شخص	جس نے بھی کیا داتا کے دربار پہ حملہ
اک جگ میں مہک جس کی رچی اور بسی ہے	یہ حملہ ہے اس سیرت و کردار پہ حملہ
یہ حملہ ہے گنج بخشِ زمانہ کے چمن پر	یہ حملہ ہے اسلام کے معمار پہ حملہ
یہ حملہ ہے مخلُوق کے داتا و معیں پر	یہ حملہ ہے ہم سب کے مددگار پہ حملہ
یہ حملہ ہے قُدرت کے حسیں فضل و کرم پر	یہ حملہ ہے اللہ کے اک پیار پہ حملہ
یہ حملہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہے لختِ جگر پر	یہ حملہ لگے سیدِ ابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ حملہ

یہ حملہ ہے ہجویر کے سیّد کی لَحَد پر	یہ حملہ ہے اجمیر کے سالار پہ حملہ
یہ حملہ ہے فیضانِ دو عالم کی جبیں پر	یہ حملہ ہے دامانِ شہر یار پہ حملہ
یہ حملہ ہے ایماں کے تیقّن کے بدن پر	یہ حملہ عقائد کے ہے رُخسار پہ حملہ
یہ حملہ حقیقت کو ہے جُھٹلانے کی کوشش	یہ حملہ طریقت کے ہے گُلزار پہ حملہ
یہ حملہ شریعت کے مقاصد کی نفی ہے	یہ حملہ تصوّف کی ہے مہکار پہ حملہ
یہ حملہ ہے آداب کی ہر شق کے منافی	یہ حملہ ہے ہر قسم کی اقدار پہ حملہ
یہ حملہ ہے امید گہہِ اہلِ جہاں پر	یہ حملہ ہے امداد کے گھر بار پہ حملہ
یہ حملہ ہے تسکینِ نظر وجہ سکُوں پر	یہ حملہ ہے اک سایۂ دیوار پہ حملہ
یہ حملہ ہے بھُوکوں کی فقط جائے پنہ پر	یہ حملہ ہے ننگوں کے طلبگار پہ حملہ
یہ حملہ ہے بے بس کے لئے چھاؤں گھنی پر	یہ حملہ ہے بے کس کے پری وار پہ حملہ
یہ خلقِ خدا کی ہے امنگوں کا کرے خُون	یہ حملہ ہے ہر مُفلس و نادار پہ حملہ
یہ حملہ ہے کوئی عام سا حملہ نہیں یارو	یہ حملہ ہے داتا مری سرکار پہ حملہ

مجبُور ''غم ظُلم'' ہے یہ ''خونچکاں اثر''

2010ء　　1431ھ

مغمُوم کرے داتا کے دربار پہ حملہ

حدیث: صحیح بُخاری و مُسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا اور زکاۃ دینا اور حج کرنا اور ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا۔'' (بہارشریعت، حصہ 3)

قطعہ تاریخ اشاعت

سیّد عارف محمود، مجوؔر رضوی، گجرات

''مطلعِ فیض، مصورِ عنایتِ حق'' 2012ء	''شاہنامہ فیضِ عالم'' 1433ھ
''ماہ انوارِ زُبدۂ زہاد داتا گنج بخش نمبر'' 2012ء	''زینِ اشاعت ماہنامہ کنزُ الایمان لاہور'' 1433ھ
ربِّ کعبہ کی عطا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	''گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نور خدا''
خلق کی فرمانروا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	''ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما''
تحفہ ربُّ العلیٰ ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	فیضِ عالم کی بدولت یہ نگر آباد ہے
مظہرِ صدق وصفا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	پیکرِ حق و صداقت معدنِ رُشد و ھُدیٰ
مرکزِ مہر و وفا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	رات دن ملتا ہے اس دربار سے دل کا سکوں
مخزنِ جود وسخا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	آستانِ سیّدِ ہجویر منبعِ کرم
مصدرِ لُطف وعطا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	فیضِ عالم کا ہے فیضاں جاری وساری سدا
بے بسوں کا آسرا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	بے سہاروں کی پناہ گاہ یہ درِ اقدس کہو
پالتی ہر اک گدا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	سیّدِ ہجویر کا دامن ہے غُربت کا کفیل
فیض کا اک دَر کھلا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	لُطف کی خیرات ملتی ہے یہاں صُبح و مسا
دینِ حقہ کی ضیا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	روشنی اسلام کی بخشی جہانِ کفر کو
تا ابد قبلہ نُما ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	حق پرستوں کے لئے مینارۂ نُورِ یقیں
مانگتی جن کا بھلا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	خُوش عقیدہ، باادب عُشاق داتا کے ہیں سب
ایک پیغامِ قضا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	بدعقیدہ، بے ادب، گُستاخ طبقہ کے لئے
کہہ رہی یہ برملا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	خائب و خاسر رہے گا جو کوئی بدخواہ ہے

خوش نصیبی شاملِ احوال ہے تیرے نعیمؔ	مہرباں تُجھ پر بجا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
خاص نمبر کی اشاعت ہے ترا احسن عمل	جس سے راضی باخدا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
ہو مبارک تذکرۂ فیضِ عالم دوستو	خوب جس میں جلوہ زا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
ماہنامہ ''کنزُ الایماں'' کی سعادت دیکھئے	کہہ رہی خودمرحبا ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
از سرِ وُقعت کا کہو مجُورؔ تم	''مظہرِ نُورِ خُدا'' ہے ذاتِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ +6=2012ء
عارفِ مجُورؔ کہہ بارِ دگر یہ برملا ''غلبہ گنج بخش'' ہے سالِ اشاعتِ دلرُبا 2012ء	

حدیث: امام احمد وترمذی وابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا، وہ عمل ارشاد ہو کہ مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے بچائے؟ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور نماز قائم رکھ اور زکاۃ دے اور رمضان کا روزہ رکھ اور بیت اللہ کا حج کر'' اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ ''اسلام کا ستون نماز ہے۔''

حدیث: صحیح مُسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک ان تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں، جو ان کے درمیان ہوں جب کہ کبائر سے بچا جائے۔'' (بہارشریعت، حصہ 3)

منقبت

در توصیفِ سیّدنا حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوالطاہر فدا حسین فدآ علیہ الرحمۃ

مُصحفِ اسرارِ حق بیشک ہے رُوئے گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	مخزنِ علم لُدنی گُفت گوئے گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
روکشِ فردوسِ اعلیٰ ہے جوکُوئے گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	دل کھچا جائے مرا پھر کیوں نہ سوئے گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
ہیں نگاہِ قُدسیاں میں بھی عظیم المرتبت	اللہ اللہ! بارک اللہ آبرُوئے گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
لُطفِ حق سے تھا انہیں حاصل حضوری کا شرف	دیدِ رُوئے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھی آرزُوئے گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
پی رہے ہیں تِشنہ کامانِ محبت خُم پہ خُم	بادۂ عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے درسُبوئے گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
مُنکشف ہوتے ہیں بیشک اُس پہ اسرارِ نہاں	ہو ارادت سے جوکوئی رُوبروئے گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
کب تہی دست اُن کے در سے ہے پھرا سائل کوئی	بحرِ الطاف وکرم جاری ہے جُوئے گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
اُن کے ذکرِ حق میں ذوق وجد کی کیفیتیں!	رقت وسوزِ درُوں تھا در گلُوئے گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
بے مُراد و بے ادب گُستاخ بدبختِ ازل	مُنکرِ منشائے فِطرت ہے عُدوئے گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

مہبطِ نُورِ معارف ہے فدآ قلبِ حضور رحمۃ اللہ علیہ
ہو نہ کیوں ہر اہلِ دلِ کو جستجوئے گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

ہیں رہنمائے کاملاں اور پیرِ ناقصاں
شاکرؔ جی ایک منبعِ عرفاں ہیں گنج بخشؒ

شاکرؔ کنڈان (سرگودھا)

منقبت

بحضور سیّدنا، سیّد علی بن عثمان ہجویری، ثم لاہوری، المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر محمد منیر الحق کعبیؔ، گجرات

فیضِ عالم ہے تری ذات، زمانے تیرے	گنج بخشی کے ہیں مشہور فسانے تیرے
جھولیاں بھر کے لئے جاتی ہے خلقت کیا کیا	ختم ہونے میں نہیں آتے خزانے تیرے
دورونزدیک سے آتے ہیں کھنچے تیرے حضور	تیری چاہت کے طلبگار دوانے تیرے
جس کو جو فیض ملا تیری وساطت سے ملا	آستانے ہیں یہاں جتنے، گھرانے تیرے
کتنے غربت زدہ آباد ہیں چوکھٹ پہ تری	زندگی دی ہے انہیں آبِ بقانے تیرے
سبز گنبد پہ کبوتر ہیں ثنا میں مصروف	رحمتِ حق کی ہے تنزیل سرہانے تیرے
کوئی جوگی کہ برہمن جو مقابل میں ہوا	راہِ راست اُس کو دکھائی ہے عصاء نے تیرے
کشورِ ہند پہ سلطانیِ مطلق بخشی	خواجہِ چشت کو اقبالِ ہمانے تیرے
کفروباطل کے اندھیروں میں گھرا تھا انساں	نورِ ایمان دیا صدق و صفانے تیرے
غزنوی عہد میں لاہور کو زینت بخشی	اور بجنے لگے ہر سمت ترانے تیرے
لُطف فرما کہ سنور جائے مری بھی تقدیر	تجھ کو بخشے ہیں تصرّف یہ خدانے تیرے
میرے کشکولِ نظر میں بھی کوئی جلوۂ ذات	سب کو ممنون کیا جود و سخانے تیرے
تیری سرکار سے پلتے ہیں سبھی شاہ و گدا	کوئی خالی نہ رکھا دستِ عطانے تیرے
مظہرِ نُورِ الٰہی ہے تری تُربتِ پاک	ذرّے ذرّے میں ہیں انوار یگانے تیرے
بار بار آتا ہے اور جا کے پلٹ آتا ہے	دل کو بے چین رکھا شوقِ لقانے تیرے
لوگ استادہ رہے در پہ وزیروں کے منیرؔ	ہم فقیروں کو دیا حرفِ دعانے تیرے

قطعہ تاریخِ وصال

سیّد عارف محمود، مجورؔ رضوی، گجرات

"مجموعہ مکارم" "گنج بخش زمن" "جہاں داتا"
465ھ 1072ء 465ھ

"عند اللہ قطبُ الاقطاب سیّدنا ابُوالحسن علی ہجویری"
1072ء

کیا ہر بلند شان ہے داتا حضُور کی		گردُوں پہ بھی کمان ہے داتا حضوُر کی
بادِ نسیم فرطِ عقیدت کے جوش میں		ہر لمحہ مدح خوان ہے داتا حضوُر کی
دائم رہے گی سطوت و جبرُوت لا کلام		فطرت بھی ترجمان ہے داتا حضوُر کی
اللہ کے کرم سے ترقی پہ رات دن		ہر آن، آن بان ہے داتا حضوُر کی
پہنچے کوئی نہ اس کی کبھی گردِ راہ کو		اُونچی بڑی اُڑان ہے داتا حضوُر کی
ٹُوٹے ہوئے دلوں کا سہارا خدا گواہ		کیا ذات بے گمان ہے داتا حضوُر کی
لایا ہے جو بھی دامنِ امید غم نصیب		وہ پا گیا امان ہے داتا حضوُر کی
مِلتا ہے ہر کسی کو یہاں گوہرِ مراد		ہر ہستی قدر دان ہے داتا حضوُر کی
جاری رہے گا سلسلہ یہ فیضِ عام کا		درگاہ مہربان ہے داتا حضوُر کی
ہوتا نہیں ہے بند کبھی جس کا لُطفِ عام		ایسی کھُلی دُکان ہے داتا حضوُر کی
وہ بدنصیب ہے کہ نہیں جس کو بھی نصیب		خوشبوئے گُل ستان ہے داتا حضوُر کی
اس سرزمیں کو کُفر سے خطرہ بھلا ہو کیا		گُونجی یہاں اذان ہے داتا حضوُر کی
کھائے گا مُنہ کی ہر کوئی بدخواہ و بدخیال		محکم بہت مچان ہے داتا حضوُر کی
ہوتے ہیں اس سے ظاہر و باہر رمُوزِ دیں		تصنیف والا شان ہے داتا حضوُر کی
حضرات ایک میں ہی نہیں ہوں نیاز مند		مدّاح ہر زبان ہے داتا حضوُر کی
حق مجھ سے منقبت کا ادا ہو نہیں سکا		مقرُوض میری جان ہے داتا حضوُر کی

سالِ وصال اُن کا یہ مجورؔ تُم کہو
"منبع فضل" شان ہے داتا حضُور کی
1072ء

تقریظ

فخر المشائخ حضرت مفتی ڈاکٹر ضیاء الحبیب کاظمی صابری

چیئرمین الصابریہ ٹرسٹ پاکستان

برصغیر پاک وہند میں اردو پڑھنے لکھنے والے علمی وفکری حلقوں میں اپنے منفرد کارناموں کی وجہ سے حضرت نعیم طاہر رضوی کی ذات گرامی ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں، مقاصد اہل سنت کے حصول کے لئے کام کرنے کا منفرد اسلوب اور جداگانہ طرز ہے۔ صلہ وشکریہ کی کسی بھی تمنا سے بے نیاز اپنے مربی حکیم اہل سنت حضرت حکیم محمد موسیٰ چشتی نظامی امرتسری علیہ الرحمہ کے روشن کردہ چراغ کو بادِ صموم کے تھپیڑوں سے بچا کر ماہنامہ ''کنزالایمان'' کی صورت میں منور رکھے ہوئے ہیں۔ اُن کی خوش قسمتی ہے کہ ان کو نہایت دقیع اربابِ علم وفضل کی مشاورت وسرپرستی حاصل ہے۔

حضرت نعیم طاہر رضوی کا جریدہ ''کنزالایمان'' جس نے قوم خصوصاً سُنیانِ پاکستان کو پندرہ یادگار نمبر دیئے جو اپنے اپنے موضوع پر وسیع وعریض مطالعہ رکھنے والے اہل قلم کی خوبصورت پُرمغز تحریروں پر مشتمل قیمتی دستاویزات ہیں۔ مدیر محترم کو اگر مطلوبہ وسائل میسر آجائیں تو یقین سے کہا جا سکتا ہے ''کنزالایمان'' کا ہر شمارہ بہترین نمبر اور معتبر ومستند دستاویز ثابت ہوسکتا ہے۔

آپ کے ہاتھوں میں کنزالایمان کا یہ شمارہ ایک انوکھے مگر دل فگار اور شرمناک سانحہ پر مشتمل ہے جسے اہل قلم کے آنسوؤں کا سمندر کہنا چاہئے۔ یہ اداریے، یہ کالم، یہ مضامین، مذمتی تحریریں جو وطن عزیز کے ہر طبقہ، ہر مکتبہ فکر، ہر اخبار اور ہر روزنامے نے قوم کے ساتھ غمگساری کے طور پر سپرد قلم کئے۔۔۔ یہ سب کچھ ایک دستاویز ہے۔ جو آہ وبکا، نالہ وشیون، چیخ وپکار کی صورت میں استغاثہ ہے۔ اور اس کا فیصلہ بھی، جس کا ایک ایک مضمون اور ہر ہر صفحہ چیخ چیخ کر حاکمانِ وقت کی کوتاہ اندیشی، خود پسندی، رعونت اور جانبداری کو ذمہ دار قرار دے رہا ہے مگر ان بے پرواہوں کے کان پر جوں تک رینگتی محسوس نہیں ہوتی۔

خیر سے خادم اعلیٰ پنجاب جن افراد کے جلو میں مست و بے خود رہتے ہیں ان کے عقائد و نظریات کیا ہیں؟ اور ان کے مذہبی و سیاسی مراسم کس قماش کے لوگوں سے ہیں۔ اب یہ کوئی سربستہ راز راز نہیں رہا۔ عوام کے نام نہاد نمائندے، کیا اہل سنت پاکستان کو پاکستانی عوام نہیں سمجھتے؟ ان کے مشائخ، علما، مساجد، مزارات اور خانقاہیں دہشت گردوں کی رد پر ہیں؟ کیوں آخر کیوں؟؟ کیا اہل سنت و جماعت نے کبھی خون ریزی یا غارت گری کا راستہ اپنایا؟ پیروں، فقیروں اور بزرگوں کے عقیدے رکھنے والے یہ بندگانِ خدا کبھی خون ریزی کی طرف راغب نہیں ہوئے لیکن بقول شخصے ''داتا دربار محبت کرنے والوں کا مرکز، مگر جو زخم ان محبت کرنے والوں کی روحوں پر لگایا گیا ہے۔ دعا کریں کہ وہ زخم خوعن کے بغیر مندمل ہو جائے، ورنہ مجھے ڈر ہے کہ داتا کے ملنگ اگر جوابی کاروائی پر اُتر آئے تو خدا جانے کیا سے کیا ہو جائے۔

حکمران اور دہشت گرد قوم کی کوئی خدمت کر رہے ہیں نا ہی اسلام کی۔ اہلسنت و جماعت کبھی دہشت گرد تھے نا آج ہیں۔ انہیں پاک وطن کی بقا اپنی جانوں سے بھی عزیز ہے۔ ان کی درگاہیں ہوں یا درس گاہیں ہر جگہ محبت، اخوت، برداشت اور ادب کی تعلیم ہوتی۔ لیکن آخر کب تک یہ تحمل، یہ برداشت، داتا کے دیوانے، واقعی نیم پاگل پن کی کیفیت سے دوچار ہیں۔ وہ اپنے قائدین کی تلقین پر صبر کے گھونٹ پی رہے ہیں۔ قائدین اہلسنت کی خدمت میں اس مسئلے کا صرف اور صرف ایک ہی حل ہے اور یہی حل قابلِ عمل، بے ضرر اور خون خرابے سے پاک ہے کہ تمام مزارات کا انتظام اہلسنت و جماعت خود سنبھال لیں۔ کسی جنگ و جدل، دنگا و فساد کی ضرورت نہیں۔ مزارات کی حفاظت اولیاء کرام کے عقیدت مند خوب کریں گے۔ اور اگر قائدین اہلسنت نے اس تجویز پر عمل نہ کیا یا اس سے بہتر مگر بے ضرر کوئی متبادل راستہ اختیار نہ کیا تو نوجوانانِ ملت کو قابو میں رکھنا ممکن نہ رہے گا۔ اور پھر درج بالا تحریر کے مطابق ''خدا جانے کیا کیا ہو جائے''۔

جس ابلیسی مذہب کو یہ زبردستی نافذ کرنا چاہتے ہیں وہ کبھی نافذ نہیں ہو سکتا۔ حکمران اقتدار اور دہشت گرد ڈالروں کے نشے میں کب تک بدمست رہیں گے۔ دہشت گرد امریکہ نے پیدا کئے۔ اہل پاکستان کو بھگتنے پڑ رہے ہیں۔ ان کے خلاف کسی بھی کاروائی کے کامیاب نہ ہونے کی وجوہات میں حکمرانی کی ذاتی کمزوریوں کے علاوہ ملک کے اہم ترین اداروں میں دہشت گردوں کے سرپرست اور

ہمدردوں کی موجودگی ہے۔ تفتیش کے نام پر جو رپورٹ لکھی جاتی ہے اس میں دہشت گردوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے قانونی سقم رکھے جاتے ہیں اور یہی سقم عدالت کے لئے سدِ سکندری ثابت ہوتے ہیں۔

آتش و آہن کے پہروں میں غفلت گزیدہ حماقت تابوں کو کیوں سمجھ نہیں آتی کہ اپنی حفاظت کرتے کرتے یہ نت روز غیر محفوظ ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر انہوں نے قوم کو تحفظ فراہم کیا ہوتا تو آج یہ اس قیدِ کو دا ختیار میں مبتلا نہ ہوتے۔

تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ پاک وطن میں دہشت گردی کی کارروائیوں کا طریقہ گذشتہ سے پیوستہ صدی میں سرزمینِ حجاز پر ہونے والی دہشت گردی کی ہو بہو نقل ہیں۔ مقاصد کی یکسانیت نے طریقہ کار کو بھی یکسانیت تو نہیں دے دی؟

کنز الایمان کے صفحات پر ایک اہم بات لکھنا ضروری ہے کہ مزارات کی سیکیورٹی کے نام پر جو لوگ مامور کئے جاتے ہیں وہ دہشت گردوں کو روکنے کی بجائے سچے عقیدت مندوں کی تذلیل کرتے ہیں۔ ان کا رویہ انتہائی اذیت ناک اور گستاخانہ ہوتا ہے۔ آنے والے زائرین کی تحقیر اور حوصلہ شکنی اور مخصوص نظریاتی جملہ بازی بھی شاید خادم اعلیٰ کی منظوری سے وزارت داخلہ کی طرف سے ان کی ڈیوٹی میں شامل کر دی گئی ہے۔ زائرین کو حاضری سے محروم رکھنے کے لئے طرح طرح کے بہانے، پریشان حال زائرین ان کی مٹھی گرم کر دیں تو پھر نہ کوئی شرک نہ بدعت اور نہ دہشت گردی کا خطرہ۔ یہ سب کیا ہے؟ کیوں ہے یہ سب؟

خدا کا خوف کرو، خدا مست درویشوں، فقیروں اور اللہ والوں کے مہمانوں کی تذلیل سے ڈرو۔ کیا یہ آئے دن کے سانحات کچھ کم ہیں جو تم مزید کچوکے دے رہے ہو؟ قبر اور حشر میں زلفوں والے کام آئیں گے نہ مونچھوں والے، جن کو خوش کر کے اپنی آخرت خراب کر رہے ہو۔ یزیدی سپاہی نہیں، حُر کی طرح حسینیت کا ساتھ دینے والے بنو۔

آخر میں ایک اور بات کہ ہر سانحہ کے بعد حکمرانوں، سیاسی ہرکاروں، مذہبی و سماجی حلقوں کی طرف سے ایک خاص جملہ ضرور بولا جاتا ہے کہ ''مزارات، مساجد، بارگاہوں، درس گاہوں، ہسپتالوں اور مارکیٹوں میں دہشت گردی کرنے والے مسلمان نہیں۔ ان کا کوئی مسلک، عقیدہ، فرقہ نہیں بلکہ یہ انسان ہی نہیں۔'' ہم صرف یہ پوچھتے ہیں مانا کہ یہ مسلمان نہیں انسان بھی نہیں تو پھر ان سب دہشت

گردوں اور ان کے سرپرستوں کا ایک ہی فرقہ سے تعلق کیوں ہے؟؟؟ کوئی ہے جو ہمارے اس سوال کا جواب دے!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے پیارے نبی کریم سیدنا محمد رسول اللہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے نعلین پاک کے طفیل مدیر محترم حضرت محمد نعیم طاہر رضوی زید مجدہٗ کی مساعی جمیلہ میں مدد فرمائے۔ ان کے علم، عمل، عمر اور صحت میں سلامتی و برکت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام۔

ضیاء الحبیب کاظمی صابری

چیئرمین الصابریہ ٹرسٹ۔ 205 علی بلاک

اتفاق ٹاؤن، ملتان روڈ، لاہور۔

حدیث: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ''بتاؤ! تو کسی کے دروازہ پر نہر ہو وہ اس میں ہر روز پانچ بار غسل کرے کیا اس کے بدن پر میل رہ جائے گا؟ عرض کی نہ۔ فرمایا: یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے، کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب خطاؤں کو محو فرما دیتا ہے۔''

حدیث: صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ ایک صاحب سے ایک گناہ صادر ہوا، حاضر ہو کر عرض کی، اُس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿١١٤﴾

نماز قائم کردن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصہ میں بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں، یہ نصیحت ہے، نصیحت ماننے والوں کے لیے۔

انھوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! کیا یہ خاص میرے لیے ہے؟ فرمایا: ''میری سب اُمت کے لیے۔''

(بہار شریعت، حصہ 3)

تقریظ

حضرت علامہ مفتی محمد حسیب قادری مدظلہ

مہتمم المرکز اسلامی شاد باغ، لاہور۔ خطیب جامعہ نعیمیہ لاہور

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحْمَانِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

برصغیر پاک و ہند وہ خطہ ہے جس میں غالب اکثریت تک اسلام اور اس کی تعلیمات جن نفوس قدسیہ کے ذریعے پہنچیں وہ حضرات صوفیاء کرام اور اولیاء عظام ہیں۔ سرزمین پنجاب میں اس طبقہ کے امام وسرخیل امام الاصفیاء عمدۃ الاتقیاء سرتاج الاولیاء مخدوم الامم سیدنا علی بن عثمان جلابی غزنوی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں اس خطہ ارض اور اس کے رہنے والوں کو نعمت ایمان سے نوازا اور ان کا تزکیہ کیا۔ رُشد و ہدایت، علم و عرفان اور تزکیہ نفوس کا ایسا سلسلہ جاری فرمایا جو صدیاں گزرنے کے بعد بھی آج تک جاری ہے اور لاکھوں اہلِ ایمان شب و روز فیض یاب ہو رہے ہیں۔

تاریخ اسلام اور بالخصوص تاریخ پاکستان میں وہ واقعات جو مسلمانوں کی تاریخ پر سیاہ دھبہ سے بھی بدتر ہیں۔ ان میں ایک انتہائی قابل مذمت (جس کی مذمت کے لئے ذخیرہ الفاظ میں کوئی مناسب لفظ ہی نہیں ملتا) سانحہ حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر خودکش حملہ ہے۔ جس سے ہر دردمند صاحب دل کا دل دکھی ہوا۔ اور ہر صاحب بصر و بصیرت کی چشم (آنکھ) پرنم ہوئی۔ زندگی کے ہر شعبہ اور طبقہ سے تعلق رکھنے والے شخص نے اس پر اپنی کیفیات اور جذبات کا اظہار کیا۔ بالخصوص اہل علم وقلم نے اخبارات، جرائد، رسائل میں اپنے مضامین اور مقالات کے ذریعے اس پر کھل کر اپنی رائے بھی دی اور اپنے انداز میں اپنے جذبات کی ترجمانی کی۔ ہمارے ناعاقبت اندیش حکمرانوں کو راہ ہدایت دکھانے کی بھی اپنی کوشش کی اہل سنت جو کہ حقیقۃً صوفیاء اور اولیاء کرام کے امن و سلامتی، محبت و اخوت، خودداری و غیرت کے مشن کے وارث ہیں۔ جن حالات اور مسائل کا سامنا ہمارے معاشرے کو ہے۔

ان کے حل کے لئے اور اس گرداب سے امت کی کشتی کو نکالنے کے لئے اولیاء کرام کی تعلیمات کو اپنانا اور عام کرنا بہت ضروری ہے۔ اس کے دردِ دل رکھنے والے احباب میں داتا کی نگری میں ایک معروف نام محترم محمد نعیم طاہر رضوی صاحب کا ہے جو شب و روز اپنے محدود ذرائع و وسائل کے باوجود مسلک حقہ کی ترجمانی، احباب اہلسنت کی بہتری کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ بالخصوص تحریری اور فکری پلیٹ فارم پر ان کا اور کنزالایمان سوسائٹی کے افراد کا کردار لائق تحسین ہے یہ احباب مجلہ کنزالایمان کے جس طرح پہلے کئی شخصیات اور عنوانات پر ضخیم خصوصی نمبر شائع کر چکے ہیں۔ اس دفعہ مخدوم الامم سرتاج الاولیاء والاصفیاء حضرت سیدی داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مبارک پر کنزالایمان کا خصوصی نمبر شائع کر رہے ہیں۔ جس میں سانحہ داتا دربار کے بعد اہل علم و فضل، احباب صحافت کے وہ اکثر مضامین، اداریے جو مختلف اخبار و رسائل میں چھپے ان کو جمع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت و کردار، آپ کی خدمات جلیلہ آپ کی تصانیف بالخصوص آپ کی گرانقدر اور شہرہ آفاق تصنیف کشف المحجوب پر حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی تحریری کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ جو کہ اصحاب ذوق و مطالعہ کے لئے ایک انتہائی مفید اور اہم کوشش ہے۔ جس پر محترم محمد نعیم طاہر رضوی صاحب اور ان کے جملہ رفقاء کو ہدیہ تبریک پیش کیا جاتا ہے۔ اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا ہے کہ خالق ارض و سماوات ان کی سعی جمیل کو قبول فرمائے اور اہل سنت و جماعت کو اپنے اسلاف کے نظریات ان کی خدمات کو ہمیشہ زندہ تابندہ رکھنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ اولیاء اللہ جو کہ محبوبان بارگاہ خداوندی اور مقربین بارگاہ ایزدی ہیں۔ ان کے طفیل رب العالمین ہمارے ملک پاکستان کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنائے۔

رب العالمین ہم سب کو اور بالخصوص محمد نعیم طاہر رضوی صاحب اور ان کے جملہ رفقاء کو خدمت دین متین کی مزید توفیق عطا فرمائے اور اپنی نصرت و تائید کو ہم سب کے شاملِ حال فرمائے۔

آمین بجاہِ النبی الامین

خادم العلم والعلماء

محمد حسیب قادری

ناظمِ اعلیٰ المرکز الاسلامی شادباغ لاہور و خطیب جامعہ نعیمیہ، لاہور

تقریظ

پیر طریقت حضرت ابو الرضا گلزار حسین قادری مدظلہ

خلیفہ مجاد مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

یہ حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و مکتب کا فیضان ہے کہ جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے دل میں دین کا اخلاص و محبت جاگزیں ہوئی۔

ہمارے مخدوم جناب محمد نعیم طاہر رضوی صاحب ان خاص خوش نصیب احباب میں سے ہیں جن کی شخصیت پر حضرت حکیم صاحب کی صحبت کا رنگ خاصا گوڑھا چڑھا جس کی چمک دمک میں عرصہ دراز بیتنے کے باوجود کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

ہم نے جناب نعیم طاہر صاحب کو حکیم صاحب کی خدمت میں اس وقت آتے جاتے دیکھا جبکہ آپ کی داڑھی مبارک ابھی نہ اتری تھی۔ لڑکپن کے اس دور میں آپ دین اور دیندار لوگوں کی طرف راغب ہوئے۔ شاید یہ ماں کی گود کا اثر تھا یا شفقت پدری میں یہ رنگ تھا۔ جس نے اس نوجوان کو اللہ تعالیٰ و رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و اطاعت میں رنگ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو استقامت و دوام کی دولت سے بھی سرفراز فرمایا جو آج تک ان کی شخصیت و سراپا سے ظاہر و باہر ہے۔

آپ کی خدمات مرکزی مجلس رضا کے کام کا تسلسل ہے۔ جس کے لئے ہم ان کے تہہ دل سے مشکور ہیں۔ اور مزید کامیابیوں کے لئے رب کریم کے حضور دست بدعا بھی۔

کشف المحجوب کے اسرار و رموز:

میرے مخدوم و محسن حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم و مغفور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

''حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مستند حالات زندگی اسی قدر ملتے ہیں جتنے انہوں نے خود کشف المحجوب میں بیان کئے ہیں۔''

اس تحریر سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مستند ماخذ حیات مبارکہ پر ہی آپ کی کتاب ہے۔

تذکرہ نگاروں یا تحقیق و تاریخ کے قلم کار سب نے اولیائے کاملین کے سردار و رہنما حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی کمال محبت و عقیدت کا اظہار آپ کی تعلیمات و حیات مبارکہ کے گل رنگ گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کیا ہے۔ علمائے کرام و واعظین صدیوں سے اس خانقاہ صدوقار وافتخار پر حاضر ہو کر زائرین و حاضرین کو آپ کی حسنات حیات و فیوض و برکات سے آگاہ کرتے چلے آرہے ہیں اور یہ سلسلہ تا قیام حشر جاری رہتا نظر آتا ہے۔ آپ زندہ و جاوید ہیں کہ جن کی برکات و رہنمائی و غم گساری میں حیات و ممات کوئی معنیٰ نہیں رکھتی۔ یہ نفوس قدسیہ ظلمتوں میں روشنی پھیلانے والے ہوتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ حجاب و ظلمت اس نور کے آگے گم ہو جاتا ہے۔ جیسے طلوع آفتاب کے ساتھ رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا۔ آنکھ کا نور دنیا روشن کرتا ہے۔ اور دل کا نور کائنات کی معرفت عطاء کرتا ہے۔ یہ معرفت اس راز حقیقی تک رسائی عطا کرتی ہے۔ پھر دنیا و مافیہا ان کے آگے رائی، اس لئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں۔ تو دنیا ان کی جانب دوڑی چلی آتی ہے۔ پس اللہ کے سچے نائب اور خلیفہ اس کی خلافت برپا کر دیتے ہیں۔ ان کے لئے بشارت ہے دنیا و آخرت میں اس لئے کہ یہ نفوس قدسیہ حدود اللہ کو قائم رکھتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے نام و نسب کا تذکرہ معمولی اختلاف کے ساتھ کچھ یوں ہے۔
حضرت مخدوم علی بن عثمان بن سید علی بن عبدالرحمن بن عبداللہ (شجاع شاہ) بن ابوالحسن علی بن حسین اصغر بن سید زین بن امام حسن رضی اللہ عنہ بن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم۔

(تواریخ مقدمین و تاریخ جلیلہ اور بزرگان لاہور)

محققین نے آپ کی ولادت 400ھ کے لگ بھگ قرار دی ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ افغانستان کے شہر غزنی کے رہنے والے تھے۔ اور آپ کے والد ماجد و والدہ محترمہ کی قبور غزنی میں ہیں۔ حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری فرماتے ہیں کہ وہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کے مقابر کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں۔

دار الشکوہ نے تحریر کیا کہ حضرت داتا صاحب قدس سرہ نے تجرید وتوکل کی بنیاد پر بارہا طویل سفر کئے اور بہت زیادہ سیاحی کے بعد دار السلطنت لاہور میں اقامت پذیر ہوئے اور اس شہر کے تمام باشندے ان کے مرید و معتقد ہو گئے۔ ''سفینۃ الاولیاء'' لاہور تشریف لا کر اسی مقام پر قیام فرمایا جہاں آپ کا مزار مبارک ہے۔ مؤرخین کا آپ کی لاہور میں آمد کے سن پر اختلاف ہے اور بقول محققین یا تو آپ لاہور کئی بار تشریف لائے یا 460ھ کے بعد لاہور ہجرت کی اور مستقل قیام فرمایا۔

حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ عالم کتاب کشف المحجوب کے چند اقتباسات پیش ہیں۔ تحصیل علم کی فرضیت وفضیلت پر آپ فرماتے ہیں۔

''اے طالب حق! تمہیں علم ہونا چاہئے کہ علم کی کوئی حد ونہایت نہیں اور ہماری زندگانی محدود ومختصر ہے۔ بنابریں ہر شخص پر تمام علوم کا حصول فرض قرار نہیں دیا گیا۔ لیکن ان میں سے اس قدر دیکھنا جتنا شریعت سے متعلق ہے، ضروری ہے۔''

مزید فرماتے ہیں۔

''یاد رکھو! علم کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے۔ تھوڑے سے علم کے لئے بھی بہت زیادہ عمل درکار ہے۔ علم وعمل دونوں باہم لازم وملزوم ہیں۔ لہٰذا علم کے ساتھ عمل ہمیشہ پیوست رہنا چاہئے۔ اسی طرح بغیر علم کے عمل رائیگاں ہے۔''

آقائے دو عالم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کے بارے میں آیہ مبارکہ

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

کے تحت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

''اگر کوئی یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معبود تھے تو جان لے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔ اور اگر وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کی عبادت کرتا تھا تو وہ زندہ ہے ہرگز اس پر موت نہیں آنی ہے۔''

حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت لکھتے ہیں۔

''یعنی جس کا دل فانی سے پیوستہ ہوتا ہے تو فانی تو فنا ہوتا ہے۔ اور اس کا رنج باقی رہتا ہے۔ لیکن جس کا دل حق سبحانہ سے لگا ہوا ہو تو جب نفس فناء ہو جاتا ہے تو وہ بقائے باقی دل

کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بشریت کی آنکھ سے دیکھا تو جب آپ دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو آپ کی وہ تعظیم جو اس کے دل میں سے جاتی رہے گی۔ اور جس نے آپ کو حقیقت کی آنکھ سے دیکھا تو اس کے لئے آپ کا تشریف لے جانا یا موجود رہنا دونوں برابر ہیں۔ اس لئے کہ اس نے آپ کی موجودگی اور حالت بقاء کو حق تعالیٰ کی بقاء کے ساتھ اور آپ کی تشریف لیجانے کو حق تعالیٰ سے واصل وفناء ہونے اور پلٹنے اور فناء ہونے والی چیزوں سے روگرداں ہو کر پلٹانے اور فنا کرنے والی ذات کی طرف متوجہ ہونے کو دیکھا گویا اس نے قیام محول (پلٹنے والے وجود کو) محول (پلٹانے والی ذات) کے ساتھ قائم دیکھا۔ حق تعالیٰ کی جس طرح تعظیم وتکریم کی جاتی ہے۔ اسی طرح اس نے وجود واصل کی تعظیم اور توقیر کی۔ لہٰذا دل کی راہیں کسی مخلوق کے لئے نہ کھولے اور اپنی نظریں کسی غیر کی طرف نہ پھیلائے کیونکہ جس نے مخلوق پر نظر ڈالی۔ وہ ہلاک ہوا اور جس نے حق کی طرف رجوع کیا وہ مالک ہوا۔"

مزید برآں آپ فرماتے ہیں۔

"اولیائے کاملین اور عرفا و محققین کا نام صوفی ہے یہ گروہ یا صفاء اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا جس کی محبت پاک وصاف ہے وہ صافی ہے۔ اور جو دوست میں مستغرق ہو کر اس کے غیر سے بری ہو وہ صوفی ہے۔"

مزید برآں آپ نے صوفیاء کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"تصوف کو ماننے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کی تین اقسام ہیں۔ ایک کو صوفی دوسرے کو متصف اور تیسرے کو مستصوف کہتے ہیں۔"

1:۔ صوفی وہ ہے جو خود کو فناء کر کے حق کے ساتھ مل جائے اور خواہش نفسانیہ کو مار کر حقیقت سے پیوستہ ہو جائے۔

2:۔ متصف وہ ہے۔ جو ریاضت ومجاہدے کے ذریعہ اس مقام کی طلب کرے اور وہ اس مقام کی طلب وحصول میں صادق وراست باز رہے۔

3:۔ مستصوف وہ ہے جو دنیاوی عزت ومنزلت اور مال ودولت کی خاطر خود کو ایسا بنا لے اور اسے

مذکورہ منازل ومقامات کی کچھ خبر نہ ہو۔ایسے نقلی صوفیوں کے لئے عرفاء کا مقولہ ہے کہ ''نقلی صوفی مکھی کی مانند ذلیل وخوار ہے۔وہ جو کرتا ہے محض خواہش نفس کے لئے کرتا ہے اور دوسروں کے نزدیک بھیڑیے کی مانند ہے۔جس طرح بھیڑیا اپنی تمام قوت وطاقت مردار کے حاصل کرنے میں صرف کرتا ہے۔یہی حال اس نقلی صوفی کا ہے۔گویا صوفی صاحب وصول ہے۔اور متصوف صاحب اصول اور مستصوف صاحب نقول وفضول ہے۔''

حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

''حضرت حسن بصری مالک بن دینار اور حضرت سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم یہ سب گدڑی زیب تن کیا کرتے تھے۔امام عالم سیدنا امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں محمد بن علی حکیم ترمذی اپنی کتاب تاریخ مشائخ میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدا میں گدڑی پہن کر خلوت نشینی کا ارادہ فرمایا اس وقت آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں دیدار ہوا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہیں لوگوں کے درمیان رہنا چاہئے۔یعنی خلوت نشینی کے ارادے کو چھوڑ کر خلق خدا کے سامنے آجاؤ کیونکہ تمہارے ذریعہ سے میری سنتیں زندہ ہوں گی۔چنانچہ آپ نے خلوقت کا ارادہ ترک فرمایا اور قیمتی لباس کبھی نہ پہنا۔''

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ حضرت بصری اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما کے دو مکتوب نقل فرماتے ہیں۔حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مکتوب شریف کا ایک پیرا قارئین کی نظر ہے۔آپ لکھتے ہیں۔

''جو شخص نیک وبد اور تقدیر پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔اور جو اپنے گناہوں کا ذمہ دار خدا کو ٹھہراتا ہے وہ بے ایمان ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو شتر بے مہار نہیں چھوڑا ہے۔نہ وہ جبراً اطاعت کرواتا ہے۔نہ جبراً گناہ۔لیکن بندوں کی تمام ملکیتوں اور ان کی تمام قوت وطاقت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔''

اسی طرح حضرت امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''دراصل خدا کی معرفت اس کے غیر سے دست کش ہونے کا ہی نام ہے۔اور اس علیحدگی

سے ہی معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ جب تک غیر اللہ سے لگاؤ اور تعلق رہے گا معرفت الٰہی سے محروم ہی رہے گا۔"

اسی طرح حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کا قول مبارک نقل کرتے ہیں کہ

"اے مرد مسلمان اپنی تھوڑی سی دنیا پر جو تجھے دین کی سلامتی کے ساتھ حاصل ہوئی ہے اس پر قناعت کر، جس طرح عام لوگ اپنا دین کھو کر مال کی زیادتی پر خوش ہوتے ہیں۔ اگر فقر میں دین کی سلامتی ہے تو یہ اس تونگری سے بہتر ہے جس میں غفلت بھی ہو اور دین بھی جاتا رہے۔"

ایک اور معروف بزرگ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال کا ذکر خیر فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ

"حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کس چیز میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے؟ آپ نے فرمایا:

فی قلب یس فیہ غبار النفاق

ایسے دل میں جہاں نفاق کا غبار تک نہ ہو۔ کیونکہ نفاق وفاق کے خلاف ہے۔ اور رضا عین وفاق ہے۔ اور یہ کہ محبت کو نفاق سے دور کا بھی علاقہ نہیں ہے۔ اور نہ وہ محل رضا ہے۔ محبان الٰہی کی صفت رضا ہے اور دشمنانِ خدا کی صفت نفاق ہے۔"

حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ زمین کو ہرگز بے محبت نہیں چھوڑتا اور اس امت کو بغیر ولی کے کبھی نہیں رکھتا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لا یذال طائفۃ من امتی علی الخیر والحق حتی تقوم الساعۃ

یعنی میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ خیر وحق پر تا قیامت قائم رہے گی۔

نیز فرمایا:

لا یذال فی امتی البعون علیٰ خلق ابراھیم

یعنی میری امت کے چالیس افراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلق پر ہمیشہ موجود رہیں گے۔

حضرت داتا گنج بخش نے صحابہ وتابعین کے علاوہ 64 تبع تابعین اور 10 متاخرین آئمہ ومشائخ کا تذکرہ کشف المحجوب میں کیا ہے جو کہ سالکین کے لئے مشعل راہ ہے۔

حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ قرآن وحدیث سے دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اولیاء اللہ کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی دوستی وولایت سے مخصوص کر کے اپنے ملک کا والی بنادیا ہے۔ اوران کے احوال کو برگزیدہ کر کے اپنے فضل واظہار کا مرکز بنایا ہے۔ اور متعدد کرامتوں سے سرفراز کر کے ان کی طبع کی آفتوں اور نفس وہوا کی پیروی سے پاک ومنزہ فرمایا ہے۔ تاکہ ان کے تمام ارادے خدا کے لئے ہی ہوں اور ان کی محبت اسی سے ہو۔''

آگے چل کر مزید فرماتے ہیں کہ

''لہٰذا اللہ تعالیٰ نے براہین نبوت کو آج تک باقی رکھا ہے اور اولیاء کو اس کے اظہار کا سبب بنایا ہے۔ تاکہ آیات حق اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے دلائل ہمیشہ ظاہر ہوتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کو جہان کا والی بنایا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خالص سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار ہو کر رہے۔ اور نفس کی پیروی کی راہوں کو چھوڑ دیا۔ آسمان سے رحمتوں کی بارش انہی کے قدموں کی برکت سے ہوتی ہے۔ اور زمین میں جو کچھ اگتا ہے وہ انہی کی برکت اور ان کے احوال کی صفائی کی بدولت پیدا ہوتا ہے۔ کافروں پر مسلمانوں کی فتح یابی انہی کے ارادے سے ہے۔''

اولیاء کے احوال میں حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''اولیاء اللہ میں سے چار ہزار تو وہ ہیں جو پوشیدہ رہتے ہیں۔ وہ نہ تو ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور نہ اپنے حال کی خوبی کو جانتے ہیں۔ ان کی حالت خود اپنے سے اور تمام لوگوں سے پوشیدہ رہتی ہے۔ اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں اور اولیاء کرام کے اقوال اس پر شاہد وناطق ہیں۔ مجھ پر خود بحمد اللہ اس کے معانی ظاہر ہو چکے ہیں۔''

مزید برآں اولیاء کی اقسام کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

''جو اولیاء حق تعالیٰ کی بارگاہ کے لشکری اور مشکلات کو حل کرنے والے اور حل شدہ کو بند

کرنے والے ہیں ان کی تعداد 300 ہے اور ان کو اخیار کہتے ہیں۔ اور چالیس وہ ہیں جن کو ابدال اور سات وہ ہیں جن کو ابرار اور چار وہ ہیں جن کو اوتاد اور تین وہ ہیں جن کو نقباء اور ایک وہ ہے جسے قطب اور غوث کہا جاتا ہے۔ اور یہ اولیاء وہ ہیں جو ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ اور امور و معاملات میں ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس پر مروی صحیح حدیثیں ناطق ہیں اور اہل سنت و جماعت کا ان کی صحت پر اجماع ہے۔"

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ

"خلاصہ یہ کہ ایمان کا حکم عام ہے۔ اور عام لوگوں کے متعلق ہے اور کرامت حکم خاص ہے اور خاص لوگوں سے وابستہ ہے۔"

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ معجزہ و کرامت کا فرق سمجھانے کے لئے واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کافروں نے مکہ مکرمہ میں سولی پر چڑھا دیا۔ تو مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں تشریف فرما ہو کر وہ سب کچھ دیکھ لیا اور صحابہ کو بتا دیا کہ کفار مکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ظلم و ستم کر رہے ہیں۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے بھی درمیان کے پردے اٹھا دیئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ پر درود و سلام بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا سلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش مبارک میں پہنچایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور یہ جواب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے کانوں نے سنا اور دعا کی یہاں تک کہ وہ رو بقبلہ ہو گئے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ سے مکہ مکرمہ میں ان کو دیکھنا ایسا فعل تھا جو خرق عادت یعنی معجزہ تھا۔ اسی طرح حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا خارق عادت یعنی ان کی کرامت تھی۔ بالاتفاق غائب کو دیکھنا خرق عادت ہے۔ لہٰذا غیب زمان اور غیب مکان میں کچھ فرق نہ رہا اس لئے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت اس حالت میں ہے جبکہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیب مکانی تھی۔ یہی صورتحال متاخرین اولیاء کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیب زمانی کی حالت

میں ہیں اور یہ ظاہر فرق اور واضح دلیل اس بات کی ہے کہ کرامت معجزے کے برخلاف نہیں ہوتی۔ (اگرچہ صورت میں یکساں اور برابر ہوتی ہے مگر معنیٰ اور اعتقاد میں فرق ہوتا ہے۔ازمترجم)

حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ معرفت کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں۔

''معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ ہو اور اس کا باطن ماسوائے اللہ تعالیٰ سے خالی ہو۔اور ہر ایک کی قدر و منزلت معرفت سے ہے۔اور جسے معرفت نہیں وہ بے قیمت ہے۔اس لئے تمام علماء و فقہا علم کی صحت اور درستگی کو معرفت الٰہی کے ساتھ موسوم کرتے ہیں۔اور تمام مشائخ طریقت حال کی صحت اور اس کی درستگی کو معرفت الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں۔اسی بنا پر وہ معرفت کو علم سے افضل کہتے ہیں۔کیونکہ صحت حال صحت علم کے بغیر ممکن نہیں اور صحت علم کے لئے صحت حال لازمی ہے۔مطلب یہ کہ بندہ اس وقت تک عارف نہیں ہوسکتا جب تک کہ عالم بحق نہ ہو البتہ عالم کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ عارف نہ ہو۔جو لوگ اس معنیٰ اور حقیقت سے ناواقف و بے خبر ہیں۔خواہ کسی طبقہ سے متعلق ہوں ان سے مناظرہ کرنا بے فائدہ ہے۔یہی وہ لوگ ہیں جو طریقت کے منکر ہیں۔اور طبقہ صوفیہ ان سے جدا ہے۔''

یہ تھے حضور داتا گنج بخش کے فرمودات و ملفوظات جو کہ اختصار کے ساتھ زیر تحریر لایا ہوں تا کہ اس بندۂ ناچیز کی نسبتِ غلامی کی درخواست اسی درگاہ عالی کے دفتر میں ریکارڈ ہوجائے۔آمین

خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تا بندہ گشت

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

محمودؔ اب کے بھی تو درِ رب پہ جائے گا
تعبیر یاب داتاؒ کریں گے یہ خواب بھی

راجا رشید محمودؔ

ابتدائیہ

ممتاز ادیب محمد عبدالستار طاہر مسعودی

آنے والے آرہے ہیں، جانے والے جارہے ہیں، کاروانِ حیات چلتا جارہا ہے۔ ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو جا کے بھی جانے کے نہیں وہ دلوں میں بس رہے ہیں، ان کے مسکن کل بھی آباد تھے، ان کے مسکن آج بھی آباد ہیں۔ دنیا سے بظاہر چلے گئے مگر ان کے دم سے کل جو رونقیں تھی، ان کے دم سے وہ رونقیں آج بھی ہیں، بلکہ ان کے جانے کے بعد کی رونقیں دو چند ہیں، دوبالا ہیں۔

اللہ کے یہ محبوب بندے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ ان کے دوار میں آنے والوں کا ہر وقت تانتا لگا رہتا ہے۔ ان کے حضور میں ہر گھڑی کا اپنا ہی رنگ ہے۔ ہر گھڑی دوسری گھڑی سے الگ تھلگ ہے۔ وہ کسی کو بلا نہیں بھیجتے وہ کسی کو فون نہیں کرتے، وہ کسی کو میل نہیں کرتے، وہ کسی کو مس کال نہیں کرتے، وہ کسی کو میسج نہیں کرتے۔ خلقت ہے کہ ان کی طرف کشاکش کھینچی چلی آرہی ہے۔ ان میں بوڑھے بھی ہیں، ان میں جوان بھی ہیں، ان میں بچے بھی ہیں، ان میں عورتیں بھی ہیں۔ جسے دیکھو ڈور سے بندھا چلا آرہا ہے۔ آخر بات کچھ ضرور ہے۔

ان حیات ابدی پانے والوں میں ایک بڑا نام حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جو گزشتہ دس صدیوں سے اپنے قرب و جوار کو نواز رہے ہیں۔ ان کے ہاں چوبیس گھنٹوں میں سے کسی بھی گھڑی چلے جایئے۔ ان کے ہاں چاہنے والوں کا جمگھٹا لگا رہتا ہے۔ کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی کہ ان کے ہاں جب ان کے عاشقوں کا ہجوم نہ ہو۔

وہ جو شیطان لعین کے بندے ہیں، وہ جو شیطان لعین کے کارندے ہیں انہیں ازل سے اللہ کے بندوں سے بیر ہے۔ وہ ازل سے اللہ کے بندوں سے الجھتے آرہے ہیں۔ اللہ کے بندوں کے ہاں کی رونقیں دیکھ دیکھ کر وہ جلتے ہیں۔ کڑھتے ہیں۔ اپنی وحشتوں، اپنی ویرانیوں کو دیکھ دیکھ کر انہیں ہول اٹھتا ہے۔ اس ہول سے وہ ہولناکیاں تخلیق کرتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کی رونقوں سے اپنے سر کو پھوڑتے ہیں۔

وہ بڑے دنوں سے حضرت داتا دربار کے درپے تھے، گزشتہ دنوں ان کا وار چل گیا۔ بہت سی جانیں ان کی وحشت کا شکار ہو گئیں، بہت سی جانیں ان کی درندگی کی نذر ہو گئیں۔ بہت سی جانیں ان کی

بھینٹ چڑھ گئیں۔امن وسکون کے اس گہوارے کو بے چینوں کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

ان کی اس کمینگی پر اس خباثت پر، اس حرامزدگی پر ہر دل والے نے ان پر لعن طعن کی۔اخبارات میں، رسائل میں، میڈیا میں، ذرائع ابلاغ کے ہر ہر شعبے میں انہیں دھتکار ملی۔

اس دل دوز سانحے پر، اس خونیں حادثے پر جو تحریریں لکھی گئیں، برادرم محمد نعیم طاہر رضوی نے ان سب کو یکجا کر دیا۔اور اس خون آشام واقعے کی تاریخ مرتب کر دی۔

برادرم محمد نعیم طاہر رضوی کے جذبے کل بھی جوان تھے، ان کے جذبے آج بھی جوان ہیں، اب وہ عمر کے اس حصے میں ہیں کہ جب مسافر طویل مسافت کے بعد ستانے کی تمنا کرتا ہے۔لیکن قربان جایئے وہ عزم جوان کے ساتھ بے شمار نوجوانوں کو اپنے جلو میں لئے رواں دواں ہیں۔اختر رضا لائبریری کی شروعات سے لے کر کنزالایمان پبلی کیشنز تک کا سفر بہت سی یادوں کو سمیٹے ہوئے ہے۔

قبل ازیں ماہنامہ کنزالایمان کی بیشتر خصوصی اشاعتیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔جو تاریخی حیثیت کی حامل ہیں۔ان میں ردقادیانیت کے حوالے سے خصوصی اشاعت خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔جو ختم نبوت کے مفاہیم کو اپنے انداز میں اجاگر کرتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ دریدہ دہنوں نے جب جناب رسالت کے خاکے بنا کر اپنا ہی مضحکہ اڑایا تو اس کے ردعمل میں لکھے گئے خصوصی کالم اور دیگر تحریریں بھی آپ نے یکجا کر کے مرتب کر ڈالیں۔مضامین کا یہ مجموعہ ''تحفظ ناموس رسالت'' کے زیر عنوان سینہ قرطاس پر اجاگر ہوا۔یوں اس حوالے سے ایک تاریخ مرتب کر ڈالی۔

صد مبارکباد و لائق تحسین ہیں برادرم محمد نعیم طاہر رضوی اور ان کے رفقاء کار کہ جن کی مخلصانہ مساعی سے یہ تاریخی دستاویز اشاعت سے ہمکنار ہو سکی۔مولیٰ کریم ان سب کو اپنی رحمت خاصہ سے نوازے۔انہیں اور توانائیاں عطا فرمائے۔ان کے لئے آسانیاں فرمائے تا کہ یہ ایں طور اور خدمات سر انجام دے سکیں۔اور سب سے بڑھ کر انہیں استقامت ارزانی فرمائے۔آمین۔

حررہ

12 رجب المرجب 1434ھ — محمد عبدالستار طاہر مسعودی

3 جون، 2012ء — معرفت ماڈرن پلاسٹک سٹور

نزد ارم مارٹ۔EIII/A پیر کالونی

مین روڈ۔والٹن۔لاہور کینٹ

تقدیم

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

چیئر مین ادارہ افکارِ رضا، اٹک

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ برصغیر پاک وہند میں اسلام اولیائے کرام کی تبلیغ سے پھیلا۔ ہند کے ظلمت کدہ کو جن اولیائے کرام نے نورِ اسلام سے منور کیا ان میں مبلغ اسلام حضرت سید علی بن عثمان الجلابی الغزنوی ثم الہجویری سُنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہایت روشن اور نمایاں ہے۔ دنیائے اسلام آپ کو ''داتا گنج علی ہجویری'' کے نام سے یاد کرتی ہے۔

آپ گلستانِ حسنی کے گُل سر سبد ہیں۔ آپ کا شجرۂ نسب آٹھ واسطوں سے خلیفۂ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے۔ آسمانِ ولایت کا یہ بدر کامل قریباً 400ھ/ 1009-10ء میں افغانستان کے شہر غزنی (محلہ جلاب) میں طلوع ہوا اور تقریباً 465ھ/ 1072.73ء میں لاہور میں آکر غروب ہو گیا۔ لاہور ہی میں آپ کا مزار پُر انوار مرجع خلائق ہے آسمان ولایت کے اس چاند کو غروب ہوئے قریباً 968 سال بیت گئے۔ لیکن آج بھی اس آفتاب ولایت کی نورانی کرنیں چھن چھن کر باہر آرہی ہیں اور دنیا فیض یاب ہو رہی ہے۔

جلیل القدر اور عظیم المرتبت صوفیائے کرام نے آپ کے مزار گہر بار پر حاضری دی اور یہاں سے روحانی فیض حاصل کیا۔ ان حاضری دینے والوں میں حضرت خواجہ معین الدین سنجری چشتی اجمیری، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت میاں میر قادری، حضرت حاجی نوشہ گنج بخش قادری، حضرت شرف الدین بو علی قلندر اور محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری رحمۃ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی نہایت نمایاں ہیں۔

حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین سنجری چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مزار اقدس پر چالیس دن چلہ کاٹا اور اکتساب فیض کے بعد زبانِ حال سے یوں پکار اٹھے:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خُدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

مصور پاکستان علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ مرقد داتا کو پیر سنجر کے لئے بمنزلہ حرم قرار دیتے ہوئے یوں عرض کرتے ہیں:۔

سید ہجویر مخدوم امم

مرقد اُو پیر سنجر را حرم

بندہائے کوہسار آساں گیخت

در زمین بند تخم سجدہ ریخت

عہد فاروق از جمالش تازہ شُد

حق زِحرف اُو بلند آوازہ شُد

پاسبان عزتِ اُمُ الکتاب

از نگاہش خانہ باطل خراب

خاک پنجاب از دم اُو زندہ گشت

صبحِ ما از مہر اُو تا بندہ گشت

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ لفظ ''سردار'' سے آپ کی تاریخ وصال نکالتے ہوئے قطعہ تاریخ یوں رقم فرماتے ہیں۔

خانقاہِ علی ہجویری است

خاکِ جاروب از درش بردار

طوطیا کن بدیدۂ حق بیں

تاشوی واقفِ درِ اسرار

چونکہ سردار مَلکِ معنی بُود

سالِ وصلش برآید از ''سردار''

465ھ

حضرت داتا علی گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد ربانی ''میسروافی الارض'' کے مطابق اپنی عمر عزیز کا بیشتر حصہ سیر و سیاحت میں گزارا۔ اولیائے ربانی سے ملاقاتیں کیں اور ان کے خلوتوں اور

جلوتوں کا مشاہدہ فرمایا۔ آپ حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت سے ہمکنار ہوئے اور روضۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دی۔

بعدازاں آپ اپنے پیرومرشد حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر لاہور تشریف لائے اور اسی شہر کو اپنا تبلیغی مرکز بنایا۔

لاہور میں سب سے پہلے جس غیر مسلم کو آپ نے حلقہ بگوش اسلام کیا وہ پنجاب کا نائب حاکم رائے راجو تھا جو ہندو تھا، بعد میں آپ نے اسے ''شیخ ہندی'' کے لقب سے نوازا۔ اس کی نسل صدیوں سے مزار کی متولی رہی۔ یہاں لاہور میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ اسلام کا فریضہ کچھ اس انداز میں سرانجام دیا کہ لاکھوں غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ یوں یہاں کفر و باطل کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھٹ گئے اور اسلام کا جھنڈا جو اصل میں امن کا جھنڈا تھا وہ بلند ہوا۔

حضرت داتا گنج علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ اسلام کا فریضہ نہ صرف زبانی بلکہ تحریری طور پر بھی احسن انداز میں انجام دیا۔ یوں تو آپ نے کئی کتابیں لکھیں لیکن ان میں ''کشف المحجوب'' کو شہرتِ عام بقائے دوام حاصل ہے۔ تصوف میں اس کتاب کو سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ تصوف کے موضوع پر فارسی زبان میں غالباً یہ پہلی اہم کتاب ہے۔

اس کتاب کی ایک ایک سطر بلکہ ایک ایک لفظ سے حکمت و معرفت عیاں ہے۔ ''کشف المحجوب'' میں آپ نے فقر و غنا، معرفت و شریعت، رضا، ایثار، نفس، مجاہدہ نفس، کرامت، معجزہ، فنا و بقا، حقیقت ایمان توبہ، محبت الٰہی، حقیقت عشق، جود و سخا، مشاہدہ الٰہی غرض یہ کہ ہر قسم کے مسائل کی دلکش تفصیل اور دل نشین انداز میں بیان فرمائی ہے۔ ''کشف المحجوب'' میں آپ اہل بیت اطہار، اصحاب کبار، تابعین، تبع تابعین اور اولیاء کاملین کے حالات و واقعات نہایت خوبصورت انداز میں صفحہ قرطاس پر لائے ہیں۔ اس شہرہ آفاق کتاب کے مختلف زبانوں میں تراجم منظر عام پر آ چکے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کے اپنے تو اپنے غیر مسلم بھی معترف ہیں اور آپ کے مزار اقدس پر حاضری کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ اسی طرح آپ کی حیثیت تمام مکاتب فکر میں مسلّمہ حقیقت رکھتی ہے۔

علماء دیوبند کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی متوفی 1938ء کو لاہور آئے آپ کے مزار پر حاضر ہوئے بعد فراغت روانہ ہوتے ہوئے یہ اعتراف کیا۔

''بہت بڑے شخص ہیں، عجیب رعب ہے، وفات کے بعد سلطنت کر رہے ہیں۔''

(مقبول حسین وصل بلگرامی: سفر نامہ لاہور ولکھنؤ، مطبوعہ لاہور، صفحہ 50)

نیز قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند نے وصل بلگرامی کی زبانی مولانا اشرف علی تھانوی کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

''یہ تو کوئی بہت بڑے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے ہزار ہا ملائکہ کو ان کے سامنے صف بستہ دیکھا۔'' (قاری محمد طیب: عالم برزخ مطبوعہ لاہور، صفحہ 24)

جماعت اسلامی کے میاں طفیل محمد کے خیالات بھی ملاحظہ فرمایئے:

''مولانا مودودی صاحب ہی سے سن رکھا تھا کہ اہل طریقت میں حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ ایک صحیح الخیال اور بہت بلند مرتبہ بزرگ تھے۔ جنہیں اس کوچہ کے سبھی لوگ مقتدا مانتے ہیں اور ان کی تصنیف کشف المحجوب اس فن میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔'' (دیکھئے، میاں طفیل محمد، مترجم: دیباچہ کشف المحجوب)

المختصر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کی ایک مسلمہ علمی و روحانی شخصیت ہے۔ موجودہ دور میں اگر مسلکی اختلافی مسائل کے تناظر میں کشف المحجوب سے رہنمائی لی جائے تو یقیناً روشنی مل سکتی ہے اور حق و باطل کا فرق بھی واضح ہوسکتا ہے۔

دینِ اسلام وہ واحد مذہب ہے جو امن و سلامتی کا درس دیتا ہے۔ لیکن مملکت خداداد پاکستان میں کچھ عرصے سے ایک ایسا ٹولہ دہشت گردی میں مصروف ہے جو اسلام کے لبادے میں اور جہاد کے نام پر بے گناہ مسلمانوں کے قتل کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ رہا ہے۔

ان دہشت گردوں نے مساجد، مدارس اور مزارات تک کو بھی اپنا نشانہ بنایا اور بے گناہ مسلمانوں کا خون بہایا۔

یکم جولائی 2010ء بروز جمعرات رات گیارہ بجے کے قریب دہشت گردوں نے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار گہر بار کے اندر اور باہر یکے بعد دیگرے تین خودکش دھماکے کئے۔ جن میں پچاس کے قریب زائرین شہید اور ایک سو پچھتر زخمی ہوئے۔ جس وقت دھماکے ہوئے زائرین اللہ کے ذکر میں مصروف تھے۔

کیا یہ مسلمانی ہے؟ کیا اسے ''جہاد'' کا نام دیا جاسکتا ہے؟ العیاذ باللہ

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و آثار پر مضامین و مقالات اور کئی کتابیں

چھپ چکی ہیں۔ یقیناً ان کا مطالعہ معلومات افزا ہے۔ لیکن ماہنامہ ''کنزالایمان'' لاہور کا ''حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری نمبر'' گراں قدر مقالات لے کر سامنے آیا ہے۔

حکیم اہلسُنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ نوجوانوں میں ایک نام محمد نعیم طاہر رضوی کا ہے جو آج جہاد بالقلم میں مصروف ہے۔

محمد نعیم طاہر رضوی کنزالایمان سوسائٹی لاہور کے بانی وصدر ہیں۔ اس سوسائٹی کے زیر اہتمام آپ نے مارچ 1991ء سے ماہنامہ کنزالایمان لاہور کا اجراء کیا جو الحمدللہ کامیابی سے خوب سے خوب تر کی جانب رواں دواں رہا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس ماہنامہ نے سنی رضوی صحافت میں اپنا مقام بنالیا۔ اور اہلِ سنت کا بے باک ترجمان بن کر سامنے آیا۔

محمد نعیم طاہر رضوی اہل سنت کے ایک فعال کارکن اور بے لوث مجاہد ہیں۔ آپ کی زیر ادارت ماہنامہ کنزالایمان لاہور نے اب تک چودہ خصوصی نمبر شائع کیے ہیں۔ جو اب تک کسی سُنی رسالہ کے سب سے زیادہ خصوصی نمبرز ہیں۔

ان خصوصی اشاعتوں میں تحریک خلافت وترک موالات نمبر، تحریک پاکستان نمبر، قائداعظم نمبر، حکیم محمد موسیٰ امرتسری نمبر، قائد ملت علامہ شاہ احمد نورانی نمبر، انٹرنیشنل سُنی ڈائریکٹری نمبر، تحفظ ناموس رسالت نمبر، ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید نمبر، اور ختم نبوت نمبر، کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔

محمد نعیم طاہر رضوی کو اولیاء سے والہانہ عقیدت ومحبت ہے۔ اس پر ماہنامہ کنزالایمان لاہور کے صفحات شاہد عدل وناطق ہیں۔ اب آپ نے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ماہنامہ کنزالایمان کی اس خصوصی اشاعت کا اجراء عمل میں لایا ہے۔ یقیناً آپ پر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ شامل حال رہی ہے۔ ماہنامہ کنزالایمان کا یہ نمبر محمد نعیم طاہر رضوی کی خوش بختی اور سعادت مندی کی بھی روشن دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل حضرت محمد نعیم طاہر رضوی کی یہ کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور انہیں مزید توفیقات عنایت فرمائے۔ تاکہ وہ اس قسم کے علمی کاموں میں مصروف رہیں۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ اجمعین۔

گدائے کوئے مدینہ شریف

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری ادارہ فروغ افکار رضا، ضلع اٹک

بد بخت و بد طینت لوگ۔۔۔۔۔

ممتاز شاعر و ادیب صاحبزادہ محمد سعید احمد بدر قادری

مؤقر جریدہ ماہنامہ کنزالایمان کا تازہ ترین ایڈیشن دنیائے اسلام کی جلیل القدر اور عظیم الشان ہستی سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ مخدوم امم حضرت علی بن عثمان جلابی المعروف بہ داتا گنج بخش کے مزار پُر انوار پر بد باطن لوگوں کی طرف سے کیئے گئے خون آشام دھماکوں کے بارے میں تحریر شدہ گرانقدر مضامین، کالموں اور اداریوں کے خوب صورت مجموعہ پر مشتمل ہے یہ دھماکے جولائی 2010ء میں اُن بد باطن، بد اطوار، بدکردار اور بے گناہ اور بداعمال افراد کی طرف سے کیئے گئے جنہیں میڈیا والے ''طالبان'' اور بے قصور اور بے گناہ شہید ہو جانے والے لوگوں کے غمزدہ اور دل گرفتہ لواحقین اور اعزہ و اقارب انہیں ظالمان سمجھتے ہیں۔ ہماری بد قسمتی ہے کہ یہ لوگ بزعم خویش مسلمان اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے علمبردار ہونے کے بھی دعویدار ہیں لیکن ان کی بے نیام اور بے لگام تلوار حضور پُرنور نبی اکرم و محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائیوں اور نام لیواؤں ہی کے گلے کاٹتی ہے اور ان کی کلاشنکوف خدائے واحد و یکتا کی عبادت کرنے والوں کے گھر دکانیں اور بستیاں اجاڑتی ہے یہ لوگ خودکش حملوں کے ذریعہ ان کلمہ گو مسلمانوں کو شہید کرتے ہیں جن کے آباؤ اجداد اور اسلاف نے آج سے 64 سال پہلے قبل اسلام کے نام پر ہندوؤں اور انگریزوں کی مضبوط طاقتوں سے لڑ کر حاصل کیا اور اس کا نام ''پاکستان'' رکھا۔ ان کا عہد تھا کہ وہ اسے اسلام کا گہوارہ بنائیں گے۔ دھماکہ کرنے اور خودکش حملے کرنے والے عاقبت نا اندیش واقع ہوئے ہیں کہ انہیں بانی اسلام نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رواداری پر مبنی شاندار تعلیمات یاد نہیں جنھوں نے اپنے بدتر ین دشمنوں پتھر مارنے والوں، راستے میں کانٹے بکھیرنے والوں کو دعائیں دیں اور اپنی کے پیاسوں کو قدم قدم پر معافیاں دیں فتح مکہ کے وقت الفاظ فرما کر ا''عفو عام'' کا اعلان کیا۔

سلام اُس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اُس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اُس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ جو مجروح ہوا بازارِ طائف میں
سلام اُس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں

دراصل یہ لوگ عقل و شعور سے عاری نہایت متعصب اور متشدد ہیں اور اسلام امن و سلامتی پر مبنی

دین کے نام پر ہی اسلام کے سچے پرستاروں اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے وفا شعاروں کی گردنیں، تنوں سے جدا کر رہے ہیں، بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

کعبہ آباد است از اصنامِ ما
خندزہ زن کفر است بر اسلام ما

"یعنی ہم نے کعبہ کی عمارت (عبادت گاہ) اپنے (مسلکی) بتوں سے سجا رکھا ہے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ کفر و باطل آج ہمارے نام نہاد اسلام پر ہنس رہے ہیں اور مذاق اڑا رہے ہیں۔"

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دنیا بھر میں کسی جگہ عیسائی بھی اپنے دین کا نام لے کر عیسائیوں کو بے دریغ قتل کرتے ہیں؟ یا یہودی اپنے یہودی ساتھیوں کی مار دھاڑ کرتے رہے ہیں، دور کیوں جائیے! ہمارے پڑوس میں دیکھ لیجئے کیا ہندو، اپنی ہندو جاتی کو مار رہے ہیں؟ اگر اس کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا تو پھر مسلمانوں کو مارنے والے، انہیں خودکش بموں سے شہید کرنے والے لوگ مسلمان کیسے ہو سکتے ہیں؟ یقیناً یہ لوگ گمراہ اور جاہل ہیں اور دین متین سے برگشتہ ہیں۔ ستم ظریفی ہے کہ ایک طرف امریکی طیارے "ڈرونز" افغانستان اور پاکستان میں مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں اور دوسری طرف باریش مسلمانوں سینوں سے بم باندھ کر گلیوں اور بازاروں میں بے گناہ کلمہ گو مسلمانوں کی جانیں لے رہے ہیں۔ خدا کو حاضر و ناظر جان کر فیصلہ کیجئے اور بتائیے؟ کہ درحقیقت آپ کون ہیں؟

روسیوں کو افغانستان سے نکالنے کے لئے مولانا فضل الرحمن اور مولانا سمیع الحق نے آپ کو دینی مدرسوں سے نکال کر بے نظیر کے دور میں فوجی ٹریننگ دی تھی۔ مانا کہ اس وقت آپ نے کفر کے خلاف جہاد کیا اور امریکی ڈالروں اور اسلحہ سے نیز ہم پاکستانیوں کی امداد اور تعاون سے روسیوں کو افغانستان سے نکال باہر کیا اور اب آپ اُسی امریکی اور روسی اسلحہ کے بل بوتے پر پاکستان کے مسلمانوں کو تہ تیغ کر رہے ہیں۔ جو پانچ وقت نماز ادا کرتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ ایک "مخصوص مسلک" کے پیروکار ہیں اور آپ کا قبلہ کعبہ ہمارے دشمن ملک بھارت کے ایک شہر دیوبند میں ہے جہاں سے تحریک پاکستان کے دوران میں قیام پاکستان کے خلاف آواز بلند ہوئی تھی جس پر حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو کہنا پڑا تھا کہ

عجم ہنوز نداند رُموزِ دین ورنہ
زِ دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

سرُ ود بر سر منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر زِ مقامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی است

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہما اُوست

اگر باُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نرسیدی تمام بولہبی است

ترجمہ ''یہ بے بصر اہل عجم یعنی غیر عرب کیا جانیں دین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رموز واسرار کیا ہیں؟ یہ غایت دین سے بے خبر اور بالکل ناواقف ہیں ورنہ (بھارت میں قائم) مدرسہ کا صدر المدرسین حسین احمد مدنی یہ نہ کہتا کہ قومیں دین سے نہیں بلکہ وطن سے بنتی ہیں (یاد رہے گاندھی اور نہرو کا بھی یہی موقف تھا اور وہ اسی بنیاد پر ہندوستان کی متحد رکھنا چاہتے تھے)۔ یہ شخص محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام و مرتبے سے کس قدر بے خبر ہے؟ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ اے ناداں! اپنے آپ کو درِ اقدسِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا دے کیونکہ یہی دین ہے اور یہی اس کی اصل اور حقیقی بنیاد ہے۔ اگر تو نے خود کو درِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہ پہنچایا تو پھر تُو بولہبی اور بُوجہلی ہی میں مبتلا رہا۔''

مفکر اسلام علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پہلی اردو کتاب ''بانگ درا'' میں مسئلہ قومیت کی مزید وضاحت یوں فرمائی ہے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

اُنکی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار

قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

دامنِ دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں؟

اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

حالات کی عجب ستم ظریفی ہے کہ جو لوگ کل تک آل انڈیا کانگریس کے شدید حامی اور قیام پاکستان کے شدید مخالف تھے، آج وہ اسی پاکستان کو اسے ایک ''خاص مسلک'' کے لوگوں کی غلامی میں دینے کے لئے سیاسی اور جنگی پیمانے پر مساعی اور جدوجہد کر رہے ہیں اور قرین قیاس یہ ہے کہ انہیں اپنے ہم مسلک اور ہم عقیدہ ممالک کی ہر قسم کی امداد اور استعانت بھی حاصل ہے۔ دوسری طرف امریکہ اور

نیٹو والے مسلمانوں کو باہم لڑانے اور ایٹمی طاقت پاکستان کو انتشار اور عدم استحکام کا شکار کرنے کے لئے ان لوگوں کی ڈالرز اور اسلحہ سے بے پناہ امداد کر رہے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ غیر مسلم امریکیوں، ہندوؤں یا یہودیوں کو جا کر مارتے اور تہ تیغ کرتے لیکن اپنے ہی مسلمان بھائیوں کا نہ صرف قتل عام کر رہے ہیں بلکہ ان کے گھر سکول، مسجدیں اور آبادیاں اجاڑ رہے ہیں۔

درحقیقت یہی وہی لوگ ہیں جنہوں نے پہلے سوات میں پیر بابا کے مزار کو شہید کیا، پھر سید ہجویر، حضرت داتا گنج بخش کے مزار پُرانوار پر دھماکے کئے حالانکہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے قبلہ اسلامیاں داتا گنج بخش کو بے پناہ خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنی مشہور زمانہ فارسی تصنیف "اسرار و رموز" میں ارشاد فرمایا ہے۔

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ، مخدومِ اُمم
مرقد اُو پیر سنجر را حرم
بندہائے کوہسار آساں گسیخت
در زمین ہند تخمِ سجدہ ریخت
عہد فاروق رضی اللہ عنہ از جمالش تازہ شد
حق ز حرفِ اُو بلند آوازہ شد
پاسبانِ عزتِ اُم الکتاب
از نگاہش خانہ باطل خراب
خاکِ پنجاب از دمِ اُو زندہ گشت
صُبح ما از مہر اُو تابندہ گشت
عاشق وہم قاصد طیار عشق
از جبینش آشکار اسرار عشق

ترجمہ "سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جو اقوام عالم کے سردار اور مخدوم زمانہ ہیں اور جن کا مرقد مبارک حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے لئے حرم کا درجہ رکھتا ہے۔ (یاد رہے کہ خواجہ اجمیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں چالیس دن تک چلہ کشی کی تھی اور سید ہجویر کو زبردست خراج عقیدہ پیش کیا تھا) جو پہاڑوں کی رکاوٹیں سر کر کے ہندوستان میں پہنچے اور یہاں کی

سرزمین پر انہوں نے سجدوں کے بیج بوئے۔ اُن کی روحانیت سے یہاں اسلام پھیلا اور اس طرح فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد جلال و جمال کی یاد تازہ ہو گئی۔ نیز ان کی تبلیغ سے دین حق کا بول بالا ہوا۔"

آپ قرن پاک کی عزت و حرمت کے نگہبان و نگہدار تھے۔ آپ کی نگاہ حق پرست سے کفرستان ہند میں باطل کا خانہ خراب ہوا۔ پنجاب کی سرزمین ان کے دم قدم سے زندہ و تابندہ ہو گئی اور ان کے آفتاب نے ہماری صبحیں روشن کر دیں۔ نہ صرف وہ خود عشق کی دولت سے سرشار تھے اور عشق حق کے تیز رفتار پیامبر تھے بلکہ ان کی پیشانی سے عشق اسرار و رموز مسلمانوں پر آشکار ہوئے۔

گویا سید ہجویر کی وہ ذاتِ پاک تھی جسے برعظیم پاکستان و ہند کے تمام علمائے کرام، مشائخ عظام اور بزرگانِ دین نے ہمیشہ خراج عقیدت پیش کیا ہے اور اُن کی دینی اور روحانی عظمت اور خدمات کو سرا رہا ہے۔

ارض پاکستان کے نامور محقق اور دانش ور علامہ محمد نعیم طاہر رضوی نے نہایت محنت شاقہ سے 2010ء میں اخبارات و جرائد رسائل میں چھپنے والے آرٹیکلز مضامین اور کالمز کا خوبصورت انتخاب کر کے کنز الایمان کے تازہ ترین شمارے میں شامل کیا ہے۔

حتیٰ کہ اخبارات و جرائد میں شائع شدہ تمام ادارتی تحریروں کو بھی کتاب کی زینت بنایا ہے۔ اس طرح حضرت داتا گنج بخش کے مزار اقدس پر دھماکوں کے ردعمل کی صورت میں ورطہ تحریر میں آنے والی تمام اہل دل اور اہل درد کی نگارشات اس کتاب میں شامل و موجود ہیں۔ ان عمدہ نگارشات کے لکھنے والے ادیبوں، شاعر و کالم نگاروں اور دانش وروں میں بلند پایہ حضرات شامل بھی ہیں۔ جن کا سکہ چار دانگ عالم میں چلتا ہے۔ ان میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی ملاحظہ فرمائیے!

عارف نظامی، کشور ناہید، عطاء الحق قاسمی، مسعود اشعر، حامد میر، علی مسعود سید، نذیر ناجی، ہارون الرشید، عطاء الرحمن، اسرار بخاری، ڈاکٹر اجمل نیازی، رفیق ڈوگر، ڈاکٹر حسین احمد پراچہ، جاوید قریشی، محمد اظہار الحق، جمشید چشتی، محمد اسلم لودھی، محترمہ رفعت، کرنل (ر) اکرام اللہ، عارفہ صبح خاں، گل محمد بھٹہ، عبدالشکور ابی حسن، عبدالمجید ساجد، غلام محی الدین، کرامت علی بھٹی، عبداللہ طارق سہیل، زاہد الرشدی، الطاف حسن قریشی اور افضل توصیف، جیسی شخصیات کے انتخاب فکر شامل ہیں، حتیٰ کہ حکیم اہل سنت و جماعت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم کا وہ شاہکار دیباچہ بھی شامل ہے جو انہوں نے کشف المحجوب کے اردو

ترجمہ کی اشاعت کے لئے لکھا تھا۔ کشف المحجوب کے متعلق اتنا وقیع معلومات افزا اور ناقدانہ تبصرہ آج تک شاید ہی کسی نے لکھا ہو۔

کنزالایمان کا یہ شمارہ مجموعی طور پر پانچ صد صفحات پر حاوی ہے۔ یہ امر باعث مسرت اور موجب طمانیت ہے کہ ان صفحات میں سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے بارے میں مختلف قسم کی معلومات بھی یکجا کر دی گئی ہیں اور اس دور کی معاشرتی، سماجی، اقتصادی، سیاسی اور مذہبی رویے نقوش اور حالات وواقعات بھی سامنے آگئے ہیں۔ علاوہ ازیں کشف المحجوب کے بارے میں گرانقدر آراء اور تبصرے بھی کتاب کی اہمیت ہیں اضافے کا باعث بن رہے ہیں۔

جناب نعیم طاہر رضوی نے مضامین کے انتخاب کے ضمن میں حزم واحتیاط سے کام لیا ہے جن کے لئے وہ ہر لحاظ سے داد وتحسین اور تعریف وتوصیف کے مستحق ہیں۔ امید ہے کہ یہ کتاب جہاں اہل فکر ونظر کے لئے مفید مطلب ہوگی وہاں اہل تحقیق کے لئے بھی نشانِ راہ ثابت ہوگی۔ نئی نسل خصوصاً نوجوان طبقہ بھی اس سے روشنی اور رہنمائی حاصل کرے گا اور اپنے مستقبل کی راہوں کو روشن ومنور کرنے میں کامیاب ہوگا۔

آخر میں ماہنامہ ''کنزالایمان'' کے مدیر محترم علامہ محمد نعیم طاہر رضوی کی شخصیت کے بارے میں چند باتیں لکھنا بہت ضروری اور نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ علامہ محمد نعیم طاہر رضوی محض ایک چلتی پھرتی شخصیت کا نام نہیں بلکہ درحقیقت وہ اپنی ذات میں ''انجمن کا درجہ'' رکھتے ہیں۔ وہ قابل صد احترام حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے فیضان سے تربیت یافتہ ہیں۔ مالی اور دیگر وسائل میں کمی اور عدم دستیابی کے باوجود انہوں نے جو حوصلہ وہمت، جرأت انداز اور محنت شاقہ اور نام آور کو بروئے کار لاکر بھاری مقدار اور تعداد میں علمی وادبی اور دینی اہمیت پر کام کیا ہے کہ بڑے بڑے اور نام آور ادارے نہیں کر سکتے۔ وہ گزشتہ 28 برس سے تنِ تنہا ''کنزالایمان'' کے نام سے اہلسنت وجماعت کے عقائد اور مسلک حقہ کے فروغ دائے کمت کے لئے تواتر سے ماہنامہ نکال رہے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ انہوں نے بیس کے قریب یادگار اور روح افروز ایڈیشن بھی شائع کئے ہیں جو ان کا عظیم الشان اور لازوال کارنامہ ہے۔ ان گرانقدر اور ضخیم ایڈیشنوں میں تحریک خلافت اور ترک موالات نمبر، تحریک پاکستان نمبر، قائداعظم نمبر، پروفیسر ڈاکٹر آفتاب نقوی نمبر، چوہدری رحمت علی شہید نمبر، ختم نبوت نمبر، حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نمبر، حکیم محمد موسیٰ امرتسری نمبر، قائد ملت شاہ احمد نورانی نمبر شامل ہیں۔ اس کے علاوہ سنی

ڈائریکٹری نمبر بھی ان کا منفرد کارنامہ ہے۔اب حضور داتا گنج بخش کے متعلق وقیع، مستند اور ضخیم نمبر آپ کے ہاتھوں پر ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ ان نمبروں میں صرف دینی نمبر ہی شامل ہیں بلکہ تحریک پاکستان اور قائداعظم سے متعلقہ نمبرز بھی شامل ہیں جو پاکستان سے ان کی لازوال محبت کا بین ثبوت ہیں۔دیگر نمبروں کی طرح اُن کے یہ نمبر بھی معلومات سے معمور اور دل افروز ہیں۔

دراصل علامہ محمد نعیم طاہر رضوی اہل سنت و جماعت کے امام و پیشوا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے دل و جان سے شیدائی ہیں۔چنانچہ انہوں نے فکر رضا کو عام کرنے کے لئے نہ صرف عمدہ لٹریچر شائع کیا۔بلکہ وہ ہر سال ''امام احمد رضا کانفرنس'' بھی منعقد بھی کرتے ہیں۔اس مقصد کے لئے انہوں نے ''کنزالایمان سوسائٹی'' کے نام سے مارچ 1983ء میں سوسائٹی رجسٹر کرائی جس کے پرچم تلے وہ شب و روز اللہ تعالیٰ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور اُن کے نام لیواؤں کی رہنمائی کے لئے ''مردانہ وار'' کام کر رہے ہیں۔

لاہور کینٹ میں انہوں نے اختر رضا لائبریری بھی قائم کر رکھی ہے۔اختر رضا خاں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کے پڑپوتے ہیں۔مزید برآں سینکڑوں کی تعداد میں دینی پمفلٹ شائع کر کے تقسیم کر چکے ہیں۔اہم تہواروں پر خصوصی اجتماعات منعقد کئے جاتے ہیں۔اور قرآن و حدیث کے درسوں کے ذریعے تشنگان علم و فن کی آبیاری کی جاتی ہے۔وہ صادق اور بے ریا جذبوں کے حامل انسان ہیں، وہ اسلامی معاشرے میں محبت، روادی اور خلوص کے نقوش اور خدوخال کو عام کر رہے ہیں۔دین نبی محترم کی اشاعت کے لئے بے لوثی اور بے غرضی سے ہمہ تن مصروف کار ہیں۔وہ دنیوی منفعت کے قائل نہیں اس لئے انہوں نے اپنے تمام کاموں کو ''کاروبار'' نہیں بننے دیا۔ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے اکثر و بیشتر حاملان جُبہ و دستار جہاں محض گفتار کے غازی ہیں۔وہاں علامہ محمد نعیم طاہر رضوی ''کردار'' کے غازی ثابت ہوئے ہیں۔وہ مسلک اہلسنت و جماعت کے فروغ و اشاعت کے لئے شبانہ روز جدو جہد میں مصروف عمل ہیں۔وہ بلند عزم و ہمت کے مالک، جرأت رندانہ کے حامل، ایثار کیش مرنجاں مرنج درویش صفت، حد درجہ ملنسار انسان اور دوستوں کے دوست ہیں۔آج کے دور قحط الرجال میں ایسے لوگ بھلا کہاں ملتے ہیں؟ حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا

یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

اپنے صحرا میں ابھی آہو بہت پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

فنکار ہونے کی حیثیت میں انہوں نے ہاتھ سے کام کیا ہے اور اپنی زندگی خود تعمیر کی ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ

اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللہ تعالیٰ

یعنی ہاتھ سے کام کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہوتا ہے۔''

جب کوئی اللہ کا دوست بن جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کا دوست بن جاتا ہے۔ بہر کیف عہد حاضر میں اس امر کی شدید ضرورت اور حالات کا تقاضہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں پیدا ہونے والی بے شمار قباحتوں، اور بیماریوں کے بچنے کے لئے تعلیمات سید ہجویر کو عام کیا جائے۔ اس وقت ہمارا معاشرہ دین سے دوری، نبی کریم و رحیم سے مہجوری، مغربی تہذیب و تمدن سے مرعوبیت جیسی بیماریوں میں مبتلا اور ملوث ہے۔ اس میں بے راہ روی اور فحاشی و عریانی کے ساتھ اخلاقی بحران پیدا ہو چکا ہے۔ اگر ہم فکر و تعلیمات علی ہجویری سے روشنی اور نور حاصل کر کے عمل کی شاہراہ پر گامزن ہو جائیں تو مسلمانوں میں وہی عظمت رفتہ اور شوکت پارینہ بحال ہو سکتی ہے۔ جو کبھی ہمارا طرۂ امتیاز رہا۔

آخر میں ہم پھر امید کرتے ہیں کہ ''کنز الایمان'' اس مفید و دل پذیر ایڈیشن کی پزیرائی کی جائے گی اور اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔ توقع ہے کہ نئی نسل اس سے استفادہ کے لئے رجوع کرے گی۔

عمر ایں دُعا از من و از جملہ آمین باد

وفا کیش، مخلص
صاحبزادہ محمد سعید احمد بدر قادری
المعروف بہ سعید بدر
18 دسمبر 2011ء
بمطابق 22 محرم الحرام 1433ھ

''البدر'' 965 نظام بلاک
علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور
0321-4872700
042-37814084

رہنمائی آج بھی کرتے ہیں داتاؒ خَلق کی
مُرشِدِ پیرانِ عالَم ہے کتابِ گنج بخشؒ

عبدالقادر حسن

لاہور اور حضرت داتا صاحب

جب سے پرویز مشرف کے ایک جرنیل نے ذاتی پرخاش پر پرانے بلدیاتی نظام کو تہس نہس کیا اورڈی سی وغیرہ کے عہدے ختم کئے تب سے ہماری سرکاری زندگی بہت زیادہ تہس نہس ہوگئی ہے اور عوام کو پوچھنے والا اوران کی ذمہ داری لینے والا کوئی نہیں رہا اور نہ ڈی سی اپنے ضلع کے ہر فرد کے ہر مسئلے کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ بہرکیف یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے مختصراً عرض یہ ہے کہ لاہور میں ایک صاحب ہیں خسرو پرویز ان کے عہدے کا نام تو نئے نظام کے تحت نہ جانے کیا ہے مگر ان کو کمشنر کی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں اور وہ کمشنر لاہور کہلاتے ہیں چنانچہ لاہور میں ان کے زمانے میں تخریب کاری اور دہشت گردی کی جو واردات بھی ہوئی ہے اس کی انہوں نے ایک ذمہ دار افسر کی حیثیت سے تفتیش کی ہے اور جس نتیجے پر پہنچے ہیں اس کا اعلان بھی کیا ہے مثلاً سری لنکا کی ٹیم کا حادثہ ہوا تو انہوں نے اور ان کے ماتحت پولیس افسروں نے اپنی تفتیش اور تحقیق کے بعد کہا کہ اس میں بھارت کا ہاتھ ہے اس پر اسلام آبادی خوفزدہ وزیروں نے ان کو ڈانٹ پلائی کہ بھارت کا نام کیوں اور کیسے لے لیا لیکن وہ کیا کرتے نام تھا ہی بھارت کا چین ایران کا تو نہیں تھا اس لئے انہوں نے جواب میں بھارت کا نام دہرا دیا۔ ایک پاکستانی غیرت مند افسر اپنے دشمن بھارت کو اس کے واضح قصور کے باوجود کیسے معاف کر سکتا ہے۔

داتا دربار کے سانحہ نے پورے ملک اور لاہور شہر کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ لاہوری تو داتا کی برکات کے بغیر اپنا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ کوئی لطیفہ نہیں کہ حج پر گئے ہوئے ایک لاہوری کو بخار ہو گیا تو اس نے مکہ مکرمہ سے ماں کے نام پیغام بھیجا کہ امی داتا صاحب کے دربار پر جا کر میری صحت کیلئے دعا مانگنا۔ ہزار برس سے زیادہ عرصہ ہوا لاہوریوں کو داتا کی مہربانی حاصل ہے اور اس کی برکت میں سرشار زندگی گزارتے ہیں۔ لاہور میں جمعرات کا دن داتا صاحب کا دن ہوتا ہے برادرم حمید علوی نے ایک دلچسپ بات سنائی کہ این میری شمل نے ان سے کہا کہ داتا صاحب کے مزار پر جانا ہے لیکن کل چلیں گے کل جمعرات ہے۔ جرمنی کی اس مشہور غیر مسلم مستشرق کو علم تھا کہ لاہور میں یہ دن داتا سے ملاقات کا دن سمجھا جاتا ہے۔ لاہوریوں اور پنجابیوں کی داتا صاحب کے ساتھ وابستگی کے قصے اتنے زیادہ ہیں کہ کالموں

میں ان کے ذکر کی گنجائش کہاں۔ گذشتہ جمعرات کی شام کو جب داتا صاحب کے مزار پر دہشت گردی کا واقعہ ہوا تو لاہور شہر سن ہو کر رہ گیا۔ ایک نا قابل تصور واقعہ۔ داتا کے مریدوں اور عقیدت کیشوں کا خون بہا لیکن لاہوریوں کیلئے اس مقام کی یہ بے ادبی شاید اس خون سے بڑا سانحہ تھا۔ یہ ایک ولی، صوفی، قلندر، میزبان اور اس شہر کی بزرگ ترین شخصیت کا مزار ہی نہیں تھا اہل لاہور کی روحانی پناہ گاہ تھی۔ علوم تصوف کی پانچ بڑی کتابوں میں حضرت داتا کی کتاب کشف المحجوب کو پہلا مرتبہ اور درجہ دیا جاتا ہے۔ یہ کتاب حضرت نے اپنی مادری زبان افغانی دری، فارسی میں لکھی تھی۔ غزنی کے محلے ہجویری میں علی بن عثمان نے یہ کتاب مکمل کی۔ مرشد کے حکم پر لاہور کے کفرستان میں تشریف لائے۔ حضرت نے لاہور میں ڈیرے ڈال دیئے اور فیض عام جاری کیا۔ برصغیر کے بڑے صوفیوں نے یہاں چلہ کشی کی، خراج عقیدت پیش کیا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

داتا نے ایک مہمان خانہ جاری کیا کہ کروڑوں لوگ یہاں کی میزبانی کا لطف اٹھا چکے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ داتا کا یہ لنگر کسی حکمران کی فیاضی نہیں عالم غیب کے سخیوں کی دین ہے۔ لاہور کے مسافر چاہیں تو دنیاداری کے کام ختم کر کے صبح شام کھانا یہاں کھائیں۔ میرے بڑے بھائی اس قدر معتقد تھے کی بڑھاپے میں بھی لاہور کا سفر کرتے تھے، محض سلام کیلئے۔ گاؤں کی آسودہ زندگی کی وجہ سے جسم دبوانے کے عادی تھے۔ ایک بار سفر کی وجہ سے بہت تھک گئے اور سلام و دعا کے بعد مسجد میں لیٹ گئے اور کہنے لگے حضرت آپ کا مہمان ہوں بہت تھک گیا ہوں۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک صاحب آئے اور انہوں نے جسم دبانا شروع کر دیا اور جسم کی تھکان نچوڑ دی جب وہ جانے لگے تو داتا کے اس حیرت زدہ مہمان نے ان کے بارے میں پوچھا تو صرف اتنا بتایا کہ وہ موچی دروازے میں رہتے ہیں اور یہ کہہ کر چلے گئے۔ میں صرف اپنے گاؤں کے ان لوگوں کی باتیں سنانا شروع کر دوں جو لاہور میں ہائی کورٹ میں پیشی کیلئے آتے تھے اور ایک مقدمہ حضرت کے دربار میں بھی دائر کر دیتے تھے تو کتابیں لکھی جائیں۔ داتا صاحب کی کتاب اسلام کی ایک مکمل تفسیر ہے۔ ایک "وہابی" میاں طفیل محمد نے اپنے مرشد مودودی کے حکم پر ان کی کتاب کا ترجمہ کیا۔ یہ کتاب پڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہا کہ اسلام اور انسان کا رشتہ کیا ہے۔ حضرت داتا صاحب شاعر بھی تھے لیکن کسی نے ان کا دیوان چرا لیا۔ وہ بڑے دکھ کے ساتھ

اس کا ذکر کرتے ہیں۔ اس وقت یاد نہیں آرہا کہ یہ واردات لاہور میں ہوئی تھی یا ان کے آبائی وطن میں لیکن داتا صاحب کو اپنی شاعری کے گم ہونے کا اچھا خاصا قلق تھا۔ ان دو چار اشاروں میں حضرت کا ذکر کرنے کے بعد میں لاہور کے کمشنر خسرو پرویز کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ایک سرکاری ملازم ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے دشمن بھارت کی اس تخریب کاری پر پردہ نہیں ڈالا۔ تعجب کیجئے کہ ہمارے متعلقہ وزیر کو اب تک شبہ ہے کہ ان وارداتوں کے پیچھے کون ہے۔ اب میں بھی کمشنر لاہور سے ملوں گا۔ لاہور اور لاہوریوں کے دلوں پر حضرت داتا کی توہین اور بے حرمتی کا جو زخم لگا ہے وہ شاید ہی مندمل ہو۔ اس شہر میں کئی صوفیائے کرام مدفون ہیں اور لاہوریوں کی عقیدتوں کا مرکز ہیں۔ میاں میر جیسی تاریخی شخصیت نے بھی اس زمین کو رونق بخشی ہوئی ہے اور بھی بہت نام ہیں۔ لاہور میں بادشاہ جہانگیر اور پہلے مسلمان بادشاہ قطب الدین ایبک کا مقبرہ بھی ہے۔ تاریخ کی اور کتنی ہی شخصیتیں اس شہر میں آخری آرام کر رہی ہیں لیکن یہاں بادشاہ صرف ایک ہی مدفون ہے اور وہ ہے داتا گنج بخش مظہر نور خدا جس کے دربار سے کروڑوں بھوکوں نے بھوک مٹائی اور نہ جانے کتنوں نے مرادیں پائیں۔ یہ لنگر اور فیض جاری ہے اور اہل لاہور اس زخم کو نہیں بھولیں گے جو ان کے دشمن نے ان پر لگایا ہے۔ لاہوریوں کے حکمران بھول جائیں مگر داتا کی رعیت یہ کبھی نہیں بھولے گی۔ بھارت دشمنی کی انتہاؤں پر اتر آیا ہے۔

روزنامہ ایکسپریس، 3 جولائی 2010ء

حدیث: صحیح بُخاری و مُسلم میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اعمال میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کیا ہے؟ فرمایا: ”وقت کے اندر نماز“، میں نے عرض کی، پھر کیا؟ فرمایا: ”ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا“، میں نے عرض کی، پھر کیا؟ فرمایا: ”راہِ خدا میں جہاد۔

حدیث: بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ ایک صاحب نے عرض کی، یارسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اسلام میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب کیا چیز ہے؟ فرمایا: ”وقت میں نماز پڑھنا اور جس نے نماز چھوڑی اس کا کوئی دین نہیں۔ نماز دین کا ستون ہے۔“ (بہار شریعت، حصہ 3)

عبدالمجید ساجد

داتا دربار میں المناک سانحہ

حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر ہونے والے تین دھماکوں سے بلا تخصیص مسلک ہر شخص افسردہ ہے، ہر طبقے نے اس کی شدید مذمت کی ہے کیونکہ ہر مسلک کے لوگ ہی دہشت گردی کا نشانہ بن رہے ہیں، داتا دربار پر ہونیوالا المناک سانحہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہاں سیکورٹی کے انتظامات ناقص تھے جبکہ اس بات سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ دہشت گردوں نے پنجاب اور بالخصوص لاہور کو ٹارگٹ بنا رکھا ہے اس کے باوجود ایسے واقعات کا ہو جانا یقیناً غفلت اور کوتاہی کا نتیجہ ہے۔

داتا دربار میں تقریباً 17 انٹری پوائنٹس ہیں اور ان میں سے صرف 2 پوائنٹس ہی کھلے تھے تاکہ کوئی مشتبہ افراد داخل نہ ہو سکیں، گیٹ نمبر 5 چند روز قبل کھولنے کے حوالے سے سی سی پی او لاہور نے بھی کہا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ گیٹ کیسے کھلا؟ لہٰذا اس پر تحقیقات ہونی چاہیے کہ یہ گیٹ کس کے حکم کے تحت کھلا؟ دہشت گرد اس گیٹ سے داخل ہوئے اور پہلا دھماکہ کیا، جب افراتفری اور بھگدڑ مچی تو دوسرا دہشت گرد اپنے ٹارگٹ کی طرف دوڑا اور بھیڑ میں جہاں تک پہنچا لوگوں کے درمیان جا کر خودکش دھماکہ کر دیا۔

دہشت گرد بخوبی واقف تھے کہ داتا دربار میں جمعرات کو گیارہ بجے دو دعائیں ہوتی ہیں، ایک دعا مسجد میں اور دوسری دربار میں۔ ابھی تو یہ شکر ہے کہ مسجد والی دعا پونے گیارہ بجے ہو چکی تھی ورنہ مزید نقصان ہوتا۔

داتا دربار میں آج سے 6 ماہ قبل 50 لاکھ روپے سے زائد رقم کے سی سی کیمروں کو انسٹال کیا گیا۔ ان کیمروں کی مانیٹرنگ کیلئے کوئی آدمی بیٹھا تھا؟ اور اگر کوئی مانیٹرنگ کا انتظام تھا تو پھر سی سی کیمرے حادثے سے قبل تدارک میں معاون کیوں نہیں ثابت ہوئے؟ سی سی کیمرے صرف حادثے کے بعد Fottage کیلئے ہوتے ہیں یا پہلے تدارک کیلئے ہوتے ہیں؟ علاوہ ازیں داتا دربار کے اندر پولیس چوکی قائم ہے۔ اوقاف کے اپنے سو سے زائد سیکورٹی گارڈز ہیں۔ عقیدت مند رضاکار تنظیمیں بھی فرائض سر انجام دیتی ہیں۔ پھر بھی اتنے بڑے سانحے کا ہونا افسوسناک بھی ہے اور تشویشناک بھی۔

اتنی بڑی سیکورٹی کے باوجود دہشت گردوں کا اپنی کارروائیوں میں کامیاب ہو جانا سیکورٹی کے ناقص انتظامات کا واضح ثبوت ہے، ایسا لگتا ہے کہ تمام سیکورٹی ایجنسیز کے درمیان باہمی ہم آہنگی نہیں تھی اور خدانخواستہ اگر دہشت گرد پہلے بھی ایسی کارروائی کرنا چاہتے تو اس میں آسانی سے کامیاب ہو جاتے اور یہ کہنا درست نہیں کہ پہلے سیکورٹی سخت تھی اور اب ناقص تھی، سیکورٹی کی حالت پہلے دن سے ہی ایسی ہے کیونکہ تین چار ماہ قبل صاحبزہ فضل کریم نے ایڈمنسٹریٹر کو بلا کر دو دفعہ کہا کہ دہشت گردی کے پیش نظر داتا دربار کی سیکورٹی ناقص ہے اسے بہتر بنایا جائے مگر اس پر کچھ نہ کیا گیا اور "سب اچھا" کہہ کر مطمئن ہو گئے، حالانکہ سیکورٹی کے نام پر باقاعدہ آسامیاں نکالی جاتی ہیں اور اپنے رشتہ دار عزیز ایڈ جسٹ کروا دیئے جاتے ہیں جو سیکورٹی امور سے نابلد ہوتے ہیں، نہ ہی انہیں سیکورٹی کی کوئی باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے۔ وہ یہاں کے لنگر، نذرانے وصول کرنے میں لگے رہتے ہیں اور کام پر توجہ نہیں دیتے۔

داتا دربار میں مسجد، کمپلیکس اور دربار ہے اچھی خاصی ایڈمنسٹریشن کام کرتی ہے، سینیٹر اسحاق ڈار جیسا ذمہ دار شخص امور مذہبیہ کمیٹی کا چیئرمین ہے مگر کسی منیجر، ایڈمنسٹریٹر وغیرہ کا کوئی کہیں کاؤنٹر نہیں ہے جہاں کوئی ذمہ دار بیٹھتا ہو یا عوام آسانی سے ان سے رابطہ کر سکیں، سب کے دفاتر نیچے تہہ خانے میں ہیں جہاں کوئی عام آدمی جا ہی نہیں سکتا۔

داتا دربار انکم کے لحاظ سے بہت بڑی درگاہ ہے، سالانہ تقریباً اٹھارہ کروڑ آمدن ہے، جس میں سب سے زیادہ حصہ کیش باکسز کا ہے اسی لئے افسران اور ماتحت عملے کی خواہش ہوتی ہے کہ جائز اور ناجائز طریقے سے یہاں پوسٹنگ کروائیں اور سیاسی اثر و رسوخ سے اپنی پوسٹنگ کی مدت میں اضافہ کرواتے رہیں، کوئی نہ کوئی ملازم کسی نہ کسی سیاسی شخصیت کا چہیتا ہوتا ہے اور وہ باقی اتھارٹیز کو درخور اعتناء نہیں سمجھتا اور متعلقہ اتھارٹیز بھی ان کے سامنے بے بس ہوتی ہیں، داتا دربار کے ایڈمنسٹریٹر خود تقریباً گذشتہ دو ماہ میں اکثر چھٹیوں پر ہی رہے، تو ان حالات میں ایڈمنسٹریشن کی کھلی غفلت نظر آتی ہے اور یوں لگ رہا ہے کہ داتا دربار کی سیکورٹی اللہ کے سہارے چل رہی تھی۔

حادثہ ہو گیا لیکن اس سے اگر کوئی سبق سیکھنا ہے تو سیکورٹی کا آزادانہ سسٹم بنانا ہوگا، داتا دربار میں روزانہ 15 ہزار کے قریب لوگ آتے ہیں اور ہر جمعرات کو 20 سے 25 ہزار لوگ موجود ہوتے ہیں، اتنی عوام، زائرین اور عبادت کیلئے آنیوالوں کے لئے اور ایسے حالات سے نبٹنے کیلئے ایمرجنسی سروسز تک

نہیں ہوتیں اور افسوسناک بات تو یہ ہے کہ اس حادثے کے بعد بھی ایک گھنٹہ لیٹ سروسز پہنچیں۔

داتا دربار میں وسائل کی کمی نہیں مگر آج تک ایڈمنسٹریٹو سیٹ اپ قائم نہیں کیا گیا جو ایسے حالات سے نمٹ سکے اور موجودہ حادثہ ان تمام کوتاہیوں کا ہی شاخسانہ ہے۔

اس حادثے کے حوالے سے ہم نے محکمہ کے متعلقین اور علمائے کرام سے بات چیت کی جو درج ذیل ہے:

چیئرمین سنی اتحاد کونسل وصدر مرکزی جمعیت علمائے پاکستان صاحبزادہ فضل کریم نے بتایا کہ ''میں ان دھماکوں سے تقریباً 25 منٹ قبل داتا دربار سے نکلا، داتا دربار کمپلیکس میں متحدہ علماء بورڈ کا دفتر ہے اور بطور چیئرمین یہاں اکثر اوقات بیٹھتا ہوں، میں اٹھ کر تقریبا تین کلومیٹر دور پہنچا تو دھماکے ہو گئے۔ میں واپس آیا اور تین گھنٹے تک داتا دربار رہا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ فرقہ وارانہ فسادات کو ہوا دینے کی ناپاک سازش ہے۔ داتا دربار کو ساڑھے نو سو سال سے زائد کا عرصہ بیت چکا اس دوران کئی تحریکیں چلیں، کئی فسادات ہوئے ہندو مسلم فسادات بھی ہوتے رہے مگر داتا دربار پر کسی نے حملے کا سوچا بھی نہیں۔ یہ خودکش حملے دین کے نام پر فساد فی الارض پیدا کرنا ہے، جو اسلام میں حرام ہے، خودکش حملہ آور حرام کی موت مر رہے ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم کا آخری درجہ ہے۔ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے، اسلامی ریاست سے بغاوت کرنا اسلام کے اصولوں کے خلاف ہے، حتیٰ کہ اسلامی اسٹیٹ کو کمزور کرنا یا کمزور کرنے والوں کا ساتھ دینا شرعی طور پر ناجائز ہے''۔

''جہاں تک دہشت گردی کا تعلق ہے تو دہشت گردوں نے پنجاب کو نشانہ بنالیا ہے، دہشت گردوں کے بیرونی دنیا سے روابط ہیں بالخصوص انڈیا اور اسرائیل سے ان کو بہت بڑی فنڈنگ ہوتی ہے۔ اس کیلئے دہشت گردوں کا نیٹ ورک ختم کرنا ضروری ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے اپنے ہی لوگ اس میں استعمال ہو رہے ہیں۔ جہاں جہاں بھی ان کو ٹریننگ دی جاتی ہے اور جو بھی خفیہ ہاتھ کام کر رہے ہیں وہ بے نقاب کئے جائیں اور جن مدارس کو مڈل ایسٹ سے اسلام کے نام پر فنڈنگ ہوتی ہے وہ فوری طور پر بند کیے جائیں، اپنے نظریات کو ٹھونسنے کے لئے انہوں نے پاکستان کو تختہ مشق بنایا ہوا ہے''۔

''جہاں تک سیکورٹی کا تعلق ہے تو یہ سب سیکورٹی کی ناکامی ہے، میں نے تین چار ماہ قبل لوکل ایڈمنسٹریٹر اور سیکرٹری اوقاف کو کہا تھا کہ اتنے بڑے دربار پر سیکورٹی کے انتظامات اس قدر نہیں جیسے

ہونے چاہئیں لہٰذا آپ فول پروف انتظامات کریں تو انہوں نے کہا کہ ہم کر رہے ہیں اور انتظامات سے مطمئن ہیں، میں نے ایڈمنسٹریٹر کو دو مرتبہ بلوایا مگر انہوں نے یہی کہا کہ ہم مطمئن ہیں"۔

سابق ڈائریکٹر جنرل مذہبی امور و اوقاف ڈاکٹر طاہر رضا بخاری نے بتایا کہ "حضرت داتا گنج بخش کا آستانہ برصغیر کا سب سے بڑا روحانی اور دینی مرکز ہے، یہی وہ عظیم درگاہ ہے جہاں سے اس خطے کے عوام کیلئے امن، محبت، بھائی چارہ، مساوات، رواداری اور انسان دوستی کی تعلیمات عام ہیں اور دین اسلام کی گھنی اور ٹھنڈی چھاؤں لوگوں کو میسر آئی لیکن صد افسوس کہ سید ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ خون میں نہلا دیا گیا، محبتوں کی خوشبو کے اس مسکن کو بارود کے دھویں اور شعلوں سے آلودہ کر دیا گیا۔ شہر لاہور جس ہستی کی نسبت سے داتا کی نگری کے طور پر معروف ہے وہ آج اداس اور سوگوار ہے، اس اندوہناک سانحے پر ہمارے دل افسردہ اور آنکھیں اشکبار ہیں اور ہم اللہ کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ وہ اس خطہ پاک کی حفاظت فرمائیں اور پاکستان اور اس میں بسنے والوں کو اپنے فضل و کرم سے فیضیاب فرمائے"۔

ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث ڈاکٹر حافظ عبد الکریم کہتے ہیں: "تمام مکاتب فکر کے لوگ دہشت گردی کا نشہ بن رہے ہیں، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک عالمی سازش ہے پاکستان کو عدم استحکام کا شکار کرنے کیلئے۔ پاکستان ایک ایٹمی ملک ہے اور عسکری طور پر طاقت ور ملک ہے، دشمن کو پاکستان کی سلامتی اور امن عزیز نہیں ہے، اس صورتحال کا مقابلہ کرنے کیلئے حکومت کی سطح پر کوئی لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے، اس کے محرکات کا جائزہ لے کر ٹھوس اقدامات کرنا چاہئیں۔ عمل اور رد عمل دونوں کے محرکات کا جائزہ لیا جائے، تب ہی دہشت گردی کا خاتمہ ممکن ہے، دہشت گردی ریاستی ہو یا گروہی، ہم اس کی شدید مذمت کرتے ہیں، حکومت کو اب سوچنا چاہیے کہ یہ ہماری انٹیلی جنس اور سیکورٹی کی ناکامی ہے۔ لہٰذا سیکورٹی کو مضبوط بنانے کے ساتھ ساتھ فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔

روزنامہ جنگ، 3 جولائی 2010ء

قصرِ شاہی کی طرف نازِشؔ اُٹھاؤں کیوں نظر
میرے دل کا مُدّعا ہے بارگاہِ گنج بخشؒ

قاری غلام زبیر نازشؔ (گوجرانوالا)

سید قاسم محمود

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی

بلند پایہ صوفی بزرگ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سن 400 ہجری میں پیدا ہوئے۔ نام علی، کنیت ابوالحسن اورعرفیت داتا گنج بخش ہے۔ داتا گنج بخش کی وجہ تسمیہ کے بارے میں عام لوگ خیال کرتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہندوستان کی ولایت عطا ہوئی تو حکم ہوا کہ پہلے جا کر سید علی ہجویری کے روضہ مبارک پر اعتکاف کرنا اور ان سے فیض حاصل کرکے راجپوتانہ کے صحرا میں جا کر اسلامی جھنڈا نصب کرنا چنانچہ خواجہ چشتی نے آپ کے روضہ مبارک کے سامنے ایک کوٹھڑی میں چالیس دن تک اعتکاف کیا۔ چلہ کشی فرمانے کے بعد بوقت رخصت یہ شعر کہا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را راہنما

اسی وقت سے آپ گنج بخش کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب آٹھ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ سید علی ہجویری بن سید عثمان غزنوی بن سید علی بن عبدالرحمن بن سید عبد اللہ بن ابوالحسن علی بن حسن اصغر بن سید زید بن امام حسن رضی اللہ عنہ بن حضرت علی رضی اللہ عنہم۔ آپ فقہی اعتبار سے حنفی المذہب تھے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ طریقت نو واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ مخدوم حضرت سید علی ہجویری حضرت شیخ ابوالفضل غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ شیخ ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی حضر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حضرت مکی حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ وہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ حضرت بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور خواجہ سقطی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ خواجہ کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ حضرت طائی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ خواجہ عجمی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد سید علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تھے۔

دارا شکوہ مؤلف سفینۃ الاولیاء نے حضرت گنج بخش کا آبائی وطن غزنی بتایا ہے۔ آپ کا خاندان

ہجویر میں رہتا تھا۔ ہجویر غزنی سے بہت قریب ہونے کی وجہ سے غزنی کا ایک محلہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد آپ کا خاندان جلاب آ گیا۔ جلاب قصبہ غزنی سے ہجویر کی نسبت زیادہ قریب تھا۔ حضرت گنج بخش کے والد ماجد کا نام عثمانی جلابی رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہے۔ حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے دینی تعلیم اپنے آبائی وطن میں ابوالعلاعبدالرحیم اور ابوالعباس بن احمد سے حاصل کی۔ حضرت شیخ ابوجعفر محمد سے حسین بن منصور حلاج کی تصانیف پڑھیں۔ زندگی کا بیشتر حصہ روحانی تجربات اور تزکیہ نفس کی خاطر سیر و سیاحت میں گزارا۔ دوران سیاحت بغداد، طبرستان، خراسان، کرمان، ماورالنہر، شام، عراق اور ترکی تشریف لے گئے۔ دور سیاحت میں آپ نے اولیائے کرام اور صوفیائے عظام سے فیض حاصل کیا۔ ایک روز حضرت داتا کے مرشد ابوالفضل غزنویؒ نے آپ کو حکم دیا کہ رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کرنے کی خاطر لاہور چلے جائیں۔ آپ نے تعمیل فرمائی اور اپنے دو پیر بھائیوں حضرت ابوسعیدؒ اور سید لطفیؒ کے ہمراہ لاہور شہر کے شمالی جانب دریائے راوی کے نزدیک شب بسری کیلئے ٹھہرے۔ اگلے روز شہر میں داخل ہوئے اور اس طرف چل دیئے جہاں آپ کا روضہ مبارک ہے۔ داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپؒ نے اپنی خانقاہ میں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی۔ بعض علمائے لاہور کو مسجد کی سمت کعبہ پر اعتراض ہوا۔ آپ نے ایک شام معترضین کو دعوت پر بلایا۔ نماز کی امامت کے فرائض انجام دینے کے بعد آپ نے ان سے فرمایا کہ آپ کو اس مسجد کے سمت کعبہ پر اعتراض ہے ذرا نظر اٹھا کر دیکھئے کہ سامنے کعبہ نظر آ رہا ہے یا نہیں۔ چنانچہ سب نے بچشم خود کعبہ کو سامنے پایا اور حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کے قائل ہو گئے۔ کشف المحجوب میں آپ لکھتے ہیں کہ ایک بار میں عراق میں دنیا کو حاصل کرنے اور اسے لٹا دینے میں بری طرح مشغول تھا اور بہت قرضدار ہو گیا تھا۔ جس کسی کو بھی کسی چیز کی آرزو ہوتی میری طرف رجوع کرتا اور میں اس فکر میں رہتا کہ سب کی آرزو کیسے پوری کروں، اندریں حالات ایک شیخ نے مجھے لکھا کہ اے فرزند اگر ممکن ہو تو دوسروں کی حاجت ضرور پوری کرو مگر سب کیلئے اپنا دل پریشان نہ کیا کرو کیونکہ رب العالمین ہی حقیقی حاجت روا ہے اور اپنے بندوں کیلئے کافی ہے۔ آپ نے 19 صفر 465ھ کو وفات پائی۔

آپ نے کشف المحجوب، کشف الاسرار، منہاج الدین اور دیوان علی تصنیف فرمائے جن میں سے کشف المحجوب اور کشف الاسرار دستیاب ہیں۔

روزنامہ ایکسپریس، 3 جولائی 2010ء

طلعت حسین

پنجاب کی باری

داتا دربار کے سبز گنبدوں کو خون کی سرخی میں نہلانے والوں کے مذموم ارادے کامیاب نہیں ہو سکے۔ کل کی طرح آج بھی معتقدین کے جوق زیارت کیلئے موجود ہیں۔ نہ ہی کوئی ایسی خبر ہے کہ جمعرات کو ہونے والے خودکش حملوں نے دور دراز سے آنے والوں کے ارادوں میں دراڑ ڈال دی ہو اور نہ ہی زائرین نے شہر لاہور کے سفر کو موخر کیا ہے۔ دربار کے باہر فٹ پاتھ پر موجود دکھی انسانیت کے علمبردار بھی جوں کے توں موجود ہیں۔ عینی شاہدین نے تو یہ گواہی بھی دی ہے کہ رات کو دھماکوں کے فوراً بعد ہنگاموں کے تھمتے ہی اردگرد کی دکانوں کے تھڑے پھر سے غرباء کے بستر بن گئے اور انہوں نے بہت سوں کو ہر طرف پھیلی ہوئی تباہی سے غافل چین کی نیند سوتے ہوئے پایا۔

داتا دربار پر ہونے والے حملے اور اس سے جنم لینے والے سانحے کی یہ پہلی انہونی نہیں ہے۔ ہزار سال سے جاری فیض یابی کا یہ چشمہ اتنے گھروں کو سیراب کر چکا ہے کہ دہشت گردوں کی چیرہ دستیاں اور ان کی آنکھوں میں اترا ہوا خون نہ تو اس مرکز عقیدت کو تباہ کر سکتا ہے اور نہ ہی اس پر تکیہ کرنے والوں کے دلوں کو کمزور کر سکتا ہے۔ ویسے بھی اس معاشرے میں اتنے غم بکھرے ہوئے ہیں کہ غم گساری کا کوئی ذریعہ لوگوں کے ہجوم سے کبھی خالی ہو ہی نہیں سکتا۔ دہشت گرد لاکھ بم پھاڑیں انسان دل کی تسلی اور روح کی تسکین کا در نہیں چھوڑیں گے۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ اس حملے کے محرکات سے آنکھ ہٹانا بھی انتہائی بے وقوفی بلکہ خطرناک حماقت ہوگی۔ پنجاب میں بالخصوص اور ملک بھر میں بالعموم اس واقعے کے تناظر میں اندرونی خلفشار کے خطرات عود کر سامنے آئے ہیں۔ کسی طور بھی دیکھیں یہ معمولی واقعہ نہیں ہے۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اس خطے میں بسنے والوں کے تاریخی اور دیرینہ نظریاتی اختلافات اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ مزاروں اور خانقاہوں کے ماننے والوں کے مخالفین اب برداشت کا مادہ کھو چکے ہیں تو بھی اس واقعے کی یہ وضاحت مکمل طور پر قابل یقین نہیں ہے۔ اپنی عبادت کے طریقے کے دائرے سے باہر لوگوں کو کافر کہنے والے تو یہاں کب سے آباد ہیں۔ ایک دوسرے کی مساجد میں نماز نہ پڑھنے اور صرف اپنے نظریہ

توحید کو جنت کی کنجی گردانتے والوں کا تعصب بھی نیا نہیں ہے اگر چہ فرقہ واریت ماضی میں خون آلودہ جھگڑوں کا باعث بنی مگر پھر بھی اتنا لحاظ ضرور برتا گیا کہ کبھی داتا دربار پر حاضری دینے والوں کو باقاعدہ منوبہ بندی کے تحت قتل کرنے کا گھناؤنا کام نہیں کیا گیا۔ جہان فانی سے رخصت ہونے والے بزرگوں سے رابطہ جوڑنے والوں کو مشرک تو کہا گیا مگر کبھی اتنے بڑے پیمانے پر ایک عبادت گاہ پر حملہ نہیں ہوا۔ یقیناً مسجد اور امام بارگاہوں میں بہیمانہ قتل عام ہوتا رہا ہے مگر سلسلہ فیض کی ایسی آماج گاہیں جہاں سے بھوکوں کا پیٹ بھی بھرتا ہو اور آزردہ روحیں چین بھی پاتی ہوں اس تباہ کاری سے پنجاب کی حد تک محفوظ رہی ہیں۔

اس سے مراد یہ ہے کہ داتا دربار پر حملہ محض ان نظریات اور فکری نفرتوں کا نتیجہ نہیں ہو سکتا جنہوں نے ہمیں اندر سے گھن کی طرح کھا لیا ہے۔ پھر داتا دربار ہی کیوں؟ پنجاب کے چپے چپے پر بزرگان دین کی تجلیات پھیلی ہوئی ہیں جن سے خلق خدا خود کو نہ صرف منسوب کرتی ہے بلکہ جن پر اپنا سب کچھ مٹانے کیلئے ہر وقت تیار رہتی ہے۔ لاہور میں داتا دربار کو ہی کیوں چنا گیا؟ سوال قابل غور بھی ہے باعث فکر بھی۔ اس کا جواب تلاش کرنے سے پہلے لاہور ہی میں احمدیوں کے عبادت خانے پر کمانڈو طرز کے حملے کو بھی ذہن میں رکھنا ہوگا اور خود کو یہ یاددہانی بھی کروانی ہوگی کہ کس طرح پچھلے دو سالوں میں پنجاب کے اس مرکز میں بدامنی اور شورش کے نہ ختم ہونے والے واقعات کا ایک سلسلہ جاری ہے جس نے پاکستان کے اندر اور باہر ایک خاص طبقہ فکر کو یہ کہنے کا موقع فراہم کیا ہے کہ اس ملک کا اصل مسئلہ اس کے سب سے بڑے صوبے میں طالبانائزیشن کا عمل ہے جس کے انسداد کیلئے واحد تجویز اس قسم کا ملٹری آپریشن ہے جو ہم نے سوات اور مالاکنڈ کے دوسرے علاقوں میں دیکھا۔ اس طبقہ فکر کے مطابق پنجابی طالبان کی حقیقت سے نظر چرا کر یہاں کی حکومت اس ملک کو آگ میں جھونک رہی ہے اور یہ کہ جب تک ان طالبان کے خلاف طاقت کا بے دریغ استعمال نہیں ہوتا داتا دربار اور سری لنکا کی ٹیم پر ہونے والے حملوں جیسے واقعات ہوتے رہیں گے۔

یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ جوں جوں پنجابی طالبان کے قلع قمع کرنے کے حق میں خاص طبقہ آواز اٹھا رہا ہے توں توں دہشت گردی کی وارداتوں میں نہ صرف شدت آ رہی ہے بلکہ ان کی نوعیت سنجیدہ سے سنجیدہ تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اگر چہ یہ کہنا ناانصافی ہوگی کہ پنجابی طالبان کے خلاف اقدامات

کرنے کی ضرورت پر زور دینے والے ان واقعات کا موجب بن رہے ہیں یا ان کے مطالبے اور بڑھتی ہوئی دہشت گردی میں کوئی سازش سے بڑھا ہوا تعلق موجود ہے مگر ہمیں یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ پنجاب میں آپریشن کرنے کے حق میں بولنے والے کیا داتا دربار جیسے واقعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے نقطہ نظر کو زیادہ پر زور انداز سے بیان نہیں کریں گے؟ کیا اب امریکہ کی جانب سے پاکستان کے دہشت گردوں کے ''سنئے راج'' کے حوالے سے کیے جانے والے تجزیے یا اس سے متعلق خطرات کا اظہار زیادہ معقول اور باوزن محسوس نہیں ہوگا؟

ہمیں یاد ہے کہ سوات میں طالبان کے خلاف کارروائی ہو یا وزیرستان میں فوجی آپریشن، پاکستان کی ریاست اور حکومت دونوں نے اس وقت تک حتمی اقدامات نہیں اٹھائے تھے جب تک پانی سر سے گزر جانے کی خوفناک صدائیں حقیقت بنتی ہوئی نظر نہیں آئیں۔ سوات کے آپریشن کا آغاز بونیر میں طالبان کی آمد اور اس کی مشہور خانقاہ پر قبضے کے بعد ہوا یعنی اس وقت کہ جب بین الاقوامی میڈیا نے اسلام آباد پر القاعدہ کے قبضے کے امکانات کو کھلے عام خبروں میں بیان کرنا نہیں شروع کیا۔ لاہور میں بھی اس قسم کے حالات بنتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ داتا دربار کے سانحہ کا تعلق نہ تو دربار سے ہے نہ ہی فرقہ واریت کی دھکتی ہوئی تاریخی بھٹی سے ہے۔ یہ تو ایک دعوت نامہ ہے جس پر لکھا ہے ''آ فوج اب طالبان کو پنجاب میں مار''۔

روزنامہ ایکسپریس، 3 جولائی 2010ء

حدیث: ابو داود نے بطریق عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''جب تمھارے بچّے سات برس کے ہوں، تو اُنھیں نماز کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں، تو مار کر پڑھاؤ۔''

حدیث: امام احمد روایت کرتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جاڑوں میں باہر تشریف لے گئے، پت جھاڑ کا زمانہ تھا، دو ٹہنیاں پکڑ لیں، پتّے گرنے لگے، فرمایا: ''اے ابوذر! میں نے عرض کی، لبیک یا رسول اللہ! فرمایا: ''مسلمان بندہ اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہے، تو اس سے گناہ ایسے گرتے ہیں جیسے اس درخت سے یہ پتّے۔'' (بہار شریعت، حصہ 3)

تنویر قیصر شاہد

مزار گنج بخش کو خون کا غسل

خطہ پنجاب کے مکینوں میں ایمان اور امن کی دولت بانٹنے والے عالمی شہرت یافتہ صوفی اور برگزیدہ ہستی خواجہ ہجویری، جن کے نام سے لاہور کی شان وشوکت آباد ہے، کو گذشتہ روز بارود، آگ اور خون کا غسل دیا گیا۔ اجمیر کے ایک مرد قلندر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مزار شریف پر حاضر ہوئے اور روحانی فیض یابی کے بعد انہوں نے اپنے شیخ کے بارے میں شعر کی زبان میں جو خراج عقیدت پیش کیا، اس کی بازگشت گزشتہ کئی صدیوں سے چہار دانگ عالم میں سنائی دے رہی ہے اور آئندہ بھی سنائی دیتی رہے گی:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

لیکن دہشت گردوں اور مغربی سرحدوں سے آنے والی ہواؤں نے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کو اپنی نفرت کا نشانہ بنا کر اس تقسیم کو مزید واضح اور گہرا کر دیا ہے جو وطن عزیز میں مسلک اور فرقے کی بنیاد پر اپنی دکان چلانے اور سجانے والوں نے پہلے سے قائم کر رکھی ہے۔ طالمان نے یہ ظالمانہ اور فاسقانہ فعل اس وقت انجام دیا جب سینکڑوں لوگ مزار شریف کے اردگرد موجود تھے۔ دن بھی جمعرات کا چنا جب عقید مندوں کی ایک کثیر تعداد یہاں روحانی فیض حاصل کرنے آتی ہے۔ ظالمان، جو مزاروں کو بموں سے اڑانے کی خاص شہرت رکھتے ہیں، نے جمعرات کا دن اس لیے بھی منتخب کیا تاکہ اگلے روز (جمعہ) داتا صاحب کے عقیدت مندوں اور عشاق کو مساجد کے محراب و منبر میں سینہ کوبی کا خوب موقع مل سکے۔

حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کو گذشتہ دس صدیوں سے ہمیشہ گلاب کے عطر سے غسل دیا جاتا رہا ہے لیکن پہلی مرتبہ امن و اسلام کے دشمنوں، اولیائے کرام سے عداوت اور ان کے مزاروں سے بغض رکھنے والوں نے اسے خون کا غسل دیا ہے۔ لاہور پر تقریباً ایک ہزار سال کے دوران ہندو بھی حکمران رہے، سکھوں کا پرچم بھی یہاں لہراتا رہا اور انگریز بھی اس شہر بے مثال پر تقریباً ایک صدی سے

زائد عرصے تک حکمرانی کرتے رہے لیکن کسی کو یہ جرات نہیں ہو سکی کہ وہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی نیند میں مخل ہوتے اور ان کے مرقد شریف کی طرف بد نیتی سے انگلی بھی اٹھاتے۔ یہ بدبختی اب ہماری مغربی سرحدوں سے آنے والے مجاہدین، جنہیں عرف عام میں افغانی طالبان یا تحریک طالبان پاکستان کے وابستگان کہا جاتا ہے، کے حصہ میں آئی ہے۔ یہ دراصل ان لوگوں کا قابل مذمت اقدام ہے جو سید علی ہجویری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پر امن تعلیمات سے حسد بھی کرتے ہیں اور ان کی زندہ رہ جانے والی لاثانی تصنیف ''کشف المحجوب'' کے خلاف دلوں میں کینہ بھی رکھتے ہیں۔ سرزمین لاہور کی سب سے بڑی فیض رساں ہستی، جو صدیوں سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز و محور رہی ہے، کو آتش و آہن سے ہدف بنانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے افغانستان کے قدیم ثقافتی ورثے (بامیان کے بدھ مجسموں) کو بموں سے اڑا کر خود کو مزید تہی دست اور علم دشمن ثابت کیا حالانکہ یہ وہ مجسمے تھے جنہیں خود کو بت شکن کہلانے والے محمود غزنوی نے بھی گزند پہنچانے سے گریز کیا تھا۔

داتا دربار کو اپنی نفرت کے بھینٹ چڑھانے والے دراصل اس مسلک کے حامل ہیں جنہوں نے سوات اور اس کے مضافات میں واقع مزاروں کو آگ لگائی، انہیں بموں سے اڑایا اور ان مقابر میں آرام کرنے والے بزرگان دین کی میتوں کو قبروں سے نکال کر درختوں سے پھانسیاں دیں۔ پھانسی دینے والے یہ گروہ اور گماشتے دراصل وہ لوگ تھے جو دشمنان دین وملت بھی ہیں اور جو امن کی فاختہ کو اپنی بندوق کی سنگین میں پرو کر قلبی راحت محسوس کرتے ہیں۔ جناب صدر مملکت آصف علی زرداری، جناب وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی اور سپہ سالار پاکستان جنرل پرویز کیانی صاحب کی مشترکہ و متفقہ سٹریٹیجی اور حکمت عملی نے اگرچہ سوات اور جنوبی وزیرستان کے اسلام و امن دشمنوں کا ٹیٹو ادبا دیا ہے اور کئی اہم مجرم پس دیوار زنداں دھکیل دیئے گئے ہیں لیکن ان کا مکمل قلع قمع اور صفایا نہیں کیا جا سکا ہے۔ غالباً اسی پس منظر میں وزیر داخلہ جناب رحمان ملک بار بار کہتے اور قوم کو بیدار رہنے کا پیغام دے رہے ہیں کہ یہ شکست خوردہ اور اسلام دشمن گروہ اب جنگلوں اور پہاڑوں میں بنی اپنی کمین گاہوں سے نکل کر شہروں میں آ چکے ہیں۔ داتا دربار پر سنگ دلوں اور امن کے دشمنوں نے حملہ کیا تو مجھے اولین یہ خیال آیا کہ ہمارے صدر صاحب اور وزیر اعظم صاحب دونوں ہی اولیائے کرام کے مقدس آستانوں پر احترام میں جبیں جھکانے والوں میں سے ہیں، اب وہ ان قاتل گروہوں اور ان کی سرپرست تنظیموں کا

مزید عزم صمیم سے گھیرا ناپنے کا اعلان کریں گے۔ کیا وزیر اعلیٰ پنجاب جناب شہباز شریف اب بھی اس بات پر مصر رہیں گے کہ جنوبی پنجاب طالبان کا گڑھ نہیں بن چکا؟ کیا پنجاب کے حکمران مجرموں کے خلاف آہنی ہاتھ اٹھانے سے قبل اب اس وقت کا انتظار کریں گے جب لاہور میں حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مادھو لال حسین رحمۃ اللہ علیہ، قصور میں حضرت بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ، جھنگ میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، ملتان میں حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور پاک پتن میں حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مزاروں کو بھی دہشت گرد خون کا غسل دے دیں گے؟ اور وہاں آنے والے سینکڑوں ہزاروں زائرین کو خاک و خون میں لٹا دیا جائے گا؟

اب بھی کہا جائے گا کہ بیرونی ہاتھ نے خون کی یہ ندی بہائی ہے اور خونخواروں کا تعلق اسلام سے نہیں ہے۔ جناب والا، یہ گھسا پٹا بیان قابل قبول ہے نہ حقیقت پر مبنی۔ جو گروہ یا جہادی تنظیمیں ملک کے اندر آگ و خون کا یہ بہیمانہ کھیل کھیل رہی ہیں، وہ ہمارے مدارس میں پلے بڑھے ہیں او وہ خود کو مسلمان اور اپنے مخالف مسلک کو مشرک اور غیر مسلم قرار دیتے اور انہیں گردن زدنی کہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لاہور کی عدالت عالیہ میں اپنے ایک ساتھی کے رہا ہونے پر طالبان زندہ باد، جج صاحب زندہ باد اور شہباز شریف زندہ باد کے نعرے لگائے لیکن کسی نے ان کی زبان روکی نہ ان پر توہین عدالت کا مقدمہ چلایا۔ گڑھے مردے اکھاڑنے کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن یاددہانی اور آئینہ دکھانے کیلئے یہ ضروری بھی ہے: جب لاہور کے مضافات میں واقع مناواں پولیس اکیڈمی پر (جبکہ پنجاب پر گورنر راج نافذ تھا) طالبان نے خونخوار حملہ کیا تو میاں شہباز شریف نے کہا تھا: ''اگر میں پنجاب کا حکمران ہوتا تو میں دیکھتا ایسے حملے کیونکر ہو سکتے ہیں''؟ آج میاں صاحب پنجاب کے حکمران ہیں اور ان کے صوبے کے دل پر حملہ ہوا ہے اور مسجد و مزار کی بے حرمتی کر کے اسے خون کے دریا میں ڈبو دیا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب انہیں اس حقیقت کا ادراک ہو گیا ہو گا کہ آہنی ہاتھ استعمال کئے بغیر دہشت گردوں کو قتل یا غارت گری سے نہیں روکا جا سکتا۔

جب سواتی طالبان بزرگان دین کی میتیں قبروں سے نکال کر درختوں سے پھانسی دے رہے تھے تو ہم نے پاکستان بھر کے علمائے کرام، خصوصاً وہ علمائے کرام اور مدارس جو طالبان کے ہم مسلک ہیں، سے گذارش کی تھی کہ جب تک آپ ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو کر ان خونخواروں کا نام لے لے کر ان کی

مذمت نہیں کرتے، اپنے دلوں کو ان کی محبت سے خالی نہیں کرتے اور انہیں اپنے ہاں پناہ دینے سے مکمل گریز نہیں کرتے، قائداعظم محمد علی جناح کا بنایا گیا پاکستان بدستور بے گناہوں کے خون سے سرخ ہوتا رہے گا۔ صد افسوس کہ اس مشورے پر عمل کرنے کی بجائے اسے فرقہ واریت کو ہوا دینے سے موسوم کیا گیا۔ ہاں، اس خونی آندھی کے دوران لاہور سے ایک شیر دل اور درویش منش عالم دین اٹھے اور انہوں نے مقتل میں کھڑے ہو کر خونخواروں اور خون بہانے والوں کا نام لے لے کر، ان کے مسلک کو بے نقاب کرتے ہوئے مذمت کی اور ان کے خلاف بند باندھنے کیلئے میدان کارزار میں نکلے۔ ان کا نام علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی تھا جو لاہور کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ کے منتظم اعلیٰ تھے۔ چند دنوں کے اندر اندر طالبان نے انہیں بھی خودکش حملے میں مار ڈالا۔ یوں سرفراز نعیمی صاحب بھی شہادت کے تاج سے سرفراز ہوئے۔ (اس شہید کی درسگاہ میں کھڑے ہو کر خادم اعلیٰ پنجاب جناب شہباز شریف نے طالبان سے مبینہ طور پر درخواست کی تھی کہ پنجاب کو چھوڑ دیا جائے۔ بعد میں ان کی طرف سے تردید بھی آئی) جناب سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی قربانی کے بعد توقع تھی کہ اس بامقصد جدوجہد کی شمع جے یو پی والے اٹھا کر آگے بڑھیں گے، خود کو ''سواد اعظم'' کہلوانے والے اس شمع کو گل نہیں ہونے دیں گے اور سنی تحریک (جس نے تین روز سوگ منانے کا بے روح اعلان کیا ہے) اور ان کے وابستگان قدم آگے بڑھائیں گے لیکن یہ سب توقعات خاک ہو گئیں۔ ان تنظیموں کے قائدین جناب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے قاتلوں سے ڈر کر اپنی اپنی پناہ گاہوں میں جا چھپے، جمعراتوں کو نذر و نیاز وصول کرنے، مریدین سے ہاتھ چموانے اور پاؤں دبوانے والے ''مشائخ عظام'' اپنے بھاری بھرکم جبوں کے ساتھ اپنی اپنی خانقاہوں میں جا گھسے، وہ خانقاہیں جہاں اب اندھیروں، بے عملی اور جہالت کے سوا کچھ بھی نہیں رکھا۔

رمز و ایما اس زمانے کے لئے موزوں نہیں
اور آتا بھی نہیں مجھ کو سخن سازی کا فن
''قم باذن اللہ'' کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن!

روزنامہ ایکسپریس، 3 جولائی 2010ء

علامہ چودھری اصغر علی کوثر

لاہور اداس و مغموم تو ہے مگر خائف و مضمحل نہیں

پاکستان کو عوامی سطح پر خائف و مضمحل کر دینے کے لئے دشمنان پاکستان نے دہشت گردی اور قتل و غارت گری کی جو مہم چلائی ہوئی ہے اس کا ایک مہلک وار یکم جولائی 2010ء بروز جمعرات، رات کو تقریباً پونے گیارہ بجے پیکرِ شریعت اسلامیہ و مبلغ رشد و ہدایت احکامِ قرآن و سنت، حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربارِ درخشاں پر اس طرح کیا گیا کہ جیسے دہشت گردوں نے اسے اپنے محاصرے میں لیا ہوا تھا کیونکہ دربار کے اندر مختلف مقامات پر یکے بعد دیگرے تین ایسے تباہ کن دھماکے کئے گئے جن میں خودکش حملہ آوروں نے اپنے اپنے جیکٹ میں 20 سے 25 کلوگرام تک دھماکہ خیز اور تباہ کن مواد مخفی رکھ کر دربار کے تمام حفاظتی انتظامات کو عبور کر کے اندر چلے جانے میں کامیابی حاصل کر لی اور دربار کے طلائی دروازے یعنی سونے کے گیٹ کے قریب ایک ایسا دھماکہ کیا جس کو ہلکی شدت کا دھماکہ تصور کیا گیا اور اس کے فوراً بعد داتا دربار کی انتظامیہ نے لاؤڈ سپیکر پر اعلان کیا کہ زائرین کو گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ دھماکہ جنریٹر کے اچانک پھٹ جانے سے وقوع پذیر ہو گیا ہے مگر ابھی اس اعلان کی گونج باقی تھی کہ چند لمحات کے بعد ہی وضوگاہ اور لنگر خانے کے قریب ایک خودکش حملہ آور نے ایک خوفناک دھماکے سے اپنے آپ کو اڑا لیا۔ اس دھماکے کی آواز اتنی زیادہ تھی کہ دور دور تک سنی گئی مگر دہشت گردوں کا کوئی منظم منصوبہ اس کامیابی تک پہنچ چکا تھا کہ پہلے دو دھماکوں سے پیدا ہونے والی آہ و بکا اور چیخ و پکار کے دوران ہی ایک اور خودکش حملہ آور نے مزار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل قریب زائرین کے عین درمیان میں خودکش دھماکہ کر دیا، اس وقت لوگ مسجد کے صحن اور مزار داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے آس پاس عبادت و یادِ الٰہی میں مصروف تھے اور سیکورٹی انتظامات کے باعث کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ اچانک داتا دربار کا سفید و مرمریں فرش خونِ انسان کی ارزانی و روانی سے لالہ و گل کی طرح سرخ و رنگین ہو جائے گا۔ ان دھماکوں کے بعد دربار میں ہر طرف لاشیں بکھر گئیں اور عقیدت گزاران و ارادت مندان کے جسمانی اعضا اندوہناک و جگر پاش انداز میں ہر جگہ نظر آنے لگے، ان میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پیکرِ عقیدت محمد صدیق بٹ کا مجروح جسدِ خاکی بھی تھا وہ "نوائے وقت" کے ڈپٹی ایڈیٹر، ایڈیٹوریل جناب محمد سعید آسی کے سمدھی اور دبئی میں اپنا شباب بسر کرنے والے ان کے صاحبزادے شاہد سعید کے سسر تھے جو ہر جمعرات کی شب از راہِ عقیدت و عبادت داتا دربار میں گزارتے

تھے، اس المناک سانحہ کے بعد ان کے جسدِ خاکی کو شناخت کر لیا گیا۔ ہم سعید آسی اور دیگر ایسے فرزندانِ اسلام کے لواحقین کے حزن و ملال میں دلی طور پر شریک ہیں جو اظہار عقیدت کے لئے داتا دربار آئے ہوئے تھے مگر اپنے منتظر گھرانوں میں زندہ خوش و خرم واپس جانے کے بجائے داتا دربار میں ہونے والے ان دھماکوں میں لقمہ اجل بن گئے۔ اس المناک سانحہ کے وقوع پذیر ہوتے ہی تمام سرکاری انتظامی مشینری حرکت میں آ گئی اور امدادی کام میں اتنی برق رفتاری کا مظاہرہ کیا گیا کہ پولیس کی بھاری نفری، ریسکیو 1122، ایدھی ایمبولینس نظام، فائر بریگیڈ، بم ڈسپوزل سکواڈ اور دیگر امدادی ٹیمیں فوری طور پر حرکت میں آ گئیں، کمشنر لاہور اور ڈی سی او لاہور بھی فوراً موقع پر پہنچ گئے۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی ٹیمیں بھی فوراً جائے سانحہ پر پہنچ گئیں اور لائیو کوریج شروع ہو گئی چنانچہ تمام ایسے لوگ اپنے اپنے گھروں میں دل تھام کے رہ گئے جن کے افراد یا کوئی نہ کوئی فرد ان کے رابطے میں نہیں تھا اور گھر سے باہر تھا۔ جمعرات کو داتا دربار خصوصی طور پر ارادت کیش اور عقیدت گزار لوگوں کا مرکز بنا ہوا ہوتا ہے۔ پاکستان بھر سے جو لوگ لاہور آتے ہیں وہ بھی حضرت داتا گنج بخش کے مزار و دربار پر حاضری دیئے بغیر لاہور سے لوٹ جانا خلافِ سعادت و عقیدت تصور کرتے ہیں مگر ان دھماکوں میں جو جانی نقصان ہوا ہے اس کی مکمل تفصیلات ابھی سامنے نہیں آئی ہیں لہٰذا ہمیں وہ معلوم نہیں ہو سکا کہ جن عقیدت گزاروں نے اپنا نذرانہ جاں پیش کیا وہ کہاں کہاں کے رہنے والے تھے اور ان کے اسمائے گرامی کیا تھے مگر اس سانحہ کا ایک المناک پہلو وہ بھی تھا کہ کچھ عناصر نے مشتعل ہو کر پولیس، انتظامیہ کے دیگر کارگزاروں اور میڈیا کی گاڑیوں اور شخصیات کو اپنے احتجاجی پتھراؤ کا ہدف بنانے کی کوشش کی چنانچہ وقت نیوز کی او بی وین پر بھی حملہ کیا گیا اور اس طرح میڈیا کی کوریج اور دیگر امدادی سرگرمیوں میں مزاحم ہونے کی غلطی کی گئی مگر بعد از سانحہ ہر شعبہ زندگی سے مربوط شخصیات نے جن خیالات کا اظہار کیا اور زندہ دلان لاہور نے مون مارکیٹ کے ناقابل فراموش دہشت گرد دھماکے، جامعہ نعیمیہ میں ہونے والے خودکش حملے، ہائی کورٹ لاہور کے باہر پولیس جوانوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنائے جانے کے حادثے اور لاہور میں وقوع پذیر ہونے والے دیگر دہشت گردانہ سانحات کے بعد داتا دربار میں ہونے والے دھماکوں سے جانی نقصان پر جس صبر و تحمل کا اظہار کیا ہے وہ اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ آج لاہور اداس و مغموم تو ہے مگر دشمن کے تمام تر بزدلانہ اور خفیہ حملوں کے باوجود خائف و مضمحل نہیں ہے، اہل پاکستان کو یاد رکھنا ہوگا کہ پاکستان حالتِ جنگ میں ہے لہٰذا اس جنگ کے واقعات و نتائج کے مطابق اپنے حوصلے بلند رکھنا ہوں گے اور پوری بہادرانہ قوتِ مدافعت سے کام لیتے رہنا ہوگا۔

روزنامہ نوائے وقت، 3 جولائی، 2010ء

قیوم نظامی

عقیدتوں اور رحمتوں کے دربار پر حملہ

داتا دربار کے سانحے اور افسوسناک المیے نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری دنیا کے انسانوں کو شدید طور پر متاثر کیا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیت صدیوں میں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہے۔ ان کا مقام اور مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب کے افراد ان سے عقیدت رکھتے ہیں اور ان کے روحانی مرتبے کا اعتراف کرتے ہیں۔ ان کا دربار گذشتہ ساڑھے چھ سو سال سے عوام کی عقیدتوں کا مرکز رہا ہے۔ ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے دکھی انسان ان کے دربار پر حاضر ہوتے ہیں۔ اپنی عقیدتوں کے پھول ان پر نچھاور کرتے ہیں اور روحانی سکون حاصل کرتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش نے اپنی زندگی میں نہ صرف مسلمانوں بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بھی اپنے اخلاق اور کردار سے متاثر کیا تھا۔ ان سے عقیدت رکھنے والوں میں ہر مذہب کے لوگ شامل ہیں۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ دہشت گردوں نے عقیدتوں اور رحمتوں کے دربار کو بھی نہیں بخشا اور اس پر حملہ کر کے 45 کے قریب نمازیوں کو شہید کر دیا جبکہ 100 سے زیادہ عقیدت مند زخمی ہو گئے۔

داتا دربار پر حملے سے نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا کے مسلمان ششدر ہو کر رہ گئے۔ کوئی بھی یہ توقع نہیں کر سکتا تھا کہ دہشت گرد اس قدر سنگدل بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ ایسے اولیاء کرام کے مزاروں کو بھی دہشت گردی کا نشانہ بنا سکتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگیوں میں امن، محبت اور پیار کا پرچار کیا۔ ایک بار پھر ثابت ہو گیا کہ دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ وہ اس قدر اندھے ہو چکے ہوتے ہیں کہ ان کے ہاتھوں سے مساجد، دربار، امام بارگاہیں، غیر مسلموں کی عبادت گاہیں، سکول، دفاتر، ہسپتال، غرض کہ کوئی بھی ایسی جگہ محفوظ نہیں ہوتی جہاں پر عوام موجود ہوں اور وہ ان کا خون بہا کر بزعم خود جنت خرید رہے ہیں۔ داتا دربار کے سانحہ نے ایک بار پھر پوری قوم کو متحد کر دیا ہے۔ اس سانحہ پر ہر سیاسی جماعت کے لیڈر اور مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں نیز ہر فرقہ سے تعلق رکھنے والے عالم دین نے واشگاف الفاظ میں مذمت کی ہے اور اس واقعہ کو انتہائی شرمناک قرار دیا ہے۔

صوبائی اور وفاقی حکومتوں نے بھی داتا دربار کے سانحہ پر اپنے شدید غم و غصے کا اظہار کرتے

ہوئے اس واقعہ میں ملوث ملزمان کی گرفتاری کیلئے دن رات ایک کر دیا ہے۔ نیز دہشت گردوں کے عزائم کو ناکام بنانے کے لئے مختلف نوعیت کی تدابیر اختیار کی ہیں۔ پاکستان کے اپوزیشن رہنما میاں نواز شریف نے حکومت کو اس اہم مسئلے پر قومی کانفرنس طلب کرنے کی تجویز دی جسے وزیر اعظم پاکستان یوسف رضا گیلانی نے فوری طور پر تسلیم کر لیا۔ اس موقع پر عوام نے بھی مثالی عزم کا مظاہرہ کرتے ہوئے سانحہ کے 13 گھنٹے بعد ہی داتا دربار کا رخ کیا اور جرات اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت گنج بخش کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کرنے کیلئے پہنچ گئے۔ اس المناک سانحہ نے پوری قوم کو متحد کر دیا ہے اور امید کی جارہی ہے کہ اب پوری قوم مزید عزم و ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دہشت گردوں کو کچلنے کیلئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے گی۔ کسی شاعر نے شاید اسی موقع کیلئے کہا تھا۔

غم نہ کر گر ہے بادل گھنیرا
کس کے روکے رکا ہے سویرا
رات جتنی بھی سنگین ہو گی
صبح اتنی ہی رنگین ہو گی

اگر اس المیے کے بعد پوری قوم متحد ہو کر دہشت گردوں کے خلاف صف آراء ہو جائے اور دہشت گردی کی اس لہر پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائے تو یہ بھی حضرت داتا گنج بخش کی عظیم روحانی شخصیت کا ایک عظیم معجزہ ہوگا۔ اس سانحہ کے بعد پاکستانی قوم کا یہ فرض ہے کہ وہ دہشت گردوں کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کیلئے اپنے آپ کو محلہ کی سطح پر منظم کر لیں اور اپنے محلے کی سیکورٹی کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ کوئی دہشت گرد جاگتے ہوئے منظم عوام کے محلے میں داخل ہونے کی جرات کر سکے۔ اس واقعہ کے بعد اگر عوام کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ جاگ جائیں تو کوئی دہشت گرد کسی صورت بھی شہروں کی جانب رخ نہیں کرے گا۔ اگر پوری قوم قائد اعظم کے فرمان کے مطابق متحد اور منظم ہو جائے اور اس میں یقین محکم پیدا ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس سنگین بحران سے باہر نہ نکل سکیں۔

موجودہ صوبائی اور وفاقی حکومت کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اس شرمناک واقعہ کے بعد اپنی داخلی پالیسی پر نظر ثانی کرے۔ ان وجوہات کو تلاش کرنے کی کوشش کریں جن کی وجہ سے دہشت گرد دہشت گردی کی کارروائیاں کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ فوج اور پولیس کے ادارے تو اس سلسلے میں

اپنی بساط اور اپنے وسائل کے مطابق حفاظتی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ مگر صوبائی اور وفاقی سطح پر Political will (سیاسی تڑپ) نظر نہیں آ رہی۔ پاکستان کی سیاسی جماعتوں کو دہشت گردی کے خاتمے کیلئے جو سرگرم کردار ادا کرنا چاہیے اس کا فقدان ہے۔ سیاسی جماعتوں کو متحرک اور منظم کرنے کی ضرورت ہے۔ قومی سلامتی کی پارلیمانی کمیٹی کو اس سلسلے میں بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے۔ فوجی آپریشن کے ساتھ ساتھ سیاسی آپشن پر بھی پوری طرح عمل کیا جانا چاہیے۔ سیاسی اور مذہبی رہنما اور اراکین پارلیمنٹ پاکستان کے مختلف علاقوں کے دورے کر کے عوام کو بیدار اور متحرک کر سکتے ہیں۔ سیاسی سطح پر ایسے طالبان کے ساتھ گفت وشنید کا آغاز کیا جا سکتا ہے۔ جو حکومت کی رٹ کو تسلیم کرنے کیلئے تیار ہوں اور یہ احساس کر چکے ہوں کہ دہشت گردی کی کارروائیوں کی وجہ سے پاکستان میں ان کے خلاف نفرت کی ایک لہر پیدا ہو چکی ہے۔

ایک فقیر اور درویش کا یہ تجزیہ درست معلوم ہوتا ہے کہ ہم صوفیوں اور ولیوں کے احترام کے سلسلے میں عقیدت کی حدود کو بھی عبور کرنے لگتے ہیں اور یہ تصور کر لیتے ہیں کہ صوفیاء اور اولیاء کرام ہماری تمام مشکلات کا مداوا کر سکتے ہیں اور ان کے مزاروں کی جانب کوئی میلی آنکھ سے دیکھنے کی بھی جرات نہیں کر سکتا۔ جب ہم عقیدت کو پرستش کی حد تک لے جاتے ہیں تو پھر ناخوشگوار واقعہ ہونے کے بعد ہم مایوسیوں کا شکار ہونے لگتے ہیں۔ صوفیوں اور ولیوں کا اللہ تعالیٰ کی نظر میں جو مقام ہے۔ اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کا دربار عقیدتوں اور رحمتوں کا دربار ہے جہاں پر چوبیس گھنٹے قرآن پاک کی تلاوت ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا اس دربار پر اللہ کی رحمت فرشتوں کی صورت میں نازل ہوتی ہے جو دکھی انسانیت کیلئے روحانی سکون کا باعث بنتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ خدا کی رحمت کو پانے کیلئے دعا کے ساتھ ساتھ عمل کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر مسلمان اپنے اعمال درست کر لیں اور قرآن وسنت پر عمل کرنا شروع کر دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی مشکلات آسان نہ ہو سکیں۔ عالم اسلام کردار کے بحران سے گزر رہا ہے۔ ہم شاید صرف نام کے مسلمان بن کے رہ گئے ہیں اور مسلمان کی حیثیت سے فرائض ادا کرنے سے گریز کر رہے ہیں اسی لئے ہم مشکلات کا شکار ہیں۔ علامہ اقبال نے کہا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

روزنامہ جناح، 7 جولائی 2010ء

ارشاد احمد عارف

ناقصاں پیر را کامل، کاملاں را راہنما

داتا کی نگری ایک عرصے سے لہولہان تھی۔ اب حضرت معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے "ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را راہنما" اور قلندر اقبال رحمۃ اللہ علیہ "سید ہجویر مخدوم امم" کے مزار کا احاطہ خون سے لت پت ہے۔ کاروباری مراکز، مسلموں اور غیر مسلموں کی عبادت گاہیں اور سرکاری عمارتیں پہلے ہی غیر محفوظ تھیں اب مادی و سماجی مسائل سے گھبرا کر روحانی سکون کی تلاش میں سرگرداں عامتہ المسلمین کی اس پناہ گاہ کو جہاں انہیں دل اور شکم دونوں کی غذا با آسانی و بافراط ملتی ہے قتل گاہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ بت کدہ ہند میں شرک و بدعات کی تاریکی کو اسلام کی روشنی سے مٹانے والے حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی مرشد حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حملہ روح زخمی، دل چھلنی اور دماغ شل کر دینے والا واقعہ ہے۔

ایک ڈیڑھ عشرے سے دانشور، کالم نگار، دماغی ماہرین اور عالمی امور پر دسترس رکھنے والے راست فکر تجزیہ نگار تسلسل و تواتر سے شور مچا رہے ہیں کہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ و اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ اس رواداری، پرعزم اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار معاشرے کو نسلی، لسانی، علاقائی تعصّبات اور فرقہ وارانہ فسادات کے ذریعے عدم استحکام سے دوچار کرنے کی سازش تیار ہو چکی ہے، پاکستان کا سٹریٹجک جغرافیہ، ایٹمی پروگرام اور اسلامی تشخص بھارت و اسرائیل ہی نہیں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی آنکھ کا کانٹا، دل و دماغ کا ناسور ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر میں کسی مضبوط، مستحکم اور ایٹمی مسلم ریاست کی کوئی گنجائش نہیں جس کے عوام دینی جذبے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہوں۔ مگر کون سنتا ہے فغاں درویش۔ بیس سال گزر گئے سب صدا بصحرا ثابت ہوا۔ اب ہماری اور ہمارے حکمرانوں، فیصلہ سازوں، اشرافیہ کی نااہلی، نالائقی، غفلت، سہل پسندی اور عاقبت نااندیشی کا پھل پک گیا ہے تو ہم ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں مگر کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔

پولیس خواہ پنجاب کی ہو یا سرحد و سندھ کی اس کی تربیت کسی دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے ہوئی نہیں، دہشت گردی کیا چھوٹے موٹے جرائم سے نمٹنا بھی اس کے بس کی بات نہیں۔ یہ بھرتی ہی رشوت

اور سفارش کے بل بوتے پر محض مال بنانے اور گلی محلے میں اپنا اور اپنے خاندان کا رعب داب قائم رکھنے کے لئے ہوئے۔ 1985 سے یہ تماشہ جاری ہے ورنہ ہر گلی اور محلے میں لوگ سر شام قیمتی اشیاء سے محروم ہونے کا دکھ نہ سہہ رہے ہوتے۔ ان کی ڈیوٹی کسی مسجد و مزار پر ہو یا مصروف چوک میں راہ چلتے شرفا کو ڈرا دھمکا کر پیسے بٹورنا اور دہشت گردی کے کسی مکروہ واقعہ کے بعد بے گناہوں کو پکڑ کر مال کھرا کرنا یا جعلی مقدمہ بنا کر حکمرانوں سے داد وصول کرنا ان کا شیوہ ہے تبھی اکثر ''دہشت گرد'' عدالتوں سے بری ہو جاتے ہیں۔

رہے حکمران تو وہ ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ عوام کو معاشی آسودگی عطا کرنا، جان و مال، عزت و آبرو کا تحفظ دینا اور معاشرے کو ہر طرح کے جرائم پیشہ افراد اور گروہوں سے پاک کرنا ان کے فرائض میں شامل ہے امریکہ دباؤ ڈالتا ہے تو یہ بھاگ دوڑ شروع کر دیتے ہیں، دہشت گردی کا کوئی سنگین واقعہ ہو جائے تو یہ ٹسوے بہاتے ہیں، بھارت دھمکی دے تو یہ الرٹ ہو جاتے ہیں مگر جلد ہی شانت ہو کر اپنے کام میں لگ جاتے ہیں۔ ہر قانون کی مٹی پلید کرنے اور جرائم پیشہ افراد کی سرپرستی کرنے والوں سے کوئی مجرم اور دہشت آخر کیوں خوف کھائے؟ ریاستی ادارے اور عہدیدار کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں۔

پاکستان کے دشمن خواہ را، موساد، خاد کے فرستادہ ہیں یا بلیک واٹر سے وصول کرنے والے، مقامی تحریکِ طالبان کے تربیت یافتہ ہیں، دیگر نسلی، لسانی اور مذہبی دہشت گرد تنظیموں کے تربیت یافتہ، وہ یکسو ہیں، ہوشیار، بیدار اور اپنے کام میں ماہر۔ وہ ایک واردات کے بعد دوسری واردات کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ ہر کارروائی سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا نہ تو نیٹ ورک ٹوٹا ہے اور نہ حوصلہ۔ ان کی منصوبہ بندی کی اہلیت میں بھی کوئی خاص کمی واقع نہیں ہوئی وہ چوکھی لڑنے کے اہل اور عادی ہیں۔ ریاستی اداروں کی کمزوری اور حکمرانوں کی نفسیات سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ معاشرے کو خوفزدہ کرنے کے ساتھ ملک میں لسانی یا نسلی تعصبات کی آگ بھڑکانے اور فرقہ وارانہ فسادات کی راہ ہموار کرنے کے نصب العین پر عمل پیرا ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ پاکستان اب تک فرقہ وارانہ فسادات کی آگ سے محفوظ ہے لیکن یہ ہمارے حکمرانوں، ریاستی اداروں اور سیاسی قیادت کا کارنامہ نہیں جس نے سوات آپریشن کے موقع پر دیوبندی

اور بریلوی مکتبِ فکر کو ایک دوسرے کے مدمقابل لانے کی احمقانہ تدبیر کی مگر صوفیا کی عقیدت، عوام اور مختلف دینی جماعتوں کے ہوشمند قائدین نے ناکام بنادی۔ ''گنج بخش فیض عالم مظہرِ نورِ خدا'' کے مزار پر حملہ دہشت گردی کے واقعہ سے زیادہ اولیاء و اصفیاء کے عقیدت مندوں کو مشتعل کر کے سڑکوں پر لانے، اتحاد و یگانگت کی رہی سہی فضا کو تباہ کرنے اور ملک میں انارکی پیدا کرنے کی ہمہ گیر سازش ہے جسے پولیس و انتظامیہ ناکام بنانے کی اہل نہیں۔ سیاسی قیادت اور مذہبی سیادت کے علمبرداروں کو میدانِ عمل میں نکل کر اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

امریکی جنگ میں شمولیت سے جنم لینے والے تضادات، قبائلی علاقوں اور لال مسجد میں فوجی آپریشن کے مضمرات اور دشمن جو کوئی بھی ہے کے مقاصد کی درست تفہیم کے بغیر کوئی کارآمد، موثر اور پائیدار جوابی حکمتِ عملی نہ تو بن سکتی ہے نہ کامیاب ہوسکتی ہے جس جنگ سے امریکہ اور برطانیہ راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں سی آئی اے چیف اور برطانوی آرمی چیف کے بیانات اس کا ثبوت ہیں اس کو جیتنے کے لئے رحمن ملک کی بڑھکوں، جنوبی پنجاب میں آپریشن اور جہادی تنظیموں پر پابندی کی نہیں اخلاقی برتری کے ساتھ حکمت و فراست اور بیرونی دباؤ سے آزاد حکمتِ عملی کی ضرورت ہے لیکن اس سرمائے سے تہی دست اقتدار، اختیار اور مفادات کے لئے باہم دست و گریباں لوگ ہمارا کل اثاثہ ہیں۔ انتخابی و سیاسی ضرورت ہو تو حب الوطنی کا اعتراف اور مطلب نکل جائے تو دہشت گردی کا الزام اور اس حمام میں الاماشاء اللہ سب ننگے ہیں مقابلہ کیا خاک ہوگا۔

روزنامہ جنگ، 3 جولائی 2010ء

حدیث: صحیح مُسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ''جو شخص اپنے گھر میں طہارت (وضو و غسل) کر کے فرض ادا کرنے کے لیے مسجد کو جاتا ہے، تو ایک قدم پر ایک گناہ محو ہوتا، دوسرے پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔''

(بہار شریعت، حصہ 3)

نذیر ناجی

دل میں دھماکہ

بزرگان دین کے مزارات اسلامی دنیا کی شناخت اور عقیدت کا مظہر ہوتے ہیں۔ مسلک اور عقیدہ کوئی ہو، سب کسی نہ کسی انداز میں اپنے اپنے محترم اور محبوب روحانی پیشواؤں کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ برصغیر میں سنی العقیدہ مسلمانوں کی اکثریت بہت زیادہ ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی اسی لئے انہیں "سواد اعظم" کہا کرتے تھے۔ برصغیر میں چند درگاہیں مسلک اور عقیدے سے بالاتر ہو چکی ہیں۔ وہاں ہر عقیدے کے مسلمان ہی نہیں مختلف مذاہب کے لوگ بھی نذرانہ عقیدت پیش کرنے آتے ہیں۔ ان میں سرفہرست حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ خواجہ فرید الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبداللہ غازی رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ۔ میں نے صرف چند نام لکھے ہیں ورنہ جو بھی درگاہ جہاں پر موجود ہے، وہیں عقیدت مندوں کے ہجوم موجود رہتے ہیں۔ ان درگاہوں نے ہر عقیدے کے مسلمانوں کو محبت کے ایک ہی رشتے میں باندھ رکھا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جہاں ملاں نفرتیں سکھاتا اور پھیلاتا ہے، وہاں بزرگان دین کے یہ مزار محبتوں کی شمعیں روشن کر کے تعصب اور تنگ نظری کے اندھیروں کو دور کرتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند بھی مذہب و مسلک سے بالاتر ہوتے ہیں۔ ان کے دربار میں ہر کوئی حاضری دیتا ہے اور اپنے عقیدے کے مطابق خدا کو یاد کر کے ان بزرگوں کی فیوض و برکات کا اعتراف کرتے ہوئے نذرانہ عقیدت پیش کرتا ہے۔ کراچی میں ایسٹرن کافی ہاؤس ہوا کرتا تھا۔ اس کے مالک پارسی تھے۔ خدا کرے اب بھی زندہ ہوں۔ وہ جب لاہور آتے، تو کبھی کبھار مجھے یاد کر لیا کرتے۔ میں نے نوٹ کیا کہ وہ ہوٹل میں اپنے کمرے سے ننگے پاؤں نکلتے اور اسی حالت میں گھومتے رہتے۔ استفسار پر انہوں نے بتایا کہ وہ لاہور میں صرف داتا صاحب کے مزار پہ حاضری دینے آتے ہیں۔ ایئرپورٹ پر اترنے سے پہلے جوتے اتار کے پیک کر لیتے ہیں۔ داتا کی نگری میں وہ ننگے پاؤں رہتے ہیں۔ واپسی کے لئے جہاز میں بیٹھنے کے بعد دوبارہ جوتا پہنتے ہیں۔ عقیدت کا یہ عالم بہت کم دیکھنے میں آتا ہے اور وہ بھی کسی غیر مسلم کے حوالے سے۔

تحریک پاکستان کے دوران تمام مسلمان اپنے اپنے مسلک سے بالاتر ہو کر وحدت کی ایک ہی لڑی میں پروئے گئے تھے۔ اس وقت بھی ملاؤں کی اکثریت تحریک پاکستان اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف تھی۔ ہر ایک اپنی حیثیت کے مطابق قیام پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش تھا۔ جتنے ملاں حضرات آج بڑھ چڑھ کر پاکستان کے مالک اور وارث بنے بیٹھے ہیں، اگر ان میں اخلاقی جرات ہوتی تو قیام پاکستان کے بعد سیاست سے توبہ کر لیتے اور زندگی کا باقی حصہ خدا کی یاد میں گزارتے۔ لیکن بظاہر دین کے ان علمبرداروں میں سے بیشتر دنیا داری اور مفاد پرستی میں آلودہ ہوتے ہیں اور اپنے مقاصد کے لئے دیگر مسالک کے خلاف زہر اگلتے ہیں، جو درحقیقت کاروباری حربہ ہے۔ ایسا کر کے وہ دوسرے مسالک کی "مارکیٹ" خراب کر کے اپنی مارکیٹ کی قدر بڑھاتے ہیں۔ مقصد محض یہ ہوتا ہے کہ زیادہ لوگ ان کی طرف آئیں اور ان کا کاروبار زیادہ چمکے۔ دین کی خدمت ان کا مقصد ہو، تو وہ ہر کلمہ گو کو ایک ہی نظر سے دیکھیں اور ہر وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر یقین رکھتا ہے، اس کو اپنا بھائی تصور کریں۔ کیونکہ اسلام کا حکم یہی ہے۔ مگر وہ ایسا نہیں کرتے۔ جب میں تحریک پاکستان کے دنوں کو یاد کرتا ہوں، تو قائداعظم کی قیادت میں جمع ہونے والے تمام لوگ فرقہ بندیوں سے آزاد ہوتے تھے۔ کوئی تقسیم نہیں تھی۔ کوئی تفرقہ نہیں تھا۔ سب ایک دوسرے کے عقیدوں اور مسالک کا احترام کیا کرتے تھے۔ فرقہ بندی نے اس وقت سر اٹھایا، جب پاکستان کی مخالفت کرنے والے ملاؤں نے پہلے اپنی پاکستان دشمنی کی یادیں بھلانے کے لئے لو پروفائل میں رہ کر وقت گزارا۔ جب دیکھا کہ لوگ ان کی پاکستان دشمنی کو بھولنے لگے ہیں، تو پہلے انہوں نے اپنے ماضی کی کارستانیوں کی وضاحتیں کیں۔ ایک عرصے تک دفاعی پوزیشن میں رہے اور جب پاکستانی عوام نے انہیں برداشت کرنا شروع کیا تو یہ تحریک پاکستان میں حصہ دار بننے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک نظریہ پاکستان ایجاد کر کے پاکستان کے ٹھیکیدار بن بیٹھے ہیں۔ جیسے ہی ان کے اثرات پھیلنے لگے، ان کی کاروباری صلاحیتیں نمایاں ہوئیں اور یہ بالکل دکانداروں کی طرح ایک دوسرے کے عقائد کو اسی طرح غلط قرار دینے لگے، جیسے کوئی صنعتکار دوسری مصنوعات کو ناقص قرار دے کر اپنے مال کو سراہتا ہے۔ ملاؤں کی اسی دکانداری نے لوگوں کو اپنے ہی بھائیوں کے خلاف بھڑکانا شروع کیا اور ہر کوئی دوسرے کو واجب القتل قرار دینے لگا۔ میں ہمیشہ سے ایک بات لکھتا ہوں کہ جب ریاست کو مذہبی بنایا جائے گا، تو اس میں مذہبی منافرتیں بھی در آئیں گی اور

چونکہ ریاست اور سیاست میں دولت اور اختیار ہوتا ہے، اس لئے مذہب کے ٹھیکیدار ریاست اور دولت پر قبضے کے لئے ہر حربہ استعمال کریں گے اور اپنی ہر حرکت کے جواز میں مذہب کا نام استعمال کریں گے ‘‘یہ کام شروع ہو چکا ہے۔ پہلے ایک مسلک کے لوگوں کو کافر قرار دیا گیا۔ پھر دوسرے مسلک والے کافر ٹھہرے اور اب ایک ہی مسلک کے لوگ دوسرا نکتہ نظر رکھنے والوں کو کافر کہنے لگے ہیں۔ دہشت گردی کی جو لعنت اسلام کے پردے میں نمودار ہوئی، اس میں عربوں کے اندر پیدا ہونے والا ایک گروہ پاکستان میں گھس آیا، جسے تکفیری کہا جاتا ہے۔ میں اپنے کالموں میں اس گروہ کی نشاندہی کرتا رہا ہوں۔ اس گروہ کے لوگ اپنے سوا سب کو کافر سمجھتے ہیں اور انہیں قتل کرنا کارِ ثواب تصور کرتے ہیں۔ جو بچے اور نوعمر لڑکے ان کے فریب میں آ جاتے ہیں۔ یہ انہیں باقی دنیا سے کاٹ کر اس طرح الگ تھلگ کر دیتے ہیں کہ وہ نہ کسی کو مل سکتے ہیں نہ باہر کی دنیا میں کسی سے بات کر سکتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کے خیالات سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ ان کی اس طرح برین واشنگ کی جاتی ہے کہ وہ کسی بھی بڑے ہجوم میں خودکش حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور انہیں یقین ہوتا ہے کہ یہ قاتلانہ حملہ کر کے وہ سیدھے جنت میں جائیں گے۔ شمالی وزیرستان میں تکفیریوں کا ایک پورا نیٹ ورک کام کر رہا ہے۔ داتا دربار پر وحشیانہ حملے کے بعد عام شہریوں کا ردعمل یہ تھا کہ "یہ کیسے مسلمان ہیں جو اپنے ہی بھائیوں کا خون بہا رہے ہیں؟" یہ بات سو فیصد درست ہے۔ حقیقت میں یہ تکفیری ٹولہ مسلمانوں کے ہر مسلک اور فرقے کو غلط اور گمراہ سمجھتا ہے۔ اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں مانتا۔ سب کو قتل کرنا اس کے عقیدے کا حصہ ہے۔ پاکستان میں ان کا وجود نہیں تھا۔ یہ افغان جہاد کے پردے میں ہماری سرزمین پر وارد ہوئے اور اب یہاں اپنے خفیہ مراکز بنا کر بیٹھ گئے ہیں۔ طالبان کے نام پر کام کرنے والی کوئی سیاسی تحریک ان سے واسطہ نہیں رکھتی اور نہ ہی افغانستان اور پاکستان کے اندر بحالی امن کے لئے ہونے والا کوئی انتظام ان کی سرگرمیوں کا خاتمہ کر سکے گا۔ یہ گمراہوں کا ایک چھوٹا سا لیکن بے حد منظم ٹولہ ہے، جسے طالبان اور تمام مذہبی مسالک سے علیحدہ کر کے دیکھنا ہو گا اور اس سلسلے میں خفیہ ایجنسیوں کو متحرک اور عوام کو منظم کرنا پڑے گا۔ یاد رہے مذہبی دکاندار ان مخصوص دہشت گردوں سے اپنے اپنے مفادات کے تحت بھی کام لیتے ہیں۔ لیکن داتا دربار کے دھماکے خالص مذہبی جنونیوں کا کام لگتا ہے۔ یہ دربار، جو درحقیقت ایک وسیع و عریض مسجد ہے۔ یہاں جمعرات کی شام لوگ عبادات کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ کوئی تلاوت کرتا

ہے۔کوئی حمد پڑھتا ہے۔کوئی نعت پڑھتا ہے۔کوئی وظیفے پڑھتا ہے اور کوئی خاموش بیٹھ کر دل ہی دل میں خدا کو یاد کرتا ہے۔سب اپنے اپنے طریقے کے مطابق اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے میں لگے ہوتے ہیں۔ ایسے پاکیزہ اجتماع میں دھماکہ کرنے کا حوصلہ صرف وہی شخص کرسکتا ہے' جو ساری دنیا کو غلط اور خود کو برحق سمجھتا ہو۔ایسے لوگ صرف تکفیری گروہ میں ہوتے ہیں۔مسلمانوں کا کوئی فرقہ ایسی وحشت و درندگی کا مظاہرہ نہیں کرسکتا۔ہمارے تمام تفتیشی اداروں کو سیاسی اور روایتی دہشت گردوں کی بجائے' تکفیری نیٹ ورک کی طرف دیکھنا چاہیے۔اگر یہ لوگ نہ پکڑے گئے' تو پاکستان میں کوئی درگاہ' کوئی مزار محفوظ نہیں رہے گا۔ یہ ایک سلسلے کی ابتدا ہے۔اسے دہشت گردی کی روایتی مہم سے علیحدہ کر کے دیکھنا چاہیے۔جگہ کا انتخاب بھی خالص تکفیری ذہن کی نشاندہی کرتا ہے۔لاہور پاکستان کا دل ہے اور داتا دربار لاہور کا دل ہے اور یہ دھماکہ ہمارے دل میں کیا گیا ہے۔

روزنامہ جنگ،3 جولائی 2010ء

حدیث : امام احمد زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ''جو دو رکعت نماز پڑھے اور ان میں سہو نہ کرے، تو جو کچھ پیشتر اس کے گناہ ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔'' یعنی صغائر۔

حدیث: طَبَرانی ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''بندہ جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اس کے لیے جنتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اس کے اور پروردگار کے درمیان حجاب ہٹا دیے جاتے ہیں، اور حورعین اس کا استقبال کرتی ہیں، جب تک نہ ناک سنکے، نہ کھکارے۔'' (بہارشریعت، حصہ 3)

توفیق بٹ

دربار اور سرکار

داتا دربار کے ساتھ لوگوں کی عقیدت کا عالم یہ ہے کہ کچھ برس قبل لاہور کے ایک ڈپٹی میئر اس وقت کے وزیر اعظم کے ساتھ امریکہ گئے تو وہاں تعینات پاکستانی سفیر کی جانب سے دیئے گئے عشائیے میں موجود ایک امریکی سینیٹر نے موصوف سے پوچھا "آپ کا تعلق پاکستان کے کس شہر سے ہے؟" لاہور سے تعلق رکھنے والے ڈپٹی میئر بے ساختہ بولے "داتا دی نگری نال" عینی شاہد نے بتایا یہ بات محترم ڈپٹی میئر صاحب نے اتنے پر اعتماد لہجے میں کہی جیسے انہیں پورا یقین ہو کہ امریکی سینیٹر نہ صرف "داتا دی نگری" سے مکمل آگاہی رکھتے ہیں بلکہ وقتاً فوقتاً انہیں وہاں حاضری کا شرف بھی نصیب ہوتا رہتا ہے۔ بہر حال امریکی سینیٹر حیران ہوئے اور پوچھا "داتا دی نگری" یہ شہر پاکستان میں کہاں واقع ہے؟ "داتا دے دیوانے" نے عرض کیا "یہ شہر دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں میں واقع ہے" سنا ہے کچھ عرصے بعد جب اس امریکی سینیٹر کو پاکستان کا دورہ پڑا تو اس نے خواہش ظاہر کی مجھے داتا دی نگری دکھائی جائے۔ رات دو بجے کا وقت تھا اور امریکی سینیٹر کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ رات مکمل طور پر جاگ رہی تھی۔ یہ وہ متبرک مقام ہے جہاں رات دن کی طرح جاگتی رہتی ہے۔ عقیدت مندوں کا جتنا رش دن کو ہوتا ہے رات کو اس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے اور جمعرات کو تو ایسے لگتا ہے جیسے پورا پاکستان یہاں موجود ہے۔ لوگ آتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، نوافل ادا کرتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہیں، نعت خوانی کی محفلیں سجاتے ہیں۔ چڑھاوے چڑھاتے ہیں، منتیں مانگتے ہیں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قدموں کو چھوتے ہیں، سلام کرتے ہیں، دعا مانگتے ہیں اور ایک ایسی خوشبو لے کر رخصت ہو جاتے ہیں جس میں ان کے لئے خوشخبریاں ہی خوشخبریاں ہوتی ہیں۔ انہیں یقین ہوتا ہے اب ان کی ساری مرادیں بر آئیں گی۔ ان کے سارے خواب ان کی ساری خواہشیں پوری ہو جائیں گی اور ہو بھی جاتی ہیں گر کوئی مکمل یقین کے ساتھ حاضر ہو اور دعا مانگے۔ داتا دربار کے ساتھ لوگوں کی عقیدت کا یہ عالم ہے "مشہور ہے ایک صاحب حج کے لئے تشریف لے گئے، وہاں انہیں کمر کی تکلیف ہو گئی تو لاہور میں موجود اپنے ایک عزیز کو فون پر کہا "میری طبیعت ٹھیک نہیں دربار شریف جا کر میرے لئے دعا کرو" گذشتہ ہفتے یہ متبرک مقام لہولہان

ہو گیا۔ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ دہشت گرد اسے اپنی مذموم کارروائی کا نشانہ بنا سکتے ہیں۔ یہ روایتی بیان پھر دہرایا گیا کہ "یہاں دہشت گردی کرنے والے مسلمان نہیں ہو سکتے" دہشت گردی کے ہر واقعے پر ایسے خیال کے اظہار پر ازرہ کرم غور فرما لینے میں کوئی حرج نہیں "جذباتی نعرے" کی حد تک تو ٹھیک ہے مگر کوئی تحقیق کرے اور حقائق سامنے لائے کہ یہ مسلمان نہیں، پاکستانی نہیں تو پھر کون ہیں اور سرکار کی گرفت میں کیوں نہیں آتے؟ چلیں پورے یقین کے ساتھ مان لیتے ہیں یہ واقعی مسلمان اور پاکستانی نہیں پر کسی پاکستانی یا مسلمان کے تعاون اور مدد کے بغیر اس طرح کی کارروائی ممکن ہو سکتی ہے؟ جی نہیں۔ اِک پرانی مثال ہے چوکیدار چور کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو تو گھر کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ یہ یقیناً پاکستان دشمن غیر ملکی ایجنسیوں کی کارروائیاں ہی ہوں گی مگر یہ ایجنسیاں ایسی کارروائیاں کسی اندرونی مدد اور تعاون کے بغیر کر سکتی ہیں؟ بہت سے معاملات پر غور کرنے کی ضرورت ہے پر رزق کی تلاش میں نکلے ہوئے حکمران ایسے حساس معاملات کا سراغ لگانے کی شاید صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ فرصت کا معاملہ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جن کا سارا وقت قومی اداروں کو بے وقار کرنے، آپس میں دست و گریباں ہونے، یا پھر یہ سوچنے میں گزر جائے کہ تیسری یا چوتھی بار اقتدار پتہ نہیں ملتا ہے یا نہیں سو جتنی "انھی" ڈالی جا سکتی ہے ڈال لی جائے تو کوئی بڑا ہی بے وقوف ہے جو ان سے یہ توقع کرے کہ یہ مذموم سرگرمیوں میں ملوث دہشت گردوں کے نیٹ ورک کو توڑیں گے توڑنا تو دور کی بات ہے سراغ ہی لگا لیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں، کیا چاہتے ہیں اور کس اندرونی مدد اور تعاون کے ساتھ اپنے "مذموم کارناموں" میں کامیاب ہو جاتے ہیں؟!

ایسے معاملات پر غور فرمانے کے لئے محترم وزیر اعظم نے پھر اجلاس طلب کیا ہے۔ کالم شائع ہونے تک یہ اجلاس بھی ہو چکا ہوگا۔ ایسے بہت سے اجلاس پہلے بھی ہو چکے ہیں جن کا پہلے کوئی فائدہ ہوا نہ اب ہوگا بس ایک "کاغذی کارروائی" ہے جو چلتی رہتی ہے۔ صرف عوام کو یہ تسلی دینے کے لئے کہ سرکار دہشت گردی کو ناکام بنانے میں بہت "سنجیدہ" ہے۔ ایسے اجلاسوں کی روایت عموماً یہی ہوتی ہے کہ دو چار افراد دو چار فائلیں نکال کر حکمرانوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ "مالی سوچوں" میں گم حکمرانوں کے پاس اول تو انہیں تفصیل سے دیکھنے کا وقت ہی نہیں ہوتا۔ ہو بھی تو فائل ان سے پڑھی کب جاتی ہے؟ پڑھی جائے تو سمجھی کہاں جاتی ہے؟ سو ان کا سارا انحصار افسران کی "جھوٹی سچی بریفنگوں" پر ہوتا ہے اور

ہر بریفنگ کا نتیجہ اسی روایتی جملے کی صورت میں نکلتا ہے کہ "ہم دہشت گردوں کے ساتھ آہنی ہاتھوں سے نمٹنے کی بہترین کوششیں کر رہے ہیں" پھر وزیر اعظم یا اس طرح کے دیگر حکمران محض حکمرانی جھاڑنے کے لئے افسران کو کچھ "خصوصی ہدایات" دیتے ہیں جن کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اجلاس کے بعد میڈیا کا پیٹ بھر دیا جائے۔ تو جناب عرض یہ ہے جب تک اقتداری اور مالی سوچوں میں گم حکمران رزق کے معاملات اپنے ہاتھوں میں لئے پھریں گے یا اپنے بال بچوں اور عزیز واقارب کے ہاتھوں میں دیئے پھریں گے دہشت گردیاں ہوتی رہیں گی۔ عوام مرتے رہیں گے۔ متبرک مقامات لہولہان ہوتے رہیں گے اور حکمرانوں کی صحت پر اس لئے اثر نہیں پڑے گا کہ انہیں اپنی طاقت کا اندازہ ہے اور عوام کی کمزوریوں کا بھی!

روزنامہ نوائے وقت، 6 جولائی، 2010ء

حدیث: طَبَرانی اَوسَط میں اور ضیا نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ''سب سے پہلے قیامت کے دن بندہ سے نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر یہ درست ہوئی تو باقی اعمال بھی ٹھیک رہیں گے اور یہ بگڑی تو سبھی بگڑے۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''وہ خائب و خاسر ہوا۔''

حدیث: امام احمد و ابوداود و نسائی و ابن ماجہ کی روایت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں ہے، اگر نماز پوری کی ہے، تو پوری لکھی جائے گی اور پوری نہیں کی (یعنی اس میں نقصان ہے) تو ملائکہ سے فرمائے گا: ''دیکھو! میرے بندہ کے نوافل ہوں تو ان سے فرض پورے کر دو پھر زکوٰۃ کا اسی طرح حساب ہوگا پھر یوہیں باقی اعمال کا۔''

حدیث: ابوداود و ابن ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ''(جو مسلمان جہنم میں جائے گا والعیاذ باللہ تعالیٰ) اس کے پورے بدن کو آگ کھائے گی سوا اعضائے سجود کے، اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا آگ پر حرام کر دیا ہے۔'' (بہار شریعت، حصہ 3)

حامد میر

انتقام مگر پیار سے

یہ بہت ہی بُری خبر تھی لیکن یہ بُری خبر مجھ گناہ گار کو ایک بہت پاکیزہ اور مقدس مقام پر موصول ہوئی۔ جس رات میں مکّہ مکرمہ میں عمرہ ادا کر کے مدینہ پہنچا اُسی رات لاہور میں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر دو بدبختوں نے خودکش حملے کیے۔ اس انتہائی افسوسناک اور شرمناک واقعے کی خبر ملنے کے بعد میں مسجد نبوی میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ پوری دنیا میں داتا گنج بخش کے نام سے مشہور حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ایسا کیا تھا کہ یہاں پر بھی خودکش حملے کر دیئے گئے؟ میں بچپن سے اس مزار پر فاتحہ خوانی کر رہا ہوں اور حسبِ توفیق مزار سے ملحقہ مسجد میں نماز ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ صدیوں پہلے افغانستان کے شہر غزنی سے لاہور تشریف لائے تو یہاں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ اُنہوں نے اپنے علم کی شمع سے اندھیروں میں روشنی پھیلائی اور اس خطّے میں اسلام اُنہی کی بدولت فروغ پایا۔ صدیوں سے اُن کے مزار پر چوبیس گھنٹے قرآن پاک کی تلاوت ہوتی ہے اور غریب لوگوں کو ہر وقت مفت لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔ میں مسجد نبوی میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار وہ جگہ ہے جہاں مسلمان ہر قسم کی فرقہ وارانہ گروہ بندیوں سے بالاتر ہو کر اکٹھے ہوتے ہیں اور یہاں شیعہ سُنی اکٹھے نماز پڑھتے ہیں۔ میں ایسے کئی غیر مسلموں کو جانتا ہوں جو اس مزار میں دفن بزرگ سے بہت عقیدت رکھتے ہیں۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اس خطّے کے مسلمانوں میں باہمی پیار اتحاد و یکجہتی کی علامت ہے۔ اُن کے ساتھ محبت و عقیدت کی ایک وجہ اُن کی مشہور کتاب کشف المحجوب بھی ہے جس میں اس عظیم بزرگ نے شریعت اور طریقت کو یکجا کر کے مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی کوشش ناکام بنا دی۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ بزرگوں کے بزرگ ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مزار پر چلّہ کاٹا تھا اور فرمایا تھا

گنج بخش فیضِ عالم مظہر نورِ خدا

ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر خودکش حملوں کیلئے جمعرات کی شب کا انتخاب کیا گیا۔ یہ وہ

شب ہوتی ہے جب کئی مسلمان یہاں پر تہجد تک عبادت کرتے ہیں اور ان مسلمانوں کا تعلق ہر مکتبہ فکر سے ہوتا ہے۔ جمعرات کی شب عبادت کے لئے آنے والے نماز عشاء کے بعد عین اُس جگہ پر اکٹھے ہونا شروع ہوتے ہیں جہاں خودکش حملہ کیا گیا اور مجھے یقین ہے کہ حملے کی منصوبہ بندی کرنے والوں کا اصل ہدف یہی مسلمان ہیں جو ایک دوسرے پر کفر کے فتوؤں کو نظر انداز کر کے داتا دربار سے ملحقہ مسجد میں عبادت کرتے ہیں۔ حملہ آوروں کا اصل ٹارگٹ وہ اتحاد و یکجہتی ہے جو حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ہمیشہ موجود تھی، آج بھی موجود ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی موجود رہے گی۔ مسلمانوں کے دشمن ہمیشہ سے اُن کی صفوں میں فرقہ وارانہ انتشار پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہمیشہ سے کچھ گمراہ مسلمان اپنے دشمنوں کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حملے کی منصوبہ بندی بھی کسی دشمن طاقت نے کی ہو لیکن دشمنوں کے ہاتھوں استعمال ہونے والے ہمارے اپنے ہیں اور ہمیں اپنے آپ کو دھوکہ نہیں دینا چاہیے۔

کیا یہ سچ نہیں کہ پچھلے ایک ڈیڑھ سال کے دوران پشاور اور نوشہرہ میں رحمان بابا رحمۃ اللہ علیہ سمیت کئی بزرگوں کے مزاروں پر بم دھماکے کئے گئے اور ان دھماکوں میں ملوث جو بدبخت گرفتار ہوئے اُن کا تعلق خیبر ایجنسی سے تھا؟ کیا یہ سچ نہیں کہ پچھلے کئی سالوں سے مساجد اور امام بارگاہوں کے علاوہ 12 ربیع الاوّل کے اجتماعات کو بھی خودکش حملوں کا نشانہ بنایا گیا اور ان حملوں میں ملوث افراد نہ تو سی آئی اے اور را کے اہلکار تھے اور نہ ہی اُنہیں بلیک واٹر نے بھرتی کیا تھا بلکہ یہ سب ہمارے اندر ہی سے تھے اور ان کا تعلق ایسی تنظیموں سے تھا جو ایک دوسرے کے خلاف کافر کافر کے نعرے لگاتے ہیں۔ میرے قارئین گواہ ہیں کہ میں نے پاکستان میں سی آئی اے، را اور بلیک واٹر کی سرگرمیوں پر ہمیشہ تنقید کی ہے لیکن ہر واقعے کی ذمہ داری ان غیر ملکی اداروں پر ڈالنا کوئی بہادری نہیں ہے۔ اصل بہادری یہ ہے کہ ہم اُن آستین کے سانپوں کو تلاش کریں جو پاکستان کے بے گناہ اور نہتے مسلمانوں کا خون بہا کر اسلام دشمن طاقتوں کے ایجنڈے کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ مجھے کوئی شک نہیں کہ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حملہ کرنے والے وہی ہیں جنہوں نے جامعہ نعیمیہ میں گھس کر مفتی ڈاکٹر سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کو خودکش حملے میں شہید کیا، یہ وہی ہیں جنہوں نے نشتر پارک کراچی میں سنی تحریک، جماعت اہل سنت اور جے یو پی کی قیادت کو نشانہ بنایا۔ مسجد نبوی میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد میں سوچ رہا تھا کہ 2003ء میں بغداد میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بمباری کرنے والی امریکی فوج اور

2010ء میں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر خودکش حملہ کرنے والوں میں کیا فرق ہے؟ میں سوچ رہا تھا کہ مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں ہر رنگ، زبان، نسل اور فرقے کے مسلمان ایک امام کے پیچھے اکٹھے نماز پڑھتے ہیں۔ کوئی ہاتھ سینے پر باندھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکاتا ہے اور کوئی ہاتھ چھوڑ کر اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے۔ دنیا بھر کے فتوے باز اپنے فتوے بھول کر اُن سب کے ساتھ مل کر یہاں نماز ادا کرتے ہیں جنہیں وہ کافر کہتے ہیں۔ یہاں کوئی وہابی، بریلوی، دیوبندی اور شیعہ نہیں ہوتا بلکہ سب مسلمان ہوتے ہیں لیکن یہاں سے واپس جا کر نہ جانے ہم دوبارہ اپنے آپ کو تقسیم کیوں کر دیتے ہیں؟ میں مسجد نبوی میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ نہ جانے حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بے گناہوں کا خون بہانے والے پکڑے جائیں گے یا نہیں لیکن اس قسم کے واقعات کے ذریعہ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے والوں کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ میرے پاس ایک بڑا سادہ اور قابل عمل حل ہے۔ سیاسی قائدین اور علماء اپنے آپ کو بدل دیں۔ ویسا ہی بن جائیں جیسے ہم مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں بن جاتے ہیں۔

بریلوی علماء دیوبندیوں، وہابیوں اور اہل تشیع کے ساتھ نماز ادا کریں اور اہل تشیع بھی دیگر فرقوں کے علماء کو ایک ساتھ نماز پڑھنے کی دعوت دیں۔ وہ علماء جو اپنی مساجد کو مسجد الحرام اور مسجد نبوی جیسا بنا دیں گے وہ ہم میں سے ہوں گے اور جو اپنی مساجد کو صرف اپنے آپ تک محدود رکھیں گے وہ ہم میں سے نہیں ہوں گے۔ یہ کام حکومت کرے نہ کرے ہمیں خود کرنا ہے۔ آیئے ہم آج ہی سے ایک دوسرے کی مساجد میں نمازیں ادا کر کے حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حملہ کرنے والوں کو اندر سے کاٹ ڈالیں۔

روزنامہ جنگ، 5 جولائی 2010ء

حدیث: طَبرانی اَوسَط میں راوی، کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ کی یہ حالت سب سے زیادہ پسند ہے کہ اسے سجدہ کرتا دیکھے کہ اپنا مونھ خاک پر رگڑ رہا ہے۔''

(بہار شریعت، حصہ 3)

ہارون الرشید

سیّد ہجویر مخدوم امم

ان قاتلوں نے اگر شیخِ ہجویر کے مرقد کو ہدف بنانے کا فیصلہ کیا جو مذہب کے نام پر انسانوں کے ریوڑ بنانے کے آرزومند ہیں تو تعجب کیا۔ مذہبی نہیں، ان کا ایجنڈہ سیاسی ہے۔ اسی لیے برہمن اور ملحد تو انہیں گوارا ہیں لیکن قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاکستان سے وہ نفرت کرتے ہیں۔

دہشت گردوں کا پیغام واضح ہے: اگر پاکستانی ریاست نے ان کی فکر کے مطابق اپنی ترجیحات تبدیل نہ کیں تو وہ اسے تباہ کر دیں گے۔ فرض کیجیے کہ نام نہاد طالبان کی ترجیحات درست ہیں، فرض کیجیے پاک فوج پر اس کے حملے بھی لیکن داتا دربار پہ خوب سوچ سمجھ کر کی جانے والی خودکش مہم کا جواز کیا ہے؟ سالِ گذشتہ بھی انہوں نے خیبر پختون خواہ کے بعض مزاروں کو ہدف کیا تھا۔ ان مزاروں سے انہیں خطرہ کیا ہے؟

1009 برس ہوتے ہیں، شیخِ ہجویر علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے استاد نے غزنی سے لاہور روانہ ہونے کا حکم دیا۔ حیرت سے انہوں نے کہا کہ آپ کے ایک شاگردِ رشید اس قریہ میں قیام فرما ہیں۔ استاد نے اپنا حکم دہرایا تو سالک کے لیے سفر کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ مسافت کے جھٹ پٹے میں تقویٰ اس کا زادِ راہ اور علم جس کی قندیل تھا۔ جب وہ لاہور کی شہر پناہ کے قریب پہنچے تو ان کے پیش رو کا جنازہ قبرستان کو روانہ تھا۔ شہر کے باہر فقیرانہ اب وہ شخص اس مسند پر جلوہ افروز ہوا اور عشروں تک علم اور یقین کی دولت بانٹتا رہا۔ کشف المحجوب کا وہ مصنف جسے اس کی زندگی میں اپنے زمانے کا امام تسلیم کر لیا گیا۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور سیّد ابوالاعلیٰ مودودی تک، کوئی سکالر نہیں گزرا، جس نے فقیر سے فیض نہ پایا ہو۔ کہر اور دھوپ کے کتنے موسم بیت چکے لیکن درویش کے دسترخوان اور مکتب کا در کھلا ہے۔ بھوکوں کے لیے کھانا اور پناہ ہے اور آرزومندانِ علم کے لیے شیخ ہجویر کی کتاب کے اوراق۔ اہلِ علم کہتے ہیں کہ ایک ہزار برس میں اپنے موضوع پر۔۔۔ اور یہ ایک عظیم موضوع ہے، اس سے بہتر کتاب کبھی لکھی نہ گئی۔ متن مستند ہے، قلمی نسخے محفوظ ہیں اور سینکڑوں ترجمے ہو چکے۔ اس کے باوجود ابتلا کے سنگین اور مصروفیت کے مشکل ترین دور میں سیّد ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنے چہیتے شاگرد میاں طفیل محمد کو ایک جدید تر ترجمے پر آمادہ کیا۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے سب سے بڑے

معلّم تھے۔ انقلابِ ایران کے ہنگام وہ ان کے رہنما تھے۔ وسطی ایشیا، کشمیر اور افغانستان کے انقلابیوں نے اس کے گیت گائے۔ ترکی میں کلامِ اقبال کی اساس پر فکر کی نئی تحریک اٹھ رہی ہے۔ ایرانی انقلاب کے مفکر علی شریعتی نے اس موضوع پر پوری ایک کتاب لکھی کہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی فکر نے کیسے اور کیونکر اس کی ذہنی تربیت کی۔ اسی حریت کیش کی ایک دوسری کتاب ''فاطمہ رضی اللہ عنہا فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں'' کا مرکزی خیال اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی ایک رباعی سے مستعار لیا گیا۔

اپنے عصر کے اہل علم کا سردار اقبال رحمۃ اللہ علیہ، داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا اسیر ہے اور اس نے یہ کہا

سیّد ہجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

(ہجویر کا سیّد اقوام عالم کا سردار ہے۔ عظیم صوفی پیر سنجر کے لیے اس کا مزار حرم مبارک کی مانند ہے۔ پنجاب کی خاک کو اس نے زندہ کر دیا۔ میری سحر اسی سورج سے تابندہ ہوئی)

انگریز اور ہندو مورخوں اور ان کے زیر اثر لادین اکبر کو ہیرو قرار دینے والے محمد حسین آزاد نے محمود غزنوی کو لٹیرا کہا۔ کمزور پہلو بھی ہوں گے لیکن تاریخ کا سرسری سا مطالعہ بھی دو نکات واضح کر دیتا ہے۔ اوّل یہ کہ اپنے باپ سبکتگین کے زمانے میں محمود کاروبارِ سلطنت سے زیادہ ذکر و فکر کا آدمی تھا۔ ثانیاً یہ کہ لاہور کے آنند پاک کی قیادت میں بھارت کے ہندو راجے غزنی کو تباہ کرنے کے درپے تھے۔ بار بار وہ پشاور سے کابل تک کی سرزمینوں کو پامال کرتے۔ وہ محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے عہد سے شروع ہونے والے عربوں کے عشروں بلکہ صدیوں تک پھیلے اقتدار کا تجربہ کر چکے تھے اور اب وسطی ایشیا کی نئی اسلامی قوت سے خوف زدہ تھے۔ اس تہذیب سے جس میں شودر اور برہمن کا تصور نہ تھا۔ ایک دوراندیش حکمران کی طرح محمود کو درپیش چیلنج کا ادراک تھا۔ کمتر وسائل کے ملک کو ایک عظیم عسکری قوت کا سامنا تھا۔ غزنی کو کیا حکمت عملی اختیار کرنی چاہئیے۔ محمود مدتوں اس ادھیڑ بن میں رہا۔ آخر کار وہ علی بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، جن کا چھوٹا سا گھر اس کے محل سے زیادہ دور نہ تھا۔

گزرے زمانوں کے سلاطین اور اہل علم میں فاصلہ زیادہ نہ ہوتا تھا کہ اہل فقر کی سلطنتیں زیادہ محکم اور پائیدار تھیں۔ بلبن فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شہاب الدین غوری نے معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں اپنا پیغام رساں بھیجا تھا۔ محمود غزنوی اگر شش و پنج سے نکلا تو شیخ ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل۔ یہ مگر درست نہیں کہ وہ اس کے اقتدار میں لاہور آئے بلکہ اس کے بھائی اور جانشین مسعود کے دور میں۔ عصری اکابر سے متعلق اخبارات میں اظہار خیال گاہے مناسب نہیں ہوتا۔ اگر کتاب لکھ سکا تو واقعات سے واضح ہوگا کہ ہمارے عہد کی کتنی ہی اہم علمی اور انتظامی شخصیات نے نازک مواقع پر پروفیسر احمد رفیق اختر سے فیض پایا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کشف المحجوب آپ نے کتنی بار پڑھی ہے جواب یہ تھا پڑھی نہیں، مجھ پر بیت گئی ہے" شیخ ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا جو موضوع ہے اس پر ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا، مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اور اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری بھی اسی سے بحث کرتی ہے۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر خواجہ مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگیاں اسی فکر کے لیے وقف رہیں کہ

کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہد سے نخوت کے سوا
شغل بیکار ہیں، سب تیری محبت کے سوا

قرآن، حدیث، سیرت اور تاریخ میں انہماک۔ انسانی جبلتوں کا گہرا مطالعہ۔ یہ ریاضت کہ کائنات کیا ہے۔ زندگی نے کس طرح جنم لیا اور کن ادوار سے گزری۔ کون سی چیز ہے جو انسانی ذہانت کو اعلیٰ ترین سچائیوں کے ادراک سے روکتی ہے۔ انسانی اندازِ فکر کے کون سے مغالطے ہیں جو اسے ضدی، متعصب، خود پسند، جاہ پرست اور گاہے دین کا علمبردار ہونے کے باوجود ظالم اور سفاک بناتے ہیں۔ صرف صوفیوں نے سمجھا، بہت سوں نے لکھا لیکن اوّلین عہد کے بعد شیخ ہجویر جیسا کم ہی کوئی بیان کر سکا۔

سیاستدانوں سے خدا سمجھے۔ سلمان تاثیر شاید اب یہ کہیں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب ذمہ دار ہیں گویا اسلام آباد میں جو حملے ہوئے، ان کی ذمہ داری آصف علی زرداری پر عائد ہونی چاہیئے۔ ادھر اخبار نویس سلمان غنی کے مطابق جمعرات کی شب ساڑھے دس بجے وزیر اعلیٰ شہباز شریف نے اُن سے یہ کہا: وزیر داخلہ رحمٰن ملک نے وفاقی اداروں کو دہشت گردی سے متعلق معلومات پنجاب حکومت کو پہنچانے سے روک دیا ہے۔ لیاقت بلوچ بولے: جہاں سے رواداری اور محبت بٹتی تھی، اسی کو قتل گاہ بنا دیا۔ سچ کہا،

انہوں نے سچ کہا لیکن پھر وہ ان لوگوں سے سیاسی اتحاد کیسے کر سکتے ہیں، تین ماہ پہلے جن کے نمائندہ اجتماع نے بے گناہوں کی قتل گاہیں سجانے والوں کی مذمت سے انکار کر دیا تھا۔خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند سید ابوالاعلیٰ مودودی اگر زندہ ہوتے تو کیا یہی کرتے؟ 80 برس پہلے کیوں انہوں نے اپنا راستہ الگ کرنے کا فیصلہ کیا تھا؟ کانگرس کی ہم نوائی سے انہیں انکار تھا۔محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نہیں مگر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی جانب تو بہر حال وہ مائل تھے۔ان قاتلوں نے اگر شیخِ ہجویر کے مرقد کو ہدف بنانے کا فیصلہ کیا جو مذہب کے نام پر انسانوں کے ریوڑ بنانے کے آرزومند ہیں تو اس میں تعجب کیا۔مذہبی نہیں، ان کا ایجنڈہ سیاسی ہے۔اسی لیے برہمن اور ملحد تو انہیں گوارا ہیں لیکن قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاکستان سے وہ نفرت کرتے ہیں۔

روزنامہ جنگ، 3 جولائی 2010ء

حدیث: طَبرانی اَوسَط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''کوئی صبح وشام نہیں مگر زمین کا ایک ٹکڑا دوسرے کو پکارتا ہے، آج تجھ پر کوئی نیک بندہ گزرا جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکرِ الٰہی کیا؟ اگر وہ ہاں کہے تو اس کے لیے اس سبب سے اپنے اوپر بزرگی تصور کرتا ہے۔''

حدیث: صحیح مُسلِم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت۔''

حدیث: ابوداود نے ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''جو طہارت کر کے اپنے گھر سے فرض نماز کے لیے نکلا اس کا اجر ایسا ہے جیسا حج کرنے والے محرم کا اور جو چاشت کے لیے نکلا اس کا اجر عمرہ کرنے والے کی مثل ہے'' اور ایک نماز دوسری نماز تک کہ دونوں کے درمیان میں کوئی لغو بات نہ ہو علّیّین میں لکھی ہوئی ہے یعنی درجہ قبول کو پہنچتی ہے۔

(بہارشریعت، حصہ 3)

عطاءالرحمن

یہ معمہ حل ہونا چاہیے

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر دہشت گردی کے انتہائی ظالمانہ اور المناک ترین واقعے نے جہاں پوری قوم کو غم اور صدمے میں مبتلا کر دیا ہے وہیں توجہات اس جانب بھی مبذول ہوئی ہیں آخر اس مسئلے کا کوئی حل بھی ہے یا نہیں۔ حکمران پہلے تو الزام بازی کے کھیل میں مبتلا ہو گئے۔ یوں پہلا تاثر یہ قائم کیا کہ سب سے زیادہ غیر ذمہ دارانہ رویہ ان کا ہے۔ حالانکہ یہ وقت سیاست کرنے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کا نہیں تھا بلکہ سر جوڑ کر بیٹھ جانے اور ہمارے داخلی سلامتی کے نظام میں جہاں جہاں سقم پائے جاتے ہیں ان کی مکمل نشاندہی اور انہیں دور کرنے کی فوری اور موثر ترین تدابیر اختیار کی جائیں۔ سیکورٹی کے ذمہ دار اداروں کی باقاعدہ اور ہالنگ ہونی چاہئے۔ آخر دہشت گردی کا یہ پہلا واقعہ تو نہیں ہوا اس بلا نے کئی سالوں سے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ اگر کسی بڑے واقعے کو باہمی سیاست کی نذر کر دیا جائے تو اس میں دہشت گردوں کا حوصلہ بڑھتا ہے۔ وہ مزید اور زیادہ تباہ کن کارروائیوں کے لئے کمر باندھ لیتے ہیں۔ یہ تو اچھا ہوا میاں نواز شریف کی تجویز پر وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے اس سلگتے ہوئے موضوع پر قومی کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا ہے۔ اس کانفرنس میں جو فیصلے کئے جائیں گے سو کئے جائیں گے۔ وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہماری داخلی سلامتی کی ذمہ دار ایجنسیوں اور اداروں کے مابین خواہ وہ وفاقی سطح پر کام کر رہے ہیں یا صوبائی حکومتوں کے ماتحت ہیں مربوط اور نتیجہ خیز تعاون کی ضرورت ہے یہ وہ لازمی امر ہے جس کا کافی زیادہ فقدان ہے۔ اسی بنا پر ایک ادارہ اگر دہشت گردوں کے کسی گروہ یا فرد کی نشاندہی کرتا یا ان کی کمین گاہ اور ٹھکانے کا پتا لگا لیتا ہے تو دوسری اور زیادہ موثر ایجنسی کی جانب سے عدم تعاون کی بنا پر یا اگر اس کے پاس زیادہ اور ٹھوس معلومات ہیں تو ان کے تبادلے سے احتراز کی وجہ سے اس گروہ کے نیٹ ورک کو اکھاڑ پھینکنے میں مشکلات اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ امریکہ میں نائن الیون کے بعد جو بڑے بڑے اقدام کئے گئے ان میں یہ بھی تھا وہاں پر داخلی اور خارجہ سلامتی کی ذمہ دار سولہ ایجنسیوں کو جن میں "سی آئی اے" اور "ایف بی آئی" جیسی دنیا بھر میں پھیلے ہوئے وسیع نیٹ ورک کی حامل ایجنسیاں بھی شامل ہیں ان سب کو ایک بڑے ادارے کا حصہ بنا دیا گیا۔ جہاں جہاں سقم پائے جاتے تھے دور ہوئے۔ امریکیوں

نے اپنی سرحدوں کے اندر نائن الیون کے بعد کوئی دوسرا واقع نہیں ہونے دیا۔

دہشت گرد جو اسلحہ، گولہ اور بارود استعمال کرتے ہیں۔ انہیں لوہے یا پیتل کے اوزاروں میں بھی بند کیا جاتا ہے اور پلاسٹک کے cases میں بھی۔ دھات والے ہتھیاروں کو detect کرنا پولیس کے لئے ممکن ہوتا ہے لیکن پلاسٹک کے ہتھیار خفیہ طور پر ساتھ لے جائے جا سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے امریکہ، برطانیہ اور یورپ کے دوسرے ممالک میں ایسی ٹیکنالوجی یقیناً پائی جاتی ہوگی جسے کام میں لاکر پلاسٹک والے ہتھیاروں کا سراغ لگا لیا جاتا ہوگا۔ پاکستان کے ادارے یہ ٹیکنالوجی حاصل کر کے اسے اپنے یہاں کیوں نہیں لاگو کرتے۔ یہ اور دوسرے وہ اہم مسائل یا رکاوٹیں ہیں جنہیں فوری دور کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ آج پیر 5 جولائی کو جبکہ یہ سطور قلم بند کی جا رہی ہیں۔ وفاقی دارالحکومت کے اندر وزیراعظم کی صدارت میں سیکورٹی کے امور سے متعلقہ ایک اہم اجلاس ہو رہا ہے۔ جس میں خبروں کے مطابق وفاقی وزیر داخلہ چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ، تمام آئی جی پولیس اور سراغ رساں ایجنسیوں کے نمائندے شریک ہیں۔ اس اجلاس کو اس وقت تک اختتام کو نہیں پہنچنا چاہئے جب تک یہ طے نہیں ہو جاتا کہ وفاقی ایجنسیوں اور صوبائی پولیس میں عدم تعاون کی شکایات کا پوری طرح قلع قمع نہیں کر لیا جاتا۔ ایجنسیوں کو خود بھی ایک دوسرے کے ساتھ ایک مربوط نظام اور طے شدہ اہداف کے لئے کام کرنا چاہئے۔ ہمارے ملک کے اندر دہشت گرد تنظیمیں اور ان کے ساتھ جڑے ہوئے افراد کچھ ایسے ڈھکے چھپے نہیں۔ ان کی کمین گاہوں کا پتہ لگانا چنداں ناممکن نہیں۔ باخبر حکومتی حلقوں کا کہنا ہے بیشتر منصوبہ بندی وزیرستان کے علاقے میں ہوتی ہے اور اکثر و بیشتر واقعات میں وزیرستان کے افراد ہی تخریب کاری کو روبہ عمل لاتے ہیں۔ وزیرستان میں کون کون سرگرم عمل ہے اور صوبوں کے اندر کون سی تنظیمیں متحرک ہیں ان سے اعلیٰ حکومتی افراد اور ایجنسیوں کے اہل کار ہرگز بے خبر نہیں۔ پھر انہیں کیفر کردار تک کیوں نہیں پہنچایا جاتا یہ وہ سوال ہے جس کا معمہ بھی وزیراعظم کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں حل ہو جانا چاہئے۔

روزنامہ نوائے وقت، 6 جولائی، 2010

قبر میں بھی کر رہے ہیں کام زندوں سے بڑے
ارفع و اعلیٰ ہے بیداری سے خوابِ گنج بخشؒ

نذیر ناجی

اس زخم کا بھرنا سہل نہیں

داتا دربار کی مسجد پر حملہ طبل جنگ کے مترادف ہے۔ اگر ہم اسے بھی نہ سن سکے تو اپنی داستان' داستانوں میں ڈھونڈا کریں گے۔ یہ ایک عہد یا ایک نسل پر حملہ نہیں۔ صدیوں میں پھیلے روحانی اثاثوں اور آنے والی نسلوں کے یقین اور اعتقاد پر حملہ ہے۔ بے شک عوام میں شدید ردعمل سامنے آیا۔ لیکن روایتی بدنظمی اور عدم اتفاق کی جھلکیوں کے ساتھ۔ شاید اجتماعی طور پر ہم ابھی تک اس صدمے کی تاب نہیں لا سکے۔ یا ہم سکتے کے عالم میں ہیں۔ یا شدت غم سے ہمارے احساسات جامد ہو گئے ہیں۔ یا ہم خطرات کو سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھے ہیں۔ آخری بات مجھے زیادہ موزوں لگتی ہے۔ جو قوم مشرقی پاکستان کا سانحہ بھلا کر' دو مزید آمریتیں برداشت کر سکتی ہے' اس سے کیا توقع رکھی جا سکتی ہے؟ ہمیں تو ترجیحات کا تعین کرنا بھی نہیں آتا۔ ہم بے لباس ہونے کا خطرہ بھول کر اترے ہوئے کپڑوں کے داغ دھبے دھونے میں لگے ہیں۔ مستقبل کو فراموش کر کے' ماضی کی زینت و آرائش پر زور دے رہے ہیں۔ آج کے پوائنٹ سکور کرنے کے لئے' آنے والے کل کے سوالوں کا جواب ڈھونڈنا بھول چکے ہیں۔ گھاس میں چھپے سانپوں سے نظر ہٹا کر' بندروں کی طرح ایک دوسرے کی جوئیں نکال رہے ہیں۔ پاکستان کے قلب میں گہرا گھاؤ لگانے والے ہاتھ کو ڈھونڈنے کے بجائے یہ کہہ کر اپنی تسلی کر رہے ہیں کہ اس سانحے میں بیرونی دشمنوں کا ہاتھ ہے۔ کون سے بیرونی دشمن؟ سب کچھ ہمارے ملک کے اندر ہو رہا ہے۔ مارنے والے بھی یہیں کے ہیں اور شہید ہونے والے بھی۔ میں بار بار کہتا ہوں جب تک سیاست و اقتدار کے کھیل سے' ملائیت کو نہیں نکالا جائے گا' ہمارا یہی حشر ہوتا رہے گا بلکہ اس سے بھی برا ہو گا۔ حکومتیں اور علمائے کرام کے درمیان مذاکرات سے کوئی نتیجہ نکلنا معجزے سے کم نہیں ہو گا۔ کیونکہ بیشتر علمائے کرام اندر ہی اندر اس بات پر خوش ہیں کہ دہشت گردی نے ان کی اہمیت بڑھا دی ہے۔ حکومت ہر وار کے بعد' ان کی ناز برداریوں پر مجبور ہے۔ وہ اسلام کے نام پر دہشت گردی کرنے والوں کو اپنے مستقبل کی طاقت تصور کر رہے ہیں۔ کھل کر دہشت گردوں کی مذمت نہیں کرتے۔ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کی طرح ان کے مجرمانہ افعال کو غیر اسلامی قرار نہیں دیتے۔ ہر بیان اور ہر مشترکہ ردعمل میں وہ

درمیانہ موقف اختیار کرتے ہیں۔

باغباں بھی خوش رہے
راضی رہے صیاد بھی

ہوسکتا ہے میرا تاثر غلط ہو، مگر بیشتر علمائے کرام دل ہی دل میں خوش ہو رہے ہوں گے کہ دہشت گردی کی ہر واردات کے بعد ریاست کے حوصلے پست ہو رہے ہیں۔ سیاسی رہنماؤں کی ہمتیں جواب دے رہی ہیں اور وہ بہت جلد ان کی خدمت میں پیش ہو کے، ہاتھ جوڑتے ہوئے یہ کہنے والے ہیں کہ "حضور آپ ہی آگے بڑھیے اور نظام اسلام نافذ کر کے دہشت گردوں کے ہاتھ روکیے۔" کچھ پتہ نہیں کہ اندر سے کون کون سا مذہبی سیاستدان، دہشت گردوں کو خفیہ پیغام بھیج رہا ہو گا کہ "لگے رہو مجاہدو۔ فتح مبیں قریب ہے۔" جتنے مذہبی سیاستدان، علمائے کرام کے روپ میں ارباب اقتدار سے ملاقاتیں کرتے ہیں، وہ یہ بھی جانچتے رہتے ہیں کہ حکمرانوں کے حوصلے کہاں تک پست ہوئے اور ان کی ہمتیں کب تک ان کا ساتھ دیں گی؟

عراق اور افغانستان کے بعد عالمی کھلاڑیوں کی نظریں پاکستان پر جمی ہیں۔ عراق کے انتہا پسند مذہبی گروہوں کے ساتھ ڈیل کر کے امریکیوں نے اپنے معاشی مفادات کے تحفظ کا انتظام کر لیا ہے۔ اب اس انتظام کو مستحکم کرنے کا عمل جاری ہے۔ طالبان سے مذاکرات کے لئے سلسلہ جنبانی ہو رہی ہے۔ ان کے کچھ نمائندوں، افغان صدر حامد کرزئی اور ہمارے چیف آف آرمی سٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی کے درمیان مذاکرات کے لئے دو نشستیں ہو چکی ہیں۔ بات آگے بڑھنے کے امکانات روشن ہونے لگے تھے۔ اس موقع پر داتا دربار مسجد کا سانحہ ایک الگ تھلگ واقعہ نہیں۔ اس کے ساتھ بے شمار تاریں جڑی ہوئی ہیں۔ امریکہ، افغانستان میں اپنی مصیبتوں کا ذمہ دار پاکستان کو سمجھتا ہے۔ بے شک یہ بات سرکاری سطح پر نہ کہی جاتی ہو لیکن امریکی میڈیا اور تھنک ٹینکس میں کھل کر کہا جاتا ہے کہ اگر پاکستان افغانستان میں کارروائیاں کرنے والوں کی مدد نہ کرتا، تو اتحادی فوجوں کے خلاف اس قدر شدید کارروائیاں نہیں ہو سکتی تھیں۔ فوجی کمانڈروں نے تو یہ رپورٹیں بھی دی ہیں کہ پہلے دو سالوں میں وہ افغانستان پر اپنی گرفت مضبوط کر چکے تھے لیکن پاکستان نے عمدہ تربیت اور اسلحہ دے کر افغان مجاہدین کو طاقتور بنایا۔ اصل میں انہیں پاکستان کے خلاف جنگ کرنا پڑ رہی ہے۔ بارہا امریکی قیادت براہ راست فوجی مداخلت کے امکانات پر غور کر چکی ہے۔ ڈرون حملے درحقیقت پاکستان پر امریکی جارحیت

کا حصہ ہیں۔ ان کے بم ہماری سرزمین پر برس رہے ہیں اور بوٹ اتارنے کے امکانات پر غور کیا جارہا ہے۔ یہ بھی الگ تھلگ سوچ نہیں، خطے کی مجموعی صورتحال سے منسلک ہے۔ ایران کے خلاف فیصلہ کن اقدام کی تیاریاں تیزی سے جاری ہیں۔ عین اس موقع پر داتا صاحب مسجد میں ہونے والے دھماکے کی ایک تار ایران دشمن مہم سے بھی جڑی لگتی ہے۔ مسلمانوں میں درگاہوں اور مزارات کے احترام و تقدیس کے سوال پر اتفاق رائے نہیں پایا جاتا۔ کئی انتہاپسند گروہ اسے قبر پرستی اور بعض شرک سمجھتے ہیں۔ دوسری طرف بزرگوں اور اولیائے کرام سے عقیدت رکھنے والے جنون کی حد تک ان متبرک ہستیوں سے محبت کرتے ہیں۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی مسجد میں دہشت گردی کا یہ سانحہ دلوں کو جتنے گہرے زخم لگا گیا، اس کا فی الحال اندازہ کرنا مشکل ہے۔ مگر ایک بات بتا دوں کہ یہ زخم بھولنے والا نہیں۔ انتقام کا جذبہ بہت طاقتور ہوتا ہے۔ انسانی تاریخ میں رونما ہونے والے بڑے واقعات کا شمار کیا جائے، تو ان میں 80 فیصد انتقام کے نتیجے میں ہوئے اور 20 فیصد محبت کے۔ اس شرح میں کوئی کمی ہوئی تو وہ محبت کے کھاتے میں ہوگی۔ لال مسجد کا سانحہ زیادہ پرانا نہیں۔ اس کے نتیجے میں جتنی دہشت گردی اب تک ہو چکی ہے، اس کا کسی کو اندازہ نہیں تھا۔ یہ تو داتا دربار ہے۔ محبت کرنے والے لوگوں کا مرکز۔ مگر جو زخم ان محبت کرنے والوں کی روحوں پر لگایا گیا ہے، دعا کریں کہ وہ خون کے بغیر مندمل ہو جائے۔ ورنہ مجھے ڈر ہے کہ داتا کے ملنگ اگر جوابی کارروائی پر اتر آئے، تو خدا جانے کیا سے کیا ہو جائے؟ ایک اور بات ذہن نشین رہے کہ اسلام کے نام پر ہونے والی دہشت گردی کی موجودہ لہر سے صرف اہل سنت والجماعت متاثر نہیں ہوئے تھے۔ دہشت گردوں میں ہر فرقے کے لوگ نظر آتے رہے ہیں۔ میں صرف طالبان کی بات نہیں کر رہا، ہر طرح کے دہشت گردوں کا حوالہ دے رہا ہوں۔ فرقہ واریت پر مبنی دہشت گردی بھی اس میں شامل ہے۔ متعدد فرقوں سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں نے دوسرے فرقوں کے خلاف دہشت گردی کی لیکن تحریک اہل سنت یا دوسرے الفاظ میں پیروں فقیروں اور بزرگوں سے عقیدت رکھنے والے بندگان خدا، کبھی خونریزی کی طرف راغب نہیں ہوئے۔ خدانخواستہ تحریک اہل سنت سے تعلق رکھنے والے مشتعل ہو گئے، تو پھر بات کہیں سے کہیں پہنچ سکتی ہے۔ ہمارے ایک طرف روشن اور تابناک مستقبل ہے، جس کی میں اکثر خبریں دیتا رہتا ہوں۔ میں اب بھی پاکستان کے مستقبل سے مایوس نہیں۔ مگر دوسری طرف یہ بھی اندیشہ ہے کہ ہماری سیاسی، مذہبی اور انتظامی قیادتوں نے ہوشمندی سے کام نہ لیا، تو تباہی کا خطرہ بھی کچھ کم نہیں۔

روزنامہ جنگ، 7 جولائی 2010ء

طیبہ ضیاء

درگاہوں پر سوگ کا عالم۔۔۔!

داتا دربار کی قیامت صغریٰ پر سوگ کا سلسلہ جاری ہے۔جس شخص سے ملو جس راستے سے گزرو داتا صاحب کے مزار پر ہونے والی اندوہناک دہشت گردی کا ذکر ہو رہا ہے بجز ان افراد کے جو دھماکوں کے عادی ہو چکے ہیں اور ہر دھماکے پر ایک ہی جملہ کہتے ہیں کہ "کوئی نئی بات کریں دھماکے تو اس ملک کا معمول بن چکا ہے"۔۔۔اتنی بے حسی بھی ٹھیک نہیں۔ہر دھماکے پر یوں محسوس ہونا چاہئے کہ یہ ہمارے گھر میں ہوا ہے۔شہید ہونے والے ہمارے اپنے ہیں۔ملک میں ہونے والی ہر قیامت ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔۔۔تمام درگاہوں پر تعزیت کا ماحول چھایا ہوا ہے۔داتا دربار کے سانحہ سے دل بے حد غمگین ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کے مرید حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پاکپتن پہنچی۔وہاں بھی سارا شہر اداس تھا۔لوگ افسردہ تھے۔بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا احاطہ سنسان تھا۔جہاں کبھی رونقیں ہوا کرتی تھیں بہت کم زائرین دکھائی دیئے انہیں بھی سکیورٹی والے کسی ایک جگہ بیٹھنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔گو کہ سکیورٹی چاق و چوبند تھی مگر درگاہ کی مکمل حفاظت کی کسی کے پاس گارنٹی نہیں ہے۔خودکش دھماکہ نہایت ظالمانہ فعل ہے۔

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار میں جانے کے دو راستے ہیں جن میں سے قدیم ترین راستہ جو بازار سے ہو کر مزار تک جاتا ہے بند کر دیا گیا ہے۔صرف نیا تعمیر شدہ راستہ استعمال ہو رہا ہے۔زائرین کو بازار تک پہنچنے کی سہولت نہیں رہی۔مزار پر حاضری کے بعد تقسیم لنگر کے لئے بازار گئی تو دکانیں کھلی تھیں جبکہ رونقیں خاموش تھیں۔یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ولیوں کے سردار شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سانحہ پر غمزدہ ہیں۔مزار سے بازار تک عجیب سوگواری کا عالم تھا۔دیگوں، پھولوں، کتابوں اور دیگر اشیاء فروخت کرنے والے دکانداروں نے بتایا کہ داتا دربار رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ کی وجہ سے لوگ سہم گئے ہیں اور کچھ سکیورٹی کی وجہ سے پریشان ہیں کہ انہیں درگاہ کے احاطے میں زیادہ دیر تک بیٹھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔سبب جاننا چاہا تو ہر طرف سے ایک ہی جواب سنائی دیا کہ "بزرگ ہم سے ناراض ہو گئے ہیں۔ہم پر اللہ کا عذاب آ گیا ہے"۔"آواز خلق کو نقارہ خدا سمجھو" کہا جاتا ہے۔عام و خاص کی زبان پر جو ہے وہی اللہ کا جواب ہے۔اللہ تعالیٰ سے شکوہ تو عام ہے مگر جواب شکوہ "سنی ان سنی" کر دیا جاتا ہے۔عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔آنکھوں پر پٹی باندھ لی جاتی ہے۔اس عذاب کا علاج جاننا چاہا تو ہر طرف سے ایک ہی آواز سنائی دی کہ "ہمارے عملوں کی سزا ہے"۔جھوٹ

،فریب، بے ایمانی عام ہے۔ بزرگ آخر کب تک برداشت کرتے۔ بابا رحمۃ اللہ علیہ اور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگان دین نے محنتیں، مشقتیں اور قربانیاں اس لئے تو نہیں دی تھیں کہ توحید اور رسالت کی توہین کی جائے۔ پیغام حق کی بے حرمتی کی جائے۔ بلا شبہ حکمرانوں کے ظلم نے ملک کو اندھیر نگری بنا دیا ہے مگر عوام اپنے گناہوں اور جرائم کا سارا بوجھ حکمرانوں پر لاد کر پارسا مت بنیں۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے احاطے میں قوالی کا سلسلہ بھی بند کر دیا گیا ہے۔ احاطہ سنسان تھا۔ پولیس کے ایک اہلکار سے جب پوچھا تو اس نے بتایا کہ سکیورٹی کی خاطر ان کا داخلہ بند کر دیا گیا ہے۔ اگر یہ سلسلہ یونہی جاری رہا تو لاہور میں حضرت شاہ جمال رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے نیچے احاطے میں ہر جمعرات کو ہونے والا" سائیں پپو کا ڈھول اور اس کے ساتھ مستی اور دھمال" بھی بند ہو کر رہے گا۔ مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی کہ پاکپتن میں بھی اکثریت ''نوائے وقت'' پڑھتی ہے۔ میں ''نوائے وقت'' سنڈے میگزین کے لئے تصاویر لے رہی تھی ۔ وہاں سب لوگ میرا سنڈے میگزین میں سلسلہ وار مضمون باقاعدگی سے پڑھتے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ انتہاء پسندی کے اس دور میں تصوف اور اولیاء کرام کے حقیقی مقام کو جاننے اور سمجھنے کی اشد ضرورت ہے۔ جہالت اس قدر عام ہوتی جا رہی ہے کہ بزرگان دین کی زندگیوں کا حاصل پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ جن ہستیوں کی وجہ سے آج ہم مسلمان ہیں ان کو فراموش نہیں کیا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ داتا دربار رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ لمحہ فکریہ ہے۔ پاکستان کے حالات یہ ہو گئے ہیں کہ لوگ سمجھاتے ہیں کہ جمعرات کو کسی مزار اور جمعہ کو کسی بازار جانے سے گریز کرو۔۔۔ اور باقی پانچ دن۔۔۔؟ موت کا ایک دن معین ہے پھر نیند رات بھر کیوں نہیں آتی۔۔۔؟ موت کا اتنا خوف نہیں جتنا خوف بعد از موت کا ہونا چاہئے ۔ مزاروں، بازاروں اور مساجد کی رونقیں موت کے خوف سے نہیں انجانے خوف سے بے رونق ہو رہی ہیں۔ انجانا خوف موت نہیں ضمیر کی چیختی چلاتی آواز ہے۔ جن لوگوں نے اس آواز کا گلا گھوٹ دیا ہے انہیں عرف عام میں "بے غیرت" کہا جاتا ہے اور یہ طبقہ پاکستان میں عذاب و زوال کا اصل مجرم ہے۔ احاطے سنسان ہو رہے ہیں۔ منبر خاموش ہو رہے ہیں۔ مساجد بکھر رہی ہیں۔ بازار ویران ہو رہے ہیں۔ بزرگ ناراض ہو رہے ہیں۔ درگاہیں اور درسگاہیں غیر محفوظ ہوتی جا رہی ہیں۔۔۔ اگر کچھ محفوظ ہے تو وہ اسلام ہے۔ مسلمانوں کی زبوں حالی سے اسلام متاثر ہونے والا نہیں۔ اسلام آقاء نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل ہوا اور اس کی حفاظت کا ذمہ اسلام نازل کرنے والے پر ہے۔ اسلام کو کوئی خطرہ نہیں ہے البتہ مسلمان تشویشناک خطرات سے دوچار ہیں۔ مسلمان اپنی مسجدوں، مدرسوں اور احاطوں کی فکر کریں۔ مزاروں کا معاملہ اللہ جانے اور اہل مزار جانیں۔۔۔!!

روزنامہ نوائے وقت، 9 جولائی، 2010ء

کشور ناہید

داتا! تری نگری کے ساتھ کیا ہوا....

میرے جتنے ہندو، سکھ اور بدھسٹ دوست ہیں جب وہ لاہور آتے ہیں۔ کبھی نہیں بھولتے وہ دا
صاحب جانا۔ ہمیشہ کہتے ہیں بڑا سکون ملتا ہے۔ گولڈن ٹمپل ہو کہ داتا صاحب کہ نظام الدینؒ کہ اجم
شریف، نجانے ان جگہوں میں کیا طلسم ہے کہ انسان کا دعا پڑھ کے اٹھنے کو جی نہیں کرتا ہے مگر وہ کون
شقی القلب کہ جنہوں نے عبادت میں مصروف لوگوں کو زندگی سے جدا کر دیا۔ دو سو گھرانوں کو سوگو
کر دیا۔ اب مجھے رحمن بابا کے مزار پر کیا جانے والا حملہ بھی یاد آ رہا ہے۔ ساری محرابیں حتیٰ کہ مزار کا آد
حصہ برباد ہو گیا تھا۔ اب سب ادیبوں نے اسلام آباد اور پشاور کے مل کر رحمن بابا کے مزار پر حاضری د
اور ان مزدوروں کے کام میں ہاتھ بٹایا جو ظاہری طور گرے ہوئے گنبدوں کو سہارا دے رہے تھے
لوگ پوچھتے ہیں یہ کون لوگ ہیں جو معرفت کے ان عظیم مفکروں کے مزاروں کو بھی اجاڑنا چاہتے ہیں
جن بچوں کو تربیت دی جاتی ہے خودکش دھماکوں کی، ان کو کہا جاتا اور سکھایا جاتا ہے کہ ان علاقوں
جانب جاؤ جہاں بہت لوگ ہوں تاکہ نقصان زیادہ ہو اور لوگ حکومت سے متنفر ہوں۔ یہ بچے جن کی
20 سال کے قریب تھی۔ ان کو کیا معلوم کہ داتا صاحب کون ہیں۔ ان کو کیا خبر کہ کشف المحجوب میں کیا
کیسے برداشت اور محبت کی تلقین کی گئی ہے۔ ان کو کیسے خریدا یا ورغلایا جاتا ہے، اس کا احوال تو خود آ
ایس پی آر کے کرنل ٹیلی ویژن پر بتا چکے ہیں۔

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ غزنی سے آئے تھے۔ آج غزنی میں بھی زندگی دو بھر ہے اور لاہور میں د
صاحب کمپلیکس برے حال میں ہے۔ یہ تو وہ جگہ ہے کہ جہاں سونے کا دروازہ شہنشاہ ایران نے تح
دیا تھا اور ہزاروں بھوکے اور غریب داتا صاحب کے لنگر خانے سے پیٹ بھرتے تھے۔ ہم یہ بھی
سکتے ہیں کہ داتا صاحب میں مزار کے پاس جو توشہ خانہ اور صدقے کے پیسوں کے جو بکسے رکھے ہو
تھے اس میں عقیدت مند روزانہ اتنی دولت ڈالتے تھے کہ لاہور کارپوریشن نہ بھی ہو تو بھی پورے لاہو
خرچہ اس آمدنی سے چل سکتا تھا۔ میں یہ بات اس لئے کہہ رہی ہوں کہ بیس برس پہلے میں بھی خواتین
ایک کمیٹی میں شامل تھی جو چڑھائی جانے والی چادروں سے جہیز تیار کرتی تھی اور ہر ماہ کم از کم بچا
لڑکیوں کو جہیز دیا جاتا تھا۔ یہ بھی غور طلب بات ہے کہ اس کمیٹی کی بہت سی ممبران، جاتے وقت،
زردے کی تھالیاں بھر کر اپنے گھروں کی سمت جاتی تھیں۔

داتا صاحب سے عقیدت کا یہ حال تھا کہ لوگ چیک سائن کر کے اس میں رقم بھی نہیں لکھتے تھے مگر خورد برد کرنے والے کہاں نہیں ہوتے ہیں یہ سلسلہ اس وقت سے چل رہا ہے جب سے اوقاف کا محکمہ قائم کیا گیا۔ آخران حرکتوں کا ادبار کبھی تو آنا تھا۔

پیچھے مڑ کر دیکھیں تو ایسے خود کش حملے آج سے کئی برس پہلے، بری امام کے عرس کے موقع سے شروع ہوئے تھے۔ پھر بعد میں پختونخوا کے مختلف علاقوں میں یہ سلسلہ چلا۔ احمر حمزہ شنواری کے مزار پہ حملہ کیا گیا، نوشہرہ میں بہادر بابا کے مزار کو اڑا دیا گیا۔ سوات میں کئی گدی نشینوں کو قتل کیا گیا اور ان ی لاش کو چوک میں لٹکا یا گیا۔

دنیا بھر سے جتنے سیاح آتے ہیں۔ وہ جمعرات کو شاہ جمال کے مزار پر پپو سائیں کا ڈھول سننے جاتے ہیں۔ کیا اب وہ بھی ختم کر دیا جائے گا۔ بی بی پاک دامن کے مزار پر عورتیں دعائیں مانگنا چھوڑ دیں گی۔ مرحوم پروفیسر اسلم، تاریخ والے بتایا کرتے تھے کہ لاہور کے ہر چوک اور ہر محلے میں ایک پیر کی قبر موجود ہے۔ کچھ لوگوں کو تو ہم نے اپنی زندگی اور یادداشت میں پیر کا درجہ حاصل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ واصف علی واصف، اشفاق احمد کے گھر، ہم لوگوں کے ساتھ بیٹھے گفتگو کیا کرتے تھے۔ عام آدمی کی طرح جئے۔ یوسف کامران کی وفات کے بعد، مجھے تسلی دینے ہر روز آیا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے سال بھر بعد، سنا اور دیکھا کہ باقاعدہ عرس ہو رہا ہے اور یہ کام روز بروز بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ جب تک یونس ادیب زندہ تھا وہ ساغر صدیقی کا عرس کیا کرتا تھا۔ اس زمانے کا ایک مشہور بدمعاش (اس زمانے میں چند ہی بدمعاش ہوتے تھے) وہ عرس کے موقع پر دیگیں دیسی گھی میں پکوا کر لایا کرتا تھا۔ آج بھی آپ میانی صاحب کے قبرستان میں چلے جائیں جگہ جگہ درگاہیں بنی ملیں گی اور چڑھاوے جس میں چادریں اور دیگیں دونوں شامل ہیں۔ وافر مقدار میں نظر آئیں گی۔ وہ لوگ جن کے پاس پیسہ ہے وہ ان غریب غرباء کو دے دیا کریں کہ جو بچوں سمیت خودکشی کرنے پہ مجبور ہوتے ہیں تو یہ نوبت نہ آئے۔ میں نے تو شاہ لطیف کے مزار پہ بیٹھے مرید کو سو روپے رشوت دے کر، آگے بڑھ کر چادر چڑھانے والی عورتیں بھی دیکھی ہیں۔ بھنگ پی کر دوشالے لئے ہوئے فقیر بھی دیکھے ہیں کہ انہوں نے شاہ حسین کے مزار کے گرد ہالہ کیا ہوا ہوتا ہے۔ یہی حال میں نے بہاؤالدین زکریا کے مزار پر دیکھا ہے اور بلھے شاہ کے مزار پر بھی دیکھا ہے ہر چند اس کو آپ ضعیف الاعتقادی بھی کہہ سکتے ہیں مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ لوگوں کو بے دردی سے مار دیا جائے...... داتا کی نگری کو اجاڑنا کسی طور پر بھی درست نہیں ہے۔

روزنامہ جنگ، 8 جولائی 2010ء

عطاء الحق قاسمی

نئے دور کے خارجی

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر حملے کو کئی دن گزر چکے ہیں مگر اس کا زخم دنوں میں مندمل ہونے والا نہیں اور یہ وہ صدمہ نہیں جو آسانی سے بھلایا جا سکے بلکہ اس کی کسک برسوں محسوس کی جائے گی۔ یہاں برطانیہ میں مقیم مسلمانوں کے دل بھی اس سانحہ سے زخمی ہیں اور کوئی محفل ایسی نہیں جہاں اس کی بازگشت نہ سنائی دیتی ہو؟ لوٹنمیں راجہ نثار، ڈڈلی میں منصور آفاق اور برمنگھم ساؤتھ کالج میں عنصر کی طرف سے منعقدہ محفلوں کے اختتام پر بھی یہ دہشت گردی موضوع گفتگو بنی، میں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ پاکستان میں دہشت گردی کی جتنی وارداتیں ہوئی ہیں اگرچہ ان میں اس سے کہیں زیادہ خونریزی ہوئی لیکن داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار میں ہونے والی دہشت گردی اپنے نتائج کے لحاظ سے سب سے خطرناک تھی چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر سر جوڑ کر بیٹھیں اور کوئی ایسا لائحہ عمل مرتب کریں جس سے دشمن وہ نتائج حاصل نہ کر سکے جن نتائج کے حصول کے لئے اس نے یہ اسلام دشمن اور پاکستان دشمن کارروائی کی تھی۔

پاکستان میں کچھ حلقے دہشت گردی کی ان کارروائیوں کا خاتمہ ان بے گناہ پاکستانی شہریوں کی شہادت سے جوڑتے ہیں جو امریکی ڈرون حملوں میں آئے دن شہید ہوتے رہتے ہیں یا وہ اس حوالے سے لال مسجد کا سانحہ درمیان میں لاتے ہیں مگر وہ پاکستانی عوام کو قائل نہیں کر سکے کہ پاکستان کی شہری آبادیوں پر جو حملے یہ دہشت گرد کرتے ہیں اور اس میں جو لوگ شہید ہوتے ہیں ان کا ڈرون حملوں یا لال مسجد کے سانحہ سے کیا تعلق ہے؟ اس حوالے سے تو ان کے اپنے جذبات بہت شدید ہیں اور وہ امریکہ اور اس کے ایجنٹ پرویز مشرف کو کبھی معاف نہیں کر سکے لیکن دہشت گرد انہیں بھی بے دردی سے شہید کر دیتے ہیں کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ اسلام دشمن اور پاکستان دشمن لوگ خود امریکہ کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے ہیں؟ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پرانوار پر حملہ کے بعد یہ سوال زیادہ شدت کے ساتھ سامنے آیا ہے۔ دہشت گردوں کی صفائیاں پیش کرنے والے یہ طبقے بتائیں کہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ڈرون حملوں یا لال مسجد کے سانحہ سے کیا تعلق ہے؟ عبادت گزاروں پر حملوں کا یہ

سلسلہ اگرچہ تازہ نہیں لیکن حالیہ سانحہ نے تو پچھلے سارے زخم بھی نئے سرے سے ہرے کردیئے ہیں!
میں گزشتہ دو ہفتوں سے یورپ میں ہوں چنانچہ اخبارات کا مطالعہ نہیں کرسکا تاہم ایک دوست نے
بتایا کہ جماعت اسلامی نے ایک طرف تو داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حملے کی مذمت میں احتجاجی ریلی نکالی اور
دوسری طرف امیر جماعت سید منور حسن سے خودکش حملوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے
جواب دیا "یہ ڈرون حملوں سے کم تر برائی ہے" میں نہیں جانتا یہ بیان مجھ تک صحیح شکل میں پہنچا ہے یا نہیں
لیکن اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس میں بھی خودکش حملوں کو کھینچ تان کر ڈرون حملوں سے جوڑنے کی کوشش
بہرحال کی گئی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتا کہ سید منور حسن اور ان کے ہم زاد عمران خان دونوں زیرک
سیاستدان ہیں مجھے ان کی اسلام اور پاکستان دوستی پر بھی کوئی شبہ نہیں لیکن سمجھ نہیں آتا یہ کس راہ پر چل
پڑے ہیں اور کیوں چل پڑے ہیں؟ یہ ڈرون حملوں کی الگ سے اور دہشت گردی کی کارروائیوں کی
الگ سے غیر مشروط مذمت کیوں نہیں کرتے، یہ کیوں ثابت کرنے میں لگے رہتے ہیں کہ دہشت گرد
دراصل مجاہد ہیں جو امریکہ کے خلاف جنگ میں مشغول ہیں اور ان کی کارروائیوں کو ناپسندیدہ قرار دیتے
ہوئے بھی وہ انہیں "ردعمل" کا نتیجہ بتاتے ہیں اور یوں بالواسطہ ان کے لئے "دلوں میں نرم گوشہ پیدا
کرنے کی کوشش کرتے ہیں! میرے نزدیک پاکستان کو درپیش آنے والے سانحوں کی طرح یہ طرزِ فکر
بھی ایک سانحہ ہی ہے!

مجھے لگتا ہے کہ جو دہشت گرد عام مسلمانوں کو بے دردی سے شہید کررہے ہیں اور اس پر نادم
ہونے کی بجائے وہ خود کو جنت کا حقدار سمجھتے ہیں وہ دراصل آج کے دور کے خارجی ہیں جو اپنے علاوہ باقی
سب مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ ان کی اس سوچ کو ہمارا دشمن ایکسپلائٹ کررہا ہے چنانچہ انہیں مالی
امداد اور اسلحہ انہی کی طرف سے فراہم کیا جاتا ہے۔ کچھ عرصے سے انہوں نے بزرگان دین کے مزاروں
پر بھی حملوں کا سلسلہ شروع کررکھا ہے جس کا کلائمکس حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حملے کی
صورت میں سامنے آیا ہے حالانکہ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کسی بھی فرقے سے وابستہ کوئی بھی مسلمان
مزاروں پر سجدہ نہیں کرتا اور نہ بزرگان دین سے براہ راست مدد مانگتا ہے، یہ سب ایک خدا کو ماننے
والے ہیں اور اسی سے مدد کے طالب ہوتے ہیں لیکن ان کے نزدیک مزاروں سے ملحقہ مساجد میں
نمازیں اور تہجد ادا کرنے والے بھی مشرک ہیں چنانچہ وہ "جنت کمانے کے لئے" ان مقدس مقامات پر

حملہ آور ہوتے ہیں، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں نفرت کے یہ بیج بونے والے کون ہیں؟ کہا جاتا ہے کہ کسی بھی دینی مدرسے میں دہشت گردی کی تربیت نہیں دی جاتی نیز یہ کہ ان مدرسوں کا کوئی طالب علم دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث نہیں۔ میں نہیں جانتا اس دعوے میں کتنی حقیقت ہے لیکن اس حقیقت سے بھی بہر حال انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ذہنوں میں یہ نفرت انگیز سوچ بہر حال مذہبی پیشواؤں ہی کی بوئی ہوئی ہے جس کی فصل آج پوری قوم کو کاٹنا پڑ رہی ہے چنانچہ اس سوچ کا قلع قمع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مسجدوں اور امام بارگاہوں میں متنازع مسائل پر تقریروں پر پابندی عائد کی جائے، دنیا کے 95 فیصد اسلامی ممالک میں جمعہ کے خطبے کے موضوعات دیئے جاتے ہیں چنانچہ علمائے کرام ان اجتماعات میں جھوٹ، غیبت، رشوت، ملاوٹ اور دوسری معاشرتی برائیوں کے خلاف اظہارِ خیال کرتے ہیں یا اسلام کے بنیادی احکام کو موضوع گفتگو بناتے ہیں۔ مجھے لگتا ہے جو فرقہ پرستی کا کینسر ہمارے معاشرے کے رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے اسے کاٹ پھینکنے کے لئے یہ ''سرجری'' وقت کی اہم ضرورت ہے۔ مجھے علم ہے کہ اس رستے میں شدید رکاوٹیں آئیں گی لیکن اب ہم نے طے کرنا ہے کہ ہم نے پاکستان کو بچانا ہے یا اسے 2010 کے ان خارجیوں کے ہاتھ میں یرغمال بنائے رکھنا ہے جو اپنے علاوہ سب کو کافر سمجھتے ہیں۔

روزنامہ جنگ، 8 جولائی 2010ء

حدیث: امام احمد و نسائی و ابن ماجہ نے ابوایوب انصاری و عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس نے وضو کیا جیسا حکم ہے اور نماز پڑھی جیسی نماز کا حکم ہے، تو جو کچھ پہلے کیا ہے معاف ہو گیا۔

حدیث: امام احمد ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو اللہ کے لیے ایک سجدہ کرتا ہے، اس کے لیے ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 3)

عارف نظامی

انسداد دہشت گردی کی قومی پالیسی....

قوم برصغیر کے انتہائی مقدس اور قابل احترام صوفی بزرگ حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر دہشت گردوں کے بزدلانہ حملے کے پس منظر میں بری طرح تقسیم دکھائی دیتی ہے۔ اس اہم مسئلے پر مرکز اور پنجاب کے درمیان ایک متحدہ محاذ بنانے کے بجائے دونوں کے درمیان الفاظ کی جنگ اور الزام بازی اپنی انتہا پر ہے۔ واقعے کے فوراً بعد پنجاب حکومت وزیراعلیٰ میاں شہباز شریف کی قیادت میں انتہائی صدمہ سے دوچار دکھائی دی اور اس نے اس ننگی حقیقت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ پنجاب ملک میں دہشت گردی کے فروغ کا بڑا مرکز بن چکا ہے۔ جب بھی یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ دہشت گردی کے ان حملوں کے ذمہ دار پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں اور دہشت گردی کی تربیت گاہیں اور محفوظ ٹھکانے پنجاب ہی میں واقع ہیں پاکستان مسلم لیگ کی قیادت کی جانب سے شدید ردعمل ظاہر کیا جاتا ہے۔ تازہ ترین انکشاف یہ ہوا کہ جی ایچ کیو نے بھی دہشت گردی کے خلاف بے عملی اور پنجابی طالبان کے خلاف کارروائی نہ کرنے پر پنجاب حکومت سے ناراضی کا اظہار کیا اور اس سے وزیراعلیٰ حیران رہ گئے۔ پنجاب کے پارلیمانی بجٹ کے بارے میں ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ سال ساڑھے آٹھ کروڑ روپے مذہبی تنظیموں میں تقسیم کئے گئے اور اس رپورٹ کو ناقدوں نے اپنے اس موقف کی حمایت میں استعمال کیا کہ پاکستان مسلم لیگ اور جہادی تنظیموں کے درمیان تعلق قائم ہے۔

پی پی پی کی قیادت پنجاب حکومت کی بے بسی کے تماشے سے خوب لطف اندوز ہو رہی ہے۔ شکر ہے کہ اس موقع پر وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے اپنے سچے مفاہمتی اسٹائل میں بیان جاری کیا کہ پیپلز پارٹی پنجاب میں حکمراں اتحاد کا حصہ ہے اس لئے یہ مطالبہ کہ اس واقعے پر پنجاب حکومت کو مستعفی ہو جانا چاہئے استہزائیہ ہے۔ ان کی جانب سے صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے تمام صوبوں کے وزرائے اعلیٰ کا اجلاس بلانے اور میاں نواز شریف کی اس تجویز سے اتفاق کرنے کہ دہشت گردی پر ایک قومی کانفرنس بلائی جائے، ماحول کے تناؤ کو بڑی حد تک کم کر دیا۔ تاہم یہ یاد رہے کہ بغیر کسی موثر تیاری اور گراؤنڈ ورک کے اس کانفرنس سے کچھ نہیں حاصل ہوگا۔ شاید اسی وجہ سے اس مجوزہ کانفرنس کے

ایجنڈے اور تاریخ کے انعقاد کا اعلان نہیں کیا گیا۔

یہ کہنا حقیقت کے خلاف نہیں ہوگا کہ قوم کو ایک قابل عمل، متفقہ اور جامع انسداد دہشت گردی اور انسداد عسکریت پسندی کی پالیسی کی سخت ضرورت ہے تا کہ اس بیماری کا مقابلہ کیا جا سکے جو غیر معمولی تیز رفتاری سے ریاست کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔ انتظامی اور قانونی اقدامات سے قطع نظر اس مسئلے کے کثیر جہتی خارجہ پالیسی، تزویراتی، اقتصادی اور سماجی پہلو ہیں۔ تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں، مسلح افواج اور انٹیلی جنس ایجنسیوں کو اس پالیسی سے متفق ہونا چاہئے۔ تمام سیاسی جماعتوں اور مذہبی قوتوں کی اس مسئلے کے حل کے سلسلے میں اپنی الگ الگ توجیحات ہیں اور ان کے درمیان اختلاف رائے ایک بدیہی حقیقت ہے۔ بعض سیاسی جماعتیں ایسی اسلامی ریاست میں یقین رکھتی ہیں جو طالبان کے نظریات کے مماثل ہو جبکہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان کی مدد کرتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ اگر امریکہ افغانستان سے نکل جائے تو مسئلہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ دیگر اس مسئلے کی وجہ ڈرون حملوں اور اس کے نتیجے میں معصوم شہریوں کی بے پناہ ہلاکتوں کو قرار دیتے ہیں۔ بہر حال جو بھی صورت حال ہو ان عناصر کو مذاکرات کی میز پر لانے کی اشد ضرورت ہے جو مفاہمت چاہتے ہیں اور ان کا مقصد دہشت گردی سے نجات ہے۔ مختلف مذہبی جماعتوں اور علماء نے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر دھماکوں کی شدید مذمت کی۔ ضرورت ہے کہ ان مختلف مکاتب فکر کے درمیان اتفاق پیدا کیا جائے۔ سب سے زیادہ پریشان کن عامل سیاستدانوں کی حقیقت سے پہلو تہی ہے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ دہشت گردی کی صورت حال کو سنجیدگی سے لینے کے بجائے سیاستدانوں نے اسے سیاست بازی اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ پاکستان مسلم لیگ ن، پی پی پی اور اس کے اتحادی ملک کے وسیع المشرب سیاسی مکاتب کی نمائندگی کرتے ہیں۔ دونوں جماعتیں لفظوں کی جنگ میں مصروف ہیں اور انہوں نے پورے سیاسی عمل کو گندا کر کے رکھ دیا ہے۔

پاکستان مسلم لیگ یہ محسوس کرتی ہے کہ اسے جان بوجھ کر نشانہ بنایا جا رہا ہے، جب بھی کہا جاتا ہے کہ دہشت گردوں کا تعلق صوبہ پنجاب سے ہے میاں نواز شریف اور ان کے چھوٹے بھائی میاں شہباز شریف کے مطابق جو صوبے کے وزیر اعلیٰ بھی ہیں دہشت گردوں کو کسی ایک علاقے سے مخصوص قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تاہم یہ دعویٰ کرنا کہ دہشت گرد کسی خاص خطے یا خاص مذہب سے تعلق نہیں رکھتے محض ایک

رائے ہے۔کون اس نا قابل تردید حقیقت سے انکار کرسکتا ہے کہ لاہور کے حالیہ واقعات میں پنجاب کے عناصر ملوث تھے؟ دہشت گردی کے گزشتہ واقعات خیبر پختونخوا تک محدود تھے لیکن اب لاہور ان کا خصوصی نشانہ تھا۔گزشتہ چند ہفتوں میں احمدیوں کی عبادت گاہوں کونشانہ بنایا گیا ہو، مال روڈ پر وڈیو شاپس پر حملے ہوئے ہوں یا حالیہ داتا دربار کا قتل عام ہو، یہ سب میاں نواز شریف کے مشاہدے میں ہیں۔اپنے گزشتہ ردعمل سے قطع نظر جو احمدیوں کی عبادت گاہوں پر حملوں کے بعد سامنے آیا وزیر اعلیٰ کی پریشانی اور تردد سمجھ میں آنے والا ہے کہ انہوں نے فوراً سائیٹ کا دورہ کیا اور نشانہ بننے والوں کے لئے معاوضہ کا اعلان کیا۔ دریں اثنا انہوں نے اپنی انتظامیہ کی جانب سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول کرنے یا نااہلی کا الزام تسلیم کرنے سے انکار کیا۔اس کے بجائے انہوں نے پنجاب کے ساتھ وفاق کی جانب سے انٹیلی جنس کا تبادلہ نہ کرنے کا الزام لگایا۔اس الزام کی وفاقی وزیر داخلہ رحمن ملک نے فوراً تردید کردی۔

میاں شہباز شریف کو اس کا کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے وزیر اعظم کی قیادت میں امن وامان کی صورت حال پر ایک اجلاس میں شرکت کے فوری بعد 23 عسکریت پسند تنظیموں پر پابندی کا اعلان کردیا۔ان میں سے زیادہ تر تنظیمیں پہلے ہی پابندی میں ہیں لیکن وہ دوسرے ناموں سے دوبارہ وجود میں آچکی ہیں اور ان کے رہنما بھی وہی ہیں۔سپاہ صحابہ جس سے ہمدردیوں کا الزام وزیر قانون رانا ثنااللہ پر لگتا رہا ہے 2002ء سے پابندی کی حالت میں ہے لیکن اب اہل سنت والجماعت کے نام سے دوبارہ قائم ہوچکی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر انٹیلی جنس ایجنسیاں اور سیاسی پارٹیاں ان گروپس کو اپنے اپنے ایجنڈے کے لئے مسلسل استعمال کرتی رہیں گی تو ان پر پابندی لگانے سے کام نہیں چلے گا اور یہ کئی سروالا عفریت نام بدل بدل کر ظاہر ہوتا رہے گا۔اس لئے ان گروپوں پر صرف پابندی ہی نہ لگائی جائے یا ان کے اکاؤنٹس منجمد نہ کئے جائیں بلکہ ان کی سرگرمیوں پر بھی نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔نئی انسداد دہشت گردی کی قانون سازی میں اس مسئلے کا حل تلاش کرنا ضروری ہے۔ایک سال پہلے وفاقی حکومت نے نہایت مسرت کے ساتھ انسداد دہشت گردی کے ادارے (این ٹی سی اے) کے قیام کا اعلان کیا تھا۔

شروع ہی سے اس نام نہاد اتھارٹی کے پاس نہ تو کوئی موزوں دفتر تھا اور نہ ہی بجٹ تھا۔اب این ٹی سی اے کو بجٹ فراہم کردیا گیا ہے جو اتنا نہیں ہے کہ یہ خود اپنی فورس تیار کرسکے۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نوکر شاہی کا ایک اور درجہ مراتب وجود میں آگیا ہے جہاں ریٹائرڈ اور فارغ پولیس افسران بغیر کسی محنت

کے منافع بخش کام کر سکیں گے۔ میاں نواز شریف چاہتے ہیں کہ وفاقی حکومت ملک میں سلامتی کے اس بحران کو حل کرنے کے لئے طالبان عسکریت پسندوں کے ساتھ بات چیت کرے۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حکومت اس سلسلے میں واشنگٹن سے ہدایت کا انتظار نہ کرے اور اسے ان طالبان سے گفتگو کرنی چاہئے جو بات سننے اور سمجھنے کو تیار ہیں۔ وفاقی حکومت کو چاہئے کہ وہ پی ایم ایل این کے قائد کی پیشکش کو قبول کر کے اعتدال پسند عناصر کی شناخت میں ان کی مدد حاصل کرے۔

فوج خود بھی اس قسم کے مذاکرات کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ آخر کیوں سیاستدانوں کو اس عمل میں شامل نہیں کیا جاتا خاص طور پر ان کو جو طالبان کے طرز زندگی کے لئے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ اگر دہشت گردی پر مجوزہ کانفرنس میں اس بحران سے نمٹنے کے لئے انتظامی، سیاسی اور سماجی اقتصادی اقدامات پر اتفاق رائے ہو جائے تو یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ یہ مسئلہ اتنا بڑا ہے کہ کوئی پارٹی تن تنہا اس سے نمٹ نہیں سکتی۔ اتفاق رائے پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ملک کی دونوں بڑی جماعتیں پی ایم ایل این اور پی پی پی جو میثاق جمہوریت پر دستخطی بھی ہیں اپنے معمولی جھگڑوں سے بلند ہو کر سوچیں۔ میاں نواز شریف اپنے ایک نجی دورے پر پہلے ہی لندن روانہ ہو چکے ہیں۔ حالانکہ ان کی تجویز کردہ کانفرنس میں خود ان کی اپنی موجودگی زیادہ ضروری تھی۔ ورنہ یہ پوری محنت ضائع ہو جائے گی۔ مجوزہ انسداد دہشت گردی کی قومی حکمت عملی کو امریکی ڈرون حملوں جیسے امور پر بھی غور کرنا چاہئے جو حکومت کی منظوری سے پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ ہو رہے ہیں اسی طرح جنگ زدہ علاقے میں ہماری اپنی فوج کی انسانی حقوق کی مبینہ خلاف ورزیوں پر بھی غور کرنا چاہئے۔ مزید یہ کہ ہماری ناکام معیشت اور خراب حکمرانی کو بہتر بنانے اور غربت کو کم کرنے کے لئے بھی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لئے وفاقی حکومت کو اپنے طرز حکمرانی کو تبدیل کرنا ہوگا۔

روزنامہ جنگ، 10 جولائی 2010ء

میری نظروں میں ہے ہُجویر کا خورشیدِ جمال
میرے دامن میں ہیں انوارِ علی ہجویریؒ

حافظ مظہر الدینؒ

اعجاز احمد بٹ

داتا دربار میں خودکش حملے

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف داتا گنج بخش کا مزار گذشتہ کئی صدیوں سے زائرین اور عقیدت مندوں کیلئے روحانی فیوض و برکات کا استعارہ بنا ہوا ہے۔ ہزاروں عقیدت مند روزانہ اور بیس ہزار سے زائد جمعرات کے روز یہاں حاضری دینے آتے ہیں۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو داتا گنج بخش (خزانہ بخشنے والے) بھی اسی لئے کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے مزار پر حاضری دینے کے بعد حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم بزرگ نے بھی ''فیض عالم مظہر نور خدا'' کا خطاب دیا۔ لاہور کی صدیوں کی تاریخ میں پہلی بار داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ایک ہی رات میں تین خودکش حملے کرنے کا واقعہ رونما ہوا ہے (بعض رپورٹوں کے مطابق دو خودکش حملے ہوئے ہیں) اس سے پہلے داتا گنج بخش کے مزار کو مغلیہ دور، انگریز دور، سکھ دور اور قیام پاکستان کے بعد بھی ایسے حملوں کا نشانہ نہیں بنایا گیا۔

جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب مزار کے احاطے میں دہشت گردوں نے خودکش حملے کرنے کی منصوبہ بندی سے قبل باقاعدہ ریکی کی تھی اس کا ایک اہم ثبوت یہ ہے کہ دہشت گردوں نے مزار کے احاطے میں داخل ہونے کیلئے ان دروازوں کا استعمال نہیں کیا جہاں بھاری تعداد میں پولیس کی نفری موجود تھی۔ تفتیشی ادارے اس بارے میں بھی تفتیش کر رہے ہیں کہ داتا دربار کا گیٹ نمبر 5 جو کئی ماہ سے بند تھا اسے چند دن قبل کھولنے کے احکامات کس نے دیئے تھے۔

داتا دربار میں لگائے گئے سی سی ٹی وی کی فوٹیج سے بھی چند اہم باتیں سامنے آئی ہیں۔ مبینہ دہشت گرد جس نے سر پر سبز رنگ کی پگڑی پہن رکھی تھی اور اس نے سفید شلوار قمیض کے ساتھ کندھوں پر براؤن رنگ کی چادر لے رکھی تھی۔ وہ جب گیٹ سے داخل ہو رہا تھا اس وقت زائرین کے رش کی وجہ سے کافی تعداد میں لوگ ایک ہی وقت میں گیٹ سے داخل ہو رہے تھے۔ اس نے اپنے دونوں بازو آگے کی طرف کر رکھے تھے تاکہ ٹارگٹ کے قریب پہنچنے سے قبل دھماکہ نہ ہو جائے۔ جب وہ شخص سی سی ٹی وی کے رینج سے باہر ہوتا ہے اس وقت دھماکہ ہوتا ہے (اس لئے یہ بھی کنفرم نہیں کہ اسی شخص نے دھماکہ کیا تھا)۔ دھماکے کے چند سکینڈ بعد تک لوگ بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں جب تمام لوگ گیٹ کے

قریب سے ہٹ جاتے ہیں تو ایک شخص کالے بیگ کے ساتھ اندر داخل ہوتے نظر آتا ہے اور وہ تیزی سے سیڑھیاں اوپر چڑھ جاتا ہے۔اس شخص کی باڈی لینگوئج میں دھماکے کے بعد پیدا ہونے والے خوف کے تاثرات نظر نہیں آتے۔ یہی وجہ ہے کہ خیال کیا جارہا ہے کہ اس شخص نے اوپر جاکر دوسرا دھماکہ کیا۔

ٹی وی فوٹیج میں دہشت گرد کا پیچھا کرنے والا سیکورٹی گارڈ بھی بھاگتے ہوئے نظر آتا ہے۔اس نے دہشت گرد کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکا اور خود بھی شہید ہوگیا۔فوٹیج میں نظر آنے والے مبینہ دہشت گرد کے بارے میں اس کے بھائی محمد شریف نے کہا کہ فوٹیج میں نظر آنیوالی تصویر اس کے بھائی محمد رفیق کی ہے جو ہڈیارہ کے نواحی گاؤں رام پورہ کا رہائشی ہے۔گھر والوں کا کہنا ہے کہ وہ پیری فقیری کرتا ہے اور اللہ لوگ ہے۔اس سے پہلے وہ ہوزری کی فیکٹری میں کام کرتا تھا، وہ ایک روز قبل گھر والوں کیلئے دودھ خرید کر لایا تھا گھر والوں نے اس کے دہشت گرد ہونے کی تردید کی ہے۔

وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ہونے والے دھماکوں کی انکوائری کا حکم دے دیا ہے۔دوسری طرف آئی جی پنجاب طارق سلیم ڈوگر نے بھی تین تفتیشی ٹیمیں تشکیل دی ہیں۔لیکن یہ معلوم نہیں کہ آئی جی پنجاب کی طرف سے بنائی گئی یہ ٹیمیں دہشت گردوں کے نیٹ ورک کو پکڑنے میں کامیاب ہوں گی یا نہیں؟ پولیس ذرائع نے بتایا ہے کہ داتا دربار رحمۃ اللہ علیہ پر دہشت گردی کے حملے کی دھمکیاں تو آٹھ نو ماہ قبل سے مل رہی تھیں۔لاہور میں اس سے قبل ہونیوالے دہشت گردی کے واقعات کے بعد داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پانچ گیٹ حفاظتی اقدامات کی وجہ سے بند کر دیئے گئے تھے اور صرف سڑک کی طرف والے ایک گیٹ کو استعمال کیا جارہا تھا۔چند ہفتے قبل لاہور میں ایک فرقے کی عبادت گاہ پر ہونے والے حملوں کے بعد لاہور کی تمام اہم عمارتوں، مزارات اور سرکاری دفاتر کی سکیورٹی سخت کر دی گئی تھی لیکن اس کے برعکس داتا دربار کے دو گیٹ دوبارہ سے کھول دیئے گئے اور ان پر زائرین کو آمدورفت کی اجازت دے دی گئی۔یہی وجہ ہے کہ دہشت گرد آسانی سے اندر داخل ہوگئے۔ دھمکیوں کے باوجود پولیس حکام نے سیکورٹی اہلکاروں کی تعداد میں اضافہ نہ کیا۔عینی شاہدین کے مطابق خود کش حملوں کے وقت مزار کے احاطے میں ہزاروں افراد موجود تھے۔مزار کے اندر اور باہر ڈیوٹی دینے والے زیادہ تر پولیس اہلکار عشاء کی نماز ہوچکنے کی وجہ سے اس وقت مزار کے اردگرد واقع ہوٹلوں پر چائے پینے اور کھانا کھانے گئے ہوئے تھے۔جب دہشت گردوں نے پہلا دھماکہ تہہ خانے میں کیا تو لنگر بانٹنے

اور لنگر لینے والے درجنوں افراد کے چیتھڑے اڑ گئے۔ چھت بری طرح اکھڑ گئی۔ زمین سے پتھر اکھڑ کر دور دور جا گرے۔ چونکہ مزار کے تہہ خانے کی دیواریں اور چھتیں کافی مضبوط تھیں اس وجہ سے اوپر مزار کے احاطے میں بیٹھے ہوئے افراد کو دھماکے کی شدید نوعیت کا پتہ نہ چلا۔ اسی دوران مزار کے اندر سے سیکورٹی اہلکاروں نے اعلانات کرنا شروع کر دیئے کہ جنریٹر پھٹنے سے دھماکہ ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے اکثر افراد مطمئن ہو گئے۔ اس دوران مزار کے سونے والے گیٹ کے قریب دوسرا خودکش حملہ ہوا۔ کئی عینی شاہدین نے کہا ہے کہ اگر یہ غلط اعلان نہ کیا جاتا کہ جنریٹر پھٹا ہے تو شاید مزید کافی لوگ احاطے سے باہر نکل جاتے اور شہید ہونے سے بچ جاتے کیونکہ دوسرا دھماکہ تین منٹ کے وقفے سے ہوا تھا۔

اس دھماکے کا ایک دکھی پہلو یہ ہے کہ جب خودکش دھماکے ہوئے اس وقت پنجاب کے مختلف شہروں جن میں گوجرانوالہ، فیصل آباد، شیخوپورہ، سیالکوٹ، مریدکے، وزیر آباد اور قصور سمیت کئی شہروں کے زائرین شامل تھے وہ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو ہونے والی خصوصی اجتماعی دعا میں شرکت کرنے کے لئے مزار پر آئے ہوئے تھے۔ خودکش حملے کے وقت ہزاروں افراد ''رقت آمیز'' دعا میں شامل تھے اسی وجہ سے شہید ہونے والوں کی تعداد 43 سے بڑھ گئی اور 200 سے زائد زخمی ہوئے۔ زخمیوں میں سے درجنوں ایسے تھے جو اپنے مختلف اعضا سے محروم ہو کر ہمیشہ کیلئے معذور ہو گئے۔

دھماکوں کے بعد ہر طرف قیامت کا منظر تھا۔ دس بج کر 55 منٹ پر جب دھماکے ہوئے تو اس کے بعد ساری رات لوگ اپنے پیاروں کی تلاش میں میو ہسپتال، گنگا رام ہسپتال اور دوسرے ہسپتالوں کے چکر لگاتے رہے۔ شہید اور زخمی ہونے والے بعض افراد کی حالت ایسی تھی کہ انہیں دیکھنے والے ہر شخص کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

دہشت گردی کے اس سنگین واقعہ کے بعد شہریوں میں عدم تحفظ کا احساس مزید بڑھ گیا ہے لاہور میں سرکاری عمارتوں کے بعد قادیانیوں کی عبادت گاہ کو نشانہ بنایا گیا اور اب لاہور میں واقع سب سے اہم ولی اللہ کے مزار پر ہونیوالے حملے کے بعد سیکورٹی کے انتظامات ناکام نظر آرہے ہیں۔

داتا صاحب کے مزار پر ہونے والے خودکش حملوں سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ دہشت گردوں نے ایک بار پھر اپنی منصوبہ بندی تبدیل کی ہے لاہور میں سیکورٹی نافذ کرنیوالے اداروں۔ ایلیٹ فورس تربیتی سنٹر، مناواں تربیتی سینٹر، ایف آئی اے سنٹر، ریسکیو 15، سی سی پی او آفس اور حسا

اداروں کے دفاتر پر ہونیوالے خودکش حملوں کے بعد اہم سرکاری عمارتوں اور سیکورٹی اداروں کے باہر سخت سیکورٹی کے انتظامات کر کے رکاوٹیں لگا دیں تو دہشت گردوں نے بارود سے بھری گاڑیاں عمارتوں سے ٹکرانے کی بجائے ایک بار پھر "انسانی بم" خودکش حملہ آوروں کو استعمال کرنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ایک اہم بات یہ ہے کہ قادیانیوں کی عبادت گاہ میں خودکش حملوں کے بعد وہاں کی سیکورٹی تو بہت سخت کر دی گئی لیکن دوسری مساجد اور امام بارگاہوں اور مذہبی عمارتوں کی سیکورٹی مزید سخت کرنے کے بارے میں کچھ نہ کیا گیا۔

اس بارے میں بھی اطلاعات ملی ہیں کہ دہشت گردوں نے خودکش حملہ آوروں کو تیار کرنے اور خودکش جیکٹس پہنانے کیلئے مزار کے قریب واقع کسی عمارت یا ہوٹل میں منصوبہ بندی کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ پولیس نے مزار کے اردگرد واقع ہوٹلوں اور کئی دوسری عمارتوں سے سینکڑوں افراد کو پکڑ کر شامل تفتیش کیا ہے۔ لاہور میں تعینات ہونے والے نئے سی سی پی او اسلم ترین نے ایس ایس پی لاہور چودھری شفیق احمد کے ساتھ جب دھماکوں کے بعد مزار کا دورہ کیا تو دونوں افسران نے وردی کی بجائے شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ جس سے واضح ہوتا تھا کہ انہیں گھروں میں اطلاع کر کے اس واقعہ کی خبر دی گئی۔ دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے واقعات کے پیچھے لاہور پولیس میں پائی جانے والی گروپنگ کو بھی ایک سبب قرار دیا جا رہا ہے۔ لاہور میں موجودہ ایس ایس پی آپریشن چودھری شفیق احمد اور ایس ایس پی انوسٹی گیشن ذوالفقار حمید کے تبادلوں کی خبریں کچھ عرصے سے گردش کر رہی ہیں۔ دوسری طرف یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ موجودہ ایس ایس پی کی تعیناتی کے دوران لاہور میں دہشت گردی کے ایک درجن سے زائد واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ ہر واقعہ کے بعد لاہور میں سیکورٹی "ریڈ الرٹ" کرنے کی نوید دے دی جاتی ہے۔ سڑکوں پر ناکے لگا کر ہر آنیو جانے والے شہری کو روک کر چیکنگ کی جاتی ہے تاہم چند روز یا چند ہفتے کے بعد سیکورٹی اہلکار جیسے ہی دوبارہ "روٹین کے شیڈول" میں آتے ہیں تو دہشت گردی کا نیا واقعہ رونما ہو جاتا ہے۔

آئی جی پنجاب طارق سلیم ڈوگر، سی سی پی او لاہور اسلم ترین، کمشنر لاہور خسرو پرویز، ڈی سی او سجاد بھٹہ سمیت اعلیٰ افسران نے ان دھماکوں کے بعد کہا ہے کہ مزارات کی سیکورٹی کیلئے سخت سیکورٹی انتظامات کئے گئے ہیں تاہم ان سخت انتظامات کے باوجود تین حملے ہو جانے کے بعد سیکورٹی انتظامات

ایک بار پھر سوالیہ نشان بن گئے ہیں؟ ایک اہم بات یہ ہے کہ زندہ دلان لاہور نے دہشت گردوں کی طرف سے حملے کر کے خوفزدہ کرنے کی کارروائی کا جواب دھماکوں کے بعد بڑی تعداد میں مزار کے احاطے میں نماز فجر اور نماز جمعہ ادا کر کے دیا ہے۔ مختلف علماء کرام اور افراد نے اس واقعہ کے خلاف شدید احتجاج بھی کیا ہے۔

داتا صاحب کے عقیدت مندوں کی تعداد لاکھوں کروڑوں میں ہے۔ اس واقعہ کے بعد نہ صرف ملک سے بلکہ دنیا بھر میں جہاں جہاں عقیدت مند موجود ہیں انہوں نے دہشت گردوں کی اس کارروائی پر رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔

تفتیشی ٹیمیں اس بارے میں جائزہ لے رہی ہیں کہ دہشت گردوں کو لاجسٹک سپورٹ کہاں سے ملی۔ دہشت گردوں نے دس سے بیس کلوگرام وزنی بارودی جیکٹس پہن کر رات دس بج کر 55 منٹ کا وقت دھماکوں کیلئے کیوں مخصوص کیا۔ اس بارے میں بھی تفتیش کی جارہی ہے کہ دہشت گرد مزار کے قریب کسی گاڑی پر پہنچے تھے یا پھر پیدل چل کر آئے تھے۔ تفتیشی ٹیمیں اس بارے میں بھی جائزہ لے رہی ہیں کہ دہشت گردوں نے لاہور کے کن کن علاقوں میں اپنے ٹھکانے بنا رکھے ہیں جہاں سے وہ وقتاً فوقتاً مسلح ہو کر دہشت گردانہ حملے کر کے پھر روپوش ہو جاتے ہیں سیکورٹی نافذ کرنیوالے اداروں اور لاہور پولیس کیلئے دہشت گردوں کے نیٹ ورک کا سراغ لگانا اس وقت سب سے بڑا چیلنج ہے۔

روزنامہ جنگ، 3 جولائی 2010ء

حدیث: کنز العمال میں ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے کہ اللہ (عزوجل) اور فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے، اس کے لیے جہنم سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔

حدیث: منیۃ المصلّی میں ہے، کہ ارشاد فرمایا: "ہر شے کے لیے ایک علامت ہوتی ہے، ایمان کی علامت نماز ہے۔

(بہار شریعت، حصہ 3)

نذیر حق

......مگر دھماکے تو ہو گئے!

☆ ......مگر دھماکے تو ہو گئے۔

☆ ......42 افراد جو ذکر الٰہی میں مصروف تھے، موت کی وادی میں دھکیل دیئے گئے۔

☆ ......دو سو کے لگ بھگ ہسپتالوں میں پہنچ گئے اور 25 افراد کی حالت نازک ہے۔

یہ سب کچھ ان دعوؤں اور اطلاعات کے باوصف رونما ہوا کہ پولیس فورسز الرٹ ہیں، کیمرے نصب کر دیئے گئے ہیں۔ ''واک تھرو'' گیٹ لگائے گئے ہیں اور نہ جانے اور کیا کچھ کیا گیا ہے۔

داتا دربار میں خودکش دھماکے انتہائی المناک قابل مذمت اور دہشت انگیز ہیں، برصغیر کی عظیم روحانی شخصیت مخدوم علی ہجویری المعروف ''داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ'' کا مزار تقریباً 8 سو سالوں سے لاہور میں عوام کی عقیدت کا مرکز ہے۔ پورے ہندوستان سے لوگ مزار شریف پر حاضری دیتے رہے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد بھی انڈیا کے مختلف علاقوں سے مسلمان داتا دربار پر حاضری کیلئے آتے رہے ہیں لیکن یہاں کبھی کوئی ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا جسے المناک تو کیا افسوسناک ہی قرار دیا جا سکے۔

ان آٹھ صدیوں کے دوران پنجاب خصوصاً اور شہر پر متعدد بار غیر ملکی افواج نے یلغار کی مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے حکمران بھی لاہور پر قابض رہے حتیٰ کہ سکھوں نے بھی کئی برس پنجاب پر حکومت کی، مگر سبھی غیر مسلم بھی دربار داتا صاحبؒ کا احترام کرتے رہے۔ لاہور تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا پایہ تخت رہا پھر انگریز کا دور آیا، لیکن کسی بھی غیر ملکی حکمران یا حاکم لاہور نے دربار کی طرف بری نظر سے بھی نہیں دیکھا مگر اب کیا ہوا کہ دربار داتا صاحب میں مسلمانوں نے خودکش حملے کئے اور درجنوں مسلمانوں کو موت کی نیند سلا دیا۔

اگرچہ (ان سطور کے قلمبند کئے جانے تک) کسی تنظیم نے داتا دربار پر حملے کی ذمہ داری قبول نہیں کی لیکن صوبہ خیبر پختونخوا میں متعدد درباروں پر حملے ہو چکے ہیں اور یہ بھی انہی گروپوں یا گروہوں کی کارروائی ہو سکتی ہے جو دینی بزرگوں کے مزارات پر حملوں کے علاوہ گرلز سکولوں کو بھی نشانہ بنا رہے ہیں، موقف ان کا یہ ہے کہ بچیوں کو سکولوں میں تعلیم دلانا اسلام کے منافی ہے کیونکہ اس تعلیم سے خواتین میں

آزادی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

صدر آصف علی زرداری، وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی، دوسرے حکومتی وزراء اور اہم رہنماؤں کے علاوہ سبھی سیاسی جماعتوں کے قائدین میاں محمد نواز شریف، چودھری شجاعت حسین، چودھری پرویز الٰہی، امیر جماعت اسلامی سید منور حسن، نامور عالم دین اور تحریک منہاج القرآن کے بانی ڈاکٹر طاہر القادری، جمعیت العلماء اسلام کے رہنما مولانا فضل الرحمن، جمعیت اہلحدیث کے امیر ساجد میر، جمعیت العلمائے پاکستان کے صدر جنرل سیکرٹری زوار بہادر، ممتاز شیعہ رہنما علامہ ساجد نقوی، پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف، سندھ کے وزیر اعلیٰ سید قائم علی شاہ، پختونخواہ کے وزیر اعلیٰ امیر حیدر ہوتی اور بلوچستان کے وزیر اعلیٰ سردار محمد اسلم رئیسانی اور دیگر ممتاز اصحاب نے اس حملہ کی مذمت کی ہے۔ صدر مملکت اور وزیر اعظم کے علاوہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے بھی اس المناک واقعہ کی تحقیقات کا حکم دیا ہے اور حسب روایت رپورٹیں طلب کی ہیں۔ علماء کی مختلف تنظیموں کی جانب سے سہ روزہ سوگ کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔

یہ اظہار تعزیت، اظہار افسوس اور تحقیقات کے احکام اپنی جگہ، حکومت کو اس المناک واقعہ کے بعد پیدا ہونے والے سوالات کا جواب دینا چاہیے۔ اگرچہ دربار داتا صاحبؒ پر خودکش حملوں سے لاتعداد سوالات پیدا ہوئے ہیں جو عوامی محفلوں میں زیر گردش ہیں لیکن اہم ترین سوال یہ ہے کہ واک تھرو گیٹس کے باوجود حملہ آور جو دس دس کلو وزنی خودکش جیکٹس پہنے ہوئے تھے، دربار کے احاطے میں کیسے داخل ہو گئے؟ یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ جمعرات کو ایک واک تھرو گیٹ خراب تھا۔ اس کی خرابی کیوں دور نہ کی گئی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ پولیس کی سپیشل برانچ کی طرف سے یہ اطلاع تھی کہ کسی بھی ''دربار'' پر خودکش حملہ ہوسکتا ہے، اس کے باوجود سیکورٹی اس قدر ناقص کیوں تھی کہ حملہ آور اطمینان کے ساتھ اندر داخل ہو گئے اور مذموم حرکت میں کامیاب رہے۔ یہ بھی اطلاع سبھی اخبارات اور ٹی وی چینلز کی زینت بنی ہے کہ جس وقت دھماکے ہوئے، سیکورٹی پر متعین پولیس اہلکار داتا دربار سے ملحق ہوٹلوں پر چائے اور بوتلیں پی رہے تھے۔

لاہور میں قبل ازیں تقریباً ایک درجن خطرناک خودکش حملے ہو چکے ہیں۔ سبھی کی تحقیقات کے احکام جاری ہوئے، ملزموں کو گرفتار کرنے کا کہا گیا، درجنوں مشتبہ افراد گرفتار بھی کئے گئے مگر ان

واقعات کا اصل ذمہ دار کون تھا، گرفتار افراد میں سے کوئی ''مجرم'' بھی ملا، آخر ہوا کیا؟ اس حوالے سے کوئی باقاعدہ تحقیقاتی رپورٹ جاری نہیں کی گئی۔ بعض پولیس افسروں نے اپنی کارکردگی ظاہر کرنے کیلئے تو اپنے اقدامات کا تذکرہ کیا مگر کسی نے یہ نہیں بتایا کہ ایسے ہوشربا واقعات کی روک تھام کیلئے کیا کیا ہے۔ سیکورٹی ہائی الرٹ، پولیس کے ناکے (جن پر اکثر موٹر سائیکل سواروں کی ہی تلاشی لی جاتی ہے) اور چوکیاں قائم کرنے کے اعلانات نظر نواز ہوتے رہے مگر خودکش حملے رک نہیں سکے اور داتا گنج بخش دربار بھی خودکش حملے سے نہ بچ سکا۔

داتا دربار پر حملے کے بعد بی بی پاک دامنؒ کا مزار عوام کیلئے بند کر دیا گیا ہے۔ داتا دربار پر بھی صرف نماز جمعہ کا اجتماع ہوا۔ اس کے علاوہ عام لوگوں کو حاضری سے روک دیا گیا۔ چلئے یہ اقدامات سکورٹی کیلئے ہی کئے گئے ہیں اور دو چار روز گزرنے کے بعد حالات معمول پر آجائیں گے لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ داتا دربار پر حملے میں جو سیکورٹی سہو ہوا ہے، اس کی باقاعدہ تحقیقات کے بعد دیگر مزاروں پر بھی مناسب تحفظاتی انتظامات واقدامات کئے جاتے ہیں اور خدانخواستہ ایسا مزید کوئی واقعہ تو ظہور پذیر نہیں ہوگا؟ داتا دربار کے واقعہ سے لاہور پولیس کی کارکردگی پر شدید تحفظات پیدا ہوئے ہیں اور یہ عام طور پر کہا جا رہا ہے کہ پولیس کے ذمہ دار باتیں بناتے ہیں، کام وام کچھ نہیں ہوتا۔

روزنامہ پاکستان، 3 جولائی 2010ء

حدیث: منیۃ المصلّی میں ہے، فرمایا: نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے قائم رکھا دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے چھوڑ دیا دین کو ڈھا دیا۔

حدیث: امام احمد و ابوداود عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ''پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کیں، جس نے اچھی طرح وضو کیا اور وقت میں پڑھیں اور رکوع و خشوع کو پورا کیا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر عہد کر لیا ہے کہ اسے بخش دے، اور جس نے نہ کیا اس کے لیے عہد نہیں، چاہے بخش دے، چاہے عذاب کرے۔''

(بہار شریعت، حصہ 3)

علی مسعود سید

ابلیس اور بدترین مخلوق کا حملہ

بے شک انسان کائنات کی بہترین وافضل ترین مخلوق ہے اور بدترین مخلوق بھی۔ تزکیہ نفس اور قوت عشق سے انسان ،قربِ ربانی کی وہ منزلیں بھی پار کر لیتا ہے جو فرشتوں کے بس میں بھی نہیں۔ کیا انسان کے مقام، درجات اور فضیلت کے لیے یہ کافی نہیں کہ وہ اللہ کا نائب ہے۔ سبحان اللہ ،ایک پتے یا گھاس کے تنکے کی ذرا سی جنبش سے بھی اللہ غافل نہیں ہے، اس کے باوجود کہ وہ جانتا تھا کہ انسان زمین پر خوں ریزی کرے گا، اس نے آدم کو تخلیق کیا اور پھر روز ازل تمام فرشتوں کو فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے حکم کی تکمیل کی لیکن ایک ابلیس انکاری ہوا اور بارگاہِ ایزدی سے نکالا گیا۔ یہ انسان کا اعلیٰ وارفع مقام ہی ہے کہ شیطان کا دل حسد سے کباب ہوگیا، یہ غور طلب بات ہے کہ جب اس نے انسان کو بہکانے کا فیصلہ کیا تب بھی اس نے اللہ پاک سے انتہائی ادب سے بات کی اور قسم کھائی کہ اے اللہ مجھے تیری عزت کی قسم ہے میں انسان کو گمراہ کروں گا، سوائے تیرے خالص بندوں کے۔ شیطان کی بغاوت کی اصل وجہ انسان سے حسد ہے، شیطان، انسان کا اصل دشمن ہے تو وہ انسان کائنات کی بدترین مخلوق ہے جو اپنے ہی سب سے بڑے دشمن کا پیروکار ہوگیا۔ یوں اللہ کا نائب انسان افضل ترین مخلوق ہے اور شیطان کا نائب انسان بدترین مخلوق ہے۔ شیطان نے انسانوں کو بڑی تعداد میں گمراہ کیا، وہ اپنے نائبین کے ذریعے زمین پر تسلط چاہتا ہے، اس نے حکمرانوں، لیڈروں، دولت مندوں، طاقتوروں ،مذہبی پیشواؤں اور عالموں کو خاص طور پر اپنا نشانہ بنایا، کیونکہ ان کے اثر ورسوخ کے ذریعے وہ اپنا کام بہت تیزی سے انجام دے سکتا ہے، جب کہ ہر دور میں اللہ کے خاص بندے، انبیاء، آئمہ واولیاء روشنی کا مینار بنے رہے اور پوری انسانیت کو راہِ ہدایت دکھاتے رہے، خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا (سوائے حضرت عیسیٰ کے جو قیامت سے پہلے ایک بار دوبارہ ظاہر ہوں گے، وہ دین محمدی کی تصدیق کریں گے) تو رشد وہدایت کا کام رسولِ پاک کے نائبین واولیاء کرام کی ذمہ داری بنی۔ اللہ کے یہ ولی جہاں گئے وہاں نئی زندگی کی امید پیدا کردی، جس سرزمین پر قدم رکھا اسے سیراب کیا۔ پورے برصغیر کی طرح پنجاب کی سرزمین بھی ان پاکیزہ نفس وبرگزیدہ ہستیوں کے فیض سے سیراب ہوئی۔ حضرت علی بن عثمان جلابی ،ہجویری المعروف داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ آسمان

تصوف کا وہ درخشندہ ستارہ جس نے ایک ہزار سال زائد عرصہ قبل غزنی سے ہجرت کے بعد لاہور میں تشریف لا کر اس خطے پر بہت بڑا احسان کیا، یہی وجہ ہے پنجاب کے عظیم سپوت مفکر اسلام و مصور پاکستان علامہ اقبال نے آپ کی منقبت لکھی، اس میں سے ایک شعر جو آج بھی خون کے دھبوں میں دھندلا یا نہیں، بقصدِ برکت رقم کر رہا ہوں کہ

خاکِ پنجاب از دم او زندہ گشت
صبحِ ما از مہر او تابندہ گشت

یعنی پنجاب کی سرزمین آپ کی تشریف آوری سے زندہ اور ہماری صبح اس خورشید تاباں سے تابندہ و روشن ہو گئی۔

آپ یہاں تشریف لائے تو یہاں کے لوگ ایک جادوگر حاکم رائے راجو کے ظلم و ستم سے تنگ تھے، سب سے پہلے آپ نے اس کو مطیع کیا اور لوگوں کو امن وسلامتی کا تحفہ دیا۔ آپ کی بے شمار کرامات ہیں جسے دیکھ کر یہاں کہ لوگ جوق درجوق مسلمان ہونے لگے مگر اس سے بڑھ کر آپ کی تمام تر سادہ زندگی لوگوں کو بہت متاثر کرتی رہی۔ آپ نے سلوک کی تمام منزلیں حالت سہو میں طے کیں یعنی باطنی طور پر اللہ کی یاد میں محو اور ظاہری طور پر بھی شریعت پر پوری طرح عمل پیرا۔ انکساری کے باعث آپ حتی الامکان اپنی کرامت کو چھپاتے تھے، ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دل میں یہ تمنا کہ کوئی کرامت دیکھوں تو آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔ وہ آپ کے پاس اس خیال سے اڑھائی تین سال رہا۔ آپ کے روز مرہ کے معاملات اور باتوں پر غور کرتا، ایک دن اس نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میں تو اس خیال سے یہاں آیا تھا کہ آپ کی کوئی کرامت دیکھوں گا تب بیعت کروں گا مگر میرا یہ مسئلہ حل نہیں ہوا، اب جانے کی اجازت چاہتا ہوں۔ آپ پہلے مسکرائے پھر فرمایا جتنا عرصہ تم یہاں رہے، کیا تم بتا سکتے ہو کہ میں نے کوئی ایک چھوٹا اور بڑا عمل یا بات کی ہو جو خلاف شرح و دین ہو؟ اس نے عرض کی کہ نہیں۔ تب آپ نے فرمایا تو پھر مجھے بتاؤ کہ اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہے جو تم دیکھنا چاہتے ہو۔ اپنے باکمال عمل، بے مثال زندگی کے نمونے اور بے پناہ محبت سے برصغیر پاک و ہند میں بہت نمایاں تعداد میں لوگوں کو نہ صرف مسلمان کیا بلکہ رہتی دنیا تک کے لیے ایک درست سمت متعین کر کے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ یاد رہے آپ کا بہت خصوصی وصف، صبر وتحمل تھا۔

اسی سلسلے میں آپ نے سلوک کے راہ میں اپنی طالب علمی کی حالت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ، ایک مرتبہ ایک انتہائی کٹھن مرحلہ آپ پر گزرا۔ ہوا یوں کہ ایک منزل آپ پر رک گئی، آپ نے

سخت ترین مجاہدے کیے، مراقبے کئے، مسلسل روزے رکھے اور مسلسل سفر کیا مگر یہ روحانی منزل طے نہ ہو پائی، تب آپ نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کی طرف سفر شروع کیا کہ شاید ان کے مزار کی روحانی برکت سے ان کی یہ منزل طے ہو جائے، آپ ابھی راہ میں تھے کہ ایک سرائے نظر آئی، بھوک پیاس سے نڈھال تھے اور حالت بہت خستہ تھی، اندر جانے سے احتراز کیا مگر سوچا کہ اس عمارت کے سایے میں دیوار سے ٹیک لگا کر کچھ دیر آرام کرلوں۔ اس سرائے کی بالائی منزل پر کچھ لوگ بیٹھے تھے جو ایک بھرپور دسترخوان سے کھانا کھا رہے تھے اور مستیاں کر رہے تھے۔ آپ دیوار کے ساتھ بیٹھ گئے اور اپنی سوکھی روٹی چبانے لگے، ان لوگوں نے اس درماندہ حال مسافر کو کھانا دینے کی بجائے اس کا تمسخر اُڑانا شروع کیا، آپ نے صبر سے کام لیا اور خاموش رہے۔ پھر ان کی بدتمیزی اور بڑھی، انہوں نے بالاخانہ سے آپ کے اوپر بچا ہوا سالن اور پھلوں کے چھلکے پھینکنے شروع کر دیے، ان کی بدتمیزی بڑھی تو آپ کا صبر بھی بڑھا۔ کوئی جواب نہ پا کر وہ باز آ گئے مگر دورانِ ضبط حضرت کی رُکی ہوئی منزل کھل گئی اور آپ خوشی سے سرشار ہو گئے۔ یقیناً اللہ کے ولی ذاتی وجوہات پر ناراض نہیں ہوتے بلکہ وہ انسانیت کے اور اللہ کے دشمن یعنی شیطان کے ہر حربے کو رد کرتے ہیں، وہ اللہ کو محبوب رکھتے ہیں اور اللہ انہیں محبوب رکھتا ہے۔ جس طرح ہم اپنے ہیروز اور شہیدوں کی یادگار بناتے ہیں، توپوں کی سلامی پیش کرتے ہیں اس طرح اللہ نے اپنے بہت سے خاص بندوں کے مزارات کو پر رونق بنایا ہے۔ ان کی شاندار زندگی کی وجہ سے ان کو ہمیشہ خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ لوگ ان کے مزار پر سلام پیش کرنے حاضر ہوتے رہتے ہیں اور دہشت گرد کامیاب نہیں ہو سکتے، تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ یقیناً اللہ کے ولی ایسے ہی ہوتے ہیں، ہمیشہ صبر کرتے ہیں مگر اللہ ان کی توہین کرنے والوں، اور ان کو اذیت پہنچانے والوں پر سخت غضبناک ہوتا ہے۔ بدذات ہیں وہ لوگ جنھوں نے سید علی ہجویری ایسی ہستی کے مزار کو نشانہ بنانے کے لئے پلان تیار کیا اور میرا ایمان ہے اور میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ یہ اس دنیا میں بھی اپنا برا انجام ضرور دیکھیں گے، ان کے ناپاک چہرے سب کے سامنے ضرور آئیں گے، اور یہاں میں ایک بات پوری ذمہ داری سے کرنا چاہتا ہوں کہ تمام اقوام اور مذاہب میں شدت پسند گروہ موجود ہیں۔ یہ میرا فرض ہے کہ میں پوری طرح ایمانداری سے توجہ دلاؤں کہ جب تفتیش کی جائے تو ہر طرح کے دہشت گرد گروہوں کو مدنظر رکھا جائے۔

روزنامہ جنگ، 4 جولائی 2010ء

عطاءالرحمن

دہشت گردی کا بھوت اور پیر ہجویر

پہلا سوال یہ ہے امریکہ میں نائن الیون کے بعد کوئی خودکش دھما کہ یا دہشت گردی کا واقعہ نہیں ہونے دیا گیا۔ اگرچہ واحد سپر طاقت نے اس کی آڑ میں افغانستان پر فوجی قبضہ کرلیا اور اب وہ اس کے جارحانہ عزائم کیلئے قبرستان بنتا جارہا ہے۔ عراق پر بھی فوجی یلغار کر کے اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔ یہاں سے بھی امریکی افواج کا انخلا نامرادی کے عالم میں اور مایوسی کی کیفیت میں ہورہا ہے۔ لیکن امریکی سرحدوں کے اندرانہوں نے دہشت گردی کی دوسری واردات نہیں ہونے دی۔ اسی طرح برطانیہ میں سیون سیون کے حملے ہوئے۔ وہاں کی ایجنسیوں، پولیس اور حکومت نے مل کر اس خطرے کا کچھ اس طرح تدارک کیا کہ تخریب کار پھر ایسی کارروائی نہ کر سکے۔ ہمارے ملک کو کیا ہوگیا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا تباہ کن حملہ ہوتا ہے۔ یہ ڈائن بے گناہ انسانوں کی جانوں کو ہڑپ کر لیتی ہے۔ حکومتی ذمہ داران بیانات مذمت جاری کرتے ہیں بھڑکیں لگاتے ہیں مجرموں کو جلد از جلد پکڑ کر کیفر کردار تک پہنچائیں گے اُن کی دوڑیں لگوادیں گے۔ اس کے بعد کچھ نہیں ہوتا پھر اچانک نئی ہولناک خبر ملتی ہے فلاں شہر کی فلاں پررونق جگہ یا عبادت گاہ پر خودکش حملہ ہوگیا درجنوں افراد جان کی بازی ہار گئے۔ اس سے زیادہ زخمی ہوگئے۔ حکومتی ترجمانوں کی جانب سے ٹیپ کا وہی بند دہرادیا جاتا ہے اور مرنے والوں کی تعداد میں پہلے سے اضافہ ہوتا ہے ان کے لواحقین کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ خیبر سے لیکر اسلام آباد، راولپنڈی، لاہور، کراچی اور گوادر تک پوری ارض پاکستان اس کی لپیٹ میں ہے یہ جن ہے کہ قابو میں نہیں آرہا۔ قوم کے حوصلے اگرچہ بلند ہیں۔ اس کا شاندار مظاہرہ گزشتہ روز حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب نہائت افسوس ناک اور انتہادرجہ قابل مذمت ظالمانہ واردات کے بعد ہوا۔ جس نے پچاس سے زائد عقیدت مندوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی زندگی جیسی نعمت سے محروم کردیا۔ لیکن عوام کی ہمت اور حوصلہ ملاحظہ کیجئے۔ اگلے دن جمعہ کے روز وہ معمول سے زیادہ جوش اور جذبے کے ساتھ وہاں پہنچے۔ بے خوف ہوکر خدائے وحدہ، لاشریک کے حضور سجدہ ریز ہوئے۔ برصغیر کے نامور اور عظیم صوفی بزرگ کی قبر پر بھی معمول کے مطابق فاتحہ خوانی کی۔

لیکن ہماری سراغ رساں ایجنسیوں کو خواہ فوج کی نگرانی میں کام کرتی ہوں یا سول حکومت کے تحت کیا کیا گیا ہے۔ وہ دہشت گردوں کے خفیہ ٹھکانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اکھاڑ پھینکنے میں ناکام رہی ہیں۔ ان کی منصوبہ بندی اور مذموم کارروائیوں کی پیشگی روک تھام ان کے بس کی بات نہیں۔ دہشت گردوں میں سے کوئی بمشکل ایک آدھ پکڑا جاتا ہے۔ زیادہ بھاگ جاتے ہیں اور ہمارے کسی بھی صوبے کی پولیس کے قابو میں نہیں آتے۔ اسے عملاً بے بس بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ حکومت خواہ مرکزی ہو یا صوبائی، پنجاب وخیبر پی کے یا سندھ اور بلوچستان کی، دہشت گردی کا قلع قمع سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ یہ جان لیوا مسئلہ چاروں صوبوں کو درپیش ہے۔ پورے ملک کیلئے سوہان روح بنا ہوا ہے۔ وفاقی اور چاروں صوبائی حکومتوں کو مل کر اس خطرے اور چیلنج سے نبرد آزما ہونے کیلئے مشترکہ منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جن کے مزار کے گردوپیش کو دہشت گردی کی تازہ اور مکروہ ترین واردات کا نشانہ بنایا گیا ہے بلند پایہ روحانی بزرگ ہونے کے ساتھ درجہ اولیٰ کے سکالر تھے۔ محققین ان کی مشہور ومعروف تصنیف کشف المحجوب کو تصوف کے موضوع پر لکھی جانیوالی رسالہ قشیریہ کے بعد دوسری تاریخی کتاب قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے لاہور کو نہ صرف یہ اعزاز بخشا یہاں بیٹھ کر توحید کے پیغام کو مشرکین ہند کی اچھی خاصی تعداد کے دل و دماغ میں اتارا اور انہیں دین حق قبول کرنے پر آمادہ کیا۔ بلکہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف بھی یہاں تحریر کی۔ اس کے آغاز میں اپنی علمی مشکلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ میں اس وقت لاہور کے "ان مضافات ملتان است" میں مقیم یہ کتاب لکھ رہا ہوں لیکن اردگرد کوئی کتب خانہ یا صاحب علم ہستی نہیں جس سے کسی علمی وروحانی نکتے کی تشریح کیلئے رجوع کرسکوں۔ اس کے باوجود آپ نے یہ کتاب مکمل کی۔ شہر لاہور میں دین اور تصوف کی ایسی جوت جگائی کہ اڑھائی تین سو برس بعد حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی یہاں تشریف لائے تو لاہور کو علم کا عروس البلاد قرار دیا۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کسی فرقے کے نہیں تمام توحید پرستوں کے روحانی پیشوا ہیں۔ کوئی بد بخت یہ مذموم توقع لگائے بیٹھا ہے کہ ان کے مزار پر جو مرجع خواص وعام ہے۔ بے گناہ انسانوں کے خون کی ندیاں بہا کر فرقہ پرستی کے زہر کو پھیلائے گا تو یہ اس کی غلط فہمی ہے۔ لاہور اور پنجاب کے عوام اتنے باشعور یقیناً ہیں کہ وہ اس مکروہ شرارت کے سانپ کو کسی طور سر نہیں اٹھانے دینگے۔

نوائے وقت 4 جولائی، 2010ء

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

داتا دربار سے میو ہسپتال تک!

دہشت گردوں اور ان کے سازشی سرپرستوں کو کیا ملا۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں کی عقیدت، محبت اور نسبت میں اور اضافہ ہوا۔ اب تو یہ ثابت ہو گیا ہے کہ دنیا میں اور عالم اسلام میں دہشت گردی امریکہ خود پھیلا رہا ہے۔ عراق میں مسجدوں، امام بارگاہوں، کربلائے حسین رضی اللہ عنہ، حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مزار پر دہشت گردی امریکہ نے کروائی۔ پہلے پہل تو شیعہ سُنی اور فرقہ واریت کو تھوڑی سی ہَوا ملی۔ پھر یہ آندھی خود امریکہ کے خلاف جذبات کی یلغار بن گئی، اس طرح امریکہ اپنی جنگ بُری طرح اور بار بار ہار چکا ہے۔ داتا دربار کے احاطے میں دہشت گردی کے بعد پورے ملک میں مظاہرے اور ہڑتالیں امریکہ، بھارت اور اسرائیل کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں۔ سُنی جماعتوں کے علاوہ دیوبندیوں کی طرف سے بیانات بہت حوصلہ افزا ہیں۔ مولانا محمد حنیف جالندھری اور مولانا محمد حنیف طیب مل کر کہہ رہے ہیں کہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عقیدت میں شیعہ سُنی، بریلوی اور دیوبندی سب ایک ہیں۔ تمام سیاسی جماعتوں کی قیادت اور حکومتوں کے لوگ مذمت کر رہے ہیں۔ صرف پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کے سیاستدان اس موقعہ پر بھی ایک دوسرے کے خلاف بیانات دے رہے ہیں اور یہ بات بہت مایوس کن ہے۔ وزیراعظم اور وزیراعلیٰ پنجاب کے علاوہ چودھری پرویز الٰہی، عمران خان، ڈاکٹر بابر اعوان، رحمت ملک، فوزیہ وہاب، فائزہ ملک، ڈاکٹر فخر اورنگزیب برکی، خورشید محمود قصوری، فلمی شخصیات، علمی لوگ نجانے کون کون داتا دربار پہنچے، انہیں یہ یاد آیا کہ یہ حاضری ضروری ہے۔ دہشت گردوں نے لوگوں کو اندر سے جگا دیا ہے۔ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے یہ کہ پاکستان کے دشمن ناکام ہوئے ہیں۔ واقعے کے چند گھنٹوں کے بعد لوگ دربار پر حاضری کے لئے بے تاب تھے، صبح کی نماز میں زیادہ حاضری تھی جو حضوری بن گئی تھی۔ نوجوانوں کی اکثریت تھی۔ انہوں نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے انٹرنیٹ پر فیس بک وغیرہ کا استعمال چھوڑ دیا ہے۔ ہمارے بعض لوگوں کو جوانوں سے شکایت ہے کہ وہ اپنی ثقافت، دینی اور پاکستانی روایتوں سے دور جا رہے ہیں، وہ تو ہم سے بھی زیادہ پاکستانی ہیں اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیفیتوں میں سرشار اور بے قرار ہیں۔ آنے

والے زمانے میں سرفرازیاں ہمارے بچوں کی منتظر ہیں....

ہمیں خبر ہے کہ ہم ہیں چراغِ آخرِ شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہے

جنہیں داتا دربار میں حاضری کا راستہ بھولا ہوا تھا جبکہ لاہور میں رہنے والا کوئی آدمی ایسا نہیں ہو گا جس نے داتا صاحب کے ہاں حاضری نہ دی ہو، جنہیں کسی مظاہرے میں کبھی نہ دیکھا تھا وہ نعرے لگا رہے تھے اور رو رہے تھے۔ جس فرش پر پھول بکھرے رہتے ہیں وہاں زخموں کی دھول اُڑ رہی تھی، جہاں عقیدت مند شہیدوں کا خون گرا لوگ اس جگہ کو چومتے تھے اور روتے تھے۔ داتا دربار میں مسافروں، بے آسرا لوگوں کے لئے قیام وطعام کا ہر وقت اہتمام رہتا ہے، پاکستان کی کوئی این جی او ایسی مثال بھی نہیں لا سکتی کہ سوا لاکھ لوگوں کو کھانا فراہم کرے۔ داتا دربار کی شکل میں ایک بیش بہا فلاحی ٹھکانہ لوگوں کو میسر ہے۔ جمعرات ہمیشہ سے خاص دن صوفیوں کے مزاروں کے لئے ہے۔ شاید یہ پہلی جمعرات تھی کہ لوگوں کو داتا دربار سے نکال دیا گیا۔ ایک بڑے صوفی دانشور بابا محمد یحیٰی خان جمعرات کو یہاں لنگر خود پکا کر اپنے ہاتھوں سے تقسیم کرتے تھے۔ دھماکے کے فوراً بعد سب سے پہلے وہاں پہنچنے والے ایم این اے صاحبزادہ فضل کریم تھے۔

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ "لاہور شہروں کا سردار ہے جو بات یہاں ہو گی وہ ساری دنیا میں مشہور ہو گی۔" داتا کی نگری کے نام سے مشہور اس بستی سے اب دھماکوں کی دھمک ساری دنیا میں سُنی جا رہی ہے۔ یہ ہمارے حکام کے لئے عبرتناک ہے اور ہمارے لئے شرمناک ہے۔ یہ دھماکہ ہمارے لئے دھمکی ہے، ہمیں سنبھل جانا چاہیے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ایک بات بھولی بسری امید اور نوید کی طرح میرے دل میں تڑپتی ہے کہ اب اخیر ہو گئی ہے۔ اس کے بعد ان دہشت گردوں اور ان کے سرپرستوں کو شرم سے منہ چھپا لینا چاہیے۔ وہ ناکام ہو گئے ہیں اور بدنام ہو گئے۔ بھارت ہمارا دشمن ہے اور امریکہ ہمارا دوست نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ بے خبر بے قصور لوگوں کو مارنے والے مسلمان نہیں تو پھر وہ کون ہے؟ بھارتی، امریکی، اسرائیلی ہیں تو ان کے سامنے ڈٹ جایئے۔

میں نے ایک بار کہا تھا کہ لاہور مجھے پسند ہے۔ یہاں داتا دربار ہے اور میو ہسپتال ہے۔ یہ دونوں فلاحی مرکز ہیں۔ داتا دربار سے زخمیوں کو میو ہسپتال پہنچایا گیا، دل والے دردمند ایم ایس ڈاکٹر زاہد

پرویز زخمیوں سے پہلے میو ہسپتال پہنچے۔ جو زخمی نہ تھے ان کی روح زخموں سے چُور چُور تھی۔ ہسپتال کے سب ڈاکٹر، نرسیں اور دوسرے اہلکار موجود تھے۔ سفید کوٹوں کا میلہ لگا ہوا تھا، کالے کوٹوں کا زمانہ ختم ہوا ہے سفید کوٹوں کا زمانہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ سفید کوٹ ڈاکٹروں کی وردی ہے، نرسوں کا پہلا لباس سفید تھا۔ سفید لباس اجالے کی طرح اجلا۔۔ بالعموم ان خواتین و حضرات کا دل بھی درد و گداز اور غمگساریوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ بہت کم ان کے لباس پر کوئی داغ ہوتا ہے۔ آج تو یہ لباس لہولہان لوگوں کے خون سے لتھڑا ہوا تھا۔ لگتا تھا کہ یہ لوگ بھی زخمی ہیں۔ اتنی محبت اور خدمت، اتنی دردمندی اور ہنر مندی زخمیوں کے لئے نچھاور کر دی گئی کہ ان کے لواحقین بھی حیران رہ گئے۔ میں دوسرے روز میو ہسپتال گیا، وہاں میرا پہلا پڑاؤ ڈاکٹر طیبہ اعجاز کے پاس کلینکل لیبارٹری میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر زاہد پرویز اپنے کمرے میں نہ تھے۔ ڈاکٹر طیبہ نے کہا کہ وہ ایمرجنسی میں ہوں گے ان سے ضرور ملیں۔ میں نے کہا کہ میں انہی کو ملنے آیا ہوں تاکہ داتا دربار کے عقیدت مندوں کے پاس زخموں کی خوشبو کو دیکھ سکوں۔ ایمرجنسی میں لوگوں کا ہجوم تھا مگر کوئی افراتفری نہ تھی۔ سب کچھ سلیقے سے ہو رہا تھا۔ سماجی کارکن امان اللہ بٹ نے مجھے اپنے پاس روک لیا کہ ڈاکٹر زاہد پرویز ابھی آنے والے ہیں۔ سیکرٹری ہیلتھ فواد حسن صاحب، کمشنر لاہور خسرو پرویز، ایم این اے میاں مرغوب اور ڈاکٹر زاہد پرویز کو دیکھ کر اطمینان ہوا۔ فواد حسن صاحب رات کو بھی یہاں تھے۔ انہوں نے میرے ساتھ اپنائیت کا اظہار کیا جیسے میں بھی زخمیوں میں ایک ہوں۔ زخمی تو میں ہوں، زخم اس کے علاوہ بھی ہوتے ہیں جو نظر نہیں آتے۔ کسی پرانی یاد کو تازہ کرنے والے افسر سے مل کر خوشی ہوئی کہ وہ ان لوگوں کے درمیان تھا جو عقیدت کے سفر میں خون کا دریا عبور کر کے آئے تھے۔ میں داتا صاحب کے شہیدوں اور زخمیوں کو سلام کرتا ہوں۔ میو ہسپتال کے ڈاکٹروں، نرسوں اور سارے خدمت گزاروں، اہلکاروں کو سلام کرتا ہوں۔

وہاں سے نکل کے میں خواب اور انقلاب کی سرحد پر بیٹھے انوکھے پیس ایکٹوسٹ فرخ سہیل گوئندی کے پاس پہنچا، وہاں سلمان عابد اور تنویر ظہور بھی تھے۔ ایک لوک گیت کی سرمستی غمزدہ ماحول میں سرخوشی بن کر بکھرتی جا رہی تھی.....ع

ونگاں چڑھا لو کڑیو داتا دے دربار دیاں

نوائے وقت 5 جولائی، 2010ء

رفیق ڈوگر

یہ کس کی راہ ہے؟

عرفات کا میدان تھا، اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار تھے۔ اہل توحید کے عظیم الشان مجمع کے درمیان میں جس میں جزیرہ نمائے عرب کے ہر حصہ ہر نسب اور قبیلہ سے تعلق رکھنے والے بوڑھے اور جوان مرد اور خواتین احرام پہنے موجود تھے۔ ہر طرف ایسے افراد کھڑے تھے جن کی آواز دور تک سنی جا سکتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک فقرہ ادا کر کے رک جاتے وہ افراد بلند آواز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقرہ دہراتے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام سب حاضرین تک پہنچ جائے۔ خالق و مالک حقیقی کی حمد وثناء کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے لوگو میری بات غور سے سنو۔ اگلے سال اور اس کے بعد پھر کبھی شاید میری تمہاری ملاقات نہ ہو سکے۔ اے لوگو تم پر ایک دوسرے کے جان، مال اور عزت اس دن تک حرام ہیں جب تم اپنے رب سے ملاقات کرو۔ اسی طرح جس طرح تمہارے لئے یہ دن یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہیں۔ بلاشبہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے اور وہ تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔" اتنا فرما کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین سے پوچھا "کیا میں نے اپنی بات تم تک پہنچا دی۔"

آواز آئی "ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

خالق و مالک کائنات کو شاہد بنا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے طویل خطبہ میں یہ بھی فرمایا "اے لوگو غور سے سن لو شیطان مایوس ہے کہ اس زمین پر اس کی کبھی عبادت کی جائے گی لیکن اسے امید ہے کہ وہ تم سے ایسے امور میں اپنی پیروی کروالے گا جنہیں تم حقارت سے دیکھتے ہو اپنے بارے میں شیطان سے ہوشیار رہنا۔"

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے لوگو میرے بعد مرتد نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کے دشمن بن کر قتل کرنے لگو میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر تم انہیں تھامے رکھو گے تو کبھی نہیں بھٹکو گے یہ دو چیزیں آسان اور سادہ ہیں۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔ تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا۔ تم کیا جواب دو گے؟"

حاضرین نے جواب دیا" ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اس کا حق ادا کر دیا اور پوری خیر خواہی کی۔"

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دفعہ فرمایا" اے اللہ گواہ رہنا اے اللہ گواہ رہنا اے اللہ گواہ رہنا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر بار اپنی انگشت شہادت سے پہلے آسمان کی طرف اشارہ کرتے تھے اور پھر سامنے ہجوم کی طرف۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" اے لوگو سنو! جو حاضر ہے میری بات غیر حاضر تک پہنچا دے بہت سے غیر حاضر سننے والوں سے زیادہ یادداشت رکھتے ہیں۔"

یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ حج الوداع میں سے کچھ حصے ہیں۔ خطبہ کے بعد آپ اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور غروب آفتاب تک قبلہ کی طرف رخ کر کے دعائیں مانگتے رہے۔ آپ کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھے ہوئے تھے اور آپ اپنے رب سے "ایک مسکین مانگنے والے" کی مانند دعا کر رہے ہیں۔ اے ہمارے رب تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، اس تعریف جیسی تعریفیں جو ہم کر رہے ہیں اور اس سے بھی بہتر تعریفیں جو ہم کر نہیں کر سکتے اے اللہ میری نماز میری عبادت میری زندگی اور میری موت تیرے ہی لئے ہے اور مجھے تیری طرف لوٹنا ہے اور تو ہی میرا وارث ہے۔ اے اللہ میں قبر کے عذاب سے دل کے وسوسہ سے اور کسی مقصد کے منتشر ہو جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ میں ہوا کے شر سے رات کے شر سے دن کے شر سے اور زمانے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

منیٰ کا میدان تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر رکابوں میں پاؤں رکھ کر کھڑے تھے۔ مہاجرین دائیں طرف انصار بائیں طرف بیٹھے تھے۔ باقی حاجی ان کے گرد بیٹھ چکے تو آپ نے خطاب شروع کیا۔ مکبر جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے آپ کا خطاب دوسروں تک پہنچانے لگے۔ آپ کی اونٹنی کی مہار حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پکڑی ہوئی تھی۔ اس خطاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا" اے لوگو تم پر ایک دوسرے کے جان، مال اور عزت اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح اس حرمت والے شہر میں اس حرمت والے مہینہ کا یہ حرمت والا دن قابل احترام ہے۔ عنقریب تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اللہ کے ساتھ کسی کو

شریک نہ کرنا۔ اگر سیاہ فام نکٹا غلام بھی تمہارا امیر مقرر کر دیا جائے جو تمہاری قیادت اور حکومت قرآن کے مطابق کرے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا اپنی والدہ والد بہن بھائی اور تمام رشتہ داروں سے حسن سلوک اور تواضع سے پیش آنا کسی کو ناحق قتل نہ کرنا۔ زنا نہ کرنا اور چوری نہ کرنا۔

تو وہ جنہوں نے داتا جی کے دربار میں اتنے اہل ایمان کا خون بہایا تھا ان تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نہیں پہنچا تھا؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی عمل سے منع فرمائیں اور کوئی مسلمان وہ کام کرے؟ کیوں؟ کیا وہ اور ان کو مارنے ان سے معصوم مسلمانوں کو مروانے والوں کے لئے نہیں ہے لازم اللہ کے رسول کے اس فرمان پر عمل؟ کیا پوچھتی ہے ہر نمناک آنکھ؟ جب اس خطہ میں کفر وشرک کا گھپ اندھیرا تھا۔ تہ درتہ جہالت کا تو حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کونسی شمع ہدایت لے کر آئے تھے۔ اس کفر وشرک کے خلاف پرامن جنگ لڑنے کے لئے۔ اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی شمع ہدایت یا کوئی بارود سے بھری جیکٹ؟ مسلمان اور قرآن وسنت سے رہنمائی حاصل نہ کرے؟ کیسے ہوسکتا ہے؟ مسالک ہیں، رہیں گے تاریخ انسانی کا یہ سبق ہے کہ کسی بھی مسلک اور نظریہ کو کبھی بھی قوت اور قتل وغارت سے ختم نہیں کیا جاسکا۔ فلاح کی راہ صرف اور صرف وہ ہے جو قرآن دکھاتا ہے جس پر قائم ودائم ہوجانے کی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے۔ تو پھر یہ کون سی راہ ہے؟ کس کی دکھائی راہ ہے جس پر چلے جارہے ہیں اہل منصوبہ۔ کسی کی تباہی کی راہ ہے یہ؟ یہ وہ راہ تو نہیں جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا ودین کی فلاح کی راہ قرار دیا ہوا ہے۔ کون ہے مجرم ان یتیم ہوجانے والے بچوں کا ان کے خاندانوں کا جنہیں اہل جیکٹ نے شہید کر دیا تھا؟ اہل پاکستان کا جن کی اجتماعی سلامتی پر خودکش حملے کئے جارہے ہیں؟ سب کی سلامتی اس ملک کی سلامتی کے ساتھ ہے۔ سب مذاہب کی سب مسالک کی ان سب کی جو کوئی بھی اس پاکستان کے باسی ہیں جس کے لئے ہمارے اجداد نے خون دیا ہوا ہے۔ علی ہجویری نے لکھا ہے "کسی کو دکھ دینے سے پہلے سوچو کہ اس کی جگہ تم ہو تو تمہارا کیا حال ہو گا؟" یہ انداز فکر کس پر لازم ہے؟ کیا ہر انسان کو ہر عمل سے پہلے ایسا نہیں سوچنا چاہیئے؟ جی ہاں ہر اس انسان کو جس نے روز حساب اپنے رب کو اپنے ان سب اعمال کا حساب دینا ہے جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجے ہوں گے اس رب کو جو دلوں کے بھید بھی خوب جانتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

روزنامہ نوائے وقت، 5 جولائی، 2010ء

پروفیسر سید اسرار بخاری

دہشت گردی کی جڑ

پاکستان کے عوام اور حکمران اپنے آپ سے یہ سوال کریں کہ امریکہ کے افغانستان میں داخل ہونے سے پہلے کیا ہمارے ہاں دہشت گردی تھی یا نہیں، ظاہر ہے کہ ان کے اندر سے یہی جواب آئے گا کہ نہیں تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جڑ کا تعین ہو گیا حکومت نے بہتیرا تعاون کر لیا اب اسے بند کرے اور اپنی خود مختاری و آزادی کے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر با آواز بلند امریکہ کو یہاں سے نکل جانے، ڈرون حملے بند کر دینے اور نیٹو فورسز کے لئے سپلائیاں روک دینے کا اعلان کر دیں جب تک حکومت ایسا نہیں کرے گی یہاں دہشت گردی ہوتی رہے گی طالبان کسی بھی ٹائپ کے ہوں اس لئے دہشت گردی کرتے ہیں کہ پاکستان اور امریکہ میں کوئی فرق نہیں رہا بلیک واٹر، سی آئی اے، موساد اور را اسی لئے یہاں دہشت گردی کرتے ہیں کہ پاکستان تباہ ہو اور یہاں امریکہ کے قدم جمتے چلے جائیں امریکہ سے دوستی رکھیں اور اگر وہ دوستی نہ رکھے تو کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ ہمارے پاس اس خطے کی بڑی طاقت چین کی دوستی موجود ہے۔ جب تک امریکہ یہاں ہے ڈرون طیاروں کے حملے ہوتے رہیں گے سرحدیں سیل نہیں ہونگی امریکہ کی نام نہاد دہشت گردی کی جنگ میں ہم اس سے تعاون ختم نہیں کرینگے اسی طرح ہماری نعشیں گرتی جائیں گی ہماری معیشت کو دھچکا لگتا رہے گا ہمارے ہاں خودکشیاں اور مہنگائیاں بڑھتی رہیں گی۔ کیا حکومت کو یہ علم نہیں تھا کہ داتا دربار برصغیر کی سب سے بڑی خانقاہ ہونے کے ناطے دہشت گردوں کے لئے زرخیز ترین پوائنٹ ہے اب سانپ تو نکل گیا لکیر پیٹنے سے کیا فائدہ اگر کوئی حسین طوائف کو مہمان بنا لے تو غنڈے لچے بدمعاش تو اس کے گھر کے اردگرد جمع ہونگے۔ ہمیں امریکہ کو یہاں سے رخصت کرنا ہو گا اور تمام فوجی آپریشن وہ ہماری طرف سے ہوں امریکہ کے کہنے پر یا براہ راست امریکہ کی طرف سے ہوں بند کرنا ہونگے ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے اگر اسی پر عمل کر دیا جائے تو یہاں سے دہشت گردی رخصت ہو سکتی ہے وگرنہ شر کی جڑ کے یہاں موجود رہنے کے باوصف دشمن واردات کرتا رہے گا اور ہم تحقیقات کرتے رہینگے۔ داتا دربار پر دہشت گردی کا حملہ ایسا حملہ ہے کہ جس سے یہاں کتنے ہی فساد پیدا ہو سکتے ہیں۔ اب یہ قوم کی دانشمندی کا امتحان ہے کہ وہ مذہبی تعصب، فرقہ وارانہ منافرت، عقائد کا اختلاف، مدارس کا نصاب بیچ میں نہ آنے دیں اور حکومت سے اس انداز میں مطالبہ کریں کہ وہ امریکہ کے عمل دخل کو یہاں سے کلی طور پر ختم کرنے پر مجبور ہو جائے وگرنہ مڈٹرم الیکشن کرا کے ایسے افراد کو منتخب کریں جو یہاں سے امریکہ کی چھاؤنی اٹھا دے۔

نوائے وقت 4 جولائی، 2010ء

طیبہ ضیاء

ڈاتا دربار کے احاطہ میں دھماکے۔۔۔سازش کا تیسرا باب!

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کے بعد یزیدی حکومت سے خطرہ محسوس کرتے ہوئے حرم کعبہ میں پناہ لینے کا ارادہ کرلیا۔ معتبر احباب کو جمع کیا اور یزید کے ناپاک ارادوں کا تذکرہ فرمایا جس کے ردعمل میں اہل مدینہ نے یزیدی گورنر اور بنی امیہ کے افراد کو مدینہ منورہ سے نکال دیا۔ یزید کو جب علم ہوا تو اس نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قید کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اس مقصد کے لئے حصین بن نمیر کی قیادت میں ایک لشکر مکہ مکرمہ بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور حرم میں پناہ گزیں ہو گئے۔ ایمان اور نفاق کے بیچ لڑائی شروع ہو گئی۔ چونکہ کعبہ کے گرد خیموں کی کثرت تھی لہٰذا ایک خیمے کو آگ لگ گئی۔ آگ اتنی بھڑکی کہ کعبہ شریف کے غلاف کو چُھو گئی۔ کعبہ لکڑی اور پتھروں سے تعمیر ہوا تھا۔ لکڑی کو آگ لگنے سے کعبے کی دیواریں کمزور ہو گئیں۔ پتھر گر گئے حتیٰ کہ کعبہ پر کبوتر بھی بیٹھتا تو پتھر گرنا شروع ہو جاتے۔ اس صورتحال سے یزیدی لشکر بھی گھبرا گیا۔ المختصر دشمنانِ اہل بیت رضی اللہ عنہم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے کمزور کر دیا۔ کعبہ کو گزند پہنچانے اور غلاف مبارک کو آگ لگانے کے ناقابل معافی جرم کے ذمہ دار یزیدی لشکر کا سردار یزید عتابِ الٰہی میں مبتلا ہو گیا اور اس واقعہ کے 27 روز بعد مر گیا۔ کعبہ کو نقصان پہنچانے کا یہ واقعہ 3 ربیع الاول 64 ہجری کو پیش آیا۔ یزیدی لشکر کو جب یزید کی موت کی اطلاع ملی تو انہیں محاصرہ اٹھانا پڑا اور واپس شام جانا پڑا۔ اس واقعہ کے بعد سب سے پہلا مرحلہ کعبہ کی تعمیر نو تھا۔ تعمیر نو کے واقعہ کا اجتہادی مسئلہ اور اس کی تفصیل تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ یزیدی شامی لشکر کے بعد حجاج بن یوسف اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ میں جہاد۔ ایک بار پھر کعبۃ اللہ کی بے حرمتی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت۔ اور حجاج بن یوسف کی سفاکی کی تاریخ سے آج بھی دھواں اٹھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ کعبہ کو دو بار نقصان پہنچایا گیا اور ایک بار پھر تعمیر نو کی گئی۔ اس سے پہلے حضرت عبدالمطلب کے زمانے میں بھی کعبۃ اللہ پر ابرہہ کے لشکر نے چڑھائی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ فیل میں اس واقعہ کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ اجمیر میں حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا لاہور میں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ مبارک۔ ظالموں اور منافقوں نے جب اللہ کے گھر کو نہیں بخشا تو اللہ کے بندوں کی درگاہوں کی

ان کے نزدیک کیا اہمیت ؟ نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے دور خلافت میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی سازش کو بے نقاب کر دیا۔ یہودی قبر مبارک سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد اطہر نکالنا چاہتے تھے اور اس ناپاک ارادے کے لئے یہودیوں نے زیر زمین ایک سرنگ کھودنا شروع کر دی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے خواب میں آ کر انہیں حقیقت سے باخبر کیا اور یوں ایک حکیمانہ منصوبہ بندی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر تک پہنچنے والے غلیظ ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔ اس واقعہ کے بعد قبر مبارک کو ایک سیسہ پلائی دیوار میں محفوظ کر دیا گیا۔ حکومت کو چاہئے کہ پاکستان میں تمام درگاہوں کی قبروں کے اطراف سکیورٹی تعینات کر دی جائے تا کہ کوئی شخص قبروں یا جالیوں تک نہ پہنچ سکے۔ اگر دشمنانِ اسلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کو نہیں بخشا تو اولیاء کرام کی قبروں کی ان کے نزدیک کیا اہمیت؟ خدارا ہنود و یہود و نصاریٰ کی سازش کو سمجھنے کی کوشش کرو! داتا دربار میں سینکڑوں بندگان توحید کی شہادتیں بھی گو کہ لرزا دینے والی تاریخ بننے جارہی ہیں مگر تاریخ بتاتی ہے کہ یہ واقعہ مسلمانوں کی تاریخ میں پہلا واقعہ نہیں ہے۔ اسلام کو بدنام اور مومنین کو ناحق قتل کرنے کا آغاز واقعہ کربلا سے ہو چکا تھا۔ یہودیوں کی سازش کو اپنے نئے نئے رنگ دکھاتے ہوئے چودہ صدیاں بیت چکی ہیں۔ اجمیر میں حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر دھماکہ میں ایک مسلمان کو ملوث قرار دیا گیا جو کہ اس حملے میں خود بھی مارا گیا۔ مقدمہ چلتا رہا۔ ایک ہندو کے خلاف حتمی شواہد ثابت ہونے پر بالآخر اسے مجرم قرار دینا پڑا ۔۔۔ دنیا بھر میں مساجد، دینی مدارس یا درگاہوں پر حملے اور علماء و مشائخ کی شہادتیں ۔۔۔ یہ کام کسی مسلمان کا نہیں ہوسکتا۔ وہ جو بک گیا وہ مسلمان نہیں "کرائے کا قاتل" کہلاتا ہے۔

پاکستانیوں کا نام نہاد بائیں بازو یا لبرل طبقہ قرآن پاک کی آیات مبارکہ اور "ہنود و یہود و نصاریٰ" کے الفاظ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ایسا کہنے اور سمجھنے والوں کو تنگ نظر یا جاہل سمجھا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ لوگ جاہل ہیں جو اللہ کی کتاب میں موجود پیشگوئیوں سے نظریں چرا رہے ہیں۔ اسلام کو ماڈرن کرنے کے لئے مختلف زاویے اور تاویلیں گھڑ رہے ہیں جبکہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہنود و یہود و نصاریٰ کی سازش کے تیسرے باب کا آغاز ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑا نے انہیں کمزور کرنے اور پاکستان کو حقیقی معنوں میں دوزخ بنانے کی منصوبہ بندی کے مطابق پہلا مرحلہ "سنی شیعہ فساد" دوسرا مرحلہ "احمدی اور سنی لڑائی" اور اب تیسرا مرحلہ "وہابی اور بریلوی میں محاذ آرائی" کا شروع ہو چکا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حملہ دشمنانِ اسلام کی سازش کا تیسرا اور نہایت

خطرناک باب ہے۔ اس باب کے آغاز سے پہلے "امریکی صوفی مشن" کا آغاز کر دیا گیا تھا۔ وائٹ ہاؤس ہم سے زیادہ اسلام جانتا ہے۔ ہم سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہے۔ اسے علم ہے کہ اسلام کو کمزور کرنے کے لئے فرقہ واریت کو ہوا دینا لازمی ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ مسلمانوں سے زیادہ یہود و نصاریٰ حکومتوں نے پڑھ رکھی ہے۔ امریکہ کا تو آئین بھی قرآن پاک کی بنیاد پر بنایا گیا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور میں ہی فرقہ واریت کی نذر ہو گئی تھی اور تب سے اب تک یہودی مسلمانوں کو آپس میں لڑا رہے ہیں اور یہ "مسلمان بھائی بھائی" اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسی کو چھوڑ کر یہودیوں کی رسی میں جھول رہے ہیں۔ الا ماشاء اللہ "پیڈ" مسلمانوں کی وجہ سے پاکستان آج عذاب اور آزمائشوں کا شکار ہے۔ جب تک تمام فرقے متحد نہیں ہونگے دشمنان اسلام اپنی گھناؤنی سازشوں کی کاری ضربیں لگاتے رہیں گے ہمیں ہوش کے ناخن لینا ہونگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" کہہ دو کہ وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک دوسرے سے لڑا کر آپس کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو ہم اپنی آیتوں کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں تا کہ یہ لوگ سمجھیں" (الانعام:۵٦) تاریخ میں مسلمانوں کے زوال اور عذاب کے لاتعداد واقعات موجود ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کی کربلا قائم ہوتی رہے گی ایمان اور کفر کا امتحان ہوتا رہے گا۔ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔۔۔ پاکستانیوں کا اسلام کب زندہ ہوگا ۔۔۔؟ اب مزید کس قیامت کا انتظار ہے۔۔۔؟ داتا صاحب کے احاطے میں دھماکوں کی خبر سن کر دیس پردیس پاکستانیوں کی آنکھیں اشکبار ہیں۔ بلا امتیاز ہر فرقے سے تعلق رکھنے والے لوگ داتا کی نگری میں ٹوٹنے والی قیامت سے پریشان اور افسردہ دکھائی دے رہے ہیں۔ مجھے اس قیامت صغریٰ کی اطلاع امریکہ سے میرے شوہر نے فون پر دی۔ میں داتا کی نگری میں ہوتے ہوئے بھی بے خبر تھی۔ تمام رات روتے اور سسکتے ہوئے گذری کہ میرا بچپن داتا صاحب کے احاطے میں اچھلتے کودتے گزرا ہے۔ آج میرے پاس جو کچھ ہے سب حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت ہے۔ یہ لڑائی فرقوں کی نہیں کافروں اور منافقوں کی پھیلائی ہوئی نہایت باریک اور خطرناک سازش ہے۔!

روزنامہ نوائے وقت، 3 جولائی، 2010ء

جلوہ گر نورِ خدا ہے مرے آئینے میں
مَیں بھی ہوں آئنہ بردارِ علی ہجویریؒ

ڈاکٹر حسین احمد پراچہ

مرکز مہر و وفا بھی دہشت کا نشانہ

لاہور میں ایک ایسی جگہ ہے جہاں بھوکے کو کھانا، پیاسے کو پانی، مصیبت زدہ کو پناہ، بے گھر کو سونے کی جگہ اور اُداس و ویران دلوں کو سکوں کی دولت ملتی ہے۔ یہ مسجد داتا دربار اور مزار سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ تقریباً ایک ہزار برس پہلے سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد نے انہیں غزنی سے عازم سفر ہونے اور لاہور میں آباد ہو کر دلوں کی کشتِ ویراں کو سرسبز و شاداب کرنے کا حکم دیا تھا۔ اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل میں سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ 1039ء میں لاہور پہنچے تھے۔

آپ نے وعظ و تلقین اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا اور اللہ نے آپ کو مرجع خلائق بنا دیا۔ آپ نے منہاج الدین، کتاب الفناوالبقا، کشف الاسرار اور متعدد کتابیں لکھیں لیکن کشف المحجوب آپ کی سب سے مشہور تصنیف ہے۔ اس عظیم تصنیف کے یوں تو کئی تراجم ہوئے ہیں مگر اس کا ایک رواں دواں جدید ترجمہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے جان نثار ساتھی میاں طفیل محمد نے کیا تھا۔ اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ داتا صاحب کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ تصوف اسلامی وہ ہے جس کا ایک قدم بھی دائرہ اسلام سے باہر نہ ہو۔ آپ نے نہایت وضاحت اور صراحت سے لکھا ہے کہ حقیقی طریقت وہ ہے جو شریعت کی پابند ہو۔

ہزار برس سے لاہور میں قائم مرکز مہر و وفا میں جور و جفا کا بازار گرم کرنے کا خیال کبھی کسی غیر مسلم یا کافر کو بھی نہ آیا۔ میرا دل اب بھی یہ ماننے کو تیار نہیں کہ رواداری اور محبت بانٹنے والی اس روحانی بستی کو قتل گاہ بنانے والوں کا اسلام یا مسلمانوں سے کوئی تعلق ہو گا۔ سیاسی ایجنڈا رکھنے والے طالبانوں نے بھی اس واقعے کی شدید مذمت کی ہے اور اس سے اپنی مکمل لاتعلقی کا اظہار کیا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ دل میں دھماکہ ہوا ہے اور دل لہو سے بھر گیا ہے اور ایسے میں کچھ سجھائی نہیں دیتا کہ درد کا اظہار کس پیرائے میں کروں کہ غم کا کچھ بوجھ ہلکا ہو۔

ہم ایسے مواقع پر بھی سنجیدگی اور دردمندی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے الزام تراشی پر اتر آئے ہیں۔ ہم دہشت گردی کے مقامی و عالمی اسباب کا تعین کرنے کی بجائے تحریکِ پاکستان کے مقدس نام کے پردے میں علمائے کرام کو نشانہ تنقید بناتے ہیں اور فرقہ پرستی کو ہوا دینے کی کوشش کرتے ہیں ایک تجزیہ نگار کا کہنا یہ

ہے کہ ملاؤں نے نظریہ پاکستان ایجاد کیا اور پھر وہ پاکستان کے ٹھیکیدار بن بیٹھے۔ ایک سینئر کالم نگار داتا دربار کے عظیم سانحے کو دیوبندی بریلوی چپقلش کا شاخسانہ بنانے کا افسانہ بیان کر کے سامعین کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وطنِ عزیز میں بعض ملکی وغیر ملکی قوتوں نے شیعہ سنی فرقہ وارانہ فسادات کرانے کی سعی کی۔ بعض نے دیوبندی بریلوی مکاتبِ فکر کو آپس میں لڑانے اور پاکستان کو دنیا کی نظروں میں تماشا بنانے کی کوشش کی مگر ایسی کوشش کو پاکستانی عوام کے دینی شعور نے ناکام بنا دیا اور انہوں نے فرقہ وارانہ بنیادوں پر تقسیم ہونے اور اس آگ میں جلنے سے انکار کر دیا۔

پاکستان کی حکومت اور اپوزیشن امریکہ کے احکامات کی تعمیل میں کبھی ایک محاذ پر مصروف کار ہو جاتی ہیں اور کبھی دوسرے محاذ پر مگر وہ حقیقی فکر مندی کے ساتھ بدامنی اور خودکش دھماکوں کے پیچھے کارفرما ہاتھ کو بے نقاب کرنے کی طرف توجہ نہیں دے رہیں۔ جب کوئی ایسا واقعہ یا سانحہ رونما ہو جاتا ہے تو حکومتی کارندے بڑھکیں مارنے اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی باتیں کرتے ہیں مگر سر جوڑ کر بیٹھنے اور غور و فکر پر آمادہ نہیں ہوتے۔

داتا کی نگری کو ہی لیجئے یہاں کئی برس سے مسجدوں اور مدرسوں پر خفیہ پولیس کے دفاتر پر، پولیس کی تربیت گاہوں، غیر مسلموں کی عبادت گاہوں پر غرضیکہ شاہراہوں اور گلی کوچوں میں ہر طرف قیامت صغریٰ کا سماں برپا رہا۔ خودکش حملہ آور اپنی مرضی کا نشانہ چنتے رہے اور لوگوں کو چُن چُن کر بموں اور گولیوں سے بھونتے رہے مگر ہم نے کسی ایمرجنسی کا اظہار کیا نہ کوئی قومی کانفرنس بلائی نہ ہی کوئی ایسا پروگرام وضع کیا جسے بروئے کار لا کر ہم اس بلائے ناگہانی سے نجات پا سکتے۔ اب دہشت گردوں نے داتا کی اپنی آرام گاہ کو قتل گاہ بنا دیا ہے۔

ہمارے حکمرانوں اور سیاست دانوں کو کیوں اندازہ نہیں کہ عالمی ایجنڈہ یہ ہے کہ پاکستان کو جینے دیا جائے اور نہ مرنے دیا جائے۔ اگر پاکستان کو ترقی کرنے دی جائے، اگر پاکستان کو عالم اسلام کی پہلی ایٹمی قوت کا کردار ادا کرنے دیا جائے، اگر پاکستان کو اسلام کا قلعہ بننے کا موقعہ دیا جائے اور پاکستان کو مسلمانوں کیلئے رول ماڈل بننے دیا جائے تو پھر عالمی ایجنڈے کی تکمیل دشوار ہو جاتی ہے بلکہ ناممکن ہو جاتی ہے۔ پاکستان کو بالکل کمزور اس لئے نہیں ہونے دیا جاتا کیونکہ امریکہ اپنے مفادات کی جنگ اس کے ذریعے لڑ رہا ہے۔ ہم کرائے کے ایسے کارندے بنے ہوئے ہیں کہ جو اتنے سادہ دل ہیں کہ دوسروں کی لڑائی اپنی جیب سے پیسے خرچ کر کے لڑ رہے ہیں اور کشکول گدائی لے کر ہر کسی کے آگے

دست سوال دراز کر رہے ہیں۔

یہ پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں کا کام ہے کہ وہ اندازہ لگائیں کہ را اور موساد جیسی غیر ملکی ایجنسیاں کتنا اسلحہ اور رقوم بانٹتی ہیں اور پاکستان کو کمزور کرنے کیلئے رات دن تگ و دو کر رہی ہیں۔ ہمیں اپنے مفادات کا کوئی پاس لحاظ نہیں۔ جس جنگ سے امریکہ اور برطانیہ راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ سی آئی اے چیف برطانوی آرمی چیف اور خود حامد کرزئی کے بیانات اس کے واضح ثبوت ہیں مگر ہم اس آگ کو آگے بڑھ کر گلے لگا رہے ہیں۔ اس وقت بڑھکوں اور جنوبی پنجاب کو بھی رزم گاہ بنانے اور یہاں آپریشن کرنے کی بجائے فہم و فراست اور فکر و تدبر کے چراغ جلانے کی ضرورت ہے۔ صدر پاکستان اپنے اقتدار کو بچانے اور دوام بخشنے کیلئے شعلہ نوائی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں اپوزیشن رہنما نواز شریف ایک روز شعلہ افشانی اور اگلے روز شبنم افشانی سے کام لیتے ہیں اور اللہ اللہ خیر صلا۔ لوگ بیچارے منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔

ایک روز انہوں نے کہا کہ ہم قومی اسمبلی کا اجلاس بلائیں گے۔ دوسرے روز اپنے مطالبے سے دستبردار ہو گئے۔ ایک روز اُن کی پارٹی کے ترجمان چوہدری نثار نے مڈٹرم الیکشن کی بات کی اگلے روز وہ اپنی بات سے مکر گئے۔ لوگ بیچارے چکی کے دو پاٹوں میں پس رہے ہیں حکومت بھی اُن کیلئے کچھ نہیں کر رہی ہے اور نہ ہی اپوزیشن عوام کے درد کا درماں تلاش کرنے میں کوئی دلچسپی رکھتی ہے۔

اب وزیر اعظم نے قومی کانفرنس بلانے کی بات کی ہے۔ یہاں اس سے پہلے بھی کئی کانفرنسیں ہوئی ہیں۔ جب تک حکومت اور اپوزیشن نے امریکی ایجنڈے کو چھوڑ کر پاکستانی ایجنڈا اختیار کرنے کا فیصلہ نہیں کرنا اس وقت تک ہمارے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ جب تک ہم امریکی جنگ کا حصہ بننے، قبائلی علاقوں میں ڈرون حملوں اور فوجی آپریشن کے مضمرات اور دشمن کے مقاصد کا درست اندازہ نہیں لگاتے اس وقت تک ہم کوئی مفید، جامع اور مؤثر پالیسی نہیں بنا سکتے۔ ہمیں انتہا پسندانہ مذہبی رویئے کے آلہ کار بننے والے نوجوانوں کو اس چنگل سے رہائی دلانا ہوگی اور اُن کے ذہن کو اسلام کے سرمدی پیغام سے سیراب کرنا ہوگا۔ یہ انتہا پسند مذہبی عنصر جہاں بھی ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں ہمیں اس سے نجات حاصل کرنا ہوگی اور غیر ملکی ایجنسیوں سے اُن کے تعلقات کا نیٹ ورک توڑنا ہوگا۔ مختصر یہ ہے کہ ہمیں اپنی حالت خود ہی سنوارنا ہوگی۔ میں رحمت یزداں کے سامنے دستِ سوال پھیلا کر دعا گو ہوں...... ؎

داتا تری برکات کے دربار ہیں جاری
مخلوق سے روٹھے نہ کبھی رحمتِ باری

روزنامہ نوائے وقت 5 جولائی، 2010ء

جاوید قریشی

دہشت گردی کے خلاف جنگ۔اور سیاسی عدم ہم آہنگی

ارادہ تھا ملک میں ہر طرف سے ابھرتے ہوئے تناؤ اور بحران پر بات کرنے کا لیکن دہشت گردوں کے داتا دربار پر حملہ نے مجبور کر دیا کہ پہلے اس پر کچھ بات ہو جائے۔ لاہور ایک بار پھر دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے۔ زیادہ دیر کی بات نہیں کہ احمدیہ جماعت کے دو مراکز گڑھی شاہو اور ماڈل ٹاؤن اس قسم کی دہشت گردی کا نشانہ بنے تھے۔ اس موقع پر ہلاک کر دیئے جانے والوں کی تعداد سو کے قریب تھی۔ داتا دربار میں ان عبادت گزاروں کی تعداد جو جان سے ہاتھ دھو بیٹھے 45 بتائی جاتی ہے۔ زخمیوں کی تعداد 175 ہے۔ خدا جانے زخمیوں میں بھی کتنے ایسے ہوں گے جو جان کی بازی ہار جائیں گے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق وزارتِ داخلہ نے دو روز قبل حکومت پنجاب کو اس قسم کی دہشت گردی کی اطلاع دے دی تھی لیکن پھر بھی دہشت گرد ایک بار پھر اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہوئے اور انتظامیہ منہ دیکھتی رہ گئی۔ لاہور شہر کی اس مقدس ترین عمارت کو گزشتہ آٹھ سو سال تک کوئی میلی آنکھ سے دیکھ سکا نہ اس کا تقدس پامال کر سکا۔ متعدد بار غیر ملکی فوجوں کی یلغار بھی اس میں شامل ہے۔ کئی مذاہب کے حملہ آور آئے اور اس پر قابض ہوئے۔ برسوں سکھ اس شہر پر حکمرانی کرتے رہے۔ پھر انگریزوں کا دور بھی آیا لیکن کبھی دربار پر حملہ تو دور کی بات کسی کو بُری نظر سے اس کی طرف دیکھنے کی جرأت بھی نہ ہوئی۔ نہ ہی کسی نے زائرین کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں کے جمہوری دور میں انتظامیہ اس کے تقدس کو برقرار رکھنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔

دراصل دہشت گردی سے ہماری مملکت کا کوئی حصہ کوئی گوشہ محفوظ نہیں۔ احمدی جماعت پر حملہ کے بعد گرفتار ہونے والے اشخاص سے دہشت گردوں کے بارے میں مفید اطلاعات ملی ہیں۔ ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل کے مطابق متعدد گرفتاریاں رائے ونڈ کے علاقہ سے ہوئی ہیں۔ رائے ونڈ تو ویسے بھی شریف برادران کی وجہ سے ہائی سیکورٹی زون ہو گا۔ یہاں سے بے شمار اسلحہ، بارود، راکٹ لانچرز، خودکش جیکٹ بنانے کا سامان، جن میں خواتین کے لئے مخصوص جیکٹس بنانے کا سامان پکڑا گیا ہے۔ گرفتار ہونے والوں میں ایک کوالیفائڈ انجینئر بھی ہے۔ اِن دہشت گردوں میں پڑھے لکھے نوجوان

بھی شامل ہیں۔ خدا جانے کیوں ہماری پولیس نے اس اہم واقعہ کو عوام سے مخفی رکھا ہوا ہے۔ اگر دہشت گردی کی اس خبر کو تصویروں کو ساتھ عام کر دیا جاتا تو ممکن ہے عوام کو چوکس کرنے اور ان وطن دشمن لوگوں سے محفوظ رہنے کا بہتر انتظام کیا جا سکتا۔ اس واقعہ کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے یہ مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی کی بدترین مثالوں میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ شہداء کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ اُمید ہے حکومت اس تکلیف دہ واقعہ کی بھرپور انکوائری کرے گی اور نتائج سے عوام کو باخبر کرے گی۔ اس قسم کے واقعات میں سیکورٹی ایجنسیز کی ناکامی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں جہاں کوتاہی سامنے آئے سخت تادیبی اقدام کئے جائیں۔ ہماری پولیس اور انٹیلی جنس ایجنسیز کو بھی پوری سرگرمی سے دہشت گردی کی آماجگاہوں کو تلاش کر کے انہیں ختم کر دینا ہوگا تاکہ ملک دہشت گردی سے چھٹکارا حاصل کر سکے۔

ایک طرف دہشت گردی کے اس قسم کے واقعات، دوسری طرف ان تمام سے صرف نظر کر کے ذاتی اور جماعتی مفادات کا تحفظ یقین نہیں آتا کہ وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں قدرت نے ہماری تقدیر کے فیصلے رکھ دیئے ہیں کیونکر اتنے خودغرض ہو سکتے ہیں کہ سب کچھ فراموش کر کے محض ان چیزوں پر توجہ دیں جو ان کے کام کی ہوں۔ لوگ اس رویے سے اس قدر نالاں ہو چکے ہیں کہ اب کہنے لگے ہیں کہ جمہوریت نے ہمیں دیا کیا؟ مہنگائی، بے روزگاری، فاقے، خودکشیاں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ نظام نے ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہر نعمت میسر ہے۔ زرق برق لباس، عالیشان گاڑیاں، محلات، بے انداز دولت (خواہ اُسے ملک کے اندر رکھیں یا باہر) یہ ایسے خوش نصیب لوگ ہیں جن پر مہنگائی، توانائی کے بحران یا کسی بھی دوسرے بحران کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ان کی دولت کا شمار نہیں۔ بجلی، ڈیزل، پٹرول، مٹی کا تیل وغیرہ کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کے اثرات سے یہ لوگ سدا محفوظ رہتے ہیں۔ غریب عوام جب اپنی حالت کا ان کے حالات سے موازنہ کرتے ہیں تو کبھی خودکشی پر آمادہ ہو جاتے ہیں، کبھی یہ اقدام اپنے پیاروں کے ساتھ سب کی زندگی کی شمع گل کر کے دنیاوی آزار سے نجات حاصل کر لیتے ہیں۔ کبھی آپ نے پہلے یہ سنا تھا کہ ایک ماں اپنے چار بچوں کو زہر کے ٹیکے لگا کر خود اپنی زندگی ختم کر لے؟ یا ماں اپنے تین بچوں سمیت ٹرین کے آگے چھلانگ لگا کے جینے کے عذاب سے چھٹکارا حاصل کر لے؟ خدا جانے ابھی اور کیا کیا دیکھنا باقی ہے؟

گزشتہ عام انتخابات کے بعد دو جماعتوں کو نمایاں کامیابی میسر آئی۔ ان میں اول پی پی اور دوئم

ن لیگ تھیں۔انتخابات سے پہلے پی پی پی کو اپنی قائد محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کے صدمہ جانکاہ سے گزرنا پڑا۔جس کا اثر لازمی طور پر انتخابات پر بھی ہوا۔پنجاب میں ن لیگ نے بھی نمایاں کامیابی حاصل کی۔ن لیگ کو صدر مشرف سے قربت کا خمیازہ بھگتنا پڑا اور وہ اتنی اچھی پوزیشن حاصل نہ کر سکی جس کی خواہش کرتی تھی۔الیکشن کی راہ اور اس کے فوراً بعد پی پی پی اور ن لیگ میں اچھے روابط قائم ہو گئے تھے۔ دونوں نے مل کر وفاق اور پنجاب میں مخلوط حکومتیں بنانے کا فیصلہ کیا جو کہ ہمارے سیاسی مستقبل کے لئے ایک نیک فعال تھا۔پاکستان میں بسنے والا ہر شخص چاہتا تھا کہ یہ الحاق قائم رہے اور ملک کی دو بڑی سیاسی جماعتیں ایک ساتھ مل کر ملکی مسائل حل کریں لیکن ہر کوئی یہ بھی جانتا تھا کہ ایسا ہونا ممکن نہیں۔کولیشن میں اختلافات پیدا ہونا شروع ہوئے،ن لیگ کو پی پی پی سے بدگمانیاں اور پی پی پی کو ن لیگ سے شکایات پیدا ہونا شروع ہوئیں اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ ن لیگ نے خود کو وفاق کی حکومت سے علیحدہ کر لیا۔پیپلز پارٹی پنجاب میں بدستور حکومت کا حصہ رہی۔ہر چند کہ ن لیگ نہیں چاہتی تھی کہ پیپلز پارٹی حکومت میں رہے۔پی پی پی کے وزراء کو بے اختیاری کی شکایتیں بھی رہیں حکومت سے گلے شکوے بھی لیکن حکومت کا پلہ چھوٹ نہ سکا اور پی پی پی کے وزراء غالب کے اس شعر کی تصویر نظر آئے۔

اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کئے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہُوا کئے

ن لیگ کے رہنما میاں نواز شریف کا رویہ بطور اپوزیشن لیڈر اکثر اوقات لوگوں کی سمجھ سے بالاتر رہا۔وہ حکومت پر تنقید کرتے بھی تھے تو کچھ اس انداز سے کہ حکومت کو تکلیف نہ ہو اور شکایت کا موقع نہ ملے۔یہاں تک کہ دنیا نے ن لیگ کو ''فرینڈلی اپوزیشن'' کہنا شروع کر دیا۔بعض تجزیہ نگاروں کا خیال تھا کہ نواز شریف اس وقت تک شدید تنقید سے احتراز کریں گے جب تک ان کی جلاوطن ہونے والی ڈیل کے دس سال کی مدت پوری نہیں ہو جاتی۔بعض کا یہ خیال تھا کہ وہ ابھی حکومت میں آنے کا سوچ نہیں رہے ہیں کیونکہ مملکت کو جس قسم کے مسائل کا سامنا ہے ان کا فوری حل نواز شریف کے پاس بھی نہیں۔ تبھی ان کے نمائندے یہ کہتے ہوئے پائے گئے کہ میاں صاحب موجودہ پارلیمنٹ کا حصہ کبھی نہیں بنیں گے۔ن لیگ نے دو ایک مرتبہ مڈٹرم الیکشن کی بات ضرور کی لیکن پھر اپنی روش بدل لی اور حکومت اور اس کے متعدد عمال کی کرپشن پر اپنی توجہ مرکوز کر دی۔ن لیگ کا خیال ہے کہ وہ ایسا کر کے زیادہ فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ن لیگ کے رویے میں پہلے کے مقابلہ میں یک لخت تلخی ن لیگ کے رہنما نواز شریف کی میڈیا

سے گفتگو سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کے حالات بہتری کی جانب نہیں بڑھ رہے۔ حکومت عدلیہ کے فیصلے ماننے کی بجائے اسے آنکھیں دکھا رہی ہے۔ ہم ملکی حالات پر خاموش تماشائی نہیں بنیں گے۔ ہر ایشو پر پارلیمنٹ کا اجلاس بلائیں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ملکی اداروں میں تین سو ارب روپے کی کرپشن ہو رہی ہے۔ سب کا احتساب ہونا چاہئے۔ ن لیگ کے قائد کی حکومت پر تنقید اچانک سامنے آئی ہے۔ ورنہ تو وہ حکومت کی حمایت ہی کرتے رہے ہیں ایک روز بعد نواز شریف نے پھر کہا کہ حکومت عوام کو ریلیف دینے میں ناکام ہو گئی ہے۔ ایک ٹی وی رپورٹ کے مطابق میاں صاحب نے حکومت پر تنقید سے متعلق پارٹی رہنماؤں سے تجاویز طلب کر لی ہیں، انہوں نے پارٹی کو ہدایات جاری کر دی ہیں کہ پارلیمنٹ کا اجلاس جلد ریکوزیشن کریں۔ ن لیگ ذرائع نے بتایا کہ نواز شریف کا تند و تیز لہجہ اسی حکمت عملی کا حصہ ہے جس کے تحت مڈٹرم انتخابات کی حمایت کی بجائے حکومت کے وزراء کی کرپشن بے نقاب کر کے انہیں سزا دلوائی جائے۔

جواب آں غزل کے طور پر صدر آصف زرداری نے ایوان صدر میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اپوزیشن کچھ بھی کر لے حکومت اپنی پانچ سال کی مدت ضرور پوری کرے گی۔ جمہوریت کے دشمنوں نے بھیس بدلے ہوئے ہیں۔ سیاست کو دشمنی میں بدلنا اور سیاسی درجہ حرارت میں اضافہ نہیں چاہتا۔ کچھ لوگ ارکان پارلیمنٹ کو نا اہل کرانا چاہتے ہیں۔ جمہوری دوستوں سے کہتا ہوں جمہوریت کو خراب مت کریں پارلیمنٹ اپنا دفاع کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ دونوں پارٹیوں کے درمیان فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ دونوں کا رویہ ظاہر کرتا ہے کہ اگر فاصلے کم کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو آنے والے دنوں میں ملک کے سیاسی حالات زیادہ خراب ہو جائیں گے۔ ویسے بھی مڈٹرم کی باتیں زیادہ شدت سے کی جانیں لگی ہیں۔ موجودہ حالات میں کوئی اچھی تصویر ابھرتی نظر نہیں آتی۔ اگر دونوں پارٹیوں نے حالات کنٹرول کرنے کی کوشش نہ کی تو اس سے غیر سیاسی اور غیر جمہوری قوتوں کو کھل کھیلنے کا موقع ایک بار پھر مل جائے گا۔ ماضی میں بھی غیر جمہوری قوتوں کو آگے آنے کا موقع اس لئے ملتا رہا کہ سیاستدانوں میں ہم آہنگی نہ تھی۔ اگر یہ سلسلہ چلتا رہا تو ویسی ہی تشویشناک صورت حال پیدا ہو جانے کا خطرہ باقی رہے گا جو جمہوریت کے لئے نقصان دہ ہوگا۔ دہشت گردوں کا مقابلہ بھی مکمل سیاسی ہم آہنگی کے بغیر ممکن نہیں۔ خدا کرے ہمارے سیاست دانوں کی سمجھ میں یہ بات آ جائے۔ **

روزنامہ نوائے وقت، 5 جولائی، 2010ء

طیبہ ضیاء چیمہ (نیویارک)

اصحاب قاف۔۔۔!

چودھری شجاعت حسین نے کہا ہے کہ "منحوس حکومت کے دور میں داتا دربار کا لنگر خانہ پہلی بار بند ہوا ہے"۔اس خبر پر نظر پڑی تو سوچا کہ منحوس حکومت سے مراد زرداری حکومت ہے مگر جب خبر کی تفصیل پڑھی تو معلوم ہوا کہ موصوف "پنجاب حکومت" کو منحوس کہہ رہے ہیں۔موصوف کہتے ہیں کہ داتا دربار کا لنگر کبھی ہندوؤں سکھوں اور انگریزوں کے دور میں بھی بند نہیں ہوا تھا لیکن خادم اعلیٰ کے دور میں پچھلے پانچ روز سے لنگر خانہ بند ہے۔یہ لاہور کے لئے پورے پنجاب کے لئے سخت عذاب ہے۔۔۔چودھری شجاعت حسین کا حافظہ "روٹی شوٹی" سے آگے کام نہیں کرتا وگرنہ انہیں یاد ہوتا کہ ان کے لیڈر پرویز مشرف کی حکومت کو پاکستان کا بچہ بچہ منحوس کہتا ہے۔ایسی نحوست کہ خیبر تا کراچی پاکستان عذاب میں مبتلا رہا ہے جبکہ موجودہ وفاقی حکومت کے کرتوتوں کی وجہ سے نحوست شدت اختیار کر چکی ہے۔پیپلز پارٹی کے جیالے تو مشرف حکومت کی نحوست کو چوک میں کھڑے ہو کر گالیاں دیا کرتے تھے۔دہشت گردی کو اپنے گھر لانے والی "منحوس حکومت" کی وجہ سے آج پورا ملک نحوست کا شکار ہے۔داتا دربار کے مزار پر دھماکے اسی منحوس حکومت کا نتیجہ ہیں۔داتا دربار کے مزار پر دھماکے اور لنگر خانے پر خاموشی اسی نحوست کا تسلسل ہیں۔پاکستان کو امریکہ کی گود میں دینے کا فیصلہ چودھری شجاعت حسین کے لیڈر نے کیا تھا۔امریکہ کو گھر آنے کی دعوت چودھری شجاعت حسین کے لیڈر نے دی تھی۔آج پاکستان میں جہاں کہیں دہشت گردی کا کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے اس کا ثواب چودھری شجاعت حسین اور ان کے ساتھیوں کو پہنچتا ہے۔مشرف حکومت کی منحوس پالیسیوں کی وجہ سے آج ملک کے تندور اور لنگر خانے بند ہیں۔رہی سہی کسر زرداری حکومت کی نحوست نے پوری کر دی ہے۔داتا دربار کا لنگر خانہ بند کرنے میں سب کی نحوستیں کارفرما ہیں۔منحوس کارروائیوں سے ایک لنگر خانہ تو کیا اللہ کے گھر کا طواف بھی بند ہو جاتا ہے۔ 1979 میں حرم مکہ پر عرب انتہاپسندوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ایک نجدی عالم دین نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا اور اس سعودی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔شاہ خالد کا دور بادشاہت تھا۔باغیوں نے اللہ کے گھر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔حج کا موسم تھا۔سینکڑوں باغی حرم شریف میں

داخل ہو گئے۔ جنازوں کی صورت میں اسلحہ اندر لے گئے۔ سعودیوں اور باغیوں کے درمیان دو ہفتے لڑائی جاری رہی۔ اس دوران حرم کے تمام دروازے بند کر دئیے گئے تھے۔ اندر والے اندر اور باہر والے باہر رہ گئے تھے۔ دہشت گردی کا یہ وہ تاریخی واقعہ ہے جس کی نحوست سے کعبہ کا طواف بھی بند ہو گیا تھا۔ لاہور پر عذاب کا احساس دلانے والے اصحاب قاف اگر عذاب کی وجوہات پر بھی روشنی ڈال دیتے تو نحوست کے لفظ کی تشریح سمجھ میں آ جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے مگر جب وہ اپنے مقام سے گرتا ہے تو لال مسجد اور جامعہ حفصہ کو ہی نہیں اللہ کے گھر کو بھی تباہ کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ لنگر خانہ تو ایک دو روز میں کھل جائے گا البتہ مشرف حکومت کی پھیلائی ہوئی نحوست ۔۔۔ دہشت گردی کی جنگ اب بند ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ چودھری صاحب کی روٹی شوٹی اور پیپلز پارٹی کے روٹی کپڑا مکان کی طرح پنجاب حکومت کی سستی روٹی بھی ایک دلچسپ جملہ ہے۔ چودھری صاحب تو جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں مرتے ہوؤں کو بھی روٹی شوٹی پوچھتے رہے مگر ان کے لیڈر نے ان بے گناہوں کی تکہ بوٹی کر دی۔ منحوس لوگوں کے منحوس کارناموں کی وجہ سے آج پورا ملک عذاب کی لپیٹ میں ہے۔ لنگر خانوں کی رونقیں کب کی ماند پڑ چکی ہیں۔ گزشتہ برس داتا دبار لنگر تقسیم کرنے کے لئے جب ایک باورچی سے دیگوں کا حساب کتاب جاننا چاہا تو بولا، باجی! مہنگائی اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ پہلے میری روزانہ دس دیگیں بکتی تھیں آج بمشکل تین یا چار دیگیں بکتی ہیں۔ کھانے والوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے جبکہ دینے والوں کی جیب تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ گوشت اور چینی اس قدر مہنگے ہیں کہ لوگ بریانی اور میٹھی دیگوں کی خیرات افورڈ نہیں کر سکتے۔ مہنگائی کی وجہ سے لوگ سادہ نمکین چاولوں کی دیگ خیرات کرنے پر مجبور کر دیئے گئے ہیں۔ سانحہ داتا دربار سے چند روز پہلے میں اپنے بچوں کے ہمراہ داتا دربار حاضری کے لئے گئی تو دیگوں والوں نے بتایا کہ دیگیں مزید مہنگی ہو گئی ہیں۔ جب بھی مہنگائی کی بات ہوتی لنگر خانے والے زرداری حکومت کو مختلف "القابات" سے نوازتے جنہوں نے مساکین کے منہ کا نوالہ چھین لیا ہے۔ دیگوں والوں کا بزنس ڈبو دیا ہے۔ مزاروں پر دھماکوں کے بعد قوالوں کا رزق بھی متاثر ہوا ہے۔ لنگر خانے پر لوگ آتے جاتے رہے اور لنگر کھاتے رہے۔ میرے ساتھ آئی ہوئی ایک امریکی لڑکی نے لنگر خانے کا یہ درویشانہ نظام دیکھا تو بولی کہ "دنیا کی کوئی طاقت اس قوم کو بھوکا نہیں مار سکتی"۔ امریکی لڑکی نے اپنے مختصر قیام کے دوران لاہور سے قصور تک کے لنگر خانوں، مساکین اور غریب

عوام کے حالات کا بغور جائزہ لیا اور آخر میں ساری کہانی ایک جملے میں "مکا" دی کہ اس ملک کو کسی اور نے نہیں اس کے اپنے سیاستدانوں نے مارا ہے۔۔۔اس ملک میں لوگ بھوک سے نہیں جھوٹ سے مر رہے ہیں۔مشرف کی بیساکھی عرف "مسلم لیگ قاف" نے اپنے دور حکومت میں نہ صرف لاہور بلکہ پورے ملک کو اناج کی "سٹ" ماری ہے۔دہشت گردی کی لعنت دی ہے۔لال مسجد کا داغ دیا ہے۔بگٹی کے قتل کا دھبہ دیا ہے۔دہشت گردی کا ایسا بیج بودیا ہے جس کی جڑیں علاقہ غیر سے ہوتی ہوئی سوات اور اب لاہور تک پہنچ چکی ہیں۔داتا دربار کا لنگر خانہ کھل جائے گا البتہ مسلم لیگیوں کے دلوں کا قفل اب شاید ہی کھل سکے۔مسلم لیگیوں کو کسی کی بددعا ہے جو اس کے سیانے بیانے بھی بچگانہ باتیں کہنے لگے ہیں۔چودھری صاحب سے گزارش ہے کہ باہر بڑی گرمی ہے۔روٹی شوٹی کھائیں اور لمبی تان کر سو جائیں۔کچھ تو عمر کا تقاضا ہے اور کچھ مشرف کی نحوست کے سائیڈ افیکٹس ہیں۔اللہ "اصحاب قاف" کو شفا عطا فرمائے۔۔۔!

روزنامہ نوائے وقت، 7 جولائی، 2010ء

حدیث: حاکم نے اپنی تاریخ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں، کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: "اگر وقت میں نماز قائم رکھے تو میرے بندہ کا میرے ذمۂ کرم پر عہد ہے، کہ اسے عذاب نہ دوں اور بے حساب جنت میں داخل کروں۔"

حدیث: دیلمی ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی چیز فرض نہ کی، جو توحید و نماز سے بہتر ہو۔ اگر اس سے بہتر کوئی چیز ہوتی تو وہ ضرور ملائکہ پر فرض کرتا، ان میں کوئی رکوع میں ہے، کوئی سجدے میں۔" (بہار شریعت، حصہ 3)

طیبہ ضیاء چیمہ (نیویارک)

سانحہ داتا دربار پر سیاست......!

محترمہ بے نظیر بھٹو کے قتل کی دردناک خبر سن کر دشمن، مخالفین اور حاسدین کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے۔ پیپلز پارٹی کی تگڑی اپوزیشن کے لیڈر میاں نواز شریف کا اس خبر پر صدمے کا یہ عالم تھا کہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر فوری طور پر جائے وقوعہ پر پہنچے۔ اس وقت جب عوام ایک سیاسی قیادت سے محروم ہو چکے تھے دوسری سیاسی قیادت کے محروم ہونے کے متحمل نہ تھے لہٰذا میاں نواز شریف کا تمام خطرات کو پس پشت ڈالتے ہوئے محترمہ کی میت تک پہنچنا تشویشناک تھا۔ ہجوم کو چیرتے ہوئے ہسپتال پہنچے۔ محترمہ کو آخری بار دیکھا اور خوب روئے۔ اتنا تو آصف علی زرداری بھی نہ روئے جتنا محترمہ کے بھائی میاں نواز رو دیئے۔ اس وقت میاں نواز شریف کے جذبات پر عوام اور پیپلز پارٹی والے حیران تھے۔ اس وقت میاں نواز شریف کی جرات اور محترمہ کیلئے ان کے احترام پر آصف علی زرداری بھی حیران تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب محترمہ کے شوہر ملک سے باہر تھے اور ''حکمت'' کی بنا پر فوری طور پر پاکستان نہ پہنچ سکے۔ میاں نواز شریف دوسری بار بھی تمام خطرات کو پس پشت ڈالتے ہوئے محترمہ کے شوہر کے ساتھ تعزیت کیلئے نوڈیرو پہنچ گئے۔ محترمہ کے شوہر نے میاں نواز شریف کے اس اقدام کو بھی آن ریکارڈ سراہا۔ عوام سے زیادہ پیپلز پارٹی کا حافظہ کمزور ہے۔ سانحہ داتا دربار کا واقعہ قیامت صغریٰ ہے۔ جو شخص اپنے جانی دشمن اور ایک ڈکٹیٹر کے دور حکومت میں اپنی سیاسی حریف محترمہ کی میت تک پہنچ سکتا ہے۔ سندھ تعزیت کیلئے پہنچ سکتا ہے وہ داتا دربار کے قدموں تک کیوں نہیں پہنچ پایا؟ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے بہت بڑے ولی ہیں۔ ایک زمانہ آپ کا معتقد ہے۔ محترمہ کی میت کے سرہانے کھڑے میاں نواز شریف کے آنسو سیاست نہیں حقیقت تھے۔ تب میاں نواز شریف پیپلز پارٹی کی آنکھوں کا تارا تھا اور آج وہی نواز شریف پیپلز پارٹی کو ایک آنکھ نہیں بھاتا؟ سانحہ داتا دربار پر پنجاب حکومت کے خلاف زہر اگلنے اور عوام کو اکسانے کا ایک اور موقع ہاتھ آ گیا ہے۔ کیا گورنر پنجاب کے پیروں کو مہندی لگی تھی جو وہ موقع پر داتا دربار نہ پہنچے؟ وزیر اعظم کے پیروں میں زنجیریں بندھی تھیں جو گھر بیٹھے رہے؟ قیامت خیز خبر پر صرف سیاسی بیانات دیتے رہے اور دو روز بعد گونگلوؤں سے مٹی جھاڑنے کیلئے چل

دیئے؟ داتا دربار پر دہشت گردی کا واقعہ سیاسی نہیں جذباتی ہے۔لوگوں کے کلیجے پھٹ رہے ہیں۔ عقیدت مند صدمے سے نڈھال ہیں اور سیاستدان داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی سیاست کھیل رہے ہیں؟ چونکہ شریف خاندان کی داتا صاحب کے ساتھ عقیدت اور محبت مشہور ہے لہٰذا ان کے گھروں میں بیٹھے رہنے سے عوام بالخصوص اہل لاہور کے جذبات شدید مجروح ہوئے ہیں۔ شیخ ہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے معتبر صاحب نے بتایا کہ داتا صاحب کے غسل کے دوران میاں شہباز شریف نے میڈیا کو مزار مبارک سے باہر بھیج دیا اور تمام وقت آبدیدہ رہے۔شریف برادران کی داتا دربار پر مالی اخراجات اور ان کے مزار کے ساتھ جذباتی وابستگی کی وجہ سے لوگوں کو ان کے رویئے پر دکھ ہوا ہے۔ پیپلز پارٹی کے سیاستدان بھی سیاسی قلمدان سنبھالنے کے بعد داتا دربار حاضری دیتے ہیں۔صدر آصف علی زرداری جیل سے آزاد ہوتے ہی لاہور پہنچے اور ایک بڑے جلوس کی قیادت میں داتا دربار حاضری دی مگر آج وہ ان کا جذباتی ہجوم کہاں گیا؟ داتا دربار پر چادریں اور حاضریاں صرف سیاست کیلئے ہیں؟ داتا دربار کے واقعہ کے ردعمل میں عوام کے غم وغصہ واشتعال کے پیش نظر تمام سیاستدان موقع پر فوری طور پر پہنچے سے خوفزدہ تھے۔ پنجاب حکومت کے ساتھ ہونے والا سلوک اس سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔سیکورٹی پر فائز ایک اعلیٰ سرکاری افسر نے بتایا کہ میڈیا پر صورتحال دیکھنے اور زمینی حقائق میں فرق ہوتا ہے۔ واقعہ کے فوری بعد کے حالات اس قدر خطرناک تھے کہ میاں شہباز شریف کا داتا دربار پہنچنا ناممکن تھا۔سیکورٹی والے یہ رسک لینے کو تیار نہ تھے لہٰذا میاں شہباز کو داتا دربار جانے سے روک دیا گیا وگرنہ میاں نواز شریف جو محترمہ کی میت کے سرہانے کھڑے رو سکتے ہیں وہ سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پر سر رکھے کیوں کر نہ روتے؟ سیکورٹی افسر سے حقیقت حال سننے کے باوجود معاملہ میری سمجھ میں نہ آسکا اور نہ ہی جذباتی معاملات کو ہوا دینا میرا کام ہے۔ مجھے تو بس اتنا علم ہے کہ داتا دربار کے سانحہ نے ہمیں نڈھال کر دیا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے آج میں دوسری بار یتیم ہوگئی ہوں۔ ہم گنہگار قوم اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی بجائے دوسروں کے گریبان چاک کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ سیاستدان اتنے بڑے سانحہ کے باوجود ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ داتا دربار پر خودکش دھماکوں کی کوشش کا مرتکب فیصل شہزاد...... ممبئی دھماکوں میں ملوث اجمل قصاب اور پاکستانی نژاد امریکی شہری ڈیوڈ ہیڈلے ...... یہ کون لوگ ہیں...... سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا اس کا ثبوت کس ملک کی عدالت

میں تلاش کریں؟ کس کے ہاتھ پر لہو تلاش کریں؟ کس کی تصویر سے جرم کی تصدیق کریں؟ کس کے سر کو اصلی سمجھیں؟ کس کے خاندان کی گواہی کو سچ مانیں اور کس کے بیان پر یقین کریں؟ دنیا میں جہاں کہیں بھی دہشت گردی کا کوئی واقعہ پیش آتا ہے میڈیا کے سامنے دہشت گردوں کے سر یا دیگر ثبوت پیش کر کے عوام کے جذبات اور خدشات کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ سیکورٹی اور قانون نافذ کرنے والے ادارے ہر بار جھوٹ بولتے ہیں۔ اکثر "سر" سچ بھی ہوتے ہیں۔ لوگوں کیساتھ اس قدر جھوٹ بولا جاتا ہے کہ اب وہ کسی سچ پر بھی یقین کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ دہشت گردی کا ہر حملہ پاکستان کو تباہی کی جانب دھکیل رہا ہے۔ ہر سانحہ دردناک ہے مگر داتا دربار پر حملہ نہ صرف بے گناہوں کی کثیر تعداد میں شہادت پر منتج ہوا ہے بلکہ اس سے حضرت علی ہجویریؒ کے مزار کی بے حرمتی اور عقیدت مندوں کے جذبات کا خون بھی ہوا ہے۔ لوگ نہ صرف اپنے پیاروں کی جدائی میں تڑپ رہے ہیں بلکہ داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قلبی و روحانی وابستگی پر کاری ضرب کو برداشت نہیں کر پا رہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے پاکستان حقیقی معنوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ کوئی والی وارث نہیں ہے۔ پاکستان کی زمین کا ذرہ ذرہ اولیاء اللہ کے احسانات تلے دبا ہوا ہے۔ پاکستان کی زمین پر بزرگان دین کی آخری آرام گاہیں دکھی اور بے سہارا لوگوں کا آسرا ہیں، باعث سکون و راحت ہیں، دکھ درد کا مداوا ہیں۔ اس موضوع پر ہر اتوار کو نوائے وقت کے سنڈے میگزین میں میرا سلسلہ وار مضمون "دل کی باتیں دل ہی جانے" شائع ہو رہا ہے۔ اس میں تصوف کی حقیقت اور ہم پر اولیاء کرام کے احسانات کا ذکر ہے۔ میں اس ایک کالم میں بزرگان دین کے مقام اور ان کے احسانات کا احاطہ نہیں کر سکتی......!

روزنامہ نوائے وقت، 5 جولائی 2010ء

حدیث: طبرانی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں: "جو صبح کی نماز پڑھتا ہے، وہ شام تک اللہ کے ذمہ میں ہے۔" دوسری روایت میں ہے، "تو اللہ کا ذمہ نہ توڑو، جو اللہ کا ذمہ توڑے گا اللہ تعالیٰ اسے اوندھا کر کے دوزخ میں ڈال دے گا۔" (بہار شریعت، حصہ 3)

خالد احمد

مزاروں سے درباروں تک! روحانی تشدد!

داتا کی نگری، لاہور میں کوئی بھی کبھی بھوکا نہ سوتا تھا، کیونکہ جسے کھانا نہ ملتا، وہ داتا کے دربار جا پہنچا اور فاتحہ خوانی کیلئے ہاتھ اٹھا دیتا اور ابھی فاتحہ خوانی مکمل نہ کر پاتا کہ اس کے 'دستِ دعا' میں ادھر سے گزرتا کوئی نہ کوئی شخص، کھجوریں، چھوہارے، پھل کھانے، یا شکر پارے رکھ کر آگے بڑھ جاتا اور وہ دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے سے پہلے ہاتھوں میں موجود ہدیہ تبریک منہ میں رکھ لینے پر مجبور ہو جاتا! میٹھے منہ کے ساتھ وہ میٹھے میٹھے چلتا لنگر کی طرف بڑھتا تو اس کے لنگر تک پہنچے سے پہلے لنگر اس تک پہنچ جاتا! لنگر بانٹنے والے خود چل کر زائرین تک پہنچ جاتے کہ اللہ کے نام پر پکایا گیا کھانا، اس زیارت گاہ کے مہمانوں کی جسمانی بھوک کا علاج تو کر دے! روحانی بھوک تو مٹتے مٹتے مٹتی ہے۔

ہم رات بھر اسی افلاس پناہ درگاہ کے ''وضو خانے، سنہری دروازے، اور بیرونی دروازے پر تین خودکش مگر چشم کشا، دھماکوں کی گونج کے ساتھ گونجتے رہے اور اب یہ سوچ رہے ہیں کہ گھر سے، ہم کس لئے نکلے تھے؟ اور کس طرف آ نکلے ہیں؟

یکم جولائی کی رات ہم نے لاہور میں وہ تمام تعمیراتی منصوبے دیکھے، جنہیں صبح خادم اعلیٰ جناب شہباز شریف کے معائنے میں آنا تھا ان میں مغل پورہ کے، فلائی اوور اور دو انڈر پاسز، پر مشتمل شاندار تعمیراتی منصوبہ بھی شامل ہے۔ اب، اگر آپ ملتان روڈ سے ٹھوکر نیاز بیگ کا پل چڑھ جائیں تو مغل پورہ کے انڈر پاس تک صرف 25 منٹ میں پہنچ جائیں گے! نہر کے کنارے کنارے بھاگتی سڑکوں کی راہ میں آنیوالی ہر رکاوٹ دور ہو چکی ہے! ہم خوش خوش گھر آ رہے تھے کہ ہم نے دیکھا، ایوان قائد کے قریب سڑک کے کنارے کھڑے دو ہاتھیوں میں سے ایک ہاتھی کے دونوں، دانت، کوئی ڈینٹسٹ لے اڑا ہے۔ مگر جب ہم موڑ مڑ کر حسب معمول پیٹرول پمپ پر رکے تو ایک نوجوان تیز تیز چلتا، شاپ میں داخل ہوتا نظر آیا مگر ہم نے اس پر توجہ دیئے بغیر اپنے 'نشہ ارتقا، میں مست رہنا پسند کیا مگر اس کی لرزتی آواز نے ہمیں اپنی طرف متوجہ کر لیا، مجھ سے تو دیکھا ہی نہیں گیا، توبہ توبہ! کیسے بے درد لوگ ہیں؟ تین

دھماکے ہوئے ہیں۔ جمعرات کارش کتنے لوگ مر گئے؟ کتنے زخمی ہو گئے؟ کچھ پتہ نہیں چل رہا؟ مجھ سے تو دیکھا نہیں جا رہا تھا! میں تو گھر سے بھاگ آیا ہوں۔ اس کے رونگٹے کھڑے تھے اور پیلے پیلے چہرے پر سفید ہونٹ کپکپاتے اور لفظ لڑھکاتے چلے جا رہے تھے! اور پھر یہ تین دھماکے رات بھر ہمارے گھر اور ہماری ذات میں گونجتے رہے۔

یہ کون لوگ ہیں؟ جنہیں ہماری کوئی کوشش کامیاب ہوتے دیکھنا پسند نہیں! خواہ یہ خوشی داتا کی نگری کا بدلتا چہرہ دیکھ کر ہی ہمارے چہرے کا حصہ بننے نکلی ہو!

بلاشبہ، یہ فضا، جعلی ڈگریوں، کے عوض خالی کی گئی نشستوں پر ضمنی انتخابات کے انعقاد کیلئے سازگار نہیں، بلاشبہ امن عامہ کی یہ صورتحال، وسط مدتی انتخابات کا بوجھ اٹھانے کے لائق نہیں! بلاشبہ، یہ دہشت گرد پاکستانی ہیں اور بلاشبہ پاکستانی دہشت گرد قوم ہے! بلاشبہ 'امن کی آشا' پاکستانی قوم کی آشاؤں' سے کہیں برتر ایجنڈا ہے مگر اس کیلئے دلیل کون فراہم کرے گا؟ وہ دلیل، بھی فراہم کر دی گئی! امریکی قونصل خانے کے قریب 'کریکر' دھماکا!

ہم کسی غیر ملکی سفارتخانے یا قونصل خانے کے قریب کیا دور دور تک کسی شر انگیزی کو ملک کے مفاد کے خلاف بہت بڑی سازش سمجھتے ہیں مگر یار لوگ مقدس زیارت گاہوں اور ہمیں 'دین حق' کی راہ لگانے والے کے مقبروں کے بھی دشمن بن گئے ہیں، پشاور میں رحمن بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر، لاہور میں علی ہجویریؒ کے مزار پر دھماکوں کا اس کے سوا کیا مقصد ہو سکتا ہے کہ وہ توحید کا پیغام پہنچانے والوں کے مقبرے مسمار کر کے توحید کی جگہ تکثیر کا پیغام عام کرنا چاہتے ہیں ایک کروڑ 60 لاکھ دیوی دیوتاؤں کو شاکسی مان کر پوتر اگنی بھون، کے گرد چکر لگانے سے پہلے اشتراک کے بندھن میں باندھے جانے والے یہ ادارے کیا چاہتے ہیں؟ امن؟ یا امن کی آشا؟

کراچی سے جناب سیف الرحمان سیفی نے لکھا ہے:۔

دشمن ہے! چھپ کے وار کرے گا! سو، اس سے تو
مت دوستی کا ہاتھ بڑھانے کی بات کر

لاہور سے جناب ناصر بشیر نے پیغام بھیجا ہے۔

کچلے ہوؤں کو اور کچلنے کے واسطے
ہم لوگ زندگی کو دکھائی نہیں دیئے

زندگی ریل کے گڑگڑاتے پہیوں کے تلے کانپتی آہنی پٹڑیوں پر چلتی ہے اور راستے میں کیا کچھ سرمہ ہو جاتا ہے، زندگی اس کا حساب نہیں رکھتی مگر وہ جو شمار تھے، ان کا شمار کرنے والوں کا 'مذہب' نجانے کون سا رخ اختیار کر گیا ہے؟

اس مقام پر ہم حضرت امیر کا ایک قول درج کر کے اجازت چاہتے ہیں:۔

جو، جہالت کی بنا پر جھگڑا کرتا ہے، وہ حق کی طرف سے اندھا ہوتا ہے! ہر چیز کا صدقہ ہوتا ہے اور عقل کا صدقہ جہالت کی بات برداشت کرنا ہے۔

روزنامہ نوائے وقت، 3 جولائی 2010ء

حدیث: ابوداود طیالسی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "جو بندہ نماز پڑھ کر اس جگہ جب تک بیٹھا رہتا ہے، فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں، اس وقت تک کہ بے وضو ہو جائے یا اٹھ کھڑا ہو۔ ملائکہ کا استغفار اس کے لیے یہ ہے، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ، اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْہِ۔ اور متعدد حدیثوں میں آیا ہے، کہ جب تک نماز کے انتظار میں ہے اس وقت تک وہ نماز ہی میں ہے، یہ فضائل مطلق نماز کے ہیں اور خاص خاص نمازوں کے متعلق جو احادیث وارد ہوئیں، ان میں بعض یہ ہیں:

حدیث: ابن ماجہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو صبح نماز کو گیا، ایمان کے جھنڈے کے ساتھ گیا اور جو صبح بازار کو گیا، ابلیس کے جھنڈے کے ساتھ گیا۔ (بہار شریعت، حصہ 3)

خوشنود علی خان

داتا دربار پر دھماکوں کی ذمہ دار لاہور پولیس!

رات تقریباً ایک بجے تک کی اطلاع یہ تھی کہ داتا دربار کے اندر اور داتا دربار کے باہر ہونے والے خودکش دھماکوں سے 35 افراد شہید اور 195 زخمی تھے..... ظاہر ہے اخبار آپ کے ہاتھ میں پہنچنے تک اس تعداد میں اضافہ ہو چکا ہوگا میرے اور روزنامہ ''جناح، صحافت اور دوپہر'' کے قارئین یہ جانتے ہیں کہ میں نے 12 جون کو داتا دربار اور بی بی پاک دامن جا کر یہ نشاندہی کر دی تھی کہ رات دیر گئے سیکورٹی کا عملہ سیکورٹی کا کام نہیں کرتا...... پولیس اپنا کام بالکل ہی نہیں کرتی...... میں نے اپنی ٹیم کے ساتھ جا کر یہ بھی کہہ دیا تھا کہ یہاں رات کو بھی جتنے زائرین موجود ہوتے ہیں یہ دونوں جگہیں دہشت گردوں کا ٹارگٹ ہو سکتی ہیں بلکہ میں نے وہ مناظر بھی دکھا دیئے تھے کہ پولیس والے موقع سے غیر حاضر تھے...... سیکورٹی گیٹ خالی پڑا تھا...... پولیس والے جوتوں کے ٹھیکیدار کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ میں نے رات کمشنر لاہور خسرو پرویز کو بولتے سنا وہ صرف ریسکیو کی کارروائیوں پر اطمینان کا اظہار کر رہے تھے...... یہ وہ کمشنر ہیں...... جو ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں تنخواہ لے رہے ہیں ......جس دن ''جناح، صحافت اور دوپہر'' نے نشاندہی کی تھی اسی دن خسرو پرویز صاحب کو ہماری بات کو ری چیک کرنے کیلئے وہاں وزٹ کرنا چاہیے تھا...... لیکن بیوروکریسی تو کسی بھی واقعے کے بعد آ کر اور الیکٹرانک میڈیا پر اپنی شکلیں دیکھ کر ہیرو بن جاتی ہے۔

میں چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ جناب جسٹس خواجہ محمد شریف صاحب سے کہوں گا کہ وہ 12 جون کا روزنامہ جناح، صحافت منگوائیں اور دیکھیں...... میں نے تصاویر سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ سیکورٹی زیرو ہے...... جو کسی بھی وقت کسی ناخوشگوار واقعے کا سبب بن سکتی ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ جب ایک بات کی نشاندہی کر دی گئی تھی...... پھر انتظامات میں بہتری کیوں نہیں لائی گئی، خود وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف جن کی اور جناب اسحاق ڈار کی ذاتی دلچسپی سے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کو خوبصورت بنایا گیا...... اسے وسعت دی گئی...... وہ بھی چاہتے تو میری نشاندہی کے بعد وہاں سلام کرنے جاتے اور سیکورٹی بھی چیک ہو جاتی...... ویسے تو عام پولیس چھوڑیں لاہور کی

ٹریفک پولیس نے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف کو یہ یقین دلایا ہے کہ وہ سیکورٹی کا بہت خیال رکھ رہے ہیں۔ ابھی اک دن پہلے لاہور ٹریفک پولیس کی ایک سب انسپکٹر نے مجھے گارڈن ٹاؤن اور پنجاب یونیورسٹی کے درمیان نور جہاں شادی ہال کے سامنے واقع چوک پر روکا...... میرے رکنے کے باوجود وہ سخت ست کہے جارہی تھیں...... میں نے شیشہ کھولا تو وہ کہہ رہی تھیں لائٹیں بند کرو...... یہ مغرب کے چند منٹ بعد کا واقعہ ہے...... جب میں نے گاڑی بھی آف کر دی اور لائٹ بھی، تو کہنے لگی آپ چلیں...... دوسری طرف دیکھا تو میاں شہباز شریف صاحب کی سواری گزر رہی تھی...... کوئی اس خاتون سے پوچھے کے کسی دوسرے کی گاڑی کی لائٹ بھی حکمرانوں کی طبیعت پر گراں گزرتی ہے اور پولیس صرف حکمرانوں کی طبیعت کا خیال رکھنے میں مصروف ہے...... لوگ گاجر مولی کی طرح کٹ رہے ہیں۔

میرا سوال تو صرف یہ ہے کہ میڈیا کا کام نشاندہی کرنا ہے...... ہم نے نشاندہی کر دی اب اگر آپ کسی کو معطل بھی کر دیں گے تو اس سے کیا ہوگا؟...... کیا مرنیوالے واپس آجائیں گے؟...... آپ کی وجہ سے کئی گھر برباد ہو گئے ہیں، آپ ہی ان کی موت کے ذمہ دار ہیں۔

روزنامہ جناح، 2 جولائی 2010ء

حدیث: بیہقی نے شُعَبُ الاِیمان میں عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً روایت کی، کہ جو نماز صبح کے لیے طالب ثواب ہو کر حاضر ہوا، گویا اس نے تمام رات قیام کیا (عبادت کی) اور جو نماز عشا کے لیے حاضر ہوا گویا اس نے نصف شب قیام کیا۔

حدیث: خطیب نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس نے چالیس دن نماز فجر وعشا باجماعت پڑھی، اس کو اللہ تعالیٰ دو برائتیں عطا فرمائے گا، ایک نار سے دوسری نفاق سے۔

(بہار شریعت، حصہ 3)

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

سانحہ داتا دربار

پاکستان بدقسمتی سے دہشت گردی کی جس آگ میں جل رہا ہے۔ وہ چلتی چلتی مخدوم امم سید ہجویر حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پُرانوار تک پہنچ گئی ہے۔ داتا دربار پر حملہ پاکستان ہی نہیں برصغیر کی تاریخ کا ایک عظیم سانحہ ہے۔ ان دھماکوں نے پتھر کی سلوں پر تھوڑے مگر دلوں پر بڑے گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ یہ حملہ محض کسی ایک شخص پر نہیں برصغیر کے اسلامی تشخص پر حملہ ہے۔ یہ حملہ چند افراد پر نہیں کروڑوں مسلمانوں کے اعتقاد پر ہے۔ یہ حملہ کسی ایک خاندان کی پونجی پر نہیں امت مسلمہ کے صدیوں کے روحانی اثاثہ جات پر ہے۔ یہ حملہ کسی کی اعتزالی پگڈنڈی پر نہیں، اسلامیان پاک و ہند کی مذہبی شاہراہ پر ہے۔ یہ حملہ ایک عمارت پر نہیں دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے مرکز عقیدت پر ہے۔ یہ حملہ سرراہ کسی چھپر پر نہیں برصغیر کی روحانی طاقت کے سب سے بڑے ہیڈ کوارٹر پر ہے۔ شاید حکمرانوں کو ان زخموں کی گہرائی کا اب تک احساس ہی نہیں ہو رہا۔ صدیوں سے مسلمان دو دراز سے چل کر جہاں سکون لینے آتے ہیں، وہاں انہیں خون دیا گیا جو فضا ہمیشہ تسبیح و تہلیل اور درود سے معطر رہتی ہے وہاں بارود کی بد بو پھیلا دی گئی۔ جہاں پر ہر طرف روحوں کو جلا بخشنے والی رحمتوں اور برکتوں کے میلے نظر آتے ہیں، وہاں بدن جلا دینے والے شعلے نظر آنے لگے۔ جہاں قلب و نظر میں بس جانے والا نور ایمان نظر آتا ہے، وہاں ہڈیاں جلانے والا دھواں نظر آنے لگا۔ جو لوگ نیند چھوڑ کر جاگنے آئے تھے، انہیں ابدی نیند سلا دیا گیا۔ جہاں جمعرات کو ہر طرف انسانی گلشن سجا نظر آتا ہے۔ وہاں انسانی فصل کٹی نظر آرہی تھی۔ سنگ مرمر پر مرمر کے لاشے گر رہے تھے۔ جہاں حلقہ ہائے ذکر کے بعد تبرکات تقسیم ہوتے ہیں، وہاں اموات بانٹی جارہی تھیں۔ جہاں ملک و ملت کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگی جارہی ہیں، وہاں ہلاکتیں نظر آرہی ہیں۔ جہاں بچھڑے ہوؤں سے ملاقات کی رب سے التجائیں کی جارہی ہوتی ہیں، وہاں باپ بیٹوں سے بھائی بہنوں سے بچھڑ رہے تھے۔ جہاں پھولوں کی پتیاں نچھاور ہونے کیلئے باری کا انتظار کرتی ہیں وہاں حملوں کے باغی بیرنگ بال بے ہنگام ٹکرا رہے تھے۔ کتنی پلید سوچ ہے جس نے اتنے پاک ماحول کو سوگوار کر دیا ہے۔ اس شرمناک حرکت کو وحشی حیوان بھی اپنے

ذمہ لینے کو تیار نہیں ہیں۔

یہاں بیک وقت کئی تقدس پامال کر دیئے گئے مسجد کا تقدس، مزار کا تقدس، مومن کا تقدس، مسجد کو دیکھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "مساجد جنت کے باغ ہیں"، مزار کو دیکھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان "مومن کی قبر جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے"۔ مومن کو دیکھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان "مومن کا خون کعبۃ اللہ سے بھی مقدس ہے" پھر رات کا وقت تو وہ وقت ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے وقت ان پرندوں کے گھونسلوں کی طرف جانے سے بھی منع فرمایا ہے جن پرندوں کا شکار جائز ہے کیونکہ شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کیوقت ان پرندوں کو امن کا لائسنس جاری کر چکی ہے۔

قارئین! آپ اس امر کا خود اندازہ لگالیں کہ شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو پرندگان ہوا کے آشیانوں کو بھی تحفظ دے رہی ہے، مگر دہشت گردی بندگان خدا کے آستانوں کو بھی نشانہ بنارہی ہے۔

افسوس ہے! اس پراگندہ فکر پر جواب بھی ایسی کاروائیوں کیلئے جواز گھڑ رہی ہے، صد افسوس ہے ان دانشوروں پر جوان درندوں کی وکالت کر کے دانش کو نیلام کر رہے ہیں۔ اس بربریت کو ڈرون حملوں کا نتیجہ کہنے سے ڈرنا چاہیے، قوم اب بیدار ہو گئی ہے، اس درندگی کو بلیک واٹر کی کارستانی کہہ کر اب بلیک نظریات کو چھپانے کیلئے قوم کو بلیک میل نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت برصغیر میں خدمت اسلام اور فیضان کے لحاظ سے اتنی بھاری بھر کم شخصیت ہے، ان کے مقابل آنے والی قوت اپنا وطن کھو بیٹھی ہے، آپ مخلوق میں محبوبیت کے اس درجے پر فائز ہیں کہ آپ سے الجھنے والی نسل عوامی نفرتوں کے بوجھ اور غیض وغضب کے نیچے دب کر رہ گئی ہے۔ جن گہرے اور گندے پانیوں نے داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ٹکرانے کیلئے مگر مچھ تیار کیے تھے۔ اب ان کی موجیں بھی اس ساحل کی ہیبت کو سلام کرنے میں عافیت سمجھ رہی ہیں۔ ایسے میں قلم کے یہ الفاظ یقیناً اظہار حقیقت ہیں۔

اللہ ، اللہ کیا علو شان گنج بخش کا
آج بھی ہے محترم فرمان گنج بخش کا
جس نے بویا تھا زمین ہند میں تخم یقین

بھول نہ جانا کبھی احسان گنج بخش کا

گرگسوں کو کیا پتہ ہو گلشنوں کی شان کا
مرتبہ جانے جو ہو انسان گنج بخش کا

کر رہے عاقبت کو ان دھماکوں سے خراب
کیا بگاڑیں گے سبھی شیطان گنج بخش کا

خون کے سوداگروں نے کر دیا قصہ تمام
پھر بھی ہے معمول پر ایمان گنج بخش کا

آج بھی جو بن پہ ہے فیضان گنج بخش کا
آج بھی بھوکا نہیں مہمان گنج بخش کا

گر یہی انداز غفلت حکمرانوں کا رہا
لے ڈوبے گا ان کو یہ بحران گنج بخش کا

کہہ رہا ہے حکمرانوں سے شہیدوں کا لہو
روک نہ پاؤ گے تم طوفان گنج بخش کا

ایک آصفؔ ہی نہیں صدمات سے رنجیدہ دل
ہر زبان پہ اب تو ہے عنوان گنج بخش کا

تقریباً پچاس شہدا داتا دربار کے خون کی سرخی فدایان داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کر رہی ہے۔ تمہاری شب بے بسی کے سحر ہونے کیلئے کتنے انجم ابھی مزید قربان کرنے پڑیں گے؟ تمہارے چراغ کی نوخیزی کیلئے کتنی شہادتوں کا مزید تیل ڈالنا پڑے گا؟ داتا دربار کے افسردہ مگر غضبناک ماحول کا سندیسہ ہر ضمیر کو جھنجوڑ رہا ہے۔

روزنامہ جناح، 16 جولائی 2010ء

دیدہ افروز ہیں درویش کے اُسرار و رُمُوز
دیکھ رنگینیٔ افکارِ علی ہجویریؒ

ضیاءالحق سرحدی

ناقصاں راپیر کامل

یقین کیجئے میں نے جب سے ''داتادربار'' میں خودکش حملوں کی خبر پڑھی ہے مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے جسم کے روئیں روئیں سے خون بہہ رہا ہے۔ میرا دل یہ ماننے کو کسی صورت بھی تیار نہیں کہ یہ حملہ کسی مسلمان نے کیا ہوگا، چاہے اس کا تعلق کسی بھی مسلک یا دہشت گرد گروہ سے ہو کیونکہ داتا دربار روحانیت کا منبع ہے جہاں لوگ روحانی فیض، قلبی سکون اور دنیاوی مسائل کے حل کیلئے دعائیں مانگنے آتے ہیں کیونکہ حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر نظر ڈال کر دیکھ لیں جہاں آپ کو صرف اور صرف امن، محبت اور دین کے پرچار سے ہٹکر کوئی بات دکھائی نہیں دے گی، انہوں نے اپنی ساری زندگی میں اشاعت دین، امن اور محبت کا سبق دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ برصغیر پاک وہند میں ان کی تعلیمات کی وجہ سے اسلام بہت تیزی سے پھیلا، ان کے فلسفہ زندگی نے لوگوں کو اس قدر متاثر کیا کہ لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہوئے، بزرگان دین کے مزارات اسلامی دنیا کی شناخت اور عقیدت کا مظہر ہوتے ہیں۔ مسلک اور عقیدہ کوئی بھی ہو، سب کسی نہ کسی انداز میں اپنے اپنے محترم اور محبوب روحانی پیشواؤں کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ ان میں سرفہرست حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سنجری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ بابا فرید الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبداللہ غازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان باہو، حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، مخدوم علاؤ الدین صابری چشتی رحمۃ اللہ علیہ صابر کلیر شریف، حضرت بری امام سرکار رحمۃ اللہ علیہ، میں نے صرف چند نام لکھے ہیں ورنہ جو بھی درگاہ جہاں پر موجود ہے وہیں عقیدت مندوں کے ہجوم موجود رہتے ہیں۔ ان درگاہوں نے ہر عقیدے کے مسلمانوں کو محبت کے ایک ہی رشتے میں باندھ رکھا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جہاں ملا نفرتیں سکھاتا اور پھیلاتا ہے، وہاں بزرگان دین کے یہ مزار محبتوں کی شمعیں روشن کر کے تعصب اور تنگ نظری کے اندھیروں کو دور کرتے ہیں۔ مگر جمعرات یکم جولائی کی رات برصغیر پاک وہند کے اس ولی کے دربار پر جو قیامت ڈھائی گئی اس پر سوائے دکھ اور ندامت کے کچھ نہیں کیا جا سکتا، دکھ اس بات کا ہے کہ ایک ایسے بزرگ جس نے اپنی ساری زندگی امن، محبت اور دین اسلام کیلئے وقف کر دی اس کے دربار پر خون کی

ہولی کھیلی گئی اور ندامت اس بات کی کہ ہم اس قدر خواب غفلت میں ہیں کہ اپنے ملک کے معصوم عوام کیساتھ ساتھ بزرگان دین کے مزارات کی حفاظت تک نہیں کر پار ہے۔ مزارات پر دھماکوں کے ریکارڈ پر غور کیا جائے تو 18 دسمبر 2007ء کو عبدالشکور ملنگ بابا پشاور کے مزار کو دھماکے سے نقصان پہنچایا گیا تاہم کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ مارچ 2008ء میں پشاور سے ملحق قبائلی علاقے خیبر ایجنسی میں سرگرم لشکر اسلام نے صوبائی دارالحکومت کے قریب شیخان کے علاقے میں چار سو سال پرانے ابوسید بابا رحمۃ اللہ علیہ کا مزار تباہ کرنے کی کوشش ناکام بنانے کے دوران جھڑپ میں دس افراد ہلاک کر دیئے تھے۔ 5 مارچ 2009ء کو صوبہ خیبر پختونخواہ کے دارالحکومت پشاور کے مضافات میں چمکنی کے علاقے میں نامعلوم افراد نے مزار کے ستونوں کے ساتھ دھماکہ خیز مواد رکھ کر پشتو کے مشہور صوفی شاعر رحمان بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کو تباہ کر دیا۔ 6 مارچ 2009ء کو نوشہرہ میں واقع بہادر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کو نامعلوم افراد نے بموں سے نقصان پہنچایا۔ تاہم کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ 11 مئی 2009ء کو خیبر ایجنسی میں لنڈی کوتل سب ڈویژن میں مقبول پشتو شاعر امیر حمزہ خان شنواری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی بیرونی دیوار کو دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیا گیا اور پھر اس کے بعد لاہور میں داتا دربار پر خودکش حملہ پاکستان میں کسی مزار پر سب سے بڑا جان لیوا حملہ ثابت ہوا ہے لاہور میں پچاس لوگ جاں بحق ہوئے اس سے قبل 27 مئی 2005ء اسلام آباد کے قریب بری امام سرکار کے مزار پر خودکش حملے میں بیس افراد ہلاک ہوئے تھے جبکہ درجنوں زخمی ہوئے تھے اس کے بعد سے سیکورٹی کی وجہ بنا کر آج تک مقامی انتظامیہ نے عرس کی اجازت نہیں دی ہے۔ آخر ہم کب تک مٹھی بھر دہشت گردوں کے رحم وکرم پر زندگی گزار دیں گے، اس میں کوئی شک نہیں کہ دہشت گردوں نے اپنے مذموم مقاصد کیلئے جس پاک ہستی کے مزار پر خون کی ہولی کھیلی ہے، اس سے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی روح بھی بے قرار ہوگئی ہوگی اور اس کی سزا ان بے مذہب لوگوں کو مل کر رہے گی، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ہونے والے اس سانحہ عظیم نے اس بات کو بھی ثابت کر دیا ہے کہ لوگوں کی زندگیوں سے کھیلنے والے، اپنی زندگی کو بے مقصد کام کیلئے استعمال کرنے اور بزرگان دین کا احترام نہ کرنے والے اس طبقہ کا تعلق کسی بھی مذہب کا یا عقیدہ سے نہیں ہے، ان کا عقیدہ اور مذہب خون کی ہولی کھیلنا، معصوم جانوں کو خون میں نہلا کر قہقہے لگانا اور خوف وہراس کی فضاء قائم کرنا ہے مگر وہ اس میں بھی کامیاب نہیں ہو پار ہے ہیں، اتنا کچھ ہونے کے باوجود زندگی اسی طرح رواں دواں ہے لوگ اس سانحہ کے بعد بھی کاروبار زندگی میں مصروف ہیں، دھماکے ہونے کے بعد بھی حضرت

داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر دعائیں جاری ہیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک دنیا قائم ہے۔ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سمیت ہر عقیدے سے تعلق رکھنے والے ان کے مزار پر حاضری دینے آتے ہیں۔علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی وجہ سے لوگ لاہور کو داتا کی نگری کہتے ہیں عوام میں مقبولیت کو معیار بنا کر مذہبی لحاظ سے پاکستان کے مقدس مقام کا تعین کرنا ہو تو شاید داتا دربار سرفہرست ہوگا۔یہ ایک ایسا مزار ہے جس میں دن رات چوبیس گھنٹے لوگوں کا رش لگا رہتا ہے قوالیاں، نذر نیاز، فاتحہ وقرآن خوانی ہوتی ہے اور لوگ اپنی حاجات پوری کرنے کیلئے اس مزار پر آکر دعائیں مانگتے ہیں۔لاہور کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ داتا کی برکت سے یہاں کوئی شخص بھوکا نہیں سوتا کیونکہ داتا دربار پر چوبیس گھنٹے لنگر کھلا رہتا ہے اور ظالم دہشت گردوں نے ایک دھماکہ اس مقام پر بھی کیا جہاں لنگر تقسیم ہو رہا تھا جس سے ان کے عزائم کے بارے میں مزید معلومات ملتی ہیں۔محنت کشوں کی ایک بڑی تعداد دن بھر مزدوری کے بعد یہیں سے کھانا کھا کر زندگی کی گاڑی کو دھکا لگاتے ہیں، اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا ہے ان کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں ہوتی وہ تو اپنی زندگی کے چکر کو جاری رکھنے کیلئے داتا کی نگری سے لنگر کھا کر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ روحانیت اور ولائیت کے انتہائی بلند مرتبے پر فائز ہیں۔

964 سال گزر گئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف لوگوں کے دلوں پر نقش ہے، نقش ہوتا رہا ہے اور نقش ہوتا رہے گا۔اس عرصے میں بے شمار لوگوں نے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی فیض حاصل کر کے اکتساب علم لیا۔روحانی سلاسل کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے مالا مال ہیں۔حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ المعروف خواجہ غریب نواز اولیائے کرام کے کارواں کے ایک ممتاز فرد ہیں جن کے دم قدم سے ہندوستان میں اسلام پھیلا۔حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روحانی قافلہ کے اس ممتاز سردار ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چالیس دن اللہ کی عبادت میں گزارے۔حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ پر لطف وعنایت کے اسرار و رموز کی جو بارش کی اس کا علم تو حضرت خواجہ غریب نواز کو ہی ہو سکتا ہے، لیکن جب آپ آستانہ عالیہ سے رخصت ہوئے تو بے ساختہ فرمایا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
نا قصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

ترجمہ: یہ تمام عالم کو فیض بخشنے والا خزانہ ہیں، خدا کے نور کا مظہر ہیں، یہ ناقص اولیاء کرام کے پیر

کامل ہیں اور جو کامل ہیں ان کے بھی راہنما ہیں۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ جیسے شاعر صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔آپ نے داتا صاحب کو امتوں کے سردار کا لقب دیا ہے، فرماتے ہیں:

سید ہجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را درم
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

ترجمہ: (''ہجویر کا سید اقوام عالم کا سردار ہے''۔ عظیم صوفی پیر سنجر کیلئے اس کا مزار حرم مبارک کی مانند ہے، پنجاب کی خاک کو اس نے زندہ کر دیا، میری سحر اسی سورج سے تابندہ ہوئی'')۔ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ رشتہ میں حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں تھے۔ 467ھ میں داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی اور اس کے چار سال بعد یعنی 471ھ میں حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا میں تشریف لائے۔ مسجد داتا دربار کے مرحوم امام جناب سعید صاحب فرمایا کرتے تھے کہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا اعتراف حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا تھا، اور کہا تھا کہ ''اگر داتا صاحب میرے زمانے میں ہوتے تو میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرتا''۔ یہاں سے بھی حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و بزرگی اور ان کے مقام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایہ عالم اور بالغ نظر محقق بھی تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں وعظ و نصیحت، تحریروں اور کتابوں سے اسلام کی بھرپور خدمت سرانجام دی اور یہ خدمت نو سو چونسٹھ سال سے جاری و ساری ہے۔ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں اشعار کا مجموعہ، کتاب فناء و بقاء، اسرار الخلق والموانات، کتاب البیان لاہل العین، بحر القلوب، السر عاتیہ الحقوق اللہ، منہاج الدین، شرح کلام منصور الحلاج اور کشف المحجوب شامل ہیں۔ کشف المحجوب ان کی مشہور زمانہ کتاب ہے، انہوں نے اس کتاب میں تحریر کیا ہے کہ جس شخص کو کامل مرشد نہ ملتا ہو اسے اس کتاب کے مطالعے کے بعد کامل مرشد تلاش کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔ لیکن افسوس یہ ہوتا ہے کہ اتنی مبارک و بزرگ ہستی کے مزار اور مسجد کو بھی شیطانی قوتوں نے اپنی کارستانیوں سے محفوظ نہیں چھوڑا۔

روزنامہ جناح، 17 جولائی 2010ء

خوشنود علی خان

لندن پریس کلب میں ''قادیانیوں کے گروپ'' پر بحث

ہم سارے گفتگو اور تقریر پر یقین رکھتے ہیں۔ عمل ہمارے قریب سے نہیں گزرا...... میں نے کل آپ سے ان سطور میں عرض کیا تھا کہ 12 جون کو رات 12 بجے کے بعد میں نے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر اپنی ٹیم کے ساتھ حاضری دی...... اس سے پہلے ہم بیبیاں پاک دامناں بھی گئے...... دونوں جگہ میں نے جو دیکھا...... اسے خبر کی شکل میں اپنے قارئین کو آگاہ کر دیا...... تصاویر بھی شائع کیں، یہ تصویر بھی شائع کی کہ حضرت داتا گنج بخش کے سونے کے دروازے پر سکینر موجود ہے پولیس والا اور گارڈ غائب ہے...... یقین مانیں کہ حالت یہ تھی کہ جو ڈیوٹی پر تھے (پولیس والے اور گارڈ) وہ نذرانوں کی وصولی میں لگے تھے۔ ان کا ایشو یہ تھا کہ جو نذرانہ آیا ہے انہیں اس میں سے کچھ ضرور ملے بیبیاں پاک دامناں پر تو ایک پولیس والے کی باقاعدہ ڈیوٹی تھی وہ نذر نیاز کھولنے ہی نہیں دیتا تھا۔ جب تک پہلے اسے حصہ نہ ملتا تھا...... بیبیاں پاک دامناں کے مین گیٹ پر پرائیوٹ خاتون گارڈ کا کام بھی یہی تھا ہمارے ہاں جب کوئی واقعہ وقوع پذیر ہو جاتا ہے تو ہمیں سب کچھ یاد آ جاتا ہے۔ چند گھنٹے بعد ہم Relax بھی ہو جاتے ہیں۔ اسلام آباد میں داخلے کے تمام راستوں پر گاڑیوں کو روک کر مک مکا کر لیا جاتا ہے...... جو چاہے لے جاؤ...... یہ دوسرا واقعہ ہے کہ وزارت داخلہ نے قبل از وقت پنجاب کو اطلاع دی لیکن پنجاب حکومت اور لاہور انتظامیہ کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی...... مرکزی حکومت نے پہلے 24 جون کو پھر یکم جولائی کو پنجاب حکومت کو آگاہ کیا لیکن س پر عمل نہیں ہوا دیکھنے کی بات یہ ہے کہ وہ جو سابق وزیراعلیٰ پرویز الٰہی نے نشاندہی کی ہے کہ ذاتی گارڈوں کو بعض حساس سیکورٹی اداروں کا سربراہ بنا دیا گیا ہے۔ کہیں یہی بات تو سچی نہیں ہو گئی کیا اب مرکزی حکومت اس پر پنجاب سے جواب طلبی کرے گی؟ میرا جواب یہ ہے کہ نہیں کرے گی...... کیونکہ مرکز کو صوبے کے ووٹ چاہئیں۔ سوال تو یہ ہے کہ لوگ کب تک گاجر مولی کی طرح کٹتے رہے گے حکمرانوں کی ترجیح اپنی ذات کی بجائے عام لوگ کب ہوں گے دوسرا لاہور کا یہ واقعہ تو ''سواد اعظم'' پر براہ راست حملہ ہے...... کیونکہ یہ حملہ ایک ایسی خانقاہ پر کیا گیا ہے...... جہاں زائرین میں سے 95 فیصد حنفی اہل سنت ہوتے ہیں۔

قارئین! میں شکر گزار ہوں چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ مسٹر جسٹس خواجہ محمد شریف کا جن سے میں نے گذشتہ روز لکھے گئے کالم میں درخواست کی تھی کہ وہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر خودکش حملوں کے حوالے سے اس بات کا نوٹس لیں کہ میں نے 12 جون کو اس خانقاہ عظیم پر حاضری دی تو وہاں انتظامات دیکھ کر میں نے اور میری ٹیم نے انتظامیہ اور حکومت کو متوجہ کیا کہ انتظامات ناقص ہیں۔ کسی بھی وقت حملہ ہوسکتا ہے۔ کوئی واقعہ ہوسکتا ہے۔

میں چونکہ ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ چیف جسٹس مسٹر جسٹس خواجہ محمد شریف پر اللہ کریم کے کرم کی اصل وجہ ان کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے۔ وہ چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ ہیں لیکن وہ خادمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہیں۔ بزرگان دین کی محبت ان کے دل میں جاگزیں ہے۔ اس لئے مجھے یقین تھا ......وہ اس واقعے کا ازخود نوٹس ضرور لیں گے میری رائے میں یہ کچھ بھی نہیں سوائے غفلت کے، بہرحال جناب چیف جسٹس نے نوٹس لے لیا اب وہ کسی نتیجے پر ضرور پہنچیں گے...... لیکن اس کے ساتھ ساتھ میرا سوال یہ ہے کہ یہ کون ہیں جنہوں نے اس مرکز رشد وہدایت پر حملہ کر دیا۔ ذرا سوچیں...... یہاں اس خطے پر ہمیشہ مسلمانوں کی حکومت نہیں رہی...... سکھ اور انگریز بھی یہاں حکمران رہے لیکن کسی غیر مسلم کو بھی یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ ایسی حرکت کا سوچتا میں سمجھتا ہوں سواد اعظم پاکستان کو اس حوالے سے تمام مسلکوں کے لوگوں کا ایک نمائندہ اجلاس بلانا چاہیے اگر ہم پورے ایشیا کو دیکھیں تو ایشیاء کی سب سے بڑی درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (اجمیر شریف) کے بعد یہ وہ درگاہ ہے جہاں خود حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی چلہ کاٹا۔

قارئین! سچ یہ ہے کہ حکمرانوں کو اپنی سیکورٹی کی فکر زیادہ اور ان درگاہوں کی کم ہے...... ان کی شاید یہ ترجیح بھی نہیں ہے...... ورنہ جہاں واقعہ ہوتا ہے...... وہاں تو حکمران پہنچ جاتے ہیں...... لیکن یہاں کوئی حکمران نہیں گیا...... حالانکہ کچھ بھی نہ ہوتا صفائی کے بعد پنجاب اور مرکز کے حکمران وہاں پہنچتے اگر وہ خود سیکورٹی کے ہاتھوں مجبور ہیں تو...... پیپلز پارٹی کی طرف سے راجہ ریاض ہی وہاں حاضری دے دیتے اور پنجاب کی طرف سے رانا ثناء اللہ وہاں جاتے لیکن ایسا نہیں ہوا...... اس پر پورے پاکستان میں سواد اعظم پریشان ہیں، حیران ہیں، لیکن لاوارث نہیں، سواد اعظم کا اصل معاملہ یہ ہے کہ یہ منظم نہیں۔

قارئین! پاک میڈیا پر اس ملک کے جرنلسٹس (پرنٹ والیکٹرانک میڈیا سے) مختلف مباحثے

کرتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات اس میں بہت کام کی چیزیں ہوتی ہیں۔ جیسے حال ہی میں لندن پریس کلب میں ''قادیانیوں کے گروپ'' پر بہت بحث ہوئی اور اس کی آخری شکل یہ بنی کہ پاکستانی سفارتخانے نے اس تقریب کی حلف برداری کے معاملات کو اپنے سر نہیں لیا۔ یعنی پاکستانی سفیر نے حلف نہیں لیا...... کل بھی میں نے بہت سی چیزیں پڑھیں۔ بہت سے موضوعات پر بہت سے لوگوں کی آراء پڑھیں۔ اظہر مسعود جوان دنوں بیماری سے تازہ تازہ صحت یاب ہوئے ہیں اور میرے ان سے ذاتی تعلقات کچھ زیادہ خوشگوار بھی نہیں...... نے پی ٹی وی کے حوالے سے بحث میں حصہ لیتے ہوئے جو لکھا میں اسے کسی تبصرے اور اضافے کے بغیر من وعن خاص وعام کیلئے پیش کررہا ہوں۔

PTV News shoudl ahve ffresh faces. It should get rid of 'Sifarashi', unpresentable, badly dressed, uneducated and women or bad reputation.

It is competitive sector now. Private TV channels are recruiting anchorpersons on merit and competence. I will not name two newscasters of PTv, who frequently make blunders and get away with them. If some News Editor or News Producer takes any administrative action, these two women knock doors of ministers and other VIP's to ensure their powerful presence in state-run organization, which was a symbol of perfectin at one time.

I disagree with the type of dress. I do suggest traditional Pakistani dresses for PTV anchorpersons. Dupata or no Dupata its question of professional competence.

Whenever Christina Amanpour of CNN conducts interview of Islamic scholars she wears Dupata. Same style is adopted by Lyze Doucet of BBC she too wears Dupata while interviewing Islamic personalities.

The element of professional competence, self confidence and presentable faces is lacking in PTV News.

Being a former Chief instructor of PTv Academy I feel PTv must have fresh, educated, well dressed (that does not mean tow neck shirts) competant and anchorpersons with enough knowledge of National and International Affairs. The Newscasters must know

the art of proper pronounciation, proper names of personalities and places. They must possess knowledge of dynamic nature of international affairs and they should have best knowledge about Pakistan national interest.

At present only Shaista Zaid being News Caster for over 50 years ia a lady of Competent and woman of great integrity.

PTV must show gates to women who have disputed reputation and believe me this category of female anchorpersons arenot properly qualified but draw more than 80,000 rupees. How a national institution is being looted by clever, cunning woman whose mastery is onlyin horizontal and vertical tactics. How they manage phone calls from VIPs.

PTV should be a clean place for a dedicated team of integrity and devotion.

Shazia Skikandar is a competent News Producer, she is her style is making good efforts to restructure PTV news.

PTv News badly needs recruitment of competent and smart people who have sufficient education and knowledge of world and national affairs. And whose integrity must be above board.

Standards of PTV News deteriorated duirng the periods of General Ziaul Haq, General Musharraf and at present some VIPs suppрrt incompetent and sifarshi Newscasters./ This practice is harmfulfor the organization. (Azhar Masood)

روزنامہ جناح، 3 جولائی 2010ء

حدیث ابونعیم ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس نے قصداً نماز چھوڑی، جہنم کے دروازے پر اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 3)

طارق اسماعیل ساگر

سانحہ داتا دربار رحمۃ اللہ علیہ۔ تصویر کا تیسرا رُخ

لاہور کو پاکستان کا دل کہتے ہیں اور لاہوریوں کا دل داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ کوئی بھی لاہوریا اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ ایک عرصہ سے یہ افواہیں گردش کر رہی تھیں کہ جلد سوات اور پختونخواہ کے دیگر مزارات کی طرح لاہور کی بھی باری آنے والی ہے۔ لیکن یہ بات بظاہر بڑی عجیب دکھائی دیتی تھی کہ کسی کو آخر داتا صاحب پر حملہ کر کے کیا ملے گا؟ یہاں ہر مکتب فکر کے لوگ آتے ہیں۔ اپنے اپنے عقائد اور تعلیمات کے مطابق زہد و عبادت میں مشغول رہتے ہیں ان کا تعلق ہر شعبہء زندگی سے ہوتا ہے۔ قریباً ہر سیاسی جماعت کا ورکر یہاں پایا جاتا ہے۔ ایسے غیر متنازعہ مقام پر کہ جہاں ہر ماہ ہزاروں نہیں لاکھوں بھوکوں کو کھانا نصیب ہوتا ہے۔ وہ کھانا جس کے حصول کے لئے آج کل مائیں اپنے بچوں کے ساتھ خودکشیاں کر رہی ہیں۔ دن اور رات کے ہر حصے میں مزار داتا صاحب پر کوئی بھی شخص بلا تفریق و تغیر مذہب وملت جب چاہے اپنے پیٹ کی آگ بجھالے۔ روحانی تشنگی کا سامان ہر ساعت میسر ہے۔ یہاں کوئی اپنی ''دہشت گردانہ رٹ'' کیوں قائم کرنا چاہے گا؟ اس سے اسے کیا حاصل ہوگا؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے سوا ذلت و رسوائی کے اور ملے گا کیا؟ لیکن ظالم اپنی سی کر گزرے۔ شب جمعہ کو انہوں نے بالآخر لاہوریوں کے دلوں میں بالخصوص اور دنیا بھر میں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکاروں میں بالعموم خنجر اتار دیا۔ داتا صاحب پر ہونے والے خودکش دھماکوں نے انسانی جان و مال کا نقصان کیا لیکن روحانی اور نفسیاتی طور پر لاکھوں پاکستانیوں خصوصاً لاہوریوں کو توڑ کر رکھ دیا۔

اس دھماکے میں سیکیورٹی کی نالائقیوں کا کتنا حصہ ہے؟ اس سوال پر بہت بحث کی جاسکتی ہے۔ ایسی فضول بحث ہم عرصے سے کرتے آرہے ہیں یہ جاننے کے باوجود کہ 1947ء سے 2000ء تک پولیس کے کسی افسر اور سپاہی کو دہشت گردی کی اس نوعیت کی کاروائیوں سے نمٹنے کی کوئی تربیت ہی نہیں دی گئی نہ ہی کسی کے وہم و گمان میں ایسا کچھ تھا کہ صورتحال کبھی یہ رخ بھی اختیار کر جائے گی۔ مزاجاً ہم سیکیورٹی مائنڈڈ نہ کبھی تھے نہ ہی اب ہیں۔ جس کی بڑی مثال ''سول ڈیفنس'' کی ہے جس کا وجود سوائے سرکاری کاغذات کے اور کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ گزشتہ پندرہ سال سے ہم دہشت گردی کا شکار ہیں لیکن آج تک حکومت کی طرف سے کبھی سنجیدگی سے یہ کوشش نہیں کی گئی کہ عوام کو ہنگامی بنیادوں پر کم از کم ''سول ڈیفنس'' کی اتنی تربیت دے دی جائے کہ وہ بعد کی صورتحال میں ڈسپلن کیسے برقرار رکھیں؟

بہر حال یہ الگ موضوع ہے جس پر پھر کبھی بات ہوگی۔

جہاں تک داتا دربار کے موجودہ دھماکوں کا تعلق ہے اسے صرف فرقہ واریت کا نام دینا سراسر زیادتی ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جس "ماسٹر مائنڈ" نے یہ کچھ کروایا اس کا الٹی میٹ ٹارگٹ یہی تھا جس کے لئے کافی عرصے سے فضا ہموار کی جا رہی تھی۔ لیکن یہ تصور کرنا حماقت ہے کہ دھماکہ کرنے والے مسلمان تھے۔ یقیناً ان کی شکلیں مسلمانوں جیسی تھیں ان کا جنم بھی مسلم گھرانوں میں ہوا ہوگا۔ لیکن یہ "کٹ آوٹ" تھے۔ جن کو اس بات کا علم اور احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ کس کے لئے کام کر رہے ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟

لاہور کے کمشنر خسرو پرویز نے اس دہشت گردی کے حوالے سے بتایا کہ ان کے کیمپ افغانستان میں ہیں اور انہیں "را" تربیت دے کر یہاں بھیجتی ہے۔ ظاہر ہے ایک ذمہ دار سرکاری افسر نے یہ بیان برائے بیان نہیں دیا۔ اس سے پہلے بھی لاہور میں ہونے والی دہشت گردی میں بھارتی ہاتھ کے ثبوت مل چکے ہیں۔ لیکن حیرت انگیز طور پر اس مسئلے کو دبایا جاتا ہے۔ ابھی ابھی نیوز Flash ہوئی ہے کہ ایک خودکش حملہ آور کی شناخت ہوگئی ہے جو لاہور کے سرحدی گاؤں برکی ہڈیارہ کا رہنے والا ہے۔ نام جس کا عثمان بتایا جاتا ہے۔ معلوم نہیں سچ ہے یا صرف اندازہ کیونکہ ہمارے ہاں پولیس کے بیشتر دعوے بعد میں غلط ثابت ہوئے ہیں۔ لیکن اسے سچ ہی سمجھا جائے تو کیا ایسا پہلی مرتبہ ہوا ہے؟ لاہور کے شوکت خانم ہسپتال میں دھماکہ کرنے والے کا تعلق بھی اسی علاقے سے تھا جسے سزا بھی ہوئی۔ لاہور کے سرحدی دیہاتوں میں "را" کی مداخلت کے ٹھوس شواہد کیا ہماری ایجنسیوں کے پاس نہیں ہیں؟ سیکیورٹی کی الف ب جاننے والا بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ بھارتی "بی ایس ایف" (BSF) اپنے بندوں کے لئے خاردار تاروں کے پندرہ پندرہ فٹ اونچے دروازے جن میں شام کے اوقات میں بجلی بھی دوڑا دی جاتی ہے اکثر کھول کر انہیں آر پار کرواتی رہتی ہے۔ یہ لوگ معمول کے سمگلر نہیں بلکہ تربیت یافتہ دہشت گرد ہوتے ہیں۔ جو آسانی سے اپنا "ٹاسک" مکمل کر سکتے ہیں اور جب فضا ایسی بنی ہو جو بدقسمتی سے ہمارے ہاں بن چکی ہے تو کسی پاکستان دشمن انٹیلی جنس ایجنسی کا اس سے فائدہ نہ اٹھانا بڑی عجیب بات دکھائی دیتی ہے۔

داتا دربار پر خودکش حملہ پاکستان کے دل پر حملہ ہے۔ لیکن اسے صرف ایک "فرقہ ورانہ واردات" کا رنگ دینا یا اس تک محدود کر دینا غلط ہوگا۔ تصویر کا تیسرا رخ بھی ہے جس کو دیکھنا اور نوٹس لینا اب ناگزیر ہو چکا ہے۔

روزنامہ اوصاف، 5 جولائی 2010ء

سرفراز سید

لاہور سوگوار ہے!

☆......لاہور میں چوتھے روز بھی سوگ کا عالم! داتا دربار پر حاضری بڑھ گئی!

☆......ترکی نے اپنی فضائی حدود میں اسرائیلی طیاروں کی پروازیں بند کردیں۔

☆......چودھری شجاعت حسین نے کہا ہے کہ لوگ ہمارے دَور کو یاد کررہے ہیں۔

☆......وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے کہا ہے کہ پنجاب کی حکومت ہماری اپنی ہے اور پیپلز پارٹی کی سیکرٹری اطلاعات فوزیہ وہاب نے کہا ہے کہ پنجاب کی حکومت دہشتگردی کی سرپرستی کررہی ہے.... نمایاں خبر چھپی ہے کہ ایوان صدر کی طرف سے گورنر پنجاب کو شریف برادران اور پنجاب کی حکومت کیخلاف مہم تیز کرنے کی ہدایات جاری کردی گئی ہیں۔ فوزیہ وہاب کا بیان اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

☆......صدر آصف زرداری حسب معمول چین جانے کیلئے دبئی پہنچ گئے ہیں! چین اور دبئی بالکل اُلٹ سمتوں میں واقع ہیں۔

لاہور میں ان دنوں آنسوؤں کا موسم ہے۔ عجیب لوگ ہیں اس شہر لاہور کے بھی! حضرت داتا گنج بخش کے مزار کے احاطہ میں تین دھماکوں میں 42افراد شہید اور پونے دوسو زخمی ہوئے۔ لوگ ایسے مقامات پر جانے سے گریز کرتے ہیں مگر اس کے برعکس داتا دربار پر زائرین کی حاضری بڑھ گئی ہے! دھماکوں کے بعد لوگ اس جگہ سے دور بھاگتے ہیں مگر یہاں یہ عالم کہ ہزاروں شہری دیوانہ وار داتا دربار کی طرف بھاگ اٹھے داتا دربار کی مسجد نمازیوں سے بھر گئی! ایسے مواقع پر بہت ہنگامہ بہت شور شرابا ہوتا کرتا ہے مگر عجیب منظر کہ ہزاروں افراد چپ چاپ آتے ہیں آنکھوں سے آنسو برس رہے ہیں جس جگہ پر دھماکے ہوئے اسے چومتے ہیں پھر مسجد کے صحن میں بیٹھ کر شہداء کو ایصال ثواب اور زخمیوں کی جلد صحت یابی کیلئے سیپارے پڑھ کر دُعائیں مانگنے لگتے ہیں! میں نے اس شہر میں عمر گزاری ہے۔ اس قدر خاموش رقت آمیز سوگ کبھی نہیں دیکھا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سرکاری انتظام کے علاوہ ہر روز ایک لاکھ سے زیادہ بھوکے غریب عوام میں لنگر بٹتا ہے۔ لوگ دن رات چاولوں کی دیگیں دودھ کی بالٹیاں

اور روٹیوں کے ڈھیر لئے آتے ہیں اور ہزاروں غریب لوگوں میں بانٹ کر چلے جاتے ہیں۔ ظالموں کو ان غریب اور مسکین لوگوں پر بھی ترس نہ آیا!

☆......اور کیسا سانحہ ہے کہ چار روز گزر جانے کے بعد بھی لاہور اس طرح سوگوار اسی طرح مغموم ہے! داتا دربار پر یہ سانحہ!! ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ ایسا ظلم ایسا ستم بھی ہوسکتا ہے؟ اس سانحہ کی بلاتفریق مسلمانوں کے ہر فرقہ ہر مسلک نے شدید مذمت کی شدید رنج کا اظہار کیا ہے۔

اور حکمرانوں کا وہی وتیرہ! وفاقی وزیر داخلہ اور وزیر اعلیٰ کے درمیان گرم اور تلخ الفاظ کے تبادلے! اپنی ذاتی سیاست کی خاطر ذرا ذرا سی بات پر طیارہ لے کر صوبہ کے دور دراز مقامات پر جانے والے صوبائی گورنر نے تادم تحریر صرف چند کلومیٹر دور جائے حادثہ پر جانے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی اور نمایاں خبریں چھپی ہیں کہ اپنی جان کی سکیورٹی کی خاطر تادم تحریر میاں نواز شریف بھی گھر میں بیٹھے رہے۔ داتا دربار نہیں گئے! چودھری شجاعت حسین نے بھی ایسی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی۔ مجھے معلوم نہیں کہ جماعت اسلامی والوں میں سے بھی کوئی وہاں گیا یا نہیں؟ اوروں کی بات کیا کی جائے۔ پنجاب کے انسپکٹر جنرل پولیس کو بھی وہاں جانے کی توفیق نہ ہوئی۔ موصوف نے اپنے دفتر کے اردگرد سکیورٹی بڑھالی سڑکیں بند کرادیں مگر ایک ڈیڑھ کلومیٹر دور نہ جاسکے!!

اب جبکہ ملک میں جگہ جگہ خونریز دھماکوں سے پشاور شہر چھلنی چھلنی ہوگیا لاہور کے در ودیوار تباہ ہو گئے۔ کراچی میں ٹارگٹ حملوں نے ہر طرف آہ وبکا کا عالم پیدا ہو چکا ہے۔ کوئٹہ میں بار بار فائرنگ اور کرفیو کی خبریں آ رہی ہیں تو وفاقی وزیر داخلہ کو یاد آ گیا ہے کہ ایسی کارروائیوں کو روکنے کیلئے سخت قانون بنانے پر غور کیا جارہا ہے! ان صاحب سے پوچھا جائے کہ پچھلے اڑھائی برسوں میں آپ لوگوں کی بے محابا حکمرانی کے دور میں یہ بات یاد کیوں نہیں آئی؟ صدر پاکستان چند منٹوں میں آپ کے خلاف مقدمے ختم کرنے کا حکم جاری کر سکتے تھے تو چند منٹوں میں دوسرے حکم سے ملک میں دہشت گردی کے خلاف ایک آرڈی ننس لاسکتے تھے! مگر آپ لوگوں کو تو سپریم کورٹ کے خلاف محاذ آرائی سے ہی فرصت نہیں ملتی اور ہاں کیا جمہوری انداز حکمرانی ہے! وزیر اعظم صاحب داتا دربار کے سانحہ کے سلسلے میں لاہور آئے تو جتنی دیر وہ لاہور میں رہے۔ ہوائی اڈے سے داتا دربار تک اور شہر کے دوسرے حصوں میں کرفیو لگا دیا گیا۔ تمام مارکیٹیں بند کرادی گئیں۔ تمام سڑکیں سیل کر دی گئیں۔ سینکڑوں پولیس

والے سکیورٹی پر لگا دیئے گئے۔ عوامی حکومت کے عوامی وزیر اعظم جدھر بھی جاتے۔ گھنٹوں پہلے سڑکیں بند کر دی جاتیں! جمہوریت زندہ باد!

☆...... چودھری شجاعت حسین نے کہا ہے کہ لوگ ہمارے دور کو یاد کر رہے ہیں! یہ وہ دور تھا جس میں اکبر بگٹی کو قتل کیا گیا۔ لال مسجد پر وحشیانہ بمباری کی گئی۔ میڈیا پر شدید وار کئے گئے۔ ملک پر ڈرون طیاروں کے حملوں کی کھلی اجازت دے دی گئی۔ ملک میں جگہ جگہ مسلح امریکیوں کے مراکز بنوا دیئے گئے۔ ملک کو امریکہ کے پاس گروی رکھ دیا گیا۔ اعلیٰ عدالتوں کے جج معزول اور گرفتار کئے گئے۔ وکلاء پر بہیمانہ خونریز تشدد کیا گیا اور این آر او کے ذریعے قومی خزانے کے ہزاروں ڈاکوؤں، لٹیروں، نادہندگان اور مفرور مجرموں کے خلاف مقدمات ختم کر کے انہیں باعزت حیثیت دے دی گئی! چودھری شجاعت حسین عمر کے اس حصے میں ہیں جہاں ذہن کام کرنے سے معذور ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو بڑھاپے میں انسانی قویٰ کے مضمحل ہو جانے کی رعایت دے دینی چاہئے۔ اور ہاں چودھری صاحب فرماتے ہیں کہ ضیاء الحق اور پرویز مشرف نے مسلم لیگ کو سواری بنائے رکھا اور یہ کہ امریکہ نے مشرف کو اقتدار میں لانے کیلئے الیکشن میں دھاندلی کرائی!! جادو کس انداز میں سر پر چڑھ کر بول رہا ہے! چودھری صاحب سے کوئی شخص پوچھ سکتا ہے کہ آپ کی اس سچ گوئی کے مطابق آپ خود بھی اس دھاندلی کی پیداوار نکلے! اور شائد یہی وجہ تھی کہ 2008ء کے انتخابات میں ضمانت ہی ضبط ہو گئی!! چودھری صاحب! آپ کو کب اور کیسے اندازہ ہوا کہ آپ لوگوں کو ضیاء الحق اور مشرف نے سواری بنائے رکھا؟

ابتدا میں ایک خبر کا ذکر کیا گیا ہے کہ ترکی نے اپنی فضا میں اسرائیلی طیاروں کی پروازیں بند کر دی ہیں۔ علامہ اقبال نے فرمایا تھا کہ عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے۔ جوانوں میں نظر آتی ہے ان کی اپنی منزل آسمانوں میں! اور یہ کہ غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دَو میں! یہ بات قابل ذکر ہے کہ پچھلے برس تک ترکی کی فضاؤں میں ترکی اور اسرائیل کی فضائی افواج کی مشترکہ عسکری مشقیں ہوا کرتی تھیں۔ اور اب! بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے! ترکی کے اس اعلان کو پڑھئے اور یہ خبر بھی پڑھئے کہ پاکستان پر امریکی ڈرون طیاروں کے حملوں کی تعداد اور شدت بڑھ گئی ہے!!

روزنامہ اوصاف، 6 جولائی 2010ء

اعجاز احمد

علمائے کرام اور حکومت سچ اور حق بولیں

گذشتہ دنوں داتا ہجویری کے دربار پر جو خودکش حملہ ہوا وہ نہ صرف قابل مذمت ہے بلکہ انتہائی گھٹیا درجے کا مسلمان یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس قسم کے واقعات میں ملوث ہو۔ اس میں قطعاً دو رائے نہیں ہو سکتیں کہ دہشت گردی اور انتہا پسندی کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ دہشت گرد اور انتہا پسند دنیا کے جس خطے میں ہیں وہ قابل مذمت ہیں مگر ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ ہم صرف طالبان کی مذمت کرتے ہیں اور دوسرے اہم عناصر جس سے یہ مسئلہ بنا ہے، ہم اسکی مذمت نہیں کرتے اور اسکو پس پشت ڈالتے ہیں۔ بھارت میں جب دہشت گردی کا چھوٹا سا واقعہ ہو جاتا ہے تو بھارت بغیر کسی ثبوت کے فوری طور پر پاکستان پر اسکا الزام لگا دیتا ہے۔ ممبئی کا واقعہ کئی عرصہ گزرنے کے باوجود بھی اب تک بھارت کے متعصب ہندو کے ذہنوں میں تازہ ہے، جبکہ اسکے برعکس پاکستان میں سال 2001 سے امریکہ کی دہشت گردی کی جنگ کی وجہ سے ہزاروں واقعات رونما ہو چکے ہیں، مگر بد قسمتی سے پاکستان دہشت گردی اور انتہا پسندی کے کسی کیس کو اچھے طریقے سے پروجیکٹ کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ بلکہ یہ انتہائی بد قسمتی اور افسوس کی بات ہے کہ پاکستانی حکمران اپنے ملک میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے واقعات کا الزام، امریکہ، اسرائیل اور بھارت کے ڈر کی وجہ سے اپنے لوگوں پر لگاتے ہیں۔ کوئی اسکو پختون طالبان اور کوئی اسکو پنجابی طالبان کا شاخسانہ قرار دیتے ہیں۔ جب کہ طالبان لیڈر شپ بار بار اس بات کی تردید کر چکے ہیں، کہ وہ اس قسم کے واقعات میں ملوث نہیں۔ ویسے میری سمجھ سے یہ بات بالا ہے کہ ہمارے صدر، وزیر اعظم اور وزیر خارجہ جب بار بار امریکہ، بھارت اور اسرائیل سے اس بات کا اظہار کر چکے ہیں، کہ بلوچستان اور پاکستان کے قبائلی علاقہ جات کے دہشت گردی کے واقعات میں یہ تینوں براہ راست ملوث ہیں، تو پھر ہمارے علمائے کرام، مذہبی سکالرز اور حکومت امریکہ اور بھارت کے خلاف خاموش تماشائی کیوں بنے بیٹھے ہیں۔ امریکہ نے حال ہی میں پاکستان کو کیری لوگر امداد کا جو وعدہ کیا ہے اُس میں امریکیوں کے لئے پاکستان سے ویزوں کا مطالبہ بھی شامل ہے۔ یہ بات میری سمجھ سے بالا ہے کہ امریکہ کو پاکستان میں کیا پڑی ہے کہ وہ ایک ترقی یافتہ ملک سے آ کر پاکستان

جیسے ترقی پذیر ملک کی امداد کو ویزوں کے ساتھ کیوں مشروط کرتے ہیں۔ دراصل امریکہ، بھارت اور اسرائیل پاکستان کو غیر مستحکم کرنا چاہتے ہیں اور وہ پاکستان میں کوئی نہ کوئی دہشت گردی کا واقعہ کر کے وطن عزیز میں بے گناہ لوگوں کے خلاف پاکستان کے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لئے آپریشن کا جواز پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جتنے دہشت گرد اور انتہا پسند قابل مذمت ہیں اس سے زیادہ امریکہ، اسرائیل اور بھارت بھی قابل مذمت ہیں۔ تینوں کا ٹرائیکا مسلمانوں کے خلاف ہے۔ دراصل دہشت گردی کی جنگ کا بنیادی مقصد علاقہ میں امریکی مفادات، عالمی سرمایہ دارانہ نظام کا تحفظ، افغانستان کے 4 کھرب ڈالرز اور وسطی ایشیائی ریاستوں کے 5 کھرب ڈالر پر قبضہ کرنے، دہشت گردی کے نام پر اسلحہ بیچنے، پختونوں کی نسل کشی کے لئے لڑی جارہی ہے۔ جب تک پاکستان امریکہ کی دہشت گردی اور انتہا پسندی کی جنگ نہیں چھوڑے گا اور امریکہ اس خطے سے نہیں نکلے گا، اُس وقت تک دہشت گردی کے واقعات نہیں روکے جاسکتے۔ ویسے یہ بات بھی میری سمجھ سے بالا ہے کہ عراق پر حملے کے لئے یہ جواز پیش کیا جارہا تھا کہ اُنکے پاس جوہری ہتھیار ہیں اور اب ایران پر یہ الزام لگایا جارہا ہے کہ وہ بھی ایٹمی اور جوہری ہتھیار بنا رہا ہے مگر حقیقت تو یہ ہے کہ نہ تو عراق کے پاس دس سال گزرنے کے باوجود ایٹمی اور جوہری ہتھیار ملا اور نہ ایران کے خلاف کوئی ایسے ثبوت اور شواہد ملے جس سے اس بات کی تصدیق ہوسکے کہ ایران کا ایٹمی پروگرام پرامن مقاصد کے لئے نہیں۔ امریکہ سے زیادہ دہشت گرد اور انتہا پسند کون ہوسکتا ہے، جو پوری دنیا کے 14 کھرب ڈالر کا نصف یعنی 7 کھرب ڈالر دفاع پر خرچ کررہا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ٹینک، توپ، کلاشن کوف اور ایف 16 تباہی اور بربادی کے سوا تو کچھ نہیں کرتا۔ امریکہ کے ایک سابق صدر جمی کارٹر کہتے چلے آرہے ہیں کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ امریکہ کی موجودہ حکومت کس سمت جارہی ہے۔ اگر ہم قُرآن مجید فُرقان حمید کا مطالعہ کریں تو قُرآن پاک میں بار بار سچ اور حق بات کی تلقین اور تائید کی گئی ہے مگر بدقسمتی سے ہمارے سیاسی اکابرین، علماء اور مشائخ جو اپنے آپکو مذہب کے ٹھیکیدار، دعویدار اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین سمجھتے ہیں امریکہ کا نام چپکے سے بھی نہیں لیتے اور دہشت گردی کی نام نہاد جنگ میں قصور وار صرف اور صرف اپنے ہم وطنوں کو سمجھتے ہیں۔ سورۃ الحجر میں ارشاد خداوندی ہے پس جو حکم تجھ کو دیا گیا ہے اسکو کھول کر سنادے اور مشرکین کی پرواہ نہ کرو۔ سورۃ المائدہ میں ارشاد خداوندی ہے تم آدمیوں سے نہ ڈرو اور مُجھ سے ڈرو۔ اور جب مسلمان کسی

سے نہیں ڈرتا تو وہ غالب آتا ہے ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے اور سُست نہ ہو اور غم نہ کھاؤ اور تُم غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔ جب تک امریکہ دوسرے کے معاملات میں مداخلت اور ملکوں پر بزور شمشیر قبضہ کرتا رہے گا تو اُس وقت تک یہ توقع عبث ہوگی کہ دنیا میں امن اور سکون آئے۔ قُرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد خداوندی ہے اور تم گواہی کو مت چھپاؤ اور جو اسکو چھپائے اُنکا دل یقیناً گناہ گار ہے۔ پاکستان کے حاکموں کو چاہئے کہ وہ اپنا دفاع مضبوط کرلیں کیونکہ پاکستان امریکہ کی نام نہاد دہشت گر دی کی جنگ میں جو بے گناہ لوگوں کو مار رہا ہے۔ اپنے کمزور دفاع اور اقتصادی بدحالی کی وجہ سے مار رہا ہے۔ حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے دفاع کو انتہائی مضبوط کرلیں اا ور یہود و ہنود کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کریں۔ یہی ان سب باتوں اور قباحتوں کا علاج ہے۔ آخر ہم کب تک ڈر کی وجہ سے یہود و ہنود کی ہاں میں ہاں ملاتے رہیں گے۔ اگر حکمرانوں نے ڈالر کمانے ہیں تو اسکے لئے اور بھی بُہت راستے اور طریقے ہیں، ملک کے بے گناہ لوگوں کو مارنا اور امریکہ کی دہشت گردی اور انتہا پسندی کی نام نہاد جنگ میں فرنٹ لائن کا کردار ادا کرنا اور ان پر فخر کرنا ایک آزاد، ایٹمی اور میزائیلی طاقت کو زیب نہیں دیتا۔

روزنامہ اوصاف، 7 جولائی 2010ء

حدیث: امام احمد اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: قصداً نماز ترک نہ کرو کہ جو قصداً نماز ترک کردیتا ہے، اللہ (عزوجل) ورسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس سے بری الذمہ ہیں۔

حدیث: شیخین نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: جس دین میں نماز نہیں، اس میں کوئی خیر نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ 3)

ایم۔بی۔انجم

دہشتگردی، عوام اور حکمران

بم دھماکے اور خودکش حملے بتدریج ہماری زندگی کا حصہ بن گئے ہیں۔ پاکستان کا کوئی شہر، کوئی قصبہ اور کوئی گاؤں حملہ آوروں کی پہنچ سے دور نہیں وہ جس وقت چاہیں، جہاں چاہیں بآسانی اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کر جاتے ہیں۔ سرکاری دفاتر، جلسہ گاہیں، ہوٹل، مساجد، مزار، بازار غرضیکہ کوئی بھی جگہ ان کی دست برد سے محفوظ نہیں۔ ہر خودکش حملہ یا بم دھماکہ درجنوں زندگیوں کے چراغ گل کر جاتا ہے، بیسیوں کو بیوگی اور یتیمی کے داغ دے جاتا ہے، سینکڑوں کو عمر بھر کے لئے اپاہج بنا جاتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں آنکھوں کو اشک بار اور مغموم کر جاتا ہے اور ہمارے حکمران دہشت گردی کی اس خوفناک بلا کا راستہ روکنے میں بری طرح ناکام ہیں تاہم دھماکے کے بعد ان کی جانب سے اس قسم کے مضحکہ خیز سیاسی بیانات سننے کو ضرور مل جاتے ہیں۔ "ہم دہشت گردوں سے ہرگز خوفزدہ نہیں ہوں گے۔" "حملہ آور عوام کے حوصلے پست نہیں کر سکتے۔" "انسانی خون سے ہولی کھیلنے والے مسلمان نہیں ہو سکتے۔" "خودکش حملے بیرونی ممالک کے ایماء پر کئے جا رہے ہیں۔" وغیرہ وغیرہ۔ بندہ ان سے پوچھے کہ تم اگر دہشت گردوں سے خوفزدہ نہیں ہو تو سوتے جاگتے اپنے ساتھ سینکڑوں سیکورٹی اہلکار کیا شغل میلے کے لئے رکھتے ہو؟ جدھر سے شاہی سواریوں نے گزرنا ہوتا ہے ادھر کی سڑکیں حتیٰ کہ گلیاں محلے گھنٹوں پہلے سیل کرنا کیا لوگوں کی بے بسی کا تماشہ دیکھنے کے لئے ہوتا ہے؟ تمہارے جلو میں چلنے والی ایجنسیوں کی گاڑیوں کے ساتھ فائر بریگیڈ کا عملہ اور ایمبولینس کیا آپ کی بے خوفی کا پتہ دیتی ہیں؟ جلسہ گاہوں میں آپ بم پروف جیکٹیں کیا فیشن کے طور پر پہنتے ہیں؟ آپ کے استعمال میں رہنے والی گاڑیاں بلٹ پروف کس لئے ہوتی ہیں۔ اور آپ کی اقامت گاہوں اور اسمبلیوں کو جانے والے راستوں پر بے شمار رکاوٹیں اور ناکے کیا آپ کی دلیری اور بہادری کے سنگ میل ہیں؟ حکمرانوں کا یہ بیان کہ دھماکے کرنے والے ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتے؟ انتہائی مضحکہ خیز ہونے کے ساتھ ساتھ خود کو فریب اور عوام کو دھوکہ دینے کی ایک مذموم کوشش کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ اگر خودکش حملہ آور مسلمان نہیں ہیں تو عوام کو بتایا جائے کہ وطن عزیز میں ہونے والے اب تک سینکڑوں حملوں میں کتنے

یہودی، عیسائی، پارسی، ہندو یا سکھ ملوث پائے گئے ہیں۔اس بیان سے اگر حکمرانوں کا مطلب یہ ہے کہ انسانی خونریزی میں ملوث یہ لوگ کم تر درجے کے مسلمان ہیں تو پھر یہ بتا دیا جائے کہ پوری قوم میں اعلیٰ درجے کے مسلمان کتنے ہیں اور کیسے ہیں؟ میرے نزدیک اس میں شک وشبہ کی رتی بھر بھی گنجائش نہیں کہ دہشت گردی میں ملوث لوگ ہمیں میں سے ہیں۔ وہ کلمہ گو ہیں، زیادہ تر باریش ہیں اور ایک مخصوص ذہنیت کے تحت وہ درجہ شہادت پر فائز ہونے کے لئے اپنے بھائی بندوں کا خون کر رہے ہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو ہر دھماکے کے بعد اس کی ذمہ داری قبول کرنے والوں پر دھیان دے لیا جائے۔ کیا القاعدہ والے غیر مسلم ہیں؟ کیا طالبان کے سبھی گروہ مسلمانوں میں سے نہیں؟ اور کیا کالعدم مذہبی جماعتوں کے ارکان کلمہ گو نہیں ہیں؟ اور اگر ہیں تو پھر یہی وہ گروہ ہیں جو کم عمر نوجوانوں کو اغوا کر کے، خرید کے یا مدرسوں میں مفت تعلیم دینے کے بہانے اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں اور پھر مذہب کے حوالے سے ان کی برین واشنگ کرتے ہوئے انہیں باور کراتے ہیں کہ کامیابی سے خودکش حملہ کرنے کے اجر کے طور پر اگلے جہان میں حوریں کس بے چینی سے ان کی منتظر ہوں گی۔ انہیں جنت کے دروازوں کی چابیاں اسی دنیا میں عطا کر دی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پر ہجوم مقامات پر حملے کرتے وقت نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے سنائی دیتے ہیں۔ ہمیں یہ تسلیم کرتے ہی بنے گی کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں ہم خود ہی کر رہے ہیں۔ غیر ملکیوں اور غیر مسلموں پر اس کا الزام دھرنا اپنی ذمہ داری سے پہلو تہی کے علاوہ اور کچھ نہیں اور اگر بالفرض یہ سب کچھ غیر مسلم یا ہمارے دشمن کروا رہے ہیں تو پھر ہمیں تسلیم کر لینا چاہئے کہ جرائم کی منڈی میں ہم پاکستانیوں سے زیادہ سستا بکاؤ مال شاید ہی کہیں اور دستیاب ہو۔ مذکورہ بالا حقائق اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہمارے حکمران خدا کا خوف کرتے ہوئے اپنی کمیں گاہوں سے نکلیں اور خلق خدا کو دہشت گردی کے عفریت سے بچانے کے لئے نیک نیتی سے عملی طور پر کچھ کریں۔ خالی خولی بیانوں سے کچھ نہیں ہونے والا۔

روزنامہ وقت، 7 جولائی 2010ء

دست بستہ قدسیوں کو دیکھتا ہے صف بہ صف
مرتبہ جس پر عیاں ہے سیّدِ ہجویرؒ کا

محمد اکبر عالم

حسب معمول۔۔۔!!!

داتا دربار میں خودکش حملوں کے بعد حکمرانوں نے حسب معمول دہشت گردوں کو اسلام اور انسانیت کا دشمن کہا، تحقیقات کے حکم میں انتباہ کیا کہ واقعے کے ذمہ داروں کا سراغ لگانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے۔ زخمیوں کو ہر ممکن طبی سہولیتیں دینے کی ہدایت بھی کی گئی۔ سوال یہ ہے کہ واک تھرو گیٹ ہونے کے باوجود حملہ آور اندر کیسے گھس گئے؟ 10 سے 20 کلو جیکٹس ودیگر اسلحہ اور بم دربار کے احاطے اور تہہ خانے تک کیسے لے جائے گئے؟ جواب ہے سیکورٹی ناقص تھی۔ لاہور سمیت پنجاب میں وسیع ''سرچ آپریشن'' ہوا لیکن داتا دربار میں تین خودکش دھماکوں نے ثابت کر دیا کہ گویا ''سرچ ہوئی نہ آپریشن''بس حسب معمول کاروائی ڈال دی گئی۔

''بے خبر'' ذرائع نے کاروائی ڈالنے کی بات سے اتفاق نہ کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ جب بھی سرچ ''لائٹ'' آپریشن ہوتا ہے لاہور سمیت بڑے شہروں اور قصبوں میں برسوں سے مقیم افغان مہاجرین کی پکڑ دھکڑ شروع ہو جاتی ہے۔ ریکارڈ بنایا جاتا ہے، اسلحہ برآمدگی ڈال دی جاتی ہے۔ اور آخر میں ''دیہاڑی'' لگا کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ پچھلی سردیوں میں کوڑا چننے والا کمسن افغان لڑکا ملا تو اس نے اپنے بڑے بھائی کو پولیس سے چھڑوانے کی غرض سے سمن آباد کے ایک کتب فروش سے مالی امداد مانگی اور بتایا کہ جب بھی خودکش دھماکہ ہوتا ہے پولیس میرے بھائی کو پکڑ کر لے جاتی ہے جو محنت مزدوری کر کے خاندان کی کفالت کرتا ہے۔ اسے ہر بار چار پانچ ہزار روپے لے کر ہی چھوڑا جاتا ہے۔

کتب فروش کا کہنا تھا کہ جنرل ضیاء الحق کے دور میں ہزاروں لاکھوں افغان ہجرت کر کے پاکستان کے شہروں میں آبسے تھے یہ وہ لوگ تھے جنہیں افغان خیمہ بستیوں میں پناہ نہیں ملی تھی یا انہوں نے خود ہی شہروں قصبوں میں بسنا قبول کر لیا تھا جہاں ان کے رشتے دار اور عزیز و اقارب پہلے ہی مدتوں سے آباد تھے۔ ان کے جوان بیٹوں اور بیٹیوں کی شادیاں افغان مہاجروں یا مقامی باشندوں سے ہو گئیں تھیں۔ ان لوگوں نے رشوتیں دے کر پاکستانی شناختی کارڈ بنوا لئے۔ نجی ملازمتیں حاصل کر لیں، چوکیدار بن گئے، سائیکلوں اور گدھا گاڑیوں پر ردی کاغذ اور دوسرا کچرا اکٹھا کر کے بیچنے

لگے۔ نسبتاً زیادہ تر یہی افغان مہاجر مساجد اور مدرسوں میں ملا، معلم اور مؤذن بن گئے، جنرل پرویز مشرف کے دور میں صحیح معنوں میں سخت سرچ آپریشن ہوا تو ہزاروں افغانوں اور ازبکوں کو مساجد اور مدرسوں سے نکال دیا گیا۔ لیکن حالات ''معمول'' پر آتے ہی وہ دوبارہ پاکستانی شہروں میں آ بسے۔

ایک ازبک مؤذن نے جو روانی سے اردو بولنا سیکھ گیا، بتایا تھا کہ وہ بیوی بچوں سمیت پاکستان چھوڑ گیا تھا لیکن حالات سازگار ہوتے ہی واپس آ گیا اب کبھی واپس نہیں جائے گا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ ازبکوں اور افغانوں میں کوئی دہشت گرد نہیں ہے۔ خودکش حملوں کو غیر اسلامی اور گناہ کا کام سمجھتے ہیں۔ مجھے اس کی باتیں وزنی اور معقول لگیں، میرے خیال میں دہشت گردوں کے لیڈر فوجی آپریشنوں کی کامیابی کے بعد حکمت عملی بدلنے پر مجبور ہو گئے۔ اب خودکش حملوں کے بعد لمبا وقفہ کرتے ہیں۔ جس سے سیکورٹی کے افسر اور اہلکار تن آسان اور غافل ہو جاتے ہیں، وزیر داخلہ اور دیگر وزرا بغلیں بجانے لگتے ہیں کہ دہشت گردوں کی کمر توڑ دی گئی، دہشت گردی پر قابو پا لیا گیا، عوام کو بھی خوف اور دہشت سے نجات مل جاتی ہے۔ طویل وقفے کے بعد خودکش حملہ آور حرکت میں آ کر اپنا ''ٹارگٹ'' پورا کرتے ہیں تو الیکٹرانک میڈیا اور اخبارات میں معمول کے مطابق حکمرانوں اور قومی سیاست دانوں کے مذمتی بیانات، تحقیقات کے اعلانات اور زخمیوں کو علاج کی ہر ممکن سہولیات دینے کی ہدایات سامنے آ جاتی ہیں۔ آخر میں بتاتا چلوں کہ گولیوں کی بوچھاڑ، خودکش دھماکے اور ٹارگٹ کلنگ ہی دہشت گردی نہیں بلکہ ہر وہ اقدام کاروائی یا واقعہ دہشت گردی ہے جو آپ کو ہلا کر رکھ دے یا آپ پر خوف و دہشت طاری کر دے کہ اب کیا ہوگا؟ کیا ہونے والا ہے؟ بجلی، گیس، آٹے، چاول، چینی، دودھ اور دیگر اشیائے خورد و نوش کی قیمتیں اچانک کئی گنا بڑھائی جاتی ہیں تو اثرات دھماکے سے کم نہیں ہوتے، حکمران جیسے خودکش دھماکوں پر قابو نہیں پا سکے ویسے ہی مہنگائی کے ریموٹ کنٹرول بم دھماکوں سے بھی عوام کو محفوظ رکھنے میں حسب معمول کامیاب نہیں ہو سکے۔

روزنامہ وقت، 4 جولائی 2010ء

کوئی جانے تو کیا جانے، کوئی سمجھے تو کیا سمجھے
خدا کو ہے پتا، کیا ہے حقیقت میرے داتاؒ کی

افضل توصیف

یہ کیا جگہ ہے دوستو؟

یہ کیا جگہ ہے دوستو۔۔۔ یہ کونسا مقام ہے
حدِ نگاہ تک جہاں۔۔۔ غبار ہی غبار ہے

آئینہ اندھا ہے۔ میں اپنا چہرہ نہیں دیکھ سکتی۔ کسی اور کے پاس آنکھیں ہی نہیں، زبان بھی کہاں ہے۔ دراصل ہم لوگ اس شہر کے لوگ عالم خواب میں تھے، کسی اور ہی زمانے میں، کسی اور ہی عالم میں جاگے ہیں۔ اب کیا ہے وقت کا کوئی نام ہی نہیں اور ہمارا چہرہ؟ شیشہ تو خود اندھا ہے۔ کیا دیکھے کیا دکھائے؟ دنیا میں عجیب ہی کہانی چل رہی ہے۔ کوئی کہتا ہے ہم ہیں، کوئی کہتا ہے ہمارا کوئی نہیں۔ کسی نے کہا؟ کیا کہا۔۔۔۔۔ یادداشت بھی خراب ہو چکی ہے۔ ابھی کل ہی تو کہا تھا۔ کچھ بات تھی، ہمارے لئے تھی، اب تو وہ کل کی بات ہو چکی۔ اور یہاں کیا ہے؟ بلبلیں چپ ہیں۔ چڑیاں بالکل خاموش۔ بن کو خطرہ ہے۔ گھر کو خطرہ ہے۔ چھوٹی بچی کی جان خطرے میں اس بچے کو دیکھا جو مسجد کی سیڑھی پر بیٹھا ہے، چپ چاپ آج کوئی لینے نہیں آیا۔ کون آتا۔ اس کا گھر تو ڈوب گیا۔ ایسے ہولناک واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ مگر دور کے شہر میں پتہ نہیں لگتا۔ بڑے شہروں میں شور بہت ہوتا ہے۔ میں! میں!! میں!!! قبضہ گیر، حکمران میں صرف ''میں'' ہوتی ہے۔ عقل نہ فکر پاکستان میں قبضہ گیروں کے بڑے بڑے وڈیرے ہیں۔ مسجد پر قبضہ تو پرانی معمولی بات ہے۔ ملا اور طالب علم بھی سیاست کرنے لگے ہیں۔ قبضہ گیر سیاست اب نعرے بدل جائیں گے۔ سرخ ہے سرخ ہے ایشیا نہیں مسجد کا رنگ سرخ ہے۔ اسلام کا رنگ سبز ہے تو کالا کس کا ہے؟ کالا جھنڈا سوگ کا جھنڈا امام بارگاہ پر کالا پرچم ابھی تک لہراتا ہے۔ سنا ہے فرعون بھی بچے مراتا رہتا تھا، اسے ڈر تھا کوئی بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ جو فرعونیت کا سنگھاسن الٹا دے گا۔ مگر کیا ہوا؟ وہی بچہ نکلا۔ کون جانے آج بھی وہ بچہ بچ نکلا ہو۔ آج کا فرعون تو مسجد سے ڈرتا ہے۔ سرخ رنگ سے بھی۔ سنا تو یہی ہے۔ خون بہانے والے اور خون چوسنے والے آخر میں سرخ رنگ سے ڈرنے لگتے ہیں۔

انقلاب کا رنگ بھی تو سرخ ہوتا ہے۔ لال آندھی، سرخ پرچم، محنت کا رنگ، فاختہ تو بھورے رنگ

کی ہے۔ کفن کا رنگ اور شکست کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ اب لال مسجد کو سفید بنانا مشکل ہوگا۔ پینٹ ضائع کرنے کا فائدہ۔ سرخ رنگ بنیادی ہے۔ اور خون کا رنگ تو سرخ ہی ہوتا ہے۔ سفید خون ہوتا نہیں ہو جاتا ہے۔ اکثر حکمرانوں کا خون سفید ہی ہوتا ہے۔ سفید خون اور کالے کرتوت والے کون ہیں؟ ارے وہ ہیں پاکستان کے ٹھیکیدار۔ بیرون اور اندرونی۔ عجب کاروبار۔ باہر کے ٹھیکیدار، اندر کے حکمران، اندر کے حکمران غیر ملکی۔ سامراج ہے اور سنگل سامراج ہے۔ اس کا رقیب کوئی نہیں۔ عوام کا طرفدار کوئی نہیں۔ سوویت یونین ہے نہیں۔ یورپین یونین صرف یورپ کو بچا رہی ہے۔ چین نے کان لپیٹ رکھے ہیں۔ سنگل طاقت اور وہ بھی (Ruthless) وحشی۔ جاپان تا افغانستان بمباری ہی بمباری، صرف موت بانٹ رہا ہے، امریکہ نے تورا بورا پر بمباری کر کے پتھروں کو راکھ بنا دیا۔ وزیرستان پر ڈرون حملے۔ اندھی بمباری۔ مگر کیا پایا۔ تباہی، خود پاکستان کی بھی۔ روز اول کا دوست۔ آج پاکستان کے عوام نفرت کرتے ہیں اس نے شاید ایران سے بھی زیادہ۔ خوشحالی کو بدحالی میں بدل دیا۔ اور بدترین حکومت، جمہوریت کے نام سے مسلط کی ہے۔ جھوٹ، جہالت، بددیانتی، لوٹ، بدکرداری یہ عناصر خمسہ ہیں جن سے جمہوریت کا زہر بنا ہے۔ ادارے تباہ، سبھی اداروں کے سربراہ غاصب، تعلیم، علم، اُدب، تہذیب تباہ۔ ارے اس ملک کو بننے سے پہلے ہی تباہ کر دیا۔ وہ عوام جن کے پیچھے صدیوں پر ناماضی تھا۔ ہزاروں برس پرانی تہذیب اور تمدن کے نام نامی تھے۔ اور آج تم نے داتا صاحب کے مزار کی بے ادبی کی، کل مسجد جلائی تھی۔ مسجد اقصٰی پر بمباری کس نے کی، انبیاء کے مقابر کی بے ادبی اور تخریب۔ بغداد، کابل اور لاہور۔ مگر تیرے پیچھے ویت نام کی داستانیں۔ وہی انجام جو ویت نام میں دیکھنا تھا اب کابل میں کل لاہور میں دیکھے گا۔ وہی نفرت جو تہران میں دیکھی، کراچی میں دیکھے گا اور پھر وہ نفرت جو خود امریکی عوام سے نصیب ہوگی۔ تجھے اور تیری ناجائز اولاد اسرائیل کو۔ ہم نے نہ دیکھا تو ہمارے وارث دیکھیں گے، کس طرح پچھتائے گا تو خلق خدا کی بربادی کے لئے اے امریکہ تف بر امریکہ! مرگ بر امریکہ۔

روزنامہ وقت، 20 جولائی 2010ء

فاروق ندیم

نگری داتا کی

''ساغر کہتا تھا جن کو گلیاں مست مدینے کی'' داتا کی اسی نگری پہ قیامت گزری ہے۔ اسے پنجاب کا نائن الیون تو نہیں کہا گیا۔ البتہ خادم پنجاب نے شعیب بن عزیز کی تحریر پڑھ کر سانحہ لاہور کے متاثرین کی اشک شوئی ضرور کی۔ اگلی شام وہ داتا دربار گئے تو سیکورٹی ریزن کی بدولت 15 منٹ ٹریفک جام رہی جبکہ موقع پر موجود افراد حکومت پنجاب کے خلاف نعرہ زن رہے۔ وہ مقامی انتظامیہ اور وزیر قانون پنجاب کی برطرفی کا مطالبہ بھی کر رہے تھے۔ جیالے گورنر نے کسی لگی لپٹی کے بغیر کہہ دیا کہ سیکورٹی کی خامیاں ہیں۔ حالات بتاتے ہیں، سوسائٹی کے مختلف الخیال گروپس کو واقعاتی تسلسل نے انتہا پسند بنا دیا ہے۔ مکالمہ نہیں بارود کا راج ہے۔ اس ضمن میں ان صوفیاء کو بھی بخشنے کی گنجائش نہیں رکھی جا رہی جن کی بدولت ہندوستان میں اسلام پھیلا۔ اب بھی ان کے عقیدت مندوں کی گنتی شمار میں نہیں۔ جو کچھ ہو رہا ہے اس نے 'سوچ کے دو مختلف دھارے'' بنا دیئے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو اسے کھلی جارحیت قرار دیتے ہیں، اس دہشت گردی کو روکنے کے لئے پاک فوج کے جوان جانوں کا نذرانہ دے رہے ہیں۔ عام بے بس شہری جان کی بازی ہار رہے ہیں۔ دوسری سوچ ان عناصر کے لئے سافٹ کارنر رکھتی ہے۔ اسے دائیں بازو کے انقلاب کی کڑی قرار دیتی ہے۔ تاریخ بتاتی ہے، تاریخ بنانے اور انقلاب لانے والوں کی جڑیں عوام میں ہوتی ہیں تو کامیاب ہوتے ہیں۔ اوپر سے انقلاب لٹکا کر افغانستان میں سوویت یونین نے بھی دیکھ لیا اور اسلام پسندوں کو استعمال کر کے امریکہ بھی آفٹر ایفیکٹس بھگت رہا ہے۔ عوام کو جوڑنے کی بجائے قبروں سے لاشیں نکال کر بے حرمتی کرنے سے کس اسلام کی خدمت ہوتی ہے؟ یہ جنرل (ر) حمید گل ہی جانتے ہیں۔ جس قسم کے حالات و واقعات پاکستان میں ہو رہے ہیں، ان پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ ان معاشی مسائل کو حل کرنے کی ضرورت ہے جو بندوقیں تھماتے ہیں۔ جس قسم کے جغرافیائی حالات بلوچستان، خیبر پختونخواہ، علاقہ غیر، آزاد علاقہ، شمالی و جنوبی وزیرستان کے یہ وہ کمانڈو ایکٹی وٹی کے بہترین ٹھکانے ہیں۔ ایسی ہی دشواریاں تھیں جو انگریزوں کو اپنے عہد میں فرنٹیر (جو اس وقت پنجاب تھا، برٹش پنجاب کے اس حصے کو 1901ء میں تقسیم

کر کے شمالی سرحدی صوبہ بنایا گیا۔ وجہ انتظامی ظاہر کی گئی) اور افغانستان میں محسوس ہوئیں۔ انہی علاقوں کی پوزیشن کو دیکھتے ہوئے بیسویں صدی کی چھٹی، ساتویں، اور آٹھویں دہائی میں گریٹر بلوچستان (جس میں ایران وافغانستان کے علاقے بھی شامل تھے) کے نعرے بھی سنائی دیئے۔ موجودہ مسائل بھی دراصل معاشی ہیں ان کی ذمہ داری قبائلی وجاگیردارانہ نظام پر عائد ہوتی ہے۔ جو ڈویلپمنٹ کے خلاف ہے۔ دنیاوی و انسانی حقوق دباتا ہے۔ نتیجہ میں جو منفی لہر اٹھتی ہے، اس انرجی کو چاہے، جس طرح چاہے استعمال کر لے، چاہے طالبان ہوں، یا مالکان۔ ان عناصر کو افرادی قوت کی کمک، پنجاب بالخصوص جنوبی پنجاب سے ملتی ہے۔ وجہ پھر وہی ہے قبائلی وجاگیردارانہ نظام جو عوام کو بھوکا مارتا ہے۔ ظلم واستحصال کرتا ہے، جینے کا حق بھی چھین لیتا ہے۔ پنجاب کے زمیندار، جاگیردار، خان، وڈیرے، نواب، سردار اتنے ظالم ہیں کہ جس کی حد نہیں۔ یہ لوگ بھی طالبان کو پروڈیوس کرنے کی فیکٹریاں ہیں۔ لارڈ میکالے نے 1849ء کی زرعی اصلاحات میں قانون بنایا تھا کہ ہر دیہات میں تقریباً ایک درجن سے زائد قسم کے دستکار ہوتے ہیں۔ ہر دستکار کو "حق موروثی" کے تحت پانچ ایکڑ دیئے جائیں تاکہ وہ بڑے قطعات اراضی رکھنے والوں کے محتاج نہ ہوں۔ انگریزوں نے مذہبی پریچرز (مولوی، پنڈت، گردوارے کا رکھوالا وغیرہ) کو بھی انہی دستکاروں میں شمار کیا۔ 1923ء کے بعد "یونینسٹوں" نے دستکاروں کے پانچ ایکڑوں کو کم کر کے تین ایکڑ کر دیا لیکن دیہی اشرافیہ نے یہ زمین آج تک ان غریب اور مفلوک الحال دستکاروں کو نہیں دی۔ انہی محنت کشوں کے بچوں کو اگر زمین ملتی تو روٹی روزی کما سکتے تھے، ان کے "یتیم" اور "مسکین" بچوں کو مذہبی این جی اوز یعنی مدرسوں میں بطور "درویش" زندگی نہ گزارنا پڑتی۔ جب تک قبائلی و جاگیردارانہ نظام ختم نہیں ہوتا۔ ایسے حالات و واقعات ہوتے رہیں گے۔

روزنامہ وقت، 9 جولائی، 2010ء

حاضرِ دربار ہیں چاروں سلاسل کے شیوخ
جس کو دیکھو، مدح خواں ہے سیدِ ہجویرؒ کا

شہزاد مجددی

افضل توصیف

جسم اور جذبات کا خون

جسم اور جذبات کا خون، جی ہاں، جسم کے ساتھ جذبات بھی زخمی ہوتے اور مرتے ہیں۔ مسجد، سکول، امام بارگاہ۔۔۔ واویلا! ارے اب تو داتا کے مزار پر بھی خون خرابہ، بم دھماکہ، امن کی فاختہ لہو لہان، کوئی ہے؟ وہ دیکھئے شیطان کے دانت، بچھلی پائی ہنس رہی ہے۔ شہر پہ نیستی کا سایہ ہے۔ کوئی تعویذ دھاگہ، کوئی اوپائے، آخر کب تک، کب تک لوگوں کے صبر کا امتحان ہوتا رہے گا، بے شک عوام کا صبر و برداشت کوہ ہمالہ کی طرح ہوتا ہے۔ لیکن اگر تم پہاڑ کے اندر بارود بھر دو گے تو؟ مت آزماؤ لوگوں کی طاقت، مت آزماؤ ان کا صبر و برداشت!! "باز آؤ اور زندہ رہو"۔ حنیف رامے اس شہر کا دانشور اور سیاست دان بھی تھا، اسی نے کہا تھا، برداشت تو برداشت ہے۔ اس طرح کے رویئے تو زندگی کے خلاف ہی جاتے ہیں۔ اب وہ زندگی اپنی ہے یا دوسرے کی، عجب بات ہے کہ کسی نے اس بات کو اٹھایا نہیں مگر تاریخ تو موجود ہے۔ مسلم دنیا نے خود اپنے ہاتھوں اپنی بربادی کی ہے اور جتنی کی ہے اتنی کسی اور کی نہیں۔ انتقام ہی ان کا انتظام ہے۔ یزید سے لے کر آج کے "انتقام جمہوریت" تک۔ عوام بیچارے انجان رہتے ہیں، جب جانتے ہیں تو بہت پچھتایا کرتے ہیں۔ کبھی تو صدیوں تک۔۔۔ اور پھر ایک انتقامی لہر معصوم نسلوں تک چلا دی جاتی ہے۔ ملا مفتی، ملنگ، موالی۔۔۔ عوام کی آنکھوں میں ماضی کی دھول اتنی جھونکتے ہیں کہ مستقبل اندھا ہو جاتا ہے۔

پاکستان میں جو آج ہو رہا ہے اس کی جڑیں پرانی ہیں۔ بہت زہر بھرا ہے۔ بہت آگ ہے۔ یہ صرف انتقام اور اقتدار کی آگ، مگر سارے موسم کی کونپلوں کو جلا رہی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ایک جرنیل آیا تھا۔ پالیسی فوجی کم، فرقہ بندی زیادہ، اسی نے مذہب اور فرقوں کو درمیان میں لا کر یہ انتقامی سیاست چلائی تھی۔ پاکستان میں گندی اور انتقامی سیاست کا آغاز روز اول سے ہو گیا تھا۔ بہت دنوں تک بنگال کے ساتھ ٹھنا ٹھنی ہوئی۔ دو نسلوں کا زیاں رہا۔ پھر اس کے بعد جمہوریت سے انتقام کا کھیل ہوا اور اب آ کر جمہوریت کو انتقامی حربہ بنا لیا گیا۔ عوام سے انتقام ان کے ووٹ کا زیاں مگر اور کیا نہیں۔ ووٹ کے بدلے ان کی بھوک ننگ بڑھا دو، پیاس بھی، غم بھی۔ اگر غصہ بڑھے تو ملا ہے، صوبہ بندی، زبان

بندی۔۔۔ نا کہ بندی۔ بہت کڑی نا کہ بندی ہے۔ بھائی مگر صرف دارالامراء میں دار عوام میں عذاب کا در کھلا رکھو، کون لکھے گا یہ داستان الم! یہ جو سب کچھ ہوا شہر کی روح کو زخمی کرنے کے لئے، لاہور کو نہیں سارے پنجاب کو تڑپانے کے لئے اور شہباز شریف کو شرمندہ کرنے کے لئے کہ وہ تو داتا دربار کی حفاظت نہیں کر سکا۔ پنجاب دربار کیا سنبھالے گا اور بیچارا سلمان تاثیر بہت سادہ ہے جو کہلایا جائے من وعن کہہ دیتا ہے۔ مگر وہ اوپر والے بھی سمجھتے نہیں کہ اس طرح کی حرکتیں الٹی پڑ سکتی ہیں۔ اب اگر یہ بات کھل جائے تو؟ لیکن ان کا کیا بگڑے گا، عوام کا نقصان ہو چکا۔ یہ داتا دربار ہو یا وہ لطیف بھٹائی دربار، ان پر حکمرانوں کا نہیں عوام کا پہرہ ہے۔ عقیدتوں اور محبتوں کو احترام دو، موجودہ عہد کے حکمرانو، تمہاری آپس کی رقابت، اقتدار و دولت کے لئے بڑھتی جارہی ہے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں۔ سمجھ بھی سکتے ہیں، تم دونوں ہی باقیات ہو، جرنیل شاہی نے بہت کچھ چھوڑا ہے۔ سازش، فساد، گندی سیاست، کرپشن اور طالبان بھی۔

اب پتہ نہیں نجات کی گھڑی کب آئے گی۔ فی الحال تو سازش کی رقاصہ ناچ رہی ہے۔ مگر ایک بات پر دونوں کی حکمت عملی ایک جیسی ہے۔ عوام کو الو بنانے کی۔ درحقیقت دونوں کے پاس عوام کے لئے کچھ نہیں۔ شہباز شریف کے دل میں اگر کچھ کچھ ہوتا ہے تو وہ ایک فرد کی فطرت ہے۔ وہ اچھا ہے۔ اچھا آدمی ہے۔ ''گڈ مین دی لالٹین''، مگر ایک لالٹین اتنے اندھیرے کو روشنی نہیں دے سکتی۔ بجلی کی ضرورت ہے بلکہ ایک نئے سورج کی ضرورت ہے۔ نیا سورج جو استعارہ بنے نئے دور، نئے نظام اور نئے زمانے کا۔ اور اب تو طالبان کو بھی اپنی پوزیشن صاف کرنی چاہیے، ان کی لڑائی تو سامراج سے تھی، اب انہیں استعمال کیا جارہا ہے۔

روزنامہ وقت، 9 جولائی 2010ء

حدیث: بیہقی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: جس نے نماز چھوڑ دی اس کا کوئی دین نہیں، نماز دین کا ستون ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 3)

ملک انور حسین برہان

زندگی جاوداں

سبحان اللہ! کیا مقام و مرتبہ ہے۔ سید علی ہجویری گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ داتا کا جن کا مزار صدیوں سے مرجع خلائق چلا آ رہا ہے۔ ہزاروں افراد ان کے دربار پر حاضری کے لئے آتے ہیں اور جھولیاں بھر کر لے جاتے ہیں۔ جمعرات کے روز ان کے دربار کے احاطے میں خودکش حملوں نے ملک بھر میں قیامت برپا کر دی اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت داتا گنج بخش کے دیوانے تو دنیا بھر میں موجود ہیں جو سانحہ لاہور کو سن کر تڑپ اٹھے۔ دنیا کے کونے کونے سے اس واقعہ کی مذمت کی جا رہی ہے اور یہ حیران کن بات ہے کہ خودکش حملوں کے بعد دیوانوں کی تعداد کم ہونے کی بجائے بڑھ چکی ہے۔ حالانکہ اس سانحہ المناک میں 50 کے لگ بھگ افراد شہادت پا چکے ہیں۔ اور ظالم دہشت گردوں نے عالم اسلام کو دلی تکلیف پہنچائی ہے اور اکثر غیر مسلم بھی اس سانحہ کی مذمت کر رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دہشت گرد سوات، مالاکنڈ، افغان سرحد اور جنوبی وزیرستان سے جان بچا کر بھاگ نکلے ہیں اور انہوں نے پنجاب میں سنگین واقعات کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اس ستم کاری اور درندگی کا مطلب ہے پاک فوج کی توجہ سوات، مالاکنڈ اور جنوبی وزیرستان سے ہٹائی جا سکے اور وہ خوب کھیل کھیلتے رہیں لیکن لہو میں ڈوبی قوم کو اپنے خالق و مالک اور رحمت العالمین کا آسرا ہے اور اپنی محافظ فوج کے جواں جذبوں سے اسے آگے بڑھنا آتا ہے اور قوم دکھ درد کے طوفانوں کا مقابلہ کر رہی ہے۔ اس کے پایہ استقامت میں نہ لرزش آئی ہے نہ آئے گی۔ اسے اپنے روحانی سرپرستوں کا سایہ شفقت میسر ہے۔ دشمنان اسلام طرح طرح کے حیلوں، بہانوں، عیاریوں، مکاریوں اور سفاکیوں کے ساتھ پاکستانی قوم کو مٹانے کی کوششوں میں سرگرم عمل ہیں۔ اگرچہ وقت کے حاکم اور قوم کے رہنما دہشت گردوں کے آگے نہ جھکنے کے عزم کا اظہار تو کر رہے ہیں مگر بدقسمتی سے ریاست کے متعدد ادارے اس حوالے سے اپنے فرائض پورے کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ سید علی ہجویری کے احاطے میں دہشت گردوں کا خودکش حملوں میں کامیاب ہونا ہماری سیکورٹی کے اداروں کی کمزوریوں کے باعث ممکن ہوا ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ ایک طرف پاک فوج اپنے جذبہ جواں کے ساتھ قوم کی زندگی اور وطن کی سالمیت کے لئے اپنا لہو بہا رہی ہے اور دہشت

گردی کے خاتمے کی جنگ میں بہادرانہ کردار ادا کر رہی ہے اور دوسری طرف ہمارے انتقامی امور کے ادارے سیکورٹی انتظامات سے عہدہ برآں نہیں ہو رہے۔ قوم متحد ہے۔ مگر حکمرانوں اور پارلیمنٹ کے فیصلوں کا ادراک سامنے نہیں آ رہا۔ امریکہ، بھارت، اسرائیل کی پشت پناہی میں ہماری دوستی کے تقاضے بھی نظرانداز کئے جا رہا ہے۔ پاکستان، افغانستان کی ہر ممکن مدد کر رہا ہے۔ لیکن بھارت افغانستان میں اپنے قونصل خانوں کے ذریعے پاکستان میں دراندازی کے عمل کو جاری رکھے ہوئے ہے اور وحشی درندوں کی مدد کر کے وہ پاکستان کو ناکام ریاست قرار دینے کی کوششوں میں سرگرم ہے۔ وہ دہشت گرد درندوں کو اسلحہ اور رقوم کی فراہمی میں کوئی رکاوٹ محسوس نہیں کر رہا اور افغانستان کے حکمران بھی امریکہ کے زیر اثر بھارت کے ساتھ پاکستان کو نقصان پہنچانے کے ضمن میں ہاتھ ملا بیٹھے ہیں۔ اس طرح بے گناہ انسانوں کا لہو بہایا جا رہا ہے وہ جانتے ہیں کہ پاکستان اگر ایک ایٹمی ملک کی حیثیت سے اپنے پاؤں پر کھڑا رہنے میں کامیاب رہتا ہے تو دوسرے اسلامی ملک بھی تقویت پائیں گے اور یہی شیطانی قوتیں نہیں چاہتیں کہ پاکستان کامیاب و کامران ہو۔ وہ تو ان کا بس نہیں چلتا ورنہ وہ پاکستان کے ایٹمی اثاثوں پر بھی قبضہ کر لیتے بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگر پاکستان کی قوم متحد ہو کر اپنی بہادر فوج کا ساتھ نہ دیتی اور پاک فوج کے پاس ایٹمی طاقت نہ ہوتی تو بھارت اور اسرائیل دونوں آج تک اپنی شیطانی سازشوں میں کامیاب ہو جاتے۔ لیکن پاک فوج اور قوم کے اتحاد نے ان کی راہ میں سد سکندری حائل کر دی ہے۔ جسے پھلانگنا انکے لئے مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ پاکستانی قوم ان شیطانوں کی سازشوں کا شکار نہیں ہوگی کیونکہ یہ قوم زندگی جاوداں کے مفہوم سے آگاہ ہے جس کا مطلب ہے سر دے دیں گے مگر سر جھکائیں گے نہیں۔

روزنامہ وقت، 9 جولائی 2010ء

اُس کے خوانِ فیض سے کس کو نہیں حصّہ ملا
کون ہے جس کو نہیں مرغوب داتا گنج بخشؒ
وہ جگت داتا عوامُ النّاس کا، ہر دلعزیز
اہلِ علم و فقر کا محبوب داتا گنج بخشؒ

مرزا ادریس

وہ کون لوگ تھے؟

دہشت گرد ہر اس چیز کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا عزم کئے ہوئے ہیں جو ان کے جاہلانہ نظریات سے مطابقت نہیں رکھتی۔

دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ میں خاص شریعت نافذ کرنے والوں کے خودکش بمباروں نے تین حملے کر کے 44 زائرین کو شہید اور 175 کو زخمی کر دیا۔ پنجاب کے ارباب اختیار تحقیقات کر رہے ہیں کہ سیکیورٹی میں کہاں اور کیوں غفلت ہوئی۔ حالانکہ دربار کے تمام داخلی راستوں پر تھرو گیٹ نصب ہیں۔ دربار کے اندر احاطہ میں محکمہ اوقاف کی آہنی سیکورٹی ہوتی ہے۔ جمعرات کے روز پولیس نفری معمول سے زیادہ تعینات ہوتی ہے۔ دو روز قبل پنجاب حکومت کو وارننگ ملی تھی کہ داتا دربار میں دھماکہ ہوگا۔ پیشگی اطلاع کے باوجود پنجاب کے دل لاہور میں بزرگ صوفی کے دربار کے احاطہ میں ایک نہیں تین دھماکوں کا ہو جانا پنجاب کی گڈ گورننس کے منہ پر طمانچہ ہے۔ لیکن صد افسوس کہ پنجاب کے ذمہ دار اس غم ناک واقعہ پر بھی سیاسی سکورنگ پوائنٹ کھیلتے دکھائی دے رہے ہیں۔ اہل پنجاب سوچتے ہیں کہ وہ بزرگ صوفی جن کے عقیدت مند گزشتہ ایک ہزار سالوں سے ہر سال ہمیشہ مرقد کو عرق گلاب اور عطر سے غسل دیتے آئے ہیں۔ لیکن پہلی دفعہ امن و دین کے دشمنوں بیڈ گورننس کی وجہ سے اس امن و فیض کے گھر کو انسانی خون سے غسل دینے میں کامیاب ہو گئے۔ حالانکہ ان دس صدیوں کے دوران ہندوؤں، سکھوں، انگریزوں نے حکومتیں کیں لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ علی ہجویری کی نیند میں مخل ہوتا۔ یا ان کی مرقد کی طرف کوئی بدنیتی سے انگلی اٹھاتا۔ خواجہ معین الدین چشتی فیض چلہ کے لئے اپنے شیخ کے دربار حاضر ہوئے واپسی پر اس انداز میں خراج عقیدت پیش کیا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

داتا دربار کو نفرت کی بھینٹ چڑھانے والے دراصل وہ لوگ ہیں جنہوں نے سوات مالاکنڈ اور اس کے مضافات میں واقع بزرگوں اور صوفیاء اور بزرگان دین کی میتوں کو قبروں سے نکال کر

پھانسیاں دیں۔ یہ دشمنان دین وملت اپنے ایجنڈا کی تکمیل کے لئے سکولوں کو بچوں اور بچیوں سمیت بموں سے اڑا دیتے رہے۔ سائنس، ٹیکنالوجی اور ہر ترقی و جدت سے سخت نفرت کرتے آرہے ہیں حالانکہ خود جدید ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر اپنے ہی وطن کو مٹانے چلے ہوئے ہیں۔ یہ جاہل آدھی آبادی کو گھروں میں قید کرنے پر بضد ہیں۔ یہ قبائلی سرداروں کے جبر کے ستائے بھاگے ہوئے لوگ امریکہ اور ایجنسیوں کے مفادات کی خاطر وار لارڈز اور مفاداتی ملاؤں پر مبنی اتحاد کے تشکیل کردہ لشکروں غیر منظم خودسر بے ترتیب گروہوں کی شکل میں افغانستان کے قدیم ثقافتی اثاثے (باسیان کے بدھ مجسموں) کو بموں سے اڑا کر دنیا کے دیگر مذاہب کو اپنے خلاف کر کے اب پاکستان کے شہروں میں امن خراب کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں۔

فاٹا کے علاقوں سوات مالاکنڈ اور وزیرستان سے یہ شکست خوردہ انسانیت دشمن اب اپنے جنگلوں، پہاڑوں، غاروں کی کمین گاہوں سے نکل کر پاکستان کے شہروں قصبوں اور مضافات میں اپنے مسلک کے لوگوں روزگار کے سلسلہ میں آئے رشتہ داروں واقف کاروں کے ہاں روپوش ہیں۔ یہ مہمان اور ان کے میزبان مل کر اپنے ایجنڈا کی تکمیل کے لئے پنجاب کا امن خراب کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ اور ان کی ٹیم نامعلوم مجبوریوں کے تحت ان کے متعلق نرم گوشہ رکھے ہوئے ہیں۔ اہل پنجاب نے یہ بھی منظر دیکھے ہیں کہ ضمنی انتخابات میں صوبائی وزیر قانون رانا ثناء اللہ و دیگر حکومتی عہدیداران کے ساتھ کالعدم تنظیموں کے اعلیٰ عہدہ دار کو انتخابی ریلیوں اور جلسوں میں اکٹھا دیکھا گیا ہے۔ بقول پنجاب کے حکمرانوں کے کہ ہمارے ان سے دیرینہ ذاتی تعلقات ہیں ان کے پاس وافر ووٹ ہیں۔ ہمارا حق ہے کہ ہم ان سے تعاون لیں۔ کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ ایک دانشور کے بقول سیاست دان اور قومی رہنما میں ایک بنیادی فرق ہوتا ہے۔ سیاست دان صرف آنے والے انتخابات کے بارے اور رہنما ہمیشہ آنے والے وقت اور نسل کے بارے سوچتا ہے۔ پنجاب کے اہلیان یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے لاہور عدالت عالیہ میں اپنے ساتھی کے رہا ہونے پر طالبان زندہ باد کا نعرہ لگایا لیکن کسی نے ان کی زبان پر ہاتھ نہ رکھا۔ آج تک کسی نے سوموٹو ایکشن نہیں لیا اور نہ ہی ایسے لوگوں کے خلاف کسی نے کوئی مقدمہ درج کروایا۔ چند دنوں کے گورنر راج میں سری لنکا کرکٹ ٹیم اور مناواں پولیس سینٹر پر حملے ہوئے تو میاں شہباز شریف نے بیان دیا کہ اگر

میں آج وزیر اعلیٰ ہوتا تو ایسا ناممکن تھا۔ لیکن آج شہباز شریف وزیر اعلیٰ ہیں لیکن دہشت گردوں کا سیریل چل رہا ہے۔ بلکہ انتہا پسند صوبائی دارالحکومت کے دل پر حملے کر رہے ہیں۔ قوم کے سچے عاشق رسول مبلغ اسلام ڈاکٹر سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے مقتل میں کھڑے ہو کر ان خونخواروں اور ان کے پشت پناہوں کے نام لے کر انہیں بے نقاب کیا اور ان کا راستہ روکنے کا ادراک کیا جس کے جواب میں چند دنوں کے اندر ہی انہیں اسی میدان زار میں خودکش بمبار بھیج کر شہید کروادیا۔

آج اہل پنجاب کے لئے یہاں طالبانائزیشن کے عمل میں لمحہ فکر یہ ہے اہل پنجاب ارباب اختیار کی مصلحتوں کی وجہ سے انہیں شک کی نگاہ سے دیکھنے پر مجبور ہیں۔

انسانیت کے ان دشمنوں کا کوئی مذہب کوئی عقیدہ کوئی وعدہ نہیں ہوتا۔ یہ صرف اپنے مذموم مقاصد اور مفاد پر مبنی ایجنڈا کی تکمیل کے پابند ہوتے ہیں کتنے دکھ کی بات ہے کہ اتنے بھیانک سانحہ سے متاثر غم وغصہ کے ساتھ اہل لاہور کے احتجاجی جلسوں پر پولیس کا وحشیانہ لاٹھی چارج اور شیلنگ مظاہرین کے جذبات کو شدید مجروح کرنے کے مترادف ہے۔

اگر اس قسم کے گروہوں کے منظم طریقہ کو نہ روکا گیا تو پورا ملک جلد ہی دہشت گردی کی لپیٹ میں آجائے گا۔ ہمیں مل کر ایسے خونخواروں کا راستہ روکنا ہوگا۔ اور ان کے ماسٹر مائنڈز تک پہنچنے کے لئے مشترکہ حکمت عملی اختیار کرنی ہوگی۔ ہم پاکستانیوں کا اولین فرض بنتا ہے کہ ہم نہایت مخلصی اور دیانتداری کے ساتھ اپنے علم کے مطابق ان کی نشاندہی کرنے کے لئے قومی اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کریں۔

روزنامہ مساوات، 4 جولائی 2010ء

حدیث: بزّار نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں: اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں، جس کے لیے نماز نہ ہو۔

حدیث: امام احمد ودارمی وبیہقی شُعَبُ الِایمان میں راوی، کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے نماز پر محافظت (مداومت) کی، قیامت کے دن وہ نماز اس کے لیے نور و برہان ونجات ہوگی اور جس نے محافظت نہ کی اس کے لیے نہ نور ہے نہ برہان نہ نجات اور قیامت کے دن قارون وفرعون وہامان واُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (بہار شریعت، حصہ 3)

ریاض احمد چودھری

لاہور کی روح پر حملہ

لاہور کو عموماً داتا کی نگری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ شہر کا یہ اعزاز حضرت ابوالحسن ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی وجہ سے ہے جو دربار حضرت داتا گنج بخش کے نام سے معروف ہے۔ یکم جولائی (جمعرات) کی شب داتا دربار میں تین خودکش حملے ہوئے، جن کے باعث پوری قوم ہل کر رہ گئی۔ ان دھماکوں میں 43 افراد جاں بحق ہوئے اور سو سے زیادہ زخمی ہو گئے۔ داتا دربار برصغیر کے نامور صوفیائے کرام کے مزاروں میں سب سے زیادہ معروف ہے۔ یہ ایک ہولناک المیہ ہے کہ ایک صوفی کے مزار کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا، حالانکہ سبھی صوفی حضرات نے ہمیشہ تشدد اور ظلم و ستم کی مخالفت کی ہے۔ داتا دربار پر حملہ محض ایک مزار پر حملہ نہیں، بلکہ یہ تو ہماری اقدار پر حملے کے مترادف ہے۔ یہ حملہ معاشرے کے متحمل طبقات کے خلاف انتہاپسندوں کی طرف سے کھلے اعلان جنگ کے مترادف ہے۔

گذشتہ چند برسوں سے ملک کے طول و عرض میں سیکورٹی فورسز کے ارکان پر دہشت گردانہ حملے ہوتے چلے آ رہے ہیں، جن کا نشانہ کئی شہری بھی بنے ہیں۔ کئی بار دہشت گردوں نے عبادت گاہوں اور مذہبی مجالس پر بھی حملے کئے ہیں۔ صوفیائے کرام کے مزار بھی ایسے حملوں سے محفوظ نہیں رہے۔ خیبر پختونخوا میں رحمان بابا رحمۃ اللہ علیہ اور میاں عمر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزاروں کو بھی نہیں بخشا گیا۔ داتا دربار بھی دہشت گردوں کا ہدف تھا، جن میں سے بیشتر وہابی کہلاتے ہیں یا سلفی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں وہ صوفیاء کے مزار پر حاضری کو غیر اسلامی سمجھتے اور اسے "شرک" یا بدعت قرار دیتے ہیں۔ صوفیائے کرام کے سبھی مزاروں پر جمعرات کو زیادہ سے زیادہ افراد (خواتین و حضرات) حاضری دیتے ہیں۔ اس وقت وہاں قوالیاں ہوتی ہیں، عقیدت مند دھمالیں ڈالتے ہیں، لنگر تقسیم ہوتا ہے اور لوگ جمعہ سے قبل کی یہ رات عبادات اور ذکر الٰہی میں گزارتے ہیں۔ یہ مزار بہت سے بے گھر افراد کیلئے پناہ گاہیں بھی ہیں۔ وزارت داخلہ نے اسی ہفتے کے دوران صوبائی حکام کو مطلع کیا تھا کہ لاہور میں کسی مزار پر دہشت گردانہ حملہ ہو سکتا ہے۔ کیا شہر کی سب سے بڑی اور معروف ترین درگاہ پر ممکنہ حملے کی اطلاع حفاظتی انتظامات کو مضبوط تر اور بہتر بنانے کیلئے کافی نہیں تھی، تو کہا جا سکتا ہے کہ صوبائی حکومت کو اور کس چیز کی ضرورت تھی۔

داتا دربار پر حملے کے بعد پورے ملک میں احتجاج کیا گیا۔ مذہبی علماء نے وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف، صوبائی وزیر قانون رانا ثناء اللہ اور دیگر سرکاری افسروں کے استعفے کا مطالبہ کیا۔ ہم جانتے ہیں کہ اس المیے پر لوگوں میں شدید غم وغصہ پیدا ہوا۔ لیکن انصاف کی بات تو یہ بھی ہے کہ جب خیبر پختونخوا میں اہم اور معروف درگاہوں پر اس نوع کے حملے کئے گئے تو کسی نے اے این پی کی حکومت سے مستعفی ہونے کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ مگر پنجاب حکومت کو بھی ''پنجابی طالبان'' کے معاملے میں شترمرغ کا سارویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ اب محض تردید کرتے رہنے کا وقت گزر چکا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ پنجاب حکومت تمام عسکری تنظیموں کے خلاف سخت اقدامات کرے۔

کوئی پاکستانی، خاص کر لاہوریئے اپنے محترم بزرگوں کے مزاروں پر اس نوع کے حملے ہرگز ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ تحریک طالبان پاکستان نے داتا دربار پر حملے میں ملوث ہونے کی تردید کی ہے۔ ہاں اگر تحریک طالبان اس حملے میں براہ راست ملوث نہیں تو بھی اس بات کا امکان مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ تحریک طالبان پاکستان کا ہی کوئی گروپ اس ظالمانہ حملے کے پیچھے ہے یا یہ کسی اور دہشت گردانہ خیالات رکھنے والے گروپ کی کارستانی ہو۔

لاہور سے تعلق رکھنے والے ایک سولہ سالہ نوعمر لڑکے عثمان کی بطور دہشت گرد شناخت کی گئی ہے۔ یہ تصوف اور برصغیر کے صوفیائے کرام کے خلاف کتنی بڑی ناانصافی ہے کہ داتا کی نگری کا ایک شہری اس نظریہ کا شکار ہو گیا جس پر صوفیائے کرام اظہار نفرت کرتے رہے ہیں۔ صوفی حضرات کا تو پیغام ہی محبت، تحمل و برداشت، میل ملاپ، قبولیت، مادی دنیا سے اظہار لاتعلقی اور عالمگیر اخوت کا ہے۔ صوفیائے کرام امن وتحمل اور برداشت کا نمونہ ہوتے ہیں اور ان کا شاندار پیغام تو مذہبی اختلاف سے بالاتر ہوتا ہے۔ عظیم صوفی شاعر رومیؒ کے الفاظ میں ''پیار محبت تو دوسرے مرفوع کے جذبات سے الگ ہوتا ہے، پیار کرنے والے کسی قوم یا کسی فرقے پر یقین رکھتے ہیں نہ کسی کے تابع فرمان ہوتے ہیں''۔

روزنامہ پاکستان، 10 جولائی 2010ء

....

اُسے پوچھو' تصوُّف کیا ہے؟ عرفاں کس کو کہتے ہیں؟

ہے جس پر فاش گُفتہ گنج بخشِ فیضِ عالمؒ کا

بیانات ہی بیانات

حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد اور دربار پر افسوسناک واقعہ پیش آیا اس پر ہر پاکستانی کا دل نہ صرف دکھی ہے بلکہ مدتوں افسردہ رہے گا۔ لاہور جسے داتا کی نگری کہا جاتا ہے اور جس کا تذکرہ انگریزوں اور ہندوؤں کی تحریر کردہ کتابوں میں بھی بڑے ادب واحترام سے کیا گیا ہے۔ وہاں پر جو واقعہ ہوا ہے وہ پاکستانیوں کیا پورے عالم اسلام کے لئے باعث افسوس ہے۔ لیکن کیا کہیئے لاہوریوں کے وہ اگلے روز جب جمعہ کا دن تھا پہلے سے بھی زیادہ جوش وخروش اور جذبے کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے داتا دربار گئے۔ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ مزارات اور مساجد پر جو افراد خودکش حملے کر رہے ہیں وہ یقیناً مسلمان نہیں، کوئی بھی مسلمان نماز ادا کرتے ہوئے افراد اور مزارات پر حاضری دینے والے لوگوں کو اس بے دردی سے شہید نہیں کر سکتا اور پھر جو لوگ مساجد میں نماز ادا کرنے آتے ہیں وہ کسی بھی فرقے کے ہوں، ہیں تو مسلمان اور اللہ کی عبادت کرنے آتے ہیں، کسی مورتی کے آگے سر جھکانے تو نہیں آتے۔ خیر ایسے ظالم لوگوں کا فیصلہ تو روز قیامت کو یقیناً ہو جائے گا۔ اس وقت معاملہ یہ ہے کہ ہمارے خادم اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف ہر بم دھماکے اور خودکش حملے کے بعد ایک بیان دیتے ہیں کہ مجرموں کو عبرت ناک سزا دی جائے گی۔ خادم پنجاب سے کوئی یہ پوچھے کہ جب اکثر خودکش حملہ آور دھماکے سے خود ہی چیتھڑے ہو گئے تو وہ عبرت ناک سزا کس کو دیں گے۔ حکومت نے کچھ افراد ضرور پکڑے ہیں تو ان کو اب تک کیوں نہیں عبرت ناک سزا دی گئی۔ اگر ان خوفناک مجرموں کا بھی سزا دینے کا طریقہ کار وہی ہے جو ہمارے ہاں رائج ہے تو پھر یہ بیان دینے کی ضرورت کیا ہے؟ اگر ان مجرموں کا کیس بھی عدالتوں میں اتنا ہی عرصہ چلنا ہے اور انہیں پاکستان کے قانون کے مطابق ہی سزا دی جانی ہے تو زیادہ سے زیادہ انہیں پھانسی کی سزا ہوگی۔ پھانسی کی سزا ویسے بھی قتل کرنے والے کو دی جا رہی ہے۔ ایک شخص سو جانوں کے بعد بھی ایک مرتبہ ہی پھانسی چڑھے گا اور ایک جان کے قتل کے بعد بھی تو پھر عبرت ناک اور خوفناک سزا کہاں ہے؟ ہمارے قانون میں تو کسی خوفناک اور عبرت ناک سزا کا ذکر نہیں۔ عبرتانک سزا تو رومن دیا کرتے تھے۔ وہ مجرموں کو بھوکے شیروں کے آگے ڈال دیا کرتے

تھے۔اور وہ مجرم یا سزا یافتہ ان شیروں سے لڑا کرتے تھے۔اگر حکومت واقعی کوئی عبرتناک سزا متعارف کرانا چاہتی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مروجہ قانون میں تبدیلی لائے۔اللہ نہ کرے اس ملک میں مزید خودکش حملے اور بم دھماکے ہوں پھر بھی ہمیں اپنے قانون میں خودکش حملوں اور بم دھماکوں کے مجرموں کو سزا دینے کے لیے کچھ تو تبدیلی کرنا ہوگی۔یقین کریں اس طرح کے جو مجرم پکڑے جائیں انہیں سرعام اور واقعی عبرتناک سزا دی جائے۔تو یہ سلسلہ تھم سکتا ہے۔ایسی حرکت کرنے کا ارادہ کرنے والے کے علم میں ہوگا کہ اس کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوگا۔عوام کی اکثریت جو آج کل داتا دربار کے سانحے کے باعث افسردہ ہے اس کا جی تو یہی چاہتا ہے کہ ایسے مجرموں کو بڑے بڑے سٹیڈیمز میں بھوکے شیروں کی خوراک بنا دیا جائے۔ہاتھیوں کے پاؤں تلے روندا جائے اور یہ مناظر عوام کو براہ راست دکھائے جائیں، یہ ہوگی عبرتناک سزا یا پھر انہیں اس قسم کے انجکشن لگائے جائیں کہ ان کے جسم پھول اور پھٹ جائیں تاکہ دوسروں کو بھی عبرت ملے کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کا انجام یہ ہوگا۔ ہمارے اس انحطاط پذیر معاشرے میں جن بچیوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے ان کے بارے میں بھی وزیر اعلیٰ یہ فرماتے ہیں کہ مجرموں کو عبرت ناک سزا دی جائے گی، عبرت ناک سزا تو یہ ہے کہ ان مجرموں کے جسموں میں زہر آلود سوئیاں گھونپی جائیں یا پھر حویلی دھیان سنگھ کے راجہ کی طرح جو مجرموں کو سانپوں کے آگے ڈال دیتا تھا۔(یہ کمرہ آج بھی گورنمنٹ کالج برائے خواتین چونا منڈی میں ہے اور ہم نے خود اسے دیکھا بھی ہے) اس قوم کی بیٹیوں کو بے آبرو کرنے والوں کو سانپوں کے آگے پھینکا جائے یقین کریں یہ خودکش بم دھماکے کرنے والے ظالم بزدل بھاگ جائیں گے۔دو چار مجرموں کو اس طرح کی سزا دے کر تو دیکھیں۔پوری قوم آپ کا ان سزاؤں کے حوالے سے ساتھ دے گی۔خوفناک عبرت ناک سزا کو سچ کر کے دکھا بھی دیں، بیانات اب بند کر دیں۔

روزنامہ وقت، 9 جولائی 2010ء

....

لاہور! اپنی خوبیٔ قسمت پہ ناز کر

مدفن ہے تیرے دل میں بنا گنج بخشؒ کا

فیض رسول فیضانؔ

محمد مصدق

سانحہ داتا دربار! خفیہ اداروں کی کارکردگی پر سوالیہ نشان

شیخ علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے شاعر نے کہا تھا

گنج بخش فیض عالم، مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را راہنما

اب ایسی ہستی کے مزار پر بھی دہشت گردی ہو جائے تو اسے بدقسمتی تو کہا جائے گا لیکن دوسری طرف پولیس سمیت دوسری ایجنسیوں کی کارکردگی پر بھی سوالیہ نشان لگتا ہے کہ آخر وہ خودکش حملہ آوروں کو پکڑنے میں کیوں ناکام ہیں؟ ایک طرف وزیراعلیٰ پنجاب نے پولیس کی تنخواہوں اور مراعات میں اضافہ کیا دوسری طرف وفاقی بجٹ کی وجہ سے سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں پچاس فیصد اضافہ ہوا لیکن نتیجہ یہ دیکھنے میں آ رہا ہے کہ اب مزار بھی دہشت گردی سے محفوظ نہیں رہے ہیں۔

وفاق اور صوبوں میں سیاسی مخالفت اپنی جگہ لیکن جہاں تک دہشت گردی کا تعلق ہے اس ضمن میں تو وفاق اور پنجاب کو یک جان ہو کر کام کرنا چاہئے۔ اس نوعیت کے واقعات کے بعد ایک حیرت انگیز بات ہر بار سامنے آتی ہے کہ کسی نہ کسی ادارے نے چٹھی بھیجی ہوتی ہے کہ لاہور میں کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔ حیرت ہے نوے لاکھ کی آبادی والے شہر میں مکمل سکیورٹی اور تحفظ کیسے فراہم کیا جاتا ہے۔ یہ تو مختلف ایجنسیوں کا کام ہے کہ وہ دہشت گردی کا قلع قمع کرنے کے لئے اپنے تمام وسائل بروئے کار لائیں۔

حال ہی میں امریکی سی آئی اے، اسرائیلی موساد اور انڈین را نے باہمی گٹھ جوڑ کے لئے باقاعدہ ایک معاہدہ پر دستخط کئے ہیں۔ پاکستان کی حکومت نے معلوم کرنے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کی کہ ان تینوں اہم ایجنسیوں کا ٹارگٹ کیا ہے جس کے لئے نئی دلی میں دستخط کئے گئے ہیں۔ ردعمل تو وزارت خارجہ کو ضرور دینا چاہئے تھا پھر سارک وزرائے داخلہ کی کانفرنس میں بھارت کا لہجہ بالکل بدلا ہوا تھا اور طے پایا کہ دونوں ممالک یعنی پاکستان اور بھارت جرائم پیشہ عناصر کے بارے میں معلومات کا تبادلہ کریں گے۔ بھارت کی موجودہ سرکاری پالیسی یہ ہے کہ اس نے گالف ٹورنامنٹ کے لئے پاکستانیوں کو کھیلنے کے لئے ویزا دینے سے انکار کر دیا۔ صاف ظاہر ہے کہ بھارت ان لسٹوں کی مدد سے اپنے مقاصد

کے حصول کے لئے جرائم پیشہ عناصر سے رابطے قائم کرے گا۔

جس طرح پاکستان میں ریسرچ کرنے والے بے شمار سائنسی ادارے موجود ہیں لیکن ان سب کے درمیان رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے پاکستانی قوم کی جانے والی ریسرچ سے فائدہ نہیں اٹھا سکی، اسی طرح ایجنسیوں کا کام تو اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن باہمی رابطے کی کمی آڑے آئی ہے جس کی وجہ سے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر اس نوعیت کے افسوسناک واقعات دیکھنے میں آئے ہیں۔ آئندہ ایجنسیوں میں مکمل تال میل پیدا کیا جائے تاکہ کوئی ایک ایجنسی یہ دعویٰ نہ کرے کہ ہم نے تو آگاہ کر دیا تھا باقی کام حکومت کا تھا جو اس نے نہیں کیا۔

روزنامہ نوائے وقت، 3 جولائی، 2010

حدیث: بُخاری و مُسلم و امام مالک نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صوبوں کے پاس فرمان بھیجا کہ تمھارے سب کاموں سے اہم میرے نزدیک نماز ہے، جس نے اس کا حفظ کیا اور اس پر محافظت کی اس نے اپنا دین محفوظ رکھا اور جس نے اسے ضائع کیا وہ اوروں کو بدرجۂ اولیٰ ضائع کرے گا۔

حدیث: ترمذی عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ صحابہ کرام کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے سوا نماز کے۔ بہت سی ایسی حدیثیں آئیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ قصداً نماز کا ترک کفر ہے اور بعض صحابۂ کرام مثلاً حضرت امیر المومنین فاروق اعظم و عبدالرحمن بن عوف و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس و جابر بن عبداللہ و معاذ بن جبل و ابوہریرہ و ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مذہب تھا اور بعض ائمہ مثلاً امام احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ و عبداللہ بن مبارک و امام نخعی کا بھی یہی مذہب تھا، اگرچہ ہمارے امام اعظم و دیگر آئمہ نیز بہت سے صحابۂ کرام اس کی تکفیر نہیں کرتے پھر بھی یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ ان جلیل القدر حضرات کے نزدیک ایسا شخص ''کافر'' ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 3)

ہمارا دشمن ہمارے اندر ہے

اشفاق احمد کہا کرتے تھے کہ پاکستان کو نقصان پڑھے لکھوں نے پہنچایا ہے، ان پڑھ لوگوں نے نہیں پہنچایا۔ ہم ان سے لڑتے تھے اور بحث کرتے تھے۔ لیکن وہ اتنا غلط بھی نہیں کہتے تھے۔ حکومت اور سیاست ہمیشہ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہی رہی جنہیں پڑھا لکھا کہا جاتا ہے۔ ان پڑھ لوگوں کو اس مقام تک رسائی ملی ہی کب۔ مگر اس بحث میں ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ جنہیں ہم پڑھا لکھا کہہ رہے ہیں وہ پڑھے لکھے نہیں ہیں بلکہ نیم خواندہ ہیں۔ اور اگر ہمارے بزرگوں کی یہ بات صحیح ہے کہ نیم حکیم خطرۂ جان اور نیم ملا خطرۂ ایمان ہوتا ہے تو نیم خواندہ لوگ بھی پورے معاشرے اور پورے ملک کے لئے خطرہ ہو سکتے ہیں، اور خطرہ ہیں۔ میں یہاں جعلی ڈگریوں کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جن لوگوں کے پاس اصلی ڈگریاں ہیں ان کی اکثریت بھی نیم خواندہ ہے کہ ہمارے اسکولوں، ہمارے کالجوں اور ہماری یونیورسٹیوں میں جو پڑھایا جا رہا ہے اس سے نیم خواندہ لوگ ہی نکل سکتے ہیں، اور نکل رہے ہیں۔ یہ نیم خواندہ لوگ تنگ نظر ہیں، تنگ دل ہیں اور کوتاہ فکر ہیں۔ اب یہاں اشفاق احمد سے اتفاق کئے بغیر بھی چارہ نہیں کہ ان پڑھ آدمی شہر کا ہو یا گاؤں کا وہ تنگ نظر اور تنگ دل نہیں ہوتا۔ اس کے جو بھی عقائد ہوتے ہیں ان میں عالی ظرفی اور فراخ دلی موجود ہوتی ہے۔ وہ کسی عقیدے اور کسی مسلک سے نفرت نہیں کرتا۔ اس کا سلوک سب کے ساتھ محبت اور اخوت کا ہوتا ہے۔ اس کے دماغ میں یہ خناس نہیں سمایا ہوتا کہ صرف میں ہی حق پر ہوں اور باقی سب مشرک اور کافر ہیں۔ یہ تو نیم خواندہ اور گمراہ لوگ ہی ہیں جو ایسے بدبخت انسان پیدا کر رہے ہیں جو داتا دربار پر حملہ کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ داتا دربار پر حملہ مسلمانوں کی تہذیب، ان کی ثقافت اور اسلام کی روح پر حملہ ہے۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ وہ جان بوجھ کر ایسی قبیح حرکت کرتے ہیں۔ ان کے دماغ میں ڈال دیا گیا ہے کہ جو افتادگان خاک ان خدا رسیدہ بزرگوں کی درگاہ پر آ کر سکون قلب حاصل کرتے ہیں وہ بدعت اور شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اب خدا کے لئے یہ کہہ کر میرا منہ بند کرنے کی کوشش نہ کیجے کہ یہ سب ہندوستان، اسرائیل اور امریکہ کرا رہے ہیں۔ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں پر پردہ ڈالنے کا یہ آسان طریقہ

ہے کہ اپنے گناہ دوسروں کے سر منڈھ دو۔سویت یونین کے خلاف امریکہ اور ضیاء الحق کے نام نہاد جہاد کے ساتھ عرب سے آنے والی اسلام کی جس نئی تعبیر وتشریح نے ہمارے ہاں رواج پایا اور جو ہماری دینی درس گاہوں کے ساتھ عام اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں تک کی تعلیم میں سرایت کر گئی اس کا نتیجہ یہی ہونا تھا۔اب ہم ایک دوسرے کو مشرک اور کافر کہنے میں ذرا سی شرم بھی محسوس نہیں کرتے۔اب ہمارے ہاں علی الاعلان کہا جاتا ہے کہ فلاں مسلک یا فلاں فرقہ ہمارے مسلک کو نہیں مانتا اس لئے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے۔یہ میں اپنے دل سے نہیں بنا رہا ہوں۔ہمارے ہر شہر اور ہر قصبے میں اس قسم کی جو کتابیں اور رسالے تقسیم ہو رہے ہیں ان میں یہی سبق دیا جاتا ہے۔اور ان رسالوں اور کتابوں پر کوئی پابندی نہیں ہے۔انہیں کھلے عام چھاپنے اور تقسیم کرنے کی اجازت ہے۔یہ کتابیں اور رسالے عام دکانوں پر ہی نہیں ڈاکٹروں کے کلینک پر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ان لوگوں کے پاس اتنا پیسہ ہے کہ یہ کتابیں اور رسالے مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔اس لٹریچر کے ذریعے ایک دوسرے کے خلاف جو نفرت پھیلائی جا رہی ہے اس کی طرف کسی کی نظر نہیں جاتی، یہود و ہنود کی سازش فوراً نظر آ جاتی ہے۔اس مسلکی یا نظریاتی نفرت کا اظہار پشتو کے عظیم شاعر رحمان بابا اور سوات میں ایک بزرگ کے مزار کی بے حرمتی سے شروع ہوا ہے اور داتا دربار تک پہنچ گیا ہے۔جامعہ نعیمیہ کے سربراہ علامہ سرفراز نعیمی کی شہادت بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔چلئے، مزاروں اور درگاہوں کو جانے دیجیے، اسلام آباد کی اسلامی یونیورسٹی کو ہی لے لیجیے۔غور کیجیے کہ اس یونیورسٹی پر شدت پسندوں کا حملہ کب ہوا؟

صر کی محدود اور جامد فکر سے اختلاف رکھتے تھے۔یہ عناصر آخر کار ڈاکٹر منظور احمد کو اس یونیورسٹی سے نکلوانے میں کامیاب ہو گئے۔یہی حال ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے ساتھ کیا گیا ہے۔ڈاکٹر صاحب اسلامی نظریاتی کونسل کے سربراہ تھے۔

یہ حملہ اس وقت ہوا جب ڈاکٹر منظور احمد جیسا روشن فکر عالم و فاضل شخص اس کا سربراہ تھا۔ڈاکٹر منظور احمد کے بارے میں ہم سب جانتے ہیں کہ وہ ان مسلم مفکروں میں سے ہیں جو وسعت نظر اور روشن فکر کے ساتھ اسلام کی تعبیر وتشریح کرتے ہیں۔ڈاکٹر منظور احمد جیسے مفکر ہی اسلام اور اس کی تعلیمات کو دنیا بھر کے لئے قابل قبول بنا رہے ہیں۔وہ اپنے علم اور فکر کے ذریعے مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے دلوں میں تنگی کے بجائے فراخی پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔تنگ دل اور کوتاہ نظر لوگوں کو ڈاکٹر منظور احمد اس لئے پسند نہیں تھے کہ وہ ان نیم خواندہ عنا

ان کی سربراہی کے عرصے میں نظریاتی کونسل نے جو فیصلے یا سفارشات کی ہیں انہیں دیکھ لیجے کہ وہ اسلام کا کیسا روشن چہرہ دنیا بھر کے سامنے پیش کرتی ہیں۔ یہاں میں ان سفارشات یا فیصلوں کی تفصیل بیان نہیں کرتا صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کی اس حکومت نے جو اپنے آپ کو روشن خیال کہتی ہے ڈاکٹر خالد مسعود کو خاموشی سے ریٹائر کر دیا اور اب ان کی جگہ ایک ایسے سیاسی عالم کو لانے کی کوشش کی جارہی ہے جو صرف ایک سیاسی جماعت کا لیڈر ہی نہیں ہے بلکہ ایک خاص مسلک سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس مسلک والوں کی ہمدردیاں طالبان کے ساتھ ہیں یا نہیں لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ ان کا ایک خاص مسلک ہے جو سیاسی بھی ہے اور ایک خاص معنی میں دینی بھی، جس سے دوسرے مسالک متفق نہیں ہیں۔ ڈاکٹر محمد خالد مسعود ایک مفکر اور عالم ہیں۔ ان کی شناخت صرف علم ہے۔ وہ دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں پڑھاتے رہے ہیں۔ وہ اردو، عربی اور فارسی کے علاوہ فرانسیسی اور جرمن زبانوں پر بھی دسترس رکھتے ہیں۔ ایسی عالم فاضل شخصیت کی جگہ صرف درس نظامی کے فارغ التحصیل کسی شخص کو محض اس لئے لگانا کہ اس میں حکومت کی سیاسی مصلحت ہے پوری قوم کے ساتھ زیادتی ہے۔ لیکن بات وہی ہے جو شروع میں میں نے عرض کی کہ ہم نیم خواندہ لوگوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ کہیں سیاسی مصلحت ہے تو کہیں مسلکی شدت۔ اسی سیاسی اور تزویراتی مصلحت نے دہشت گردوں کے حوصلے بڑھائے ہیں۔ یہ نیم خواندہ شدت پسند ہی ہیں جو نوعمر معصوم لڑکوں کو اپنے مسلک کے نام پر خود کش دھماکوں پر آمادہ کرتے ہیں۔ یہ برخود غلط نیم خواندہ عناصر پاکستان میں اپنے مسلک کی حکومت قائم کر کے دنیا بھر سے لڑنا چاہتے ہیں۔ جب تک ہم اس حقیقت کو تسلیم نہیں کریں گے اس وقت داتا دربار کی حرمت پامال کرنے والوں تک ہم نہیں پہنچ سکتے۔ ہمیں اپنے گریبان میں جھانکنا چاہئے کہ ہمارے دشمن ہمارے اپنے اندر چھپے بیٹھے ہیں۔

روزنامہ جنگ، 5 جولائی 2010ء

مسجد و دربارِ داتاؒ ہیں جہاں پر جلوہ گر
وہ زمیں ساری ہے رشکِ آسماں لاہور میں
فیضِ عالمؒ کے فیوضِ بیکراں ہیں دیدنی
ہاتھ پھیلائے کھڑا ہے اک جہاں لاہور میں

سلیم یزدانی

دکھ کا لمحہ

سیاسی مفاہمت کا تصور اپنی جگہ بہت خوش کن ہے لیکن اگر مفاہمت سیاسی بدی، جھوٹ، دھوکہ دہی اور خطا کاروں کو تحفظ دینے کیلئے کی جائے تو اس کے نتائج ہمیشہ برے نکلتے ہیں اور سیاسی بحران میں اضافہ ہوتا رہتا ہے عوام کی خاموش اکثریت ایک ایسی اذیت سے گزر رہی ہوتی ہے جس کا اندازہ ایوانوں میں بیٹھ کر نہیں لگایا جا سکتا۔ اس کے لئے ان عوام کے دلوں میں اترنا پڑتا ہے جن کی چھتیں بارش کے پانی کا بوجھ نہیں سہار سکتیں اور بارش اندر باہر ایک جیسی برستی ہے، دھوپ کی کرنیں چھن چھن کر جسموں کو چھلنی کئے دیتی ہیں۔ کرپشن کی کہانیاں میڈیا میں آتی جاتی ہیں اور بھولے بھالے عوام کو دل گرفتہ کئے جاتی ہیں۔ مہنگائی بڑھ رہی ہے، امن وامان پارہ پارہ ہو رہا ہے۔ یہ بڑا اذیت ناک منظر ہے کہ

دروغ و کذب کے سکے اٹھا کے لائے ہیں
جنوں کا حرف صداقت خریدنے والے
دلوں میں جھانک کے اک روز دیکھ تو لیتے
دلوں کو حسب سیاست خریدنے والے

سحر انصاری کی شعری حیثیت جو ان کے ان دو شعروں سے فال دے گئی ہے اور مستقبل کو بیان کر رہی ہے اور حیرت زدہ فکری تغیر کو ظاہر کر رہی ہے اور عوامی اجتماعی ذہن کی نمائندہ بن گئی ہے سرنگ کے دوسری طرف امید کا بگل بج رہا ہے۔ پاکستان جن کٹھن مرحلوں سے گزر رہا ہے باہر کے اور اندر کے لوگ اس کے وجود سے برسر پیکار ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کہیں نظام میں گڑ بڑ ضرور ہے جس کی وجہ سے دکھ کا لمحہ ختم ہونے میں نہیں آتا اور بڑھتا ہی جاتا ہے۔ عصری اجتماعی حیثیت اس کو زمانی اور مکانی پردوں پر آویزاں کر رہی ہے تاکہ زمانہ اس کو جھٹلا نہ سکے۔

لاہور میں حضرت علی بن عثمان ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر خودکش حملہ کر کے جنہوں نے اس کے تقدس کو پامال کیا انہوں نے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کو پارہ پارہ کر دیا یہ ان محسنوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے برصغیر سندھ و ہند میں اسلام کی شمع کو روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مساعی جمیلہ کو

دین کے فروغ کیلئے قبول فرمایا۔شیخ ابوالفضل محمد بن الحسن ختلی جو داتا صاحب کے مرشد تھے انہوں نے ان کو لاہور جانے کا حکم دیا۔ وہ اس وقت دمشق کے نواح میں بیت الجن نامی بستی میں تھے۔ آپ لاہور کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب آپ لاہور پہنچے تو اگلی صبح حضرت شیخ زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ فوائد الفواد جو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مخاطبوں وارشادات پر مبنی کتاب ہے اس کی روایت کے مطابق حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ دونوں ایک ہی مرشد کے مرید تھے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں پر ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اس وقت پنجاب کا نائب حاکم "رائے راجو" تھا اس نے اسلام قبول کر لیا۔ برصغیر میں چشتیہ سلسلے کے بانی اور عظیم اسلامی مبلغ وصوفی سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مزار پر 1106ء میں حاضری دی وہاں چلہ کیا اور جب وہاں سے رخصت ہوئے تو یہ شعر کہا جو عقیدت واحترام کی انتہا ہے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

"کشف المحجوب حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی بلند پایہ تصنیف ہے اس کے بارے میں حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ محبوب الٰہی کا ارشاد ہے کہ "جس شخص کا کوئی مرشد نہ ہو اسے کشف المحجوب کے مطالعے سے مرشد مل جائیگا ایسی ہستی کی آخری آرام گاہ کو پامال کرنے کی کوشش جس نے اپنی ساری زندگی دین کی روشنی پھیلانے میں گزاری سارے پاکستان کو دکھی کر گئی۔ ہمیں ہمارا دین بتاتا ہے کہ "افلا ینظرون" تو ہم حالات پر نظر کیوں نہیں رکھتے ہمیں یہ کیوں نظر نہیں آتا کہ باہر والوں کا ایجنڈہ کیا ہے، امریکہ کیا کر رہا ہے، افغانستان میں کیا ہو رہا ہے، یورپ اور امریکہ والے اور اسرائیل کیا گیم کر رہے ہیں ہمارے وجود کیخلاف، ہمارے نظریات کے خلاف، ہماری اقدار اور تہذیبی روایات کے خلاف۔ جب قرآن حکیم غور کرنے کیلئے کہہ رہا ہے تو ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے حکمران اور قوم "افلا یتفکرون" کو بھولی بیٹھی ہے نہ وہ بلوچستان کے اندر ہونے والی گڑبڑ پر غور کر رہے ہیں اور نہ اس کی وجوہات پر اور یہ سلسلہ کئی عشروں سے جاری ہے۔ میں یہ سمجھا ہوں کہ مسائل کو دیکھنے اور اس کی جڑ تک پہنچنے کیلئے غور کی ضرورت ہے اور غور کرنے اور تدبیر کیلئے علم کی ضرورت ہے اور اس میدان میں مسلمان یہاں کا ہو یا مشرق وسطیٰ کا یا کہیں اور کا وہ علم کے میدان میں یورپ والوں سے، اہل افریقہ

سے، روسیوں سے، چینیوں سے بہت پیچھے ہے جب تک مسلمان علم کے میدان میں آگے تھے وہ تسخیر فطرت کے میدان میں بھی آگے تھے علم مسلمانوں کا سب سے بڑا ہتھیار تھا علم اور حکمت ہی خیر کثیر ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے۔اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما۔اگر علم ہوگا تو لوگ اللہ سے ڈریں گے آخرت میں انجام کا خوف ہوگا وہ بدی سے بچیں گے۔نہ وہ لوٹ مار کریں گے نہ کرپشن میں ملوث ہوں گے دکھ کا لمحہ اسی وقت ختم ہوگا جب ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کریں گے۔ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا بڑا سچ اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

جلی یاد کی کرنا ہر گھڑی یک تل حضور سوں ٹلنا نہیں

اٹھ بیٹھ میں یاد سوں شاد رہنا گواہ دار کو چھوڑ کے چلنا نہیں

ہمارے دکھ اسی وقت ختم ہوں گے ہمیں مقام عظمت اسی وقت ملے گا ہمارے یہاں خوشحالی اسی وقت آئے گی جب قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں گے اور یہ ممکن ہے ہمارے اہل علم نے اور حکمرانوں نے جب یہ فیصلہ کیا کہ پاکستان کو جوہری طاقت بنانا ہے تو انہوں نے اس کا علم حاصل کیا اور جوہری طاقت بن گئے جس دن اللہ کی توفیق سے ہم نے یہ ارادہ کیا کہ ہمیں معاشی میدان میں، صنعت و حرفت میں خود کفیل ہونا ہے تو یہ معجزہ رونما ہو جائے گا۔اس کیلئے دیانت اور امانت کا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔اللہ اس قوم کی حالت بدلتا ہے جو اپنی حالت خود بدلنا چاہتی ہے، جاپان میں کیا ہوا، کوریا میں کیا ہوا، ملائیشیا میں کیا ہوا، چین میں کیا ہو رہا ہے۔جنگ عظیم دوم سے تباہ شدہ یورپ میں کیا ہوا معجزہ رونما ہوا آج وہ دنیا کے لیڈر اس کیلئے نظام کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے خود کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے کمٹ منٹ کی دیانت داری کی اور امانت داری کی ضرورت ہے۔جزا و سزا کا نظام قائم کرنے کی ضرورت ہے آئین کو بدلنے کی نہیں آئین پر چلنے کی ضرورت ہے۔

روزنامہ جنگ، 6 جولائی 2010ء

ترجمانِ علم و حکمت، ناطقِ حق و صواب

حق نیوش و حق نگر ہیں، حق نما ہیں گنج بخشؒ

محب اللہ نوری

رفعت

قصور ہمارا بھی ہے

دہشت گرد داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار تک جا پہنچے اور زائرین کے درمیان جا کر خودکش حملہ کر دیا۔ اب سب لوگ ایک دوسرے کو پوچھتے چلے جا رہے ہیں کہ یہ اسلحہ بارود لے کر وہاں کیسے پہنچے؟ ہماری پولیس اس وقت کہاں تھی؟ واک تھرو گیٹ پر کس کی ڈیوٹی تھی؟ داتا دربار کے رضا کار کس طرح پھر رہے تھے، کہ یہ ظالم وہاں پہنچ گئے؟؟ یعنی بات ظاہر ہے کہ سیکورٹی کی ناکامی ہے، پھر واک تھرو گیٹ سے گزرنے کا بھی طریقہ ہوتا ہے کہ ایک ایک شخص اس میں سے گزرے مگر ہوتا یوں ہے کہ لوگ دھکم پیل کرتے وہاں سے گزرتے ہیں، گھنٹی بجتی ہے مگر سمجھ نہیں آتا کہ کون سے گزرنے والے کو کلیئر کیا گیا ہے۔ اکٹھے لوگ گزرتے جا رہے ہیں۔ سروں پر گٹھریاں بھی ہیں، ہاتھوں میں کھیر اور چاولوں کی دیگچیاں بھی دسترخوان میں بندھی ہوئی ہیں۔ یہی حال عورتوں کا ہے۔ بچوں کو لپیٹ کر اٹھایا ہوتا ہے، ان کی تلاشی نہیں دی جاتی، وہ تو ''بال ہوتے ہیں معصوم'' عورتوں کے مزار کی طرف جانے والے راستے کو لوہے کا گارڈ لگا کر بہت تنگ کر دیا گیا ہے۔ جہاں سے بھاری بھرکم خواتین ٹھیک طور سے گزر نہیں سکتیں۔ اس طرف کی رضا کار خواتین کچھ عجیب عادت کی ہیں چند ماہ پہلے میں کافی وقفے کے بعد داتا صاحب گئی تھی تو میرا جی چاہا کہ میں ان پر لکھوں، کیونکہ جب میں نوائے وقت میں تھی تو داتا دربار جہیز کمیٹی کی ممبر بھی تھی، ہماری کمیٹی نے یہ پتہ لگایا تھا کہ یہاں سے اکثر ''رضا کار بیگمات'' اچھی چادریں اپنے گھروں کو لے جاتی ہیں۔ شنیل کی چادروں سے لحاف بناتی ہیں اور باریک چادروں سے پردے تک بنا لیتی ہیں بلکہ ہم نئی ممبرز نے پرانی ممبرز کے گھر جا کر یہ سب کچھ دیکھا بھی تھا۔ پھر یہ ہوا کہ مستحق بچیوں کو معقول جہیز دیا جاتا اور ضرورت مند خواتین کو بچیوں کے نکاح اور شادی پر داتا صاحب سے پکی پکائی دیگیں بھی پہنچائی جاتی تھیں، کام بڑی لگن اور خلوص بلکہ عقیدت سے کیا جاتا تھا (اب مجھے معلوم نہیں کہ جہیز کمیٹی کا کام کیا جا رہا ہے) مگر رضا کار خواتین کے متعلق جب میں لکھنا چاہ رہی تھی کہ وہاں ایک خاتون چھلہ نہا کر بچہ اٹھا کر آئی تھی، رضا کار خاتون نے مزار سے اٹھا کر ہار بچے کے سر پر لپیٹ کر کہا۔ میں نے بچے کو تاج پہنایا ہے، داتا صاحب کا، اب تو مجھے سونے کی مندری کے پیسے دے۔ زچہ نے

جواب دیا میرے پاس تو پیتل کی مندری کے پیسے نہیں ہیں۔

رضا کار نے اس کے ہاتھ سے پیسوں والا رومال چھین لیا۔ اب دونوں میں ہاتھا پائی ہونے لگی، راڈ لگے تنگ راستے پر لائن بڑی ہوتی گئی مگر راستہ رک گیا تھا، کچھ عورتوں نے بیچ بچاؤ کرایا مگر رضا کار عورت پیسے واپس کرنے پر راضی نہ ہوئی، رومال میں اس نے ہار، مخانے اور چھوہارے ڈال دیئے اور اسے کچھ سخت بلکہ بہت نامعقول باتیں کیں۔ اب زچہ مزار کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر واویلا کرنے لگی "وے داتا اپناں ظالماں نوں وی پچھ، ایہہ تیری درگاہ تے ایہہ ڈاکو کیوں آ کھلوتے نیں ایہناں نوں لے ...... میرے کول تے ٹانگے تے گھر جان جوگے پیسے نیں"۔

واپسی پر میں نے سیڑھی پر بیٹھی دو وارڈن جو باقاعدہ ڈیوٹی میں تھیں سے کہا کہ آپ کی ڈیوٹی سیڑھی پر بیٹھنا نہیں، داتا صاحب کی کھڑکی کے باہر زائرین کا خیال رکھنا ہے اور ان چھینا جھپٹی والی مظلوم عورتوں کی مدد کرنا بھی ہے۔ انہوں نے جواب دیا...... وہ بہت ڈاڈھی عورتیں ہیں اور وہ یہ سب پیسے اپنی جیبوں میں ڈالتی ہیں، خزانے میں نہیں، انہیں ٹوکو تو بہت باتیں بناتی ہیں۔ یہ بڑے لوگوں کی سفارشی بھرتی ہیں، ہم کچھ نہیں کر سکتیں، ان عورتوں کے یہاں اور بھی بہت کاروبار ہیں۔ آپ جانے ہی دیں۔ اور کام......؟ مثلاً میں نے پوچھا۔ مس جی چپ ہی رہیں...... ہم تو کہتے ہیں کسے دن داتا قہر وچ نہ آ جائے...... وارڈن کی بجائے اب جوتی کا ٹکٹ نمبر دے کر جوتی والا بولا، ایتھوں تے کڑیاں، زنانیاں اغوا وی ہون لگ پیاں نے، کدی اینتھے گھروں ستائیاں گھروں کڈھیاں بیبیاں آ کے پناہ لیندیاں سن، ہن گھروں دعا کرن آن والی سوانیاں نوں غلط راہوں تے ایہہ ٹور چھوڑ دیاں نے...... مس جی توبہ جے توبہ......

لکھنے کا سوچ ہی رہی تھی یہ بھی خیال تھا کہ عذرا آپا سے مل لوں وہ جو تواتر سے داتا صاحب جایا کرتی تھیں وہ معزز گھرانے کی نیک دل خاتون ہیں مجھے کچھ تو بتائیں گی کہ اب یہ چھینا جھپٹی کرنے والی رضا کار خواتین کن کی سفارش پر اور کیوں داتا صاحب کی تنخواہ دار رضا کار بنتی ہیں، بس میں سستی میں کچھ بھی نہ کر سکی، اب بیٹھی سوچ رہی ہوں کہ میں نے یہ سب سن کر چپ کیوں سادھ لی تھی میں نے سمجھا کیوں نہیں تھا کہ داتا صاحب کے احاطے کو صاف کر دیجئے کہ کہیں قہر نہ ٹوٹ پڑے اور معصوم دل زائرین کا خون بہہ جائے...... دہشت گرد اپنا کام کر جائیں اور اس قہر ٹوٹنے میں قصوروار کون کون ہوگا ...... انتظامیہ سوچے؟ حکومت پتہ کرے چپ رہنے والے زائرین بتائیں...... قصور سب کا ہے......

روزنامہ نوائے وقت، 6 جولائی 2010ء

محمد اسلم لودھی

فرقہ واریت کا زہر پھیلانے والے عراق سے عبرت حاصل کریں

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر ہونے والے خودکش حملوں میں جس طرح ایک عام مسلمان کے جذبات مجروح ہوئے ہیں میرا بھی دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ اس وقت جبکہ ہمارا ملک پہلے ہی دہشت گردی کی بے مقصد جنگ لڑتے لڑتے اس حد تک کمزور ہو چکا ہے کہ یہ مزید سانحات اور حادثات کا متحمل نہیں ہو سکتا لیکن جس طرح چند مخصوص لوگوں نے زہر اگلنا شروع کیا تو یہ خدشہ پیدا ہونے لگا تھا کہ خدانخواستہ کہیں ہم ان حالات کا شکار نہ ہو جائیں جن سے اس وقت برادر اسلامی ملک عراق دو چار ہے۔ امریکی قبضے سے پہلے عراق میں رہنے والے تمام مسلمان یک قالب اور یک جان تھے لیکن قبضے کے بعد امریکہ نے لاقانونیت پھیلانے کیلئے بدمعاشوں اور جرائم پیشہ افراد کو کھلی چھٹی دینے کے ساتھ ساتھ مختلف مکتبہ فکر کے لوگوں کو کچھ اس طرح استعمال کیا کہ آج بھی عراق میں شیعہ، سنی اور کردوں کے مابین جنگ جاری ہے، کبھی مسجدیں اور مزار تو کبھی امام بارگاہیں فرقہ واریت کی اس آگ میں جلتے ہیں۔ امریکی ایما پر پیدا ہونے والی اس نفرت کو شاید صدیوں تک بھی ختم نہ کیا جا سکتا۔ پاکستان میں بھی امریکہ وہی ہتھکنڈے آزمانے کی جستجو کر رہا ہے جس کی ایک اہم مثال حضرت داتا گنج بخش کے مزار اقدس پر خودکش حملے ہیں۔ چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ نے درست فرمایا ہے کہ پولیس بے گناہ لوگوں کو گرفتار کرنے کی بجائے اس واقعے میں بلیک واٹر تنظیم کے ملوث ہونے کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرے۔ کیونکہ جی ایچ کیو سمیت پاکستان کے اہم مقامات پر دہشت گردوں کے جتنے حملے ہوئے ہیں اس میں مقامی لوگ استعمال ضرور ہوئے ہیں لیکن ان کی پشت پر امریکہ ہی دکھائی دیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ حکمران امریکہ یا بلیک واٹر کا ذکر کرتے ہوئے گھبراتے اور شرماتے ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ امریکہ پاکستان میں خانہ جنگی کا ماحول پیدا کرنے کیلئے اپنا جال کامیابی سے بچھا چکا ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ دانستہ پنجابی طالبان کا شوشہ چھوڑ کر امریکی ڈرون حملوں اور فوجی آپریشن کا نشانہ بنا کر پنجاب میں تباہی و

بربادی کا سامان کیا جارہا ہے۔ اب اے این پی والے بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ دہشت گردوں کے استاد پنجابی ہیں یہ سب کچھ صرف اور صرف پنجاب دشمنی اور میاں برادران کی رقابت میں کیا جارہا ہے حالانکہ دہشت گرد صرف دہشت گرد ہوتے ہیں۔ تمام مکتبہ فکر کے علمائے کرام سے انتہائی ادب سے گذارش ہے کہ حضرت داتا گنج بخش کے مزار اقدس پر خودکش دھماکوں پر فرقہ واریت کا رنگ نہ چڑھنے دیں یہ وقت تفرقہ بازی اور باہمی اختلافات کو ہوا دینے کا نہیں بلکہ اتحاد، یکجہتی اور باہمی محبتیں عام کرکے یکجان اور یک قالب ہونے کا ہے۔

روزنامہ نوائے وقت، 11 جولائی 2010ء

مسئلہ: ہر مکلّف یعنی عاقِل بالغ پر نماز فرض عین ہے اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ اور جو قصداً چھوڑے اگرچہ ایک ہی وقت کی وہ فاسق ہے اور جو نماز نہ پڑھتا ہو قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے بلکہ ائمہ ثلٰثہ مالک و شافعی و احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک سلطانِ اسلام کو اس کے قتل کا حکم ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: بچّہ کی جب سات برس کی عمر ہو، تو اسے نماز پڑھنا سکھایا جائے اور جب دس برس کا ہو جائے، تو مار کر پڑھوانا چاہیے۔ (ابوداود و ترمذی)

مسئلہ: نماز خالص عبادتِ بدنی ہے، اس میں نیابت جاری نہیں ہوسکتی یعنی ایک کی طرف سے دوسرا نہیں پڑھ سکتا نہ یہ ہوسکتا ہے کہ زندگی میں نماز کے بدلے کچھ مال بطورِ فدیہ ادا کردے البتہ اگر کسی پر کچھ نمازیں رہ گئی ہیں اور انتقال کر گیا اور وصیت کر گیا کہ اس کی نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے تو ادا کیا جائے اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ قبول ہو اور بے وصیت بھی وارث اس کی طرف سے دے کہ امید قبول وعفو ہے۔ (درمختار و ردالمحتار و دیگر کتب) (بہار شریعت، حصہ 3)

ریاض احمد چودھری

داتا صاحب کا پیغام، امن و محبت

داتا دربار مرجع خلائق ہے، جہاں لوگ فیض حاصل کرنے آتے ہیں۔ مسجد میں عبادت ہوتی ہے۔ دربار پر آنے والوں کا تعلق نہ تو کسی مخصوص سیاسی گروپ سے ہوتا ہے اور نہ ہی کسی خاص مذہبی گروہ سے۔ گذشتہ آٹھ سو سال میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ یہاں خون کی ہولی کھیلی گئی ہے۔

خانقاہیں اور درسگاہیں تو امن و سلامتی کے مراکز ہوتی ہیں۔ پھر سید علی ہجویری کے مزار سے امن، اخوت اور محبت کا پیغام صرف لاہور ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں پھیل رہا ہے۔ اس دربار پر جو بڑے سے بڑا بادشاہ بھی آیا وہ کچھ نہ کچھ یہاں سے پا کر گیا۔ سنگ دل اور شقی القلب انسان بھی اپنے دل میں سکون اور طمانیت کے احساسات محسوس کرتا ہے۔ یہ خانقاہ، مزار امن و محبت کی درسگاہ ہے۔ اسے دہشت گردی کا نشانہ بنا کر اور یہاں لاشوں کے ڈھیر لگا کر کیا پیغام دیا گیا؟ کیا کوئی مسلمان ایسا کر سکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔

مختلف مکتبہ فکر کے علماء حضرات یعنی دیوبند، بریلوی اور اس کے علاوہ اہل حدیث علماء کا یہ کہنا ہے کہ کوئی بھی مسلمان گروہ، مسلمان تنظیم یا مسلمان شخص مساجد و مزاروں پر دہشت گردی نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی اس قسم کے فعل میں شریک ہے تو وہ یقیناً مسلمان نہیں۔ وہ اللہ کے احکامات کا باغی مانا جائے گا۔ خصوصاً علماء دیوبند نے اس بات کا واضح اظہار کیا ہے کہ داتا دربار پر دہشت گردی کسی مسلمان کا کام نہیں۔ حضرت ہجویری کسی ایک مکتب فکر کے نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کے متفقہ بزرگ ہیں۔ علماء دیوبند کی ان سے عقیدت کسی سے کم نہیں۔

گذشتہ چند سالوں سے شیطانی قوتیں اس کوشش میں ہیں کہ پاکستان میں شیعہ سنی فسادات کے بعد اب مسلک اہلسنت والجماعت احناف سے تعلق رکھنے والے دو بڑے مکاتب فکر بریلوی اور دیوبندی کو آپس میں لڑایا جائے۔ اس سے قبل سوات میں مزاروں پر یار رحمن بابا کے مزار پر بھی دہشت گردی ہوئی ان مزاروں کی بھی بے حرمتی کی گئی مگر ان کے ذمہ داروں کو سخت سزا کا سامنا کرنا پڑا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے ”خبردار بے شک جو اللہ کے ولی ہیں انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم

زدہ ہوں گے"۔ کچھ گمراہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ مزارات پر خاص قسم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہاں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے دلیوں کی شان میں گستاخی کرتا ہو؟

داتا دربار پر حملے کا مقصد فرقہ وارانہ فسادات کو ہوا دینا ہے۔ علماء کرام کو چاہیے کہ ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھائیں۔ بین المسالک ہم آہنگی کو فروغ دیں اور دشمن کے ایجنڈے کو ناکام بنادیں۔

خودکش حملوں اور بم دھماکوں کو مختلف مسلکوں کے کھاتے میں ڈالنے والے دانشور اس قوم پر رحم کھائیں اور ملک کو فرقہ وارانہ کشیدگی کی آگ میں مت دھکیلیں۔

روزنامہ نوائے وقت، 7 جولائی 2010ء

مسئلہ: فرضیت نماز کا سبب حقیقی امر الٰہی ہے اور سبب ظاہری وقت ہے کہ اوّل وقت سے آخر وقت تک جب ادا کرے ادا ہو جائے گی اور فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور اگر ادا نہ کی یہاں تک کہ وقت کا ایک خفیف جز باقی ہے تو یہی جز اخیر سبب ہے، تو اگر کوئی مجنون یا بے ہوش ہوش میں آیا یا حیض ونفاس والی پاک ہوئی یا صبی بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا اور وقت صرف اتنا ہے کہ اللہ اکبر کہہ لے تو ان سب پر اس وقت کی نماز فرض ہوگئی اور جنون و بے ہوشی پانچ وقت سے زائد کو مستغرق نہ ہوں تو اگرچہ تکبیر تحریمہ کا بھی وقت نہ ملے نماز فرض ہے، قضا پڑھے۔ (درمختار) حیض ونفاس والی میں تفصیل ہے، جو باب الحیض میں مذکور ہوئی۔

مسئلہ: نابالغ نے وقت میں نماز پڑھی تھی اور اب آخر وقت میں بالغ ہوا، تو اس پر فرض ہے کہ اب پھر پڑھے یوہیں اگر معاذ اللہ کوئی مرتد ہو گیا پھر آخر وقت میں اسلام لایا اس پر اس وقت کی نماز فرض ہے، اگرچہ اوّل وقت میں قبل ارتداد نماز پڑھ چکا ہو۔ (درمختار)

(بہار شریعت، حصہ 3)

جمشید چشتی

داتا دربار میں لاشوں کا ڈھیر

مسجدوں میں، عبادت گاہوں میں اور خدارسیدہ بزرگوں کی درگاہوں میں خودکش حملے کرنے والے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ قرآن وحدیث کی رو سے کسی بے گناہ کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اس کی کوئی بخشش نہیں۔ بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنے والا کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ ابدالآباد تک جہنم کا ایندھن بنائے رکھے گا۔

حضرت سید علی ہجویری (المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) کے مزار پر انوار پر ہونے والے ہولناک دھماکوں کا ذمہ دار کس کو ٹھہرایا جائے گا۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ لیکن ایک بات واضح ہے کہ ان دھماکوں میں بھارت اور امریکہ کا ہاتھ ہے۔ امریکہ گذشتہ کچھ عرصے سے پنجاب میں بھی وزیرستان کی نوعیت کے آپریشن کا مطالبہ کر رہا ہے۔ لیکن پنجاب حکومت نے اس کی نہ صرف شدید مخالفت کی ہے بلکہ ایسے کسی بھی آپریشن کو خارج از امکان قرار دے دیا ہے۔ لیکن امریکہ اور بھارت کو پنجاب کا امن کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے لہٰذا وہ کبھی قادیانیوں کی عبادت گاہوں میں بم دھماکے کروا رہا ہے۔ کبھی اقبال ٹاؤن کی بارونق مارکیٹوں کو انسانی لاشوں کا بازار بنا رہا ہے اور اب آ کر ایک ایسی مقدس اور مرکز فیض درگاہ کے صحن میں خون کی ایسی ہولی کھیلی گئی ہے جس سے پورا پاکستان لرز کر رہ گیا ہے۔

دوسری طرف ہمارے قانون نافذ کرنے والے اداروں اور سیکورٹی سکواڈز کی نااہلی بھی اس میں شامل ہے۔ دربار داتا صاحب خصوصاً جمعرات کو زائرین سے اس حد تک بھرا ہوتا ہے کہ وہاں تل دھرنے کو جگہ نہیں ہوتی۔ حکومت جانتی ہے کہ حالات کس طرف جا رہے ہیں۔ اس کے باوجود ایسی درگاہوں پر سیکورٹی کا کوئی فول پروف بندوبست نہیں کیا جاتا۔ پولیس کی تنخواہیں اور اختیارات تو روز بروز بڑھتے چلے جا رہے ہیں لیکن نتیجہ صفر ہے۔

قیامت صغریٰ کا وہ منظر جو ہم نے ٹی وی پر دیکھا۔ دیکھنے کی تاب نہیں تھی۔ لوگوں کے بین، عورتوں کی چیخیں، بچوں کا بلکنا...... اللہ اللہ...... بقول غالب

حیران ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں

حکمران ایسے ہر واقعے پر "ہم مذمت کرتے ہیں" کہہ کر آرام سے جا کر اپنے ایئر کنڈیشنڈ کمروں اور نرم بستروں پر سو جاتے ہیں۔ یہ "مذمت" کیا ہوتی ہے؟ خودکش بمباروں کے سر مل جانا، انہیں ڈی این اے کیلئے لیبارٹری میں بھیج دینا، کیا یہ کافی ہے؟ ہر خودکش بمبار کا سر جائے وقوعہ پر چوک میں لٹکا دیا جائے اور لوگوں کو کہا جائے کہ وہ آتے جاتے اس سر پر جوتیاں ماریں اور تھوکیں...... تاکہ کم از کم ایسا ہر قاتل نشان عبرت تو بنے...... لوگوں کی کچھ بھڑاس تو نکلے۔ بصورت دیگر حکمران یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ عوام کے جان و مال کے تحفظ سے غفلت کی بنا پر، بہت جلد ان کی لاشیں چوکوں میں نشان عبرت بن کر لٹک رہی ہوں گی اور لوگ آتے جاتے انہیں جوتیاں ماریں گے اور پھر تھوکیں گے۔

روزنامہ نوائے وقت، 4 جولائی 2010ء

مسئلہ: نابالغ عشا کی نماز پڑھ کر سویا تھا اس کو احتلام ہوا اور بیدار نہ ہوا یہاں تک کہ فجر طلوع ہونے کے بعد آنکھ کھلی تو عشا کا اعادہ کرے اور اگر طلوع فجر سے پیشتر آنکھ کھلی تو اس پر عشا کی نماز بالاجماع فرض ہے۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: کسی نے اوّل وقت میں نماز نہ پڑھی تھی اور آخر وقت میں کوئی ایسا عذر پیدا ہو گیا، جس سے نماز ساقط ہو جاتی ہے مثلاً آخر وقت میں حیض و نفاس ہو گیا یا جنون یا بے ہوشی طاری ہو گئی تو اس وقت کی نماز معاف ہو گئی، اس کی قضا بھی ان پر نہیں ہے، مگر جنون و بے ہوشی میں شرط ہے کہ علی الاتصال پانچ نمازوں سے زائد کو گھیر لیں، ورنہ قضا لازم ہو گی۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

مسئلہ: یہ گمان تھا کہ ابھی وقت نہیں ہوا نماز پڑھ لی بعد نماز معلوم ہوا کہ وقت ہو گیا تھا نماز نہ ہوئی۔ (درمختار)

(بہار شریعت، حصہ 3)

کرنل (ر) اکرام اللہ

سانحہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

لگتا ہے کہ حکومت جس سے میری مراد عوام کے جان و مال کی حفاظت کے ذمہ دار تمام ادارے اور متعلقہ ایجنسیاں ہیں ''محو خواب'' ہیں۔ داتا کی نگری میں وقفے وقفے کے بعد جو قیامت صغریٰ برپا ہوئی ہے اس سے ساری دنیا واقف ہے۔ راقم محو حیرت ہے کہ حکومت وقت نے اپنی تمام تر عوام دوستی کے باوجود کوئی سبق نہیں سیکھا، کوئی حفاظتی تدابیر اور حکمت عملی واضح نہیں کی جس کے باعث اب شہر لاہور کا محور و مرکز تجلیات اور انوار و برکات حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک اور ملحقہ مسجد دہشت گردی کا ایسا لرزاں خیز نشانہ بنا ہے جس سے پورا پاکستان اور عالم اسلام کانپ اٹھا ہے۔ دہشت گرد خواہ کوئی بھی ہو کلمہ گو یا غیر مسلم مجھے اس سے کوئی غرض نہیں، میرا سوال صرف یہ ہے کہ یہ سانحہ کیونکر رونما ہو گیا ہے؟ اور ان لاتعداد جانوں کے نقصان جن کی ابھی تک گنتی نہیں ہو پائی اور سینکڑوں زخمیوں کا ذمہ دار کون ہے؟

نہایت معذرت کے ساتھ میں ارباب حکومت قوم کے نمائندگان وطن عزیز کے دانشوروں اور خصوصی طور پر میڈیا سے درخواست گزار ہوں کہ ہم سب کا قومی فریضہ ہے کہ ایسے سنگین نوعیت کے المیوں پر ماتم کرنے، مجرموں کو عبرتناک سزا اور تختہ دار تک پہنچانے، زخمیوں اور زندہ بچ جانے والوں کے زخموں پر مرہم لگانے اور چند لاکھ کا معاوضہ دینے تک محدود نہیں رہنا چاہیے بلکہ ایسے گھناؤنے جرائم کا سراغ ڈھونڈنے اور مجرموں کے پیچھے دہشت گردی کے ماسٹر مائنڈ شخصیات اور اداروں کی نشاندہی کرنا ہے۔ لیکن آج تک محض بیانات کے علاوہ کسی دہشت گردی کی تفتیش کو ابھی تک اپنے منطقی انجام تک نہیں پہنچایا گیا۔ کیا اس کی وجہ حکومتی اور سیاسی جماعتوں کی نادانستہ پیشہ وارانہ کردار کی غفلت ہے یا دانستہ طور پر ان معاملات کی وجوہات میں الجھنے سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ جب نہ صرف عوام بلکہ ریاست کا وجود خطرات سے دوچار ہے تمام سٹیک ہولڈر بلا استثنیٰ موجودہ دہشت گردی کی لہر کو زیادہ سنجیدگی سے پہنچانے اور اس کے سدباب کی بلاخوف جرات کے ساتھ قلع قمع کرنے کی منصوبہ بندی کا آغاز کریں۔

اگر چہ تادم تحریر کسی دہشت گرد گروہ نے سانحہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ میں برپا قیامت صغریٰ کی ذمہ داری قبول نہیں کی لیکن ہر طرف سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ کوئی مسلمان ایسی شرمناک انسانیت ننگ دین، ننگ وطن حیوانی حرکت کا مرتکب نہیں ہوسکتا، لیکن کیا اس سے قبل بھی مساجد اور امام بارگاہوں میں ایسے شرمناک واقعات رونما نہیں ہوتے رہے؟ کیا ان واقعات کے بارے میں ماہرانہ سطح پر غیر جانبداری کے ساتھ کوئی تحقیقات کسی حتمی فیصلہ تک پہنچی؟ وقت آ گیا ہے کہ ہم علاقائی سطح پر دہشت گردی کو سوات، مالا کنڈ، جنوبی اور شمالی وزیرستان تک محدود رکھنے کے بجائے اور دیگر صوبوں میں اس کے وجود سے انکار یا Denial کی سوچ کو ترک کر کے دہشت گردی کے نیٹ ورک کا وسیع تر مختلف محاذوں میں مختلف نام کی تنظیموں سے بالواسطہ یا بلاواسطہ رابطوں پر سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لینا شروع کر دیں۔

لاہور اور پنجاب کے مختلف شہروں میں دہشت گردی کے روز افزوں سنگین واقعات سے دہشت گردی کی پھیلتی ہوئی جڑوں کے وجود سے اب denial ممکن نہیں رہا، ان کے تمام تر وسائل جن میں خفیہ ایجنسیاں سرفہرست ہیں ان کی ذمہ داریوں اور فرائض میں ادائیگی کا از سر نو جائزہ لینا اس لئے ضروری ہو گیا ہے کہ مختلف محکموں کے ہر لیول پر فائز افسروں کی کارکردگی کا status quo کی حالت میں برقرار رکھنا اور اس میں فوری سرجیکل آپریشن نہ کرنا قومی سلامتی کو خطرات سے دوچار کرنے کے مترادف ہوگا۔

سانحہ دربار گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے زور سے پارلیمنٹ کے اندر اور باہر سیاسی قیادت کو آخری دستک دی ہے خواب غفلت سے جاگئے اپنی اپنی معصومیت کے ثبوت پیش کر کے محض denail سے عوام کے سامنے سرخرو ہونے کا وقت ہاتھ سے تیزی کے ساتھ نکل رہا ہے۔ قومی سلامتی کو کئی اندرونی و بیرونی چیلنجز درپیش ہیں جن میں دہشت گردی کا چیلنج خطرناک صورت اختیار کر رہا ہے۔ اس بارے میں فوری منصوبہ بندی کرنے کیلئے قومی اور صوبائی اسمبلیاں فوری اجلاس بلا کر مناسب قانون وضع کریں اور انسداد دہشت گردی کیلئے وفاقی و صوبائی سطح پر وزارت انسداد دہشت گردی قائم کر کے تمام متعلقہ محکموں اور خفیہ ایجنسیوں کی از سر نو coordination کا جائزہ لیا جائے۔

روزنامہ نوائے وقت، 5 جولائی 2010ء

الطاف حسن قریشی

مسئلہ بہت گہرا اور انتہائی سنگین ہے

قادیانیوں کی عبادت گاہوں پر خودکش حملوں کے بعد کل رات ''داتا دربار'' پر خودکش حملے ہوئے ہیں جن میں بیالس افراد شہید اور سو سے زائد زخمی ہو گئے ہیں اور داتا کی نگری سوگ میں ڈوب گئی ہے۔ سیاسی اور دینی رہنماؤں نے اس خون آشام واقعے کی شدید مذمت کی ہے اور جناب شہباز شریف نے ارشاد فرمایا ہے حملے کرنے والے انسانیت کے دشمن تھے اور ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ وزیر داخلہ جناب رحمن ملک نے معمول کی کارروائی کے مطابق آئی جی پنجاب سے رپورٹ طلب کر لی ہے۔ اخبارات نے لاہور پولیس کی غفلت اور بے پروائی کو اس عظیم سانحے کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ پریس میں اس نوع کی خبریں شائع ہوئی ہیں کہ داتا دربار کے بڑے راستوں پر ستونوں پر نصب سات سیکورٹی کیمرے خراب تھے اور پولیس گارڈ گپ شپ سے لطف اٹھا رہی تھی۔ جناح اخبار نے تو 12 جون کی اشاعت میں حفاظت کے ناقص انتظامات کی ایک مکمل تصویر کھینچ دی تھی، مگر ہماری انتظامیہ نے حسب عادت کوئی توجہ نہیں دی کیونکہ وہ عوام کے مسائل سے غافل رہنے کی خوگر ہو چکی ہے اور اس کی زیادہ تر توجہ وی آئی پیز کی حفاظت پر مرکوز ہے اور پولیس کو سیاست دانوں کی مداخلت نے بڑی حد تک مفلوج کر دیا ہے، پچھلے دنوں ہماری ملاقات لاہور کے سی پی او جناب اسلم ترین سے ہوئی جو دیانت داری اور فرض شناسی کی اعلیٰ شہرت رکھتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ تھانوں پر ہمارا کنٹرول ختم ہوتا جا رہا ہے کہ وہاں سیاست دانوں کے تھانے دار تعینات ہیں جو انہی کے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے زوال کی داستان طویل ہوتی جا رہی ہے۔ ہمارے اجتماعی نظام کی چولیں ڈھیلی ہوتی جا رہی ہیں۔ اپنی قوم پر فخر کرنے اور انسانی وسائل کو بلند ترین سطح پر ترقی دینے کے بجائے ہمارے سیاسی حکمران زنانانہ اور مفاد پرستانہ ذہنیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ تعلیم اور تحقیق جو قوموں کی قسمت بدلتی اور انہیں امامت کے منصب پر بٹھاتی رہی ہے، اس کا ہمارے ملک میں کیا حال ہے، دینی مدارس کا ماحول کیا ہے، سرکاری نظام کے تحت چلنے والے تعلیمی اداروں کی حالت کیا ہے اور امراء کے بچوں کیلئے جو الگ تھلگ ادارے قائم کئے گئے ہیں، وہ کس تہذیب اور کس ثقافت

کی پرورش کر رہے ہیں۔ انہیں یہ بھی ادراک نہیں کہ محروم اور پس ماندہ علاقوں اور طبقات میں کس قسم کے جذبات راہ بنا رہے ہیں اور افغانستان پر اتحادی فوجوں کے قبضے سے پاکستان کے اندر عسکریت پسندی نے اپنی جڑیں کہاں کہاں تک پھیلا دی ہیں۔ وہ تو اقتدار اور مفادات کی جنگ میں شب و روز منہمک ہیں۔ ان کی اسلام سے ہٹی ہوئی طرز زندگی نے ان کروڑوں نوجوانوں کو شدید مایوس کیا ہے جو اپنے وطن میں اسلام کی آفاقی تعلیمات اور اصولوں پر معاشرے کی تعمیر چاہتے ہیں۔ پاکستان اس وقت بھی دہشت گردی کا شکار ہوتا رہا جب سوویت یونین نے اپنی فوجیں افغانستان میں داخل کر دی تھیں اور آج بھی اسے انتہا پسندی، بم دھماکوں اور خودکش حملوں کا سامنا ہے۔ ہماری سوسائٹی میں ایسے عناصر تقویت پکڑتے جا رہے ہیں جو اپنے حکمرانوں سے مایوس ہو کر امریکی فوجی طاقت اور جبر کے خلاف تحریک مزاحمت میں پیش پیش ہیں۔ امریکہ اور مغرب نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جو ذلت آمیز روش اختیار کر رکھی ہے، اس کے خلاف نوجوانوں میں شدید ردعمل جنم لے رہا ہے۔ دینی مدارس میں طلبہ اور طالبات شب و روز تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے ہیں اور ان کی معلومات کا دائرہ بھی حد درجہ محدود ہے۔ یہ تو ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نوجوان ہیں جو امریکی تکبیر کے خلاف صف آرا ہو رہے ہیں اور جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے سامراجی مفادات پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ بعض متشدد اور غیر متوازن مذہبی رہنماؤں نے نوجوانوں کو خودکش حملوں پر مائل کرنے کے لیئے انہیں اس دلیل سے مسلح کر دیا ہے کہ مظلوم کے پاس خودکش حملوں کا ہتھیار ظالم کے خلاف سب سے زیادہ موثر ہے اور اس کا عظیم اجر آخرت میں ملے گا۔ بعض حلقے ذہنوں کی آبیاری کر رہے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں جہاد قرار دے رہے ہیں۔ ان کی اس دلیل کا جواب فراہم کرنا ہوگا کہ قابض فوجوں کو افغانستان سے نکالنے اور پاکستان کو سامراجی طاقتوں سے نجات دلانے کا اور کیا راستہ ہے۔ آپ اسی لاکھ کی آبادی کے شہر لاہور میں ہر جگہ چاق و چوبند اور اعلیٰ تربیت یافتہ پولیس فورس کا انتظام نہیں کر سکتے، ہماری فوج بھی ایک حد تک سرفروشوں کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ امریکی مصنف ولیم یورک نے اپنی کتاب Violent Politics میں ان تمام بغاوتوں اور شورشوں کی تاریخ مرتب کی ہے جو طلباء کے مختلف علاقوں میں لڑی جاتی رہی ہیں اور اب عراق اور افغانستان میں جاری ہے۔ اس کے تجربے کے مطابق، شورش پر قابو پانے میں عوام نے 95 فیصد کردار ادا کیا ہے جبکہ فوج صرف پانچ فی صد کامیابی حاصل کر سکی ہے اس اعتبار سے بھی

دہشت گردی پر قابو پانے کے لئے طاقت کے بجائے حکمت سے کام لینا اور اسلام کی متشددانہ تعبیر کرنے والوں کو یہ سمجھانا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ انسانی قتل کی اجازت نہیں دیتا اور اس نے ظالموں کے خلاف مزاحمت کیلئے بھی اس کا طریق کار مقرر کیا ہے۔ دراصل ہمارے حکمرانوں، دانش وروں اور دینی رہنماؤں اور ابلاغ عامہ کے نمائندوں کو افکار کی جنگ جیتنے اور ذہنوں میں تبدیلی لانے کیلئے ایک جامع حکمت عملی تیار کرنا ہوگی، جس میں ایک عادلانہ نظام سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ہم آزادانہ ماحول میں گفتگو اور مکالمے کے ذریعے اپنے گم کردہ راہ بھائیوں کو سیدھے راستے پر لا سکتے ہیں۔ دہشت گردی کا مسئلہ بہت سنگین ہے، جو تدبر، تحمل، عالی ظرفی اور دانش مندی کا تقاضا کرتا ہے۔

روزنامہ جناح، 3 جولائی 2010ء

حدیث: حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: فجر دو ہیں ایک وہ جس میں کھانا حرام یعنی روزہ دار کے لیے اور نماز حلال دوسری وہ کہ اس میں نماز (فجر) حرام اور کھانا حلال۔

حدیث: نسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جس شخص نے فجر کی ایک رکعت قبل طلوع آفتاب پالی، تو اس نے نماز پالی (اس پر فرض ہوگئی) اور جسے ایک رکعت عصر کی قبل غروب آفتاب مل گئی اس نے نماز پالی یعنی اس کی نماز ہوگئی۔ یہاں دونوں جگہ رکعت سے تکبیر تحریمہ مراد لی جائے گی یعنی عصر کی نیت باندھ لی تکبیر تحریمہ کہہ لی اس وقت تک آفتاب نہ ڈوبا تھا پھر ڈوب گیا نماز ہوگئی اور کافر مسلمان ہوا یا بچہ بالغ ہوا اس وقت کہ آفتاب طلوع ہونے تک تکبیر تحریمہ کہہ لینے کا وقت باقی تھا، اس فجر کی نماز اس پر فرض ہوگئی، قضا پڑھے اور طلوع آفتاب کے بعد مسلمان یا بالغ ہوا تو وہ نماز اس پر فرض نہ ہوئی۔

(بہار شریعت، حصہ 3)

عبداللہ طارق سہیل

کوئی جگہ محفوظ رہ گئی؟

مسجد میں بم پھٹتے ہیں، اقلیتوں کی عبادت گاہوں پر حملے ہوتے ہیں، مارکیٹیں بارود کی نظر ہو جاتی ہیں، ہسپتالوں میں گھس کر مریض مار دیئے جاتے ہیں، سڑکوں پر لاشیں بچھ جاتی ہیں، کہیں جائے پناہ نہیں۔ اور اب برصغیر کے عظیم روحانی مرکز کو خاک اور خون میں نہلا دیا گیا۔ کوئی سانحہ سا سانحہ ہے!

مسجدوں اور درباروں پر آنیوالوں کی اکثریت دکھیاؤں کی ہوتی ہے۔ روحانی اور ذہنی سکون لینے اور خدا سے لو لوگ لگانے کیلئے یہ اور کہاں جائیں۔ خدا کے سوا ان کا کوئی سہارا نہیں ہوتا۔ یہی مقامات ان کی پناہ گاہیں ہیں، اب یہ چھتری بھی محفوظ نہیں رہی۔

جہاں دھماکہ ہوا وہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آرام گاہ کے قریب ہے اور اسی جگہ سلطان الہند خواجہ اجمیر رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخی چلہ کاٹا تھا۔ چلہ گاہ سے قربت کیلئے جہاں دعائیں کرنے والوں کا جمگھٹا رہتا ہے۔ جنگ ہو رہی ہو یا سیلاب آ جائے، ہزاروں کے لنگر فاقہ کشوں کیلئے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں یہ وہ خیر ہے جس کا سلسلہ کبھی نہیں رکا بالخصوص جمعرات کو، دہشت گردوں نے دن بھی کیا خوب چنا۔ انہیں تو زیادہ سے زیادہ لاشیں گرانے اور زیادہ سے زیادہ خون بہانے سے غرض تھی۔

بے رحم دشمن نے ہمیں گھیر لیا ہے اور کوئی بچانیوالا نہیں۔ جنہیں ہماری حفاظت کا ذمہ دیا گیا ہے وہ قیصر و کسریٰ کے محلات بنا رہے ہیں۔ جیسے انہوں نے کبھی مرنا نہیں۔

ٹھیک ہی تو ہے۔ انہوں نے کہاں مرنا ہے، مرنا تو عوام نے ہے جن کی آج کے پاکستان میں کوئی ضرورت نہیں رہی، ایک بے ضرورت بے قیمت شے، اور حفاظت ضروری اور قیمتی شے ہی کی کی جاتی ہے، خس و خاشاک کو تو بس ہوا وس کیلئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

روزنامہ ایکسپریس، 3 جولائی 2010ء

ہیں وہ شاہدؔ معرفت کے رہنما اِس دہر میں
دی ہے حق سے آشنائی سیّد ہجویرؒ نے

سید شاہد حسین شاہدؔ

ظہیر اختر بیدری

دہشت گردی کا پھیلاؤ

لاہور میں برصغیر کی معروف درگاہ داتا دربار میں تین خوفناک اور وحشیانہ خودکش دھماکے ہوئے جس میں 44 زائرین شہید اور 175 زخمی ہو گئے۔ اس سانحہ نے پورے پاکستان کے مسلمانوں کے دل دکھی کر دیئے ہیں۔ دہشت گردوں نے لاہور کے دل پر وار کیا ہے۔ اس سانحہ سے چند دن پہلے لاہور کے بڑے تجارتی مرکز ہال روڈ پر سی ڈی مارکیٹ میں دو بم دھماکے کیئے گئے جس میں بہت ساری دکانیں تباہ ہو گئیں۔ مارکیٹ میں شدید خوف وہراس پھیل گیا اور دوکاندار اپنی دکانیں چھوڑ کر ننگے پاؤں بھاگ نکلے۔ کچھ عرصہ پہلے بھی لاہور میں دہشت گردی کی کارروائیاں ہو چکی ہیں۔

خیبر پختون خواہ کے مختلف علاقوں میں بھی دہشت گرد، سی ڈی مارکیٹس پر حملے کر کے انہیں تباہ کرتے رہے اور بے شمار گرلز اسکول بھی دہشت گردی کی نذر ہو گئے۔ دہشت گردوں نے سابق صوبہ سرحد میں مختلف مزاروں پر بھی دہشت گردی کی وارداتیں کی ہیں۔ دہشت گرد ہر اس چیز کو مٹا دینا چاہتے ہیں جو ان کے جاہلانہ نظریات سے مطابقت نہیں رکھتی۔ لاہور میں داتا دربار کے سانحہ سے قبل بھی دہشت گردی کے بہت سارے واقعات ہوئے، جن میں بہت ساری جانوں کا نقصان ہوا۔ اس کے علاوہ پنجاب کے بعض دوسرے شہر بھی دہشت گردی کا شکار ہوئے۔ ہمارے مرکزی وزیر داخلہ کا کہنا ہے کہ خیبر پختونخواہ سے بھاگنے والے دہشت گرد اب پنجاب کے مختلف شہروں کے علاوہ کراچی میں روپوش ہو رہے ہیں۔ کراچی میں بھی دہشت گردی کی وارداتیں ہوئی ہیں جن میں بیسیوں لوگ شہید ہوئے۔ پنجاب میں دہشت گردی کی مسلسل وارداتوں کی وجہ سے اس علاقے کے دہشت گردوں کو پنجابی طالبان کا نام دیا جا رہا ہے، اس حوالے سے ممبئی بم حملوں میں زندہ پکڑے جانے والے دہشت گرد اجمل قصاب کا تعلق بھی پنجاب ہی سے ہے۔ خیبر پختونخواہ کے بعد پنجاب میں دہشت گردی کی مسلسل کارروائیوں سے یہ تاثر عام ہے کہ اب ان علاقوں سے پیش قدمی کر کے مذہبی انتہا پسند گروہ پنجاب تک پہنچ گئے ہیں۔ بلا شبہ پنجاب اب دہشت گردوں کا ٹارگٹ بن گیا ہے۔ پنجاب کی حکومت پر یہ الزام لگایا جا رہا ہے کہ وہ انتہا پسندوں کیلئے نرم گوشہ رکھتی ہے۔ یہ تاثر بھی پیدا

ہورہا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف پنجاب کی حکومت نے اب تک کسی قسم کی کوئی سخت کارروائی نہیں کی، اس لئے بھی دہشت گردوں کو حوصلہ مل رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دہشت گردی کی مسلسل وارداتوں کی بڑی وجہ خفیہ ایجنسیوں کی ناکامی ہے۔ اگر خفیہ ایجنسیاں فعال ہوں تو دہشت گردوں کو ان بہیمانہ کارروائیوں سے روکا جا سکتا ہے، لیکن افسوس کی بات ہے کہ نہ پنجاب کی حکومت نے خفیہ ایجنسیوں کا محاسبہ کیا، نہ خیبر پختونخوا میں خفیہ ایجنسیوں کی ناکامی کا کوئی نوٹس لیا گیا۔ خفیہ ایجنسیوں کی ناکامی کی ایک وجہ یہ ہے کہ خفیہ ایجنسیوں کے اہلکار جدید دور کے تقاضوں پر پورے نہیں اترے۔ دوسری طرف سیاستدانوں کی مصلحتوں نے بھی حالات کو خراب کیا ہے۔ بیوروکریسی میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو ایسے نظریات کے حامل ہیں جن سے انتہا پسندوں کو تحفظ ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دہشت گردوں پر آہنی ہاتھ نہیں ڈالا جا سکا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خیبر پختونخواہ کے مختلف علاقوں میں فوجی آپریشن کے نتیجے میں جنوبی وزیرستان، سوات وغیرہ کے علاقوں سے دہشت گرد فرار ہوئے ہیں، لیکن یہ لوگ جن شہروں میں پناہ لے رہے ہیں، ان شہروں میں دہشت گردی کر رہے ہیں۔ اگر حکومتی ایجنسیاں حقیقی معنوں میں کوئی کردار ادا کرتیں تو کراچی اور لاہور میں دہشت گردی کی وارداتیں روکی جا سکتی تھیں۔ بعض مذہبی سیاسی جماعتوں کی پالیسیوں نے بھی حالات کو بگاڑنے میں کردار ادا کیا ہے۔

طالبان پاکستان میں ہونے والی اکثر وارداتوں کی ذمہ داری قبول کر چکے ہیں۔ پنجاب میں بعض ایسی کالعدم تنظیمیں موجود ہیں جن کے روابط طالبان سے ہو سکتے ہیں۔ پنجابی طالبان کی اصطلاح سے بھی اس تاثر کی تائید ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ افغان طالبان اور پاکستانی طالبان کی کنفیوژن بھی موجود ہے۔ افغانستان میں جو لڑائی لڑی جا رہی ہے، وہ افغانوں کا اپنا معاملہ ہے۔ طالبان افغانستان میں ایک بڑی طاقت ہیں، غالباً یہی وجہ ہے کہ امریکی حکام اور امریکہ کے فوجی جنرل طالبان سے مذاکرات کی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ امریکہ اپنی تمام تر طاقت اور کوششوں کے باوجود طالبان کا خاتمہ نہیں کر سکا، امریکہ کو افغان جنگ میں جس جانی اور بھاری نقصان کا سامنا ہے، اس نے اوباما انتظامیہ کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ اب افغانستان سے نکلنے میں دیر نہ کریں۔ امریکہ یہاں سے نکلنے سے پہلے طالبان کے معتدل گروہ سے کوئی ایسا سمجھوتہ کرنا چاہتا ہے جو اس کے انخلا کے بعد افغانستان میں

امن کی ضمانت بن جائے۔ طالبان کیلئے یہ ایک بہترین موقع ہے کہ وہ امریکہ سے مذاکرات کر کے اپنے ملک سے امریکہ کو نکلنے کا موقع دیں۔ امریکہ افغانستان سے نکلتا ہے یا وہ وہاں رہتا ہے اس سوال کا جواب امریکہ انتظامیہ کے پاس ہوگا یا پھر حامد کرزئی بہتر جواب دے سکتے ہیں۔

بد قسمتی یہ ہے کہ افغانستان میں طالبان کو حکومت کرنے کا جو موقع ملا تھا، اس میں طالبان نے اپنے ملک کو سیاسی اور اقتصادی طور پر مضبوط کرنے اور اپنے قبائلی معاشرے میں تعلیم کو عام کر کے یہاں جمہوریت کی راہ ہموار کرنے کے بجائے اوٹ پٹانگ حرکتوں میں وقت گزار دیا۔ مذہب کے نام پر افغان عوام کے ساتھ جو سلوک کیا گیا، اس کی وجہ افغانستان اور زیادہ نظریاتی پس ماندگی کا شکار ہو گیا۔ طالبان کی قیادت کو یہ احساس کرنا چاہیے کہ جدید دنیا کے شانہ بشانہ چلنا ہی افغان عوام کے بہتر مستقبل کی ضمانت ہے۔ اگر طالبان اس حوالے سے اپنی پالیسی متعین نہیں کرتے تو ساری دنیا میں وہ تنہا ہو کر ہی نہیں رہ جائیں گے بلکہ دنیا کے عوام کی نفرت کا بھی انہیں سامنا کرنا پڑے گا۔ اب یہ طالبان پر منحصر ہے کہ وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے روایتی پالیسی جاری رکھی تو پھر تباہی اور بربادی کا سلسلہ جاری رہے گا اور کسی کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

کراچی پاکستان کا معاشی مرکز اور شہ رگ ہے۔ رحمن ملک کا کہنا ہے کہ بڑی تعداد میں دہشت گرد کراچی کی ان بستیوں میں پناہ لے رہے ہیں جہاں کے باشندے قبائلی علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دہشت گرد انہی علاقوں میں پناہ لیتے ہیں جہاں خیبر پختونخواہ کے باشندے رہتے ہیں اور پختونوں کی روایت ہے کہ وہ بڑے مہمان نواز ہوتے ہیں اور مہمانوں کو پناہ دینا قبائلی علاقوں کی روایت ہے۔ کراچی میں اے این پی اب بڑی طاقتور جماعت ہو گئی ہے اور اس کے کارکن کراچی بھر میں سرگرم ہیں۔ اے این پی ایک لبرل جماعت ہے اور پختون خواہ میں اے این پی کی حکومت دہشت گردوں کے خلاف مسلسل کارروائیاں کر رہی ہے اور اے این پی کی مرکزی قیادت بار بار یہ اعلان کر رہی ہے کہ وہ دہشت گردوں کے خلاف ہر ممکنہ کارروائیاں کر کے انہیں ختم کر دے گی۔ اے این پی کی مرکزی قیادت کے اس عزم کے حوالے سے کراچی کی اے این پی کا فرض ہے کہ وہ پختون بستیوں میں روپوش دہشت گردوں کی نشاندہی کر کے انہیں ان علاقوں سے نکالنے کی کوشش کرے۔ اگرچہ اب تک کراچی میں دہشت گردی کی کوئی بڑی واردات نہیں ہوئی لیکن چند ماہ

پہلے بلدیہ کالونی میں دہشت گردوں کی ہلاکت اور ہلاک ہونے والے دہشت گردوں کے بارے میں یہ انکشاف کہ وہ دہشت گردی کی کسی بڑی واردات کی تیاری کرنے کے دوران خودکش جیکٹوں کے بلاسٹ سے ہلاک ہوئے، یہ بات عین ممکن ہے کہ کہیں دہشت گرد کراچی میں بھی اپنی مذموم کارروائیاں شروع نہ کردیں۔ان خدشات کے ازالے کیلئے کراچی میں مقیم دہشت گردوں کے خلاف موثر کارروائی ضروری ہے۔

افغانستان میں طالبان امریکی قبضے کے خلاف جنگ لڑرہے ہیں، جس کی حمایت کی جانی چاہیے۔ لیکن طالبان کے نام پر خیبر پختونخواہ سمیت پنجاب کے شہروں میں جو دہشت گردی ہورہی ہے، اس کا نشانہ بے گناہ شہری بن رہے ہیں۔بعض حلقوں کا کہنا ہے کہ طالبان کے علاوہ مختلف مذہبی انتہاپسند مختلف آزاد گروہوں کے ساتھ بے گناہ شہریوں کو ہلاک کررہے ہیں۔اس حوالے سے بعض کالعدم مذہبی تنظیموں کا نام لیا جارہا ہے۔لاہور میں سی ڈی مارکیٹ پر بم حملوں کی ذمے داری ایک مذہبی انتہاپسند تنظیم ''دفاع نظریہ پاکستان'' نے قبول کی ہے۔دہشت گردی کی کارروائیوں میں یہ تنظیم نئی کہلا رہی ہے۔ایسا محسوس ہورہا ہے کہ مختلف انتہاپسند گروہ اپنی مرضی سے آزادانہ کارروائیاں کررہے ہیں۔اگر اس قسم کے گروہوں کو نہ روکا گیا تو پورا ملک انتہاپسند دہشت گرد گروہوں کی لپیٹ میں آجائے گا۔

روزنامہ ایکسپریس، 3 جولائی 2010ء

حدیث: ترمذی رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: فجر کی نماز اجالے میں پڑھو کہ اس میں بہت عظیم ثواب ہے۔

حدیث: دیلمی کی روایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ اس سے تمہاری مغفرت ہوجائے گی۔اور دیلمی کی دوسری روایت انھیں سے ہے کہ جو فجر کو روشن کرکے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی قبر اور قلب کو منور کریگا اور اس کی نماز قبول فرمائے گا۔

(بہار شریعت، حصہ 3)

غلام محی الدین

سدا رہے آباد تیرا دربار

کیا اب بھی کسی کو اس بات میں شک ہو گا کہ وطن عزیز کو اندرون خانہ جنگ کے شعلوں میں جھونک دینے والے سفاک قاتلوں نے ہر اس علامت کو اپنی نفرت کی زد پر لے رکھا ہے جو انسانوں کو آپس میں جوڑنے، نفاق کو دور کرنے اور محبت کی حوصلہ افزائی کا موجب ہے۔ وہ خیبر پختونخواہ کے رحمان بابا یا بہادر بابا ہوں، خیبر ایجنسی کے ابو سید بابا، مہمند ایجنسی کے حاجی صاحب تورنگزئی ہوں، عبد الشکور ملنگ ہوں، بری امام ہوں یا لاہور میں داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ان سب میں قدر مشترک انسانوں کے ساتھ بے لوث محبت ہے۔ جیسے ان بزرگوں کی خانقاہیں ان کی زندگیوں میں دکھی انسانوں کی خدمت اور دادرسی کے مراکز تھے، اس جہان فانی سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی ان کے مزارات بھوکے ننگے، دکھوں کے ستائے ہوئے لوگوں کی پناہ گاہ ہیں۔ لاہور کے داتا دربار کا لنگر خانہ 24 گھنٹے آباد رہتا ہے اور ہر در سے ٹھکرا دیئے جانے والے کو بھی یہاں پیٹ بھر کر کھانا میسر آتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ہر روز 20 ہزار لوگ یہاں کھانا کھاتے ہیں۔

داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی توحید پرستی اور فہم دین کا اندازہ ان کے اس ایک قول سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"خوش قسمت ہے وہ بادشاہ جو عالم کے پاس جاتا ہے اور بد قسمت ہے وہ عالم جو بادشاہ کے پاس جاتا ہے"۔

داتا دربار پر ہونے والے خودکش حملے ہمارے لئے حیرت کا باعث نہیں ہونے چاہئیں، حالانکہ ہر ایسے واقعے کے بعد ہم حیرت کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں۔ پتا نہیں کیوں عوامی سطح پر ہم اس بات کو ذہنی طور پر تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہو پا رہے ہیں کہ ہم پر ایک ہولناک جنگ مسلط ہے بلکہ یہ تو جنگ سے بھی زیادہ تباہ کن صورتحال ہے۔ یہ ایک ایسی جنگ ہے جس میں دشمن باہر سے وار نہیں کر رہا بلکہ ہمیں اس طرح اندر سے تباہ کر رہا ہے جیسے کوئی مہلک جرثومہ خون میں شامل ہو کر پورے جسم میں تباہی مچاتا پھرتا ہے۔ داتا دربار پر حملے کے واقعہ پر حیران اس لئے نہیں ہونا چاہیے کہ ہمارے دشمن مساجد کے

اندر نماز میں مشغول لوگوں کو بربریت کا نشانہ بنا چکے ہیں۔ کوئی دینی اور اخلاقی اصول ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اللہ کے حضور سجدہ ریز نمازی، گلی میں کھیلتا ہوا معصوم بچہ، مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے کھڑی عورت یا ان پر گولی چلانے والا شخص، سب ان کے نزدیک برابر ہیں۔ یہ لوگ پینترے بدل بدل کر حملہ آور ہوتے ہیں۔ ان کا مقصد ہے کہ پاکستان کے شہریوں کو فرقہ وارانہ منافرت کی بھٹی میں جھونک دیا جائے۔ اس سے زیادہ بدنصیبی کسی کیلئے کیا ہو سکتی ہے کہ دوسرے انسانوں کو اس کے ہاتھ سے صرف دکھ، تکلیف، زخم اور موت ہی مل سکتی ہے۔

ملک میں ہونے والے دہشت گردی کے واقعات کے بعد کے ماحول میں اس قدر یکسانیت ہوتی ہے کہ اس سے مایوسی کے سوا کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ کچھ عرصہ سہمی ہوئی خاموشی کے بعد کسی اور جگہ سینکڑوں لوگ خون میں نہا جائیں گے۔ کسی اخبار یا ٹی وی چینل پر دہشت گردی کے نقصانات کی دلدوز تفصیلات سے کہیں زیادہ اذیت ناک صدر اور وزیر اعظم کی جانب سے مذمت اور تحقیقات کا حکم صادر فرمانے کی خبر ہوتی ہے۔ اس رسمی تکلف کا علم بھلا کس کو نہیں۔ لوگ یقیناً جانتے ہیں کہ ایسے واقعات کو حکمران قابل مذمت قرار دیں گے اور یقینا تحقیقات بھی ہوں گی۔ لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ دہشت گردی کے اس ماحول میں اس سے بھی ''اہم'' معاملات حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی تمام تر توانائیوں کے متقاضی ہیں۔ مثال کے طور پر ملک بھر کی بار کونسلوں کو رقوم فراہم کرنا درست ہے یا غلط۔ اقتدار کی طاقت اور دبدبے کی ریت کو مٹھیوں میں قبول کئے رکھنے، اقتدار کے فوائد سے زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کرنے اور برسر اقتدار سے اقتدار چھین لینے کی کشمکش میں ایک لمحے کا قرار نہیں۔

عوام کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ موت آج جس قدر ارزاں ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ اگر موجودہ حالات پر غور کریں تو بہترین حل یہی نظر آتا ہے کہ دہشت گردی کی کسی واردات میں جان ہار دینے سے بہتر ہے کہ ساری قوم دہشت گردوں کا مقابلہ کرنے کیلئے صف آراء ہو جائے۔ ہر سطح پر اپنی استعداد کے مطابق جدوجہد کا راستہ اختیار کیا جائے۔ ذرا سوچیں نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے توہین آمیز خاکے بنانے والے بد بخت اور اللہ کے حضور سجدہ ریز نمازیوں کے خون سے ہاتھ رنگنے والے، دونوں ہی مسلمانوں کے لئے شدید ترین اذیت کا باعث بن رہے ہیں۔ ملک کے طول و عرض میں دہشت گردی کا طوفان اٹھانے والے کیا سلامتی اور امن کے اس دین کے چہرے کو مسخ کرنیکی کوشش نہیں کر رہے۔

ہمارے لئے بقاء کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم دہشت گردوں سے برسر پیکار سیکورٹی ایجنسیوں کی آنکھیں اور دست و بازو بن جائیں۔ دہشت گردی کے کسی واقعہ کا شکار ہونے سے بچ جانے پر اطمینان سے پورے معاشرے کو درپیش یہ مہیب خطرہ ٹلے گا نہیں۔ سی سی ٹی وی کی فوٹیج کے مطابق خودکش حملہ آور نے سبز پگڑی پہن رکھی تھی۔ یہ دھوکہ محض حملے میں ہی نہیں بلکہ پورے ملک میں دیا جا رہا ہے۔ یہ لوگ ہمارے اندر موجود ہیں۔ ان کے ہمدرد اور مددگار ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ ہمیں نظریاتی سطح پر انہیں شکست دینی ہے۔ دین کا نام لے کر باطل دلیلوں کے ذریعے ظلم کی حمایت کرنے والوں کو بے نقاب کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

روزنامہ ایکسپریس، 3 جولائی 2010ء

حدیث: طَبرانی اَوسَط میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فرماتے ہیں: میری امت ہمیشہ فطرت یعنی دینِ حق پر رہے گی، جب تک فجر کو اجالے میں پڑھے گی۔

حدیث: امام احمد و ترمذی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: نماز کے لیے اوّل و آخر ہے، اوّل وقت ظہر کا اس وقت ہے کہ آفتاب ڈھل جائے اور آخر اس وقت کہ عصر کا وقت آجائے اور آخر وقت عصر کا اس وقت کہ آفتاب کا قرص زرد ہوجائے، اور اول وقت مغرب کا اس وقت کہ آفتاب ڈوب جائے اور اس کا آخر وقت جب شفق ڈوب جائے اور اول وقت عشا جب شفق ڈوب جائے اور آخر وقت جب آدھی رات ہو جائے۔ (یعنی وقت مباح بلا کراہت)۔

(بہار شریعت، حصہ 3)

کرامت علی بھٹی

جہاں لنگر تقسیم ہوتا ہے

ہائے میرا شہباز! باؤ جی آپ نے کہیں اسے دیکھا...... پتر تم اس کے بارے میں کچھ جانتے ہو۔ لمبا سا، جوان، چھوٹی چھوٹی داڑھی، سفید کپڑے، میرے بچے کے پاس دربار شریف کا کارڈ تھا۔ ہر جمعرات کو یہاں سلام کرنے آتا، مشین کندھے پر رکھتا اور ساری رات زائرین پر خوشبو چھڑکتا، میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس بابا جی ادھر ادھر سے پوچھ ہارے تو میرا دامن پکڑ لیا۔

''آپ نے میو ہسپتال چیک کیا بابا جی؟''

''وہ کدھر ہے بیٹا! میں بڑی دور سے یہاں آیا ہوں، اس لئے یہاں کا کچھ پتہ نہیں''۔

''ٹھیک ہے، آپ تھوڑی دیر انتظار کریں۔ میں آپ کو وہاں لے جاؤں گا''۔

80 سالہ بابا جی مزار شریف کے ستون سے لگ کر سسکاریاں بھرنے لگے۔

سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر شرمناک حملے کا یہ دوسرا روز تھا۔ میرا گھر سے دفتر آنے سے اور واپس جانے کا راستہ چونکہ یہی ہے اس لئے یہاں کی ٹریفک، عقیدت مندوں کا ہجوم، درود و سلام کی صدائیں اور دربار شریف کا دل کشا منظر میرے لئے نیا نہیں۔ رات ساڑھے بارہ بجے دوست نے فون پر اس المناک واقعہ کی اطلاع دی تو ساری رات کروٹیں بدلتے گزری۔ صبح ہوتے ہی یہاں پہنچ گیا تو ٹریفک معمول سے قدرے کم، پولیس اہلکار زیادہ اور سوگوار چہرے زیادہ نظر آئے جو باہر سڑک پر نعروں کی شکل میں شدت جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔ کلف لگی کاٹن میں ملبوس مقامی سیاست دان بھی ان کے قریب ہی کھڑے تھے۔

سپاٹ چہروں اور تیکھے لہجوں والے محافظ جامعہ تلاشی سے چھوٹے تو اندر جانے کا اذن بھی مل گیا۔ داخلی راستے کے دونوں اطراف سینکڑوں پولیس اہلکار رات بھر کی ڈیوٹی کے سبب تھک کر بیٹھے ہوئے تھے یا آڑے ترچھے لیٹے تھے۔ ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے دربار شریف کے نزدیک پہنچا تو پہلا بورڈ جس پر نظر پڑی، اس پر درج تھا ''خبردار! کیمرے کی آنکھ آپ کو دیکھ رہی ہے''۔ گو صبح کا وقت تھا پھر بھی درجنوں لوگ دربار شریف کے احاطے میں امڈتی آنکھوں کے ساتھ دعاؤں، تلاوت میں

مصروف تھے یا چپ چاپ ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ فاتحہ سے فارغ ہو کر ہم آگے بڑھے تو دو بڑے بڑے دائرے دیکھے۔ ایک دائرہ نجی ٹی وی کے رپورٹر کے گرد تھا، جو براہ راست اپنے چینل کے ذریعے وہاں کے حالات سامعین کو بتا رہا تھا جبکہ اس کے پیچھے مغرب کیجانب دوسرا نسبتاً بڑا دائرہ وہاں بنا تھا جہاں رات خودکش حملہ آور نے خود کو اڑایا۔ بارود کے ٹکڑوں نے سنگ مرمر کے فرش پر سینکڑوں چھوٹے بڑے سوراخ کر دیئے تھے۔ دل نے سوچا یہ سوراخ تو بھر ہی جائیں گے مگر عقیدت مندوں کے دلوں میں ہونے والے ان لاکھوں ہزاروں سوراخوں کو کون بھرے گا جو عاقبت نااندیش لوگوں کی ہٹ دھرمی سے بنے۔ دھماکے کی جگہ سے مشرق کی طرف دربار کی جانب نگاہ کی تو عین سامنے شعر درج تھا۔

ذات او حصن حصین شرح و دیں　　　سید ہجویر خورشید یقین

خودکش حملے کا دوسرا منظر جو دراصل پہلا منظر تھا، دیکھنے کیلئے مسجد کی سیڑھیوں سے نیچے اترے تو عجب قیامت کا منظر تھا، رمضان المبارک میں اعتکاف میں بیٹھنے اور عام دنوں میں لنگر کی تقسیم کیلئے خاص اس گوشے میں ٹوٹے ہوئے شیشوں، پلاسٹک بورڈوں، کھانے کے برتنوں، جوس، مٹھائی کے خالی ڈبوں، جابجا خون کے دھبوں اور در و دیوار سے چپکے انسانی چیتھڑوں کو دیکھ کر دل گہری سوگواری میں ڈوب گیا۔ جس جگہ لنگر تقسیم کرنے کی روایت ہے، وہاں موت تقسیم ہوئی تو منظر ہی کچھ اور تھا۔ دربار کے رضا کار پائپ لگا کر خون کے دھبے دھو رہے تھے۔ جہاں یہ جم گیا تھا، وہاں دھماکے میں ٹوٹے آہنی گیس کی سلاخیں اسے کھرچنے کے کام آ رہی تھیں گویا

نہ مدعی نہ شہادت حساب پاک ہوا
یہ خون خاک نشیناں تھا، رزق خاک ہوا

اس اداس ماحول میں بعض پولیس والوں کا طنطنہ وہی تھا جس کیلئے وہ مشہور ہیں۔ مسجد کے احاطے میں ایک نوجوان کی تھپڑوں اور گندی گالیوں سے سر عام تواضع جاری تھی۔ ہر آن ہجوم کیے لوگوں کو بھی سخت برا بھلا کہا جا رہا تھا۔ لنگر خانے کے قریب صفائی کے دوران جب ملبہ باہر لایا جا رہا تھا تو اس میں سے ایک جھلسا ہوا لوتھڑا برآمد ہوا۔ صرف انگوٹھے سے سراغ ملا کہ یہ انسانی ہاتھ ہے۔ اس انگوٹھے کے ناخن پر سفید سا دھبہ بنا تھا۔ وہی دھبہ جسے کسی ڈاکٹر کو دکھایا جائے تو غذائیت کی کمی سے موسوم کرے۔ نجانے کون بدقسمت تھا کہ لنگر خانے کی دال روٹی جس کی غذائی ضرورت پوری کرنے سے قاصر تھی پھر

بھی وہاں رہنے اور کھانے پر خود کو مجبور پاتا رہا۔ ملبے سے دس روپے کا مڑا تڑا نوٹ بھی برآمد ہوا جسے وہاں موجود بچے نے مٹھی میں دبایا اور چپکے سے کھسک گیا۔

جب داتا دربار مسجد کا مینار خون کے دھبے صاف کرنے کیلئے دھویا جارہا تھا تو ایک جگہ جو پانی کی دھار سے ذرا دور تھی، وہاں ایک لوتھڑا چپکا ہوا تھا، غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا، یہ کسی کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ معلوم نہیں یہ کس بدقسمت کے جگر کا ٹکڑا تھا۔ کس باپ، کس بیٹے، کس بھائی، کس ماں کے جگر کا ٹکڑا۔

جب جسم میں مزید ایسا کوئی منظر دیکھنے کی ہمت نہ رہی تو تھکے قدموں سے مسجد کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گیا۔ بورڈ پھر سامنے تھا خبردار! کیمرے کی آنکھ آپ کو دیکھ رہی ہے۔ مسجد کے صحن اور دربار کے آس پاس بڑے بڑے ڈبے دھرے تھے جن پر درج تھا: "اپنے ہاتھوں سے نذرانہ ان میں ڈالیں" دل میں آیا کہ یکم جولائی کی رات بھی گویا ایسی تھی جس میں درجنوں عبادت گزاروں نے سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے محبت اور عقیدت کے کسی نہ کسی ڈبے میں اپنی نقد جان کا نذرانہ پیش کیا۔ کاش ہمارے من میں کوئی ایسی آنکھ بھی ہو، جو کیمرے کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس پر ایثار منظر کو محفوظ کرلے۔

دل پاس مناظر اور دل دوز خیالات نے ہجوم کیا تو سامنے ستون کے ساتھ بیٹھے بابا جی کو آواز دی۔ انہیں لے کر دربار سے باہر آیا اور موٹر سائیکل پر انہیں بٹھا کر میو ہسپتال کے گیٹ پر اتار دیا۔ خود اس لئے ساتھ نہ گیا کہ اب مجھ میں مزید کسی اور دل پاش منظر کو دیکھنے کی تاب باقی نہ تھی۔

روزنامہ ایکسپریس، 3 جولائی 2010ء

حدیث: بُخاری و مُسلم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: ظہر کو ٹھنڈا کرکے پڑھو کہ سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے۔ دوزخ نے اپنے رب کے پاس شکایت کی کہ میرے بعض اجزا بعض کو کھائے لیتے ہیں اسے دو مرتبہ سانس کی اجازت ہوئی ایک جاڑے میں ایک گرمی میں۔

(بہار شریعت، حصہ 3)

محمود الحسن

جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ

اولیاء اللہ کے مزارات صدیوں سے مرجع خلائق ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں، جو قلب واذہان تسخیر کر کے فاتح عالم کہلائیں۔ ان کا پیغام، تعصب، تنگ نظری اور ہر نوع کی جکڑ بندی سے مبرا رہا۔ انہوں نے فکر و عمل میں تفاوت نہ آنے دی نتیجتاً لوگ انبوہ در انبوہ ان کی طرف کھنچتے چلے آئے۔ ان کے جود و کرم کا دائرہ کسی خاص عقیدے اور گروہ تک محدود نہ تھا بلکہ یہ جو آئے، آئے کہ ہم دل کشادہ رکھتے ہیں، نظریے کے موید تھے۔ رحم دلی، کرم گستری، اور خلق خدا سے محبت ان کا فلسفہ زیست تھا۔ برصغیر میں بڑے بڑے اولیاء کرام آئے اور انہوں نے اپنے حصے کی شمع روشن کی، جس کی تابناکی سے گھٹا ٹوپ اندھیرے روشنی میں بدل گئے۔ ہجوم عاشقاں صدیوں سے ان کے مزارات پر حاضری کیلئے دست بستہ حاضر ہو کر فیوض و برکات، فکری و روحانی بالیدگی حاصل کر رہا ہے۔ ان بزرگان دین کا دامن اتنا کشادہ ہے کہ ہر کسی کو یہاں پناہ مل جاتی ہے۔ مغرب میں مولانا روم کو جو آج بے پناہ قدر و منزلت مل رہی ہے، اس کی بنیادی وجہ ان کے پیغام کی وسعت و گہرائی ہے۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں کے اکثر علماء کی تصانیف صرف ان کے ممدوحین اور ان کی فکر کے اسیران کی تشفی کا ہی باعث بنتی ہیں۔ ممتاز مستشرق ایچ آر گب کے بقول ''تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا، لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیا کا انداز فکر انہی کی مدد کو آ جاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔'' پروفیسر خلیق احمد نظامی کے بقول ''پروفیسر گب کی رائے سے ہمیں پورا پورا اتفاق ہے۔ اسلامی تاریخ میں صوفیا کے کارنامے یقیناً اسی نظر سے مطالعہ کے مستحق ہیں۔ مسلمانوں کی ملی زندگی میں جب کوئی مشکل مقام آیا ہے تو بزرگوں نے بصیرت اور حکمت کے ساتھ نامساعد حالات کا مقابلہ کیا ہے۔ ان کا ہاتھ ملت کی نبض پر اور ان کا دماغ تجدید و احیاء کی تدبیر سوچنے میں مصروف رہتا تھا۔ اسلامی سوسائٹی کا صحیح مزاج قائم رکھنے کیلئے انہوں نے بڑی پر خلوص جدو جہد کی تھی۔'' اس بیان سے آپ اہل تصوف کے مقام و

مرتبے کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ممتاز مورخ محمد مجیب نے اپنی کتاب The Indian Muslim میں بیان کیا ہے کہ یہ صوفیا کرام ہی تھے جنہوں نے اپنے طرز تبلیغ اور اپنے رویے سے شمالی ہندوستان سے تعلق رکھنے والے ہندوؤں کے دل جیت کر ان کو مشرف بہ اسلام کر لیا تھا۔

صوفی اپنی تبلیغ کی بنیاد محبت پر استوار کرتا ہے جبکہ مولوی، لوگوں کو ڈر اور خوف سے اپنی طرف راغب کرنا چاہتا ہے اس کے پاس نوید نہیں، وعید ہوتی ہے۔ اس لیے لوگ اس سے عارضی طور پر تو قریب ہوتے ہیں لیکن آہستہ آہستہ دور ہٹتے جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف صوفیا کی طرف رجوع کرنے والا پھر کسی اور در کا گدا بننا گوارا نہیں کرتا اور تمام عمر ایک ہی چوکھٹ پر سر رکھے عمر گزار دیتا ہے۔ صوفیاء کی تعلیمات پر صدق دل سے ایقان رکھنے والا، نرم خو، تشدد گریز، لوگوں میں خوشیاں بانٹنے والا اور دکھ درد میں ان کا مونس و غم خوار بننے میں زیادہ دلچسپی رکھتا ہے۔ وہ اوروں کو طرز کلام کے بجائے طرز عمل سے متاثر کرتا ہے۔ صوفیا کرام کی تعلیمات کے بارے میں شیخ نظام الدین اولیاء کہتے ہیں کہ ''درویشوں کا راستہ عوام کے راستہ سے مختلف ہے۔ درویش دوست اور دشمن دونوں کا دوست ہوتا ہے۔'' مسلمانوں پر اپنی تاریخ میں شورش تا تار سے بڑھ کر نازک مرحلہ کوئی نہیں آیا، جس نے مسلمان قوم کو ایسی صورتحال سے دوچار کیا کہ ان کو رستہ بجھائی نہ دیتا، اس نازک مرحلہ پر بھی صوفیا کرام ہی تھے جو آگے آئے اور مردہ جسد ملی میں روح پھونکی۔ خلیق احمد نظامی کے بقول ''جو قوم منگولوں کی چیرہ دستیوں اور سفاکیوں سے مضمحل ہو کر نبضیں چھوڑ چکی تھیں، تصوف کے ذریعے سے پھر ایک بار زندہ ہوئی۔'' آج مسلمان پھر آشوب کا شکار ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ پھر سے صوفیا کرام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوا جائے تا کہ منتشر فکر کو کسی مرکز پر لایا جا سکے اور وہ عناصر، جو امن کے ان گہواروں پر حملہ آور ہیں ان کے مکر و عزائم کو خاک میں ملایا جا سکے۔

روزنامہ ایکسپریس، 3 جولائی 2010ء

....

گنج بخشِ فیضِ عالم کیوں نہ ہوں داتا مرے
مظہرِ جُودِ حبیبِ کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ طارق سہیل

خواب

سانحہ لاہور کا سوگ عرصہ تک منایا جاتا رہے گا اور اس کے زخم تادیر ہرے رہیں گے بلکہ خطرہ تو یہ ہے کہ اس کے آفٹر شاکس بھی بہت کچھ اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس قومی سانحہ پر (حضرت داتا گنج بخشؒ صرف پاکستان نہیں پورے برصغیر کے سب سے بلند قامت روحانی مرشد کا درجہ رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے تمام مسالک ان کی تعلیمات سے فیض حاصل کرتے ہیں) بھی سیاسی انتشار بڑھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جا رہا۔ اگرچہ یہ کوئی انوکھی ادا نہیں ہے، انتشار پسندی ہماری قومی سوچ جو ٹھہری۔

ایک طرف وفاقی حکمران پارٹی کو مسلم لیگ ن پر چڑھ دوڑنے کا موقع مل گیا ہے تو دوسری طرف قاف لیگ کے سوکھے دھانوں میں گویا پانی پڑ گیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جسے وہ پانی سمجھ رہی ہے، وہ محض ایک سراب ہے۔ دہشت گردی وہ آفت ہے جو اس ملک میں مشرف لایا تھا اسی کے دور میں لاہور تاریخ میں پہلی بار دہشت گردی کا نشانہ بننا شروع ہوا۔ اور یہ مشرف ہی کی لگائی ہوئی آگ ہے جو مزید بھڑک اٹھی ہے۔ بہرحال، سیاسی حلقوں میں یہ بحث چل رہی ہے کہ داتا دربار کو دہشت گردی کا نشانہ بنانے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟ ایک رائے یہ ہے کہ ملک میں بالعموم اور پنجاب میں بالخصوص فرقہ وارانہ فسادات کی سازشیں ایک سال سے کی جا رہی ہیں جو کامیاب نہیں ہو سکیں۔ چنانچہ اس مقام کو نشانہ بنا کر مایوس حلقوں نے اپنی ذات میں کارگر وار کیا ہے۔ دوسرا مقصد یہ بتایا جا رہا ہے کہ شہباز حکومت کو غیر مستحکم کیا جائے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ لندن اور دبئی میں کئی اجلاس ہو چکے ہیں جن میں زیر غور آنے والی سکیم بعض اخبارات شائع بھی کر چکے ہیں کہ دہشت گردی کا بیج بونے والے ''والاحضرت'' عنقریب پاکستان تشریف لانے والے ہیں جس کے بعد منتشر قاف لیگ ان کی قیادت میں حسب سابق متحد ہو جائے گی اور پنجاب سے مسلم لیگ ن کا بوریا بستر گول کر دیا جائے گا۔

بہرحال یہ قیاس ہی ہے لیکن اس امر کے یقینی ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ امریکہ کا اس وقت سب سے بڑا مقصد پاکستان کو خانہ جنگی میں مبتلا کرنا ہے تاکہ افغان مسئلہ کے اس آخری مرحلہ میں وہ اپنی اور

بھارت کی مرضی کا حل مسلط کر سکے اور پاکستان اپنی کوئی بات منوانے کی پوزیشن میں نہ رہے۔ اور اس سے بھی اہم پاکستان کا ایٹمی پروگرام ہتھیا لیا جائے۔ اس وقت تصویر وطن یہ ہے کہ صوبہ خیبر پختونخوا، بلوچستان اور سندھ میں امن و امان کی صورتحال پہلے ہی خراب ہے لیکن پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کا خواب اس وقت تک پورا نہیں ہوسکتا جب تک پنجاب غیر مستحکم نہ ہو۔ چاروں صوبوں میں پنجاب واحد صوبہ ہے جہاں حالات نسبتاً بہتر ہیں۔ جنوبی پنجاب کا نعرہ لگا کر اسے غیر مستحکم کرنے کی کوشش کی گئی لیکن بات نہیں بن سکی اور تیسرا منصوبہ یہ ہوسکتا ہے کہ اگر سرائیکی پنجابی لڑائی بھی نہیں ہوتی اور فرقہ وارانہ فسادات کا خواب بھی پورا نہیں ہوتا تو آپریشن کر کے پنجاب کو خون میں نہلا دیا جائے۔ اس تیسرے آپشن کیلئے سب سے زیادہ بے چینی پاکستان کے پرانے کرم فرماؤں یعنی اے این پی کے بعض احباب کو تپ لرزہ کی طرح لاحق ہے۔

حکمرانوں کی بصیرت سے تو کوئی خوش توقعی نہیں، لیکن خدا کی رحمت سے امید ہے کہ یہ سازشیں ناکام رہیں گی اور یہ خواب کبھی پورے نہیں ہوں گے۔

مسلم لیگ کے ایک سینیٹر اور رہنما نے عمران خان کو طعنہ دیا ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو دہشت گردی سے روکیں۔

بیان کا مطلب واضح ہے۔ وہ عمران خان کو طالبان کا ساتھی قرار دے رہے ہیں حالانکہ عمران خان کبھی طالبان کے ساتھی نہیں رہے۔ ان کا موقف یہ رہا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جو پالیسی حکومت چلا رہی ہے وہ غلط ہے، اسے بدلا جائے۔ اگر ایسا بیان دینا طالبان کی حمایت ہے تو یہ رہنما اپنے قائد نواز شریف کے بارے میں کیا کہیں گے۔ جنہوں نے پریس کانفرنس میں صاف الفاظ میں کہا ہے کہ دہشت گردی وہ خمیازہ ہے جو وفاقی حکومت کی پالیسیوں کا نتیجہ ہے اور جسے صوبوں کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنے فیصلے خود کرنے چاہئیں۔ امریکہ سے ڈکٹیشن نہیں لینی چاہیے۔ سینیٹر محترم غور فرمائیں عمران خان بھی تو یہی کہتے ہیں۔

مسلم لیگ سے لڑائی میں عمران خان نے بھی کئی فاؤل کھیلے ہیں اور مسلم لیگ نے بھی۔ لیگی سینیٹر کا یہ تازہ بیان بھی ایسا ہی ایک فاؤل ہے۔ فاؤل کھیلنے سے ووٹر یقینا خوش نہیں ہوں گے۔ چونکہ عنقریب، شائد موسلا دھار بارشوں کے دوران ہی، تماشے کا میدان لگنے والا ہے۔ اس لئے انہیں کھیل کے صحیح

آداب پر عمل کی مشق شروع کر دینی چاہیے۔

نواز شریف کی تجویز وزیر اعظم نے مان لی ہے کہ دہشت گردی پر قومی کانفرنس بلائی جائے۔ امید ہے اس کانفرنس میں دہشت گردی کے خلاف حکومت کی حکمت عملی کے نفع نقصان کا جائزہ بھی لیا جائے گا اور یہ دیکھا جائے گا کہ دہشت گردی بڑھی ہے یا کم ہوئی ہے۔ یہ جنگ دو سال سے جاری ہے اور سوچنا چاہیے کہ اس عرصہ میں حکومت اعلانات کے مطابق ہر روز درجنوں کی تعداد میں دہشت گرد ہلاک کئے جانے کے باوجود آپریشن انجام تک کیوں نہیں پہنچا۔ اور یہ بھی کہ کمر توڑ دی، کمر توڑ دیں گے کے بیانات ہی کافی ہیں یا عوام کے تحفظ کیلئے کوئی عملی اقدام کرنا بھی ضروری ہے۔

خبر ہے کہ بلوچستان کے ضلع کیچ میں ایرانی فورسز نے آپریشن کیا اور کئی کلومیٹر تک پاکستانی علاقے میں آ کر درجنوں گاڑیاں اور تیل کا ڈپو تباہ کر دیا۔ فورسز نے کئی کلومیٹر اندر آ کر بھاری ہتھیاروں سے گولہ باری کی اور کئی کو گرفتار کر کے لے گئیں۔ خبر کے مطابق کچھ عرصہ میں ایسے کئی آپریشن ہو چکے ہیں

ایران ہمارا دوست ملک ہے، اس کی دوستی پر شک کیا جا سکتا ہے نہ اس کے دوستانہ آپریشن کے مفید ہونے پر۔ ویسے بھی پاکستان آپریشنوں کا دستر خوان بنا ہوا ہے، جو چاہے آئے اور ایک آدھ آپریشن کھڑکا دے۔ بہر حال اس خبر کی ساری اور اصل خبریت بس اتنی ہے کہ بلوچستان کی جس طرح کوئی اندرونی ''سرحد'' باقی نہیں رہی، اسی طرح وہ بیرونی سرحدوں سے بھی بے نیاز ہو گیا ہے۔

روزنامہ ایکسپریس، 5 جولائی 2010ء

حدیث: صحیح بخاری شریف باب الاذان للمسافرین میں ہے، ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، مؤذن نے اَذان کہنی چاہی، فرمایا: ''ٹھنڈا کر''، پھر قصد کیا، فرمایا: ''ٹھنڈا کر''، پھر ارادہ کیا، فرمایا: ''ٹھنڈا کر، یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔''

(بہار شریعت، حصہ 3)

محسن گورایہ

"وقت دعا ہے"

پچھلے تین دنوں سے طبیعت افسردہ، دل مغموم اور آنکھیں پرنم ہیں، ابھی تک سید ہجویری کے پاک در پر دہشت گردی کے خون آلود چھینٹے بھلائے نہیں جارہے کچھ کرنے کو سوجھتا ہے نہ کسی سے ہنس کر بولنے کو من چاہ رہا ہے۔ جمعرات کی رات اس آستانے کو نشانہ بنایا گیا جسے لوگ عقیدت و احترام سے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اور میرے جیسے انہیں غریب نواز پکارتے ہیں۔ اقبال نے سچ کہا تھا "خاک پنجاب از دم او زندہ گشت" کوئی شک نہیں لاہور شہر کی پہچان بھی حضرت داتا کی خانقاہ ہے جہاں شاید ہی کسی وقت تلاوت، نوافل، دعا، نعت خوانی اور قوالی کی محفل بند ہوتی ہو اور سب سے بڑھ کر جہاں سے کھانے کی امید لئے آنیوالا بھوکا اور من کی مراد والا کبھی ناامید نہیں گیا۔ میں ایک گناہ گار انسان ہوں اور میری نظر میں اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل بھوکے کو کھانا کھلانا ہے۔ داتاؒ کے دربار سے تو کبھی کوئی بھوکا واپس جا ہی نہیں سکتا، دور دراز سے لاہور محنت مزدوری کیلئے آنے والے تو اپنی بھوک اسی در سے مٹاتے ہیں مگر داتاؒ کے ہمسائے میں کئی غریب بستیوں میں جہاں غربت کی وجہ سے چولہے نہیں جلتے وہاں داتاؒ کا لنگر دن رات پہنچتا ہے میں نے لاہور کے بے شمار علاقوں کے غریب لوگوں کو یہاں آکر مٹن، بریانیاں، زردے، پلاؤ اور نان حلیم کھاتے اور باقی گھر والوں کیلئے لے جاتے دیکھا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ دہشت گردوں کی لگامیں ابھی ڈھیلی ہیں اور اللہ اپنی مخلوق سے امتحان لے رہا ہے جس کی وجہ سے انسانیت کے دشمنوں سے اللہ کے گھر، اللہ کے دوستوں کے آستانے اور غیر مسلموں کی عبادت گاہیں بھی محفوظ نہیں ہیں مگر اللہ کے ولی کامل حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے در اقدس پر جس طرح دہشت گردی ہوئی ہے اس نے لاہور کے ہر ذی شعور انسان کو رلا کر رکھ دیا ہے۔ اللہ ہدایت دے ان لوگوں کو جو دوسرے لوگوں کا خون بہا کر پتہ نہیں کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، مگر اس طرح وہ لوگوں کے حوصلے پست کر سکیں گے نہ انہیں کچھ حاصل ہوگا۔ یہ تو وہ در اقدس ہے جہاں خواجہ خواجگان خواجہ ہند الولی معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی چلہ کاٹا اور بعد ازاں روایات کے مطابق ان کے ہاتھوں ایک لاکھ نوے ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ مخدوم امم حضرت علی ہجویری کی تصنیف "کشف المحجوب" آج بھی راہنمائی کا کام کر رہی ہے۔ ایسے ماحول میں

جب لوگ مولوی اور برہمن کی سخت گیری اور تنگ نظری سے پریشان تھے تو برصغیر پاک وہند میں ان پاک انسانوں جنہیں ہم ولی اللہ کہتے ہیں کی وجہ سے ہی لوگوں نے اسلام کو اپنے مسائل کا حل سمجھا۔ آج بھی لوگوں کی بڑی اکثریت بزرگان دین کے آستانوں پر آ کر اللہ تعالیٰ سے جو مانگتی ہے اس میں برکت شامل ہوتی ہے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ ایسی طاقتوں کو سختی سے کچلا جائے جو انسانوں کا خون بہانے میں مصروف ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ دہشت گردوں کا کوئی مذہب یا عقیدہ نہیں ہے کوئی مسلمان چاہے کسی بھی عقیدے اور مسلک سے تعلق رکھتا ہے اس کا یہ کام نہیں ہوسکتا۔ تمام مسالک کو اس کڑے وقت میں یہ تصور بھی نہیں کرنا چاہیے کہ کوئی دوسرا مسلک اس میں ملوث ہوسکتا ہے اور نہ ہی یہ سیاست چمکانے کا وقت ہے مگر یہ بات درست ہے کہ پنجاب حکومت چونکہ امن وامان کی ذمہ دار ہے اس لئے یہ اس کی کمزوری ضرور ہے، افسوس اس بات کا ہے کہ حکومت کو اپنی اس کمزوری کا احساس بھی نہیں ہے لوگ پوچھتے ہیں کہ اس ملک اور پنجاب میں کونسی جگہ محفوظ ہے۔ اگر حکمران پولیس کی فوج ظفر موج کو اپنی سیکورٹی کیلیے لگا چھوڑیں گے تو عوام کی جان ومال کی حفاظت کی حکومتی ذمہ داری کیسے پوری ہوگی۔ مجھے تو یہ بھی حیرت ہے کہ داتا کے دربار پر جس طرح دہشت گرد داخل ہوئے اس بلنڈر قسم کے سیکورٹی لیپس پر کوئی ایکشن ہی نہیں لیا گیا۔ پنجاب حکومت کو شاید معلوم نہیں کہ پنجاب اور پاکستان سے نکل کر پوری دنیا میں داتا رحمۃ اللہ علیہ کے لاکھوں کروڑوں دیوانے ہیں اگر وہ باہر نکل آئے تو حکومتیں خس وخاشاک کی طرح بہہ جائیں گی۔ جمعرات کے روز جب پورے ملک سے داتا رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندان کے در اقدس پر حاضر ہوتے ہیں دہشت گردوں نے وہ دن چن کر ان کے جذبہ ایمانی کو للکارا ہے، بتایا گیا ہے کہ آئندہ جمعرات کے ہی روز لاکھوں عقیدت مند اور تنظیمیں داتاؒ کے مزار کی بے حرمتی کے خلاف اکٹھی ہو رہی ہیں مجھے امید ہے کہ وہ لاکھوں لوگ پر امن رہیں گے کیونکہ حضرت داتاؒ کا پیغام امن ومحبت کا پیغام ہے مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ صاحبزادہ فضل کریم جو خود مسلم لیگ (ن) کے رکن قومی اسمبلی ہیں وہ بہت غصے میں ہیں۔ لاہور ہی میں دہشت گردوں کے خلاف جہاد میں شہادت حاصل کرنے والے مولانا سرفراز نعیمیؒ کے لخت جگر مولانا راغب نعیمی بھی شاید اپنے باوقار والد کی شہادت پر اتنے سوگوار نہ تھے جتنے اب نظر آ رہے ہیں مگر خدارا اس ملک اور امن کے خطے پنجاب اور پاکستان کے دل لاہور کو اس وقت آپ کی ہوش مندی، آپ کے پیغام امن کی ضرورت ہے۔ اگر آپ نے بھی امن وامان کو قائم رکھنے کی بجائے تشدد کا راستہ اپنایا تو ہم سب کا نقصان ہوگا پاکستان کا نقصان ہوگا اور دہشت گرد بھی یہی چاہتے ہیں اب فیصلہ

آپ نے کرنا ہے کہ امن اور دہشت میں سے کس کا ساتھ دینا ہے۔ پنجاب حکومت کو چاہیے کہ وہ جمعرات سے پہلے پہلے اس واقعہ پر ایکشن لے اور لا اینڈ آرڈر میں ناکامی کی ذمہ داری کا تعین کر کے ان لوگوں کو سزا دے جن کی چشم پوشی کی وجہ سے اتنا بڑا سانحہ ہوا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس واقعہ پر چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ جو خود داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند ہیں انہوں نے نوٹس لیا ہے اگر انہوں نے آج اس پر کوئی ایکشن نہ لیا تو پھر لوگوں کا عدلیہ پر سے بھی اعتماد اٹھ جائے گا۔ اگر کسی محکمے میں کوئی ایسا واقعہ ہوتا جس سے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی تو شاید خادم اعلیٰ اس محکمے کے وزیر اور سیکرٹری کو فارغ کر دیتے مگر اتنے بڑے سانحہ پر وہ کیوں خاموش ہیں، ان کی خاموشی معاملات کو زیادہ بگاڑ رہی ہے میں اپنی معلومات کی بنا پر واضح کر رہا ہوں کہ جمعرات سے پہلے پہلے اگر داتا رحمۃ اللہ علیہ کے دیوانوں کے جذبات کے مطابق ایکشن نہ لیا گیا تو پھر پنجاب حکومت کیلئے زیادہ مشکلات کھڑی ہوں گی۔ داتاؒ کے دیوانے محب وطن، امن اور محبت کرنے والے لوگ ہیں ان کی دلداری اور دلگیری کرنا پنجاب حکومت کا فرض ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ شریف برادران، اسحاق ڈار اور ان کے خاندان کا ہر شخص داتا رحمۃ اللہ علیہ کا دیوانہ ہے مگر سوچنے کی بات ہے کہ اگر کسی حکمران بڑے گھر میں ایسا واقعہ ہوا ہوتا تو اب تک کیا کیا نہ کر دیا جاتا۔ میری نظر میں پاکستان کا سب سے بڑا گھر اور آستانہ داتاؒ کا آستانہ ہے اس چوکھٹ پر لاکھوں لوگ روزانہ سرخم کرتے ہیں اور اس در کا دہشت گردی کا نشانہ بننا پنجاب حکومت کیلئے الارمنگ صورتحال کا غماز ہے اس واقعہ پر ہر فرد کو اپنی ذمہ داری پوری کرنا ہے مگر سوچنے کی بات ہے کہ کیا پنجاب حکومت نے اس پر اپنی اخلاقی، قانونی اور دینی ذمہ داری پوری کی ہے؟ ایکسپریس اسلام آباد کے ایڈیٹر تنویر قیصر شاہد کا اس سانحے کے اگلے روز فون آیا تو ان کی آواز درد اور سوز میں ڈوبی ہوئی تھی وہ مجھے یاد کرا رہے تھے کہ ہم جیسے لوگ جو لاہوری نہیں ہیں ان کیلئے لاہور آنے کی ایک ''اٹرکشن'' داتا کی حاضری بھی ہے۔ داتا کے عرس میں سبیل سے جی بھر کے دودھ پینا، لنگر کھانا اور محفل نعت اور قوالی سننا ایک عجیب وجدانی کیفیت ہوتی ہے۔ آج نبی آخر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مشکلات کا شکار ہے آیئے مل کر دعا کریں۔

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے

امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

روزنامہ ایکسپریس، 5 جولائی 2010ء

تنویر قیصر شاہد

آپریشن اور مذاکرات، قطعی ناممکن؟

حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی زبردست روحانی طاقتوں کا اعجاز ہے کہ دہشت گردوں، معصوم انسانوں کے گلے کاٹنے، صوفیاء کے مقابر کو پامال کرنے اور اسلام کے نام پر خودکش حملے کر کے ''جنت'' کمانے والوں کے خلاف وفاقی اور پنجاب کی حکومتیں متفقہ فیصلے کر رہی ہیں۔ وفاقی حکومت نے اعلان کیا ہے ''دہشت گردوں سے مذاکرات ہوں گے نہ پنجاب میں آپریشن ہوگا''۔ اسی روز میاں شہباز شریف کی حکومت نے فیصلہ کیا ''پنجاب میں نام بدل کر کام کرنیوالی 69 کالعدم تنظیموں پر پابندی عائد کر دی گئی ہے''۔ اہل پاکستان کی زندگیوں میں زہر بھرنیوالوں کے خلاف آنے والے ان دونوں تازہ فیصلوں کی تحسین کی گئی ہے۔ اگرچہ کہیں کہیں شبہ اور شک کا دھواں بھی فضاء میں تیرتا نظر آتا ہے مثلاً مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے سربراہ حضرت مولانا مفتی منیب نے وزیر داخلہ رحمان ملک سے ملاقات کے بعد ارشاد فرمایا ''پنجاب حکومت پر یقین نہیں، ہم ان کے وعدوں کا ایفا دیکھیں گے''۔ یہ حیرت خیز بات ہے کہ ابھی چند ماہ قبل تک پنجاب حکومت کو پاکستان کے چاروں صوبوں کی سب سے ممتاز اور مستحکم صوبائی حکومت کہا جاتا تھا، آج اس کے استحکام اور کریڈیبلٹی کے بارے میں منہ زور افواہوں کا طوفان ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا۔ لگتا ہے پنجاب حکومت کو کسی کی نظر لگ گئی ہے اور قانون شکنی کا وہ عالم ہے کہ گلیاں، کوچہ و بازار اور عبادت گاہیں خون میں نہلا دی گئی ہیں۔

جناب شہباز شریف بوجوہ اس حقیقت کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ جنوبی پنجاب کے بعض حصے دہشت گردوں کی آماجگاہ بن چکے ہیں لیکن یہ واقعہ ہے۔ اس سلسلے میں بہت سے شواہد بھی پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں لینا چاہیے کہ جنوبی پنجاب کے مظلوم اور متاثرہ حصوں کو دہشت گردوں سے محفوظ اور پاک کرنے کیلئے ایسے آپریشن کا آغاز کر دیا جائے جیسا آپریشن ہماری جانباز سیکورٹی فورسز نے جنوبی وزیرستان میں کیا۔ ہماری سیکورٹی فورسز بھی یہ نہیں چاہیں گی۔ وہ یہ رسک لینے کیلئے تیار نہیں ہیں کہ دہشت گردی اور دہشت گردوں کے خاتمے کیلئے جو محاذ مغربی سرحد سے متصل پاکستانی قبائلی علاقے میں کھولا گیا ہے وہ پھیل کر جنوبی پنجاب تک پہنچ جائے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ

پنجاب کی بہت سی جہادی تنظیمیں، جنہوں نے طالبان کے افغانستان اور مقبوضہ کشمیر میں اپنا اپنا کردار ادا کیا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شومئی قسمت سے شک سے بالا نہیں رہیں، ان کے اپنے کئی اقدامات کی بدولت ان پر سوالیہ نشان لگ چکا ہے لیکن اس سب کے باوصف خصوصاً جنوبی پنجاب میں ان کے خلاف آپریشن نہیں کیا جانا چاہیے۔ بہت احتیاط سے قدم اٹھانے ہوں گے۔ اگر خدانخواستہ آپریشن کی نوبت آ بھی جاتی ہے تو اس کیلئے پنجاب پولیس پر اعتبار کرنا مہلک ثابت ہوگا۔ اس سلسلے کا ایک تجربہ چند برس قبل پنجاب کے (سابق) گورنر میاں محمد اظہر کے زمانے میں کیا گیا تھا۔ میاں اظہر صاحب نے فیصلہ کیا تھا کہ گوجرانوالہ، شیخوپورہ، نارنگ منڈی اور پسرور کے درمیانی علاقے، خصوصاً ''واہنڈو کے'' نامی علاقے کو سماج دشمن عناصر سے پاک کیا جائے لیکن مبینہ طور پر یہ منصوبہ پولیس کے اندر چھپے قاتلوں، رہزنوں اور منشیات فروشوں کے مخبروں نے ناکام بنا دیا تھا۔ کیا اب جنوبی پنجاب میں اتنے حساس اور بڑے آپریشن کے لئے پنجاب پولیس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

پھر اس بات کی بھی کیا یقین دہانی ہے کہ اس آپریشن کے دوران مطلوبہ عناصر اور ان کے ساتھی فرار ہو کر جنوبی یا شمالی وزیرستان میں اپنے سرپرستوں اور دوستوں کی پناہ میں نہ چلے جائیں گے؟ اور یہ بھی کہ آپریشن کے زور پر کب تک مذکورہ علاقے کو اپنی گرفت میں رکھا جا سکے گا؟ پاکستان سیکورٹی فورسز فاٹا کی بعض ایجنسیوں میں جس تیزی سے مطلوبہ مقاصد حاصل کرتے ہوئے دنیا سے تحسین حاصل کر رہی ہیں وہ بھی یہ نہیں چاہیں گی کہ ایک اور ''کفا'' کھول دیا جائے۔ اس کیلئے کسی نئی سٹریٹیجی کا ڈول ڈالنا ہوگا اور ہمارا خیال ہے کہ اس کیلئے پنجاب حکومت پر اعتبار کر کے اسے ہی جملہ ذمہ داریاں سونپی جانی چاہئیں۔ پنجاب حکومت اس سے سرخرو ہو سکے گی اور اسے یہ موقع بھی مل جائے گا کہ وہ اپنے دامن پر لگنے والا یہ داغ بھی دھو سکے گی کہ مبینہ طور پر اس کے شدت پسندوں سے تعلقات ہیں۔ داتا صاحب کے مزار پر حملے کے بعد پنجاب حکومت پر یہ الزام مزید شدت سے عائد کیا گیا ہے۔ داتا صاحب کے مزار شریف پر خونی حملے کے بعد ایک مسلک پر بے پناہ دباؤ آیا ہے۔ انہی دنوں بعض سنگین غلطیاں بھی سرزد ہو رہی ہیں جو اس امر کا مظہر ہیں کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے سامنے بہنے والے خون پر بعض جماعتوں اور شخصیات کو اپنی سیاست چمکانے کا موقع مل گیا ہے۔ ایک کالعدم جماعت کی طرف سے مسلم لیگ ن کو 25 ارکانِ اسمبلی کی فہرست فراہم کرنا بھی اسی طرح کی ایک سنگین

غلطی ہے جس میں یہ ''انکشاف'' کیا گیا ہے کہ مذکورہ کالعدم جماعت کی حمایت سے ہی یہ 25 لوگ اسمبلیوں کے رکن بن سکے تھے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ فہرست فراہم کرنے سے پیپلز پارٹی کو نقصان پہنچا ہے نہ مسلم لیگ ن کو فائدہ ہوا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہوا ہے کہ اس کالعدم تنظیم نے یہ فہرست، جس کی سچائی بھی مشتبہ ہے، فراہم کر کے دراصل خود کو ایکسپوز اور ننگا کر لیا ہے۔ اب اس کے خلاف کاؤنٹر فورسز بھی آگے آئیں گی۔

اچھی اور مستحسن بات یہ ہے کہ حکومت اور اپوزیشن کی اہم شخصیات دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے طوفان کا منہ موڑنے کیلئے مل بیٹھنے کا عندیہ دے رہی ہیں۔ آج آٹھ جولائی ہے اور آج ہی لاہور میں داتا صاحب کے مزار اقدس کو خون کا غسل دینے والوں اور ان کے سرپرستوں کے خلاف ایم این اے صاحبزادہ فضل کریم کی قیادت میں علماء و مشائخ کا ایک جلسہ ہو رہا ہے۔ داتا کے دیوانے اور بریلوی مسلک کے پروانے اس جلسے میں جوق در جوق شریک ہو کر اپنی طاقت کا اظہار کریں گے۔ یقیناً اس سے صوبائی حکومت پر دباؤ آئے گا لیکن ہمارا خیال ہے کہ گزشتہ روز جناب فضل کریم نے وزیر اعلیٰ پنجاب سے جو خصوصی ملاقات فرمائی ہے اس میں کچھ یقین دہانیاں بھی کرائی ہوں گی۔ جناب شہباز شریف نے بھی تو ''سنی اتحاد کونسل'' کے مطالبات پر بارہ رکنی کمیٹی تشکیل دے دی ہے جس کے سربراہ ذوالفقار کھوسہ ہیں یہ کمیٹی سنی اتحاد کونسل اور پنجاب حکومت کے چھ چھ ارکان پر مشتمل ہے۔ (لیکن معاف کیجئے گا، کھوسہ صاحب مولویوں کے معاملات احسن طریقے سے سنبھالنے اور سلجھانے کا کوئی تجربہ نہیں رکھتے۔ چند ماہ قبل انہیں وزیر اعلیٰ ہاؤس میں برپا کئے گئے، علماء کے اجلاس میں ایک مخصوص مسلک نے مبینہ طور پر جو دھمکی دی تھی، اس کے بعد تو وہ بالکل ہی خاموش ہو گئے ہیں)۔

لیکن اس کے باوجود حکومت اور اپوزیشن کے فہمیدہ اور سنجیدہ لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ اتحاد اور اتفاق کی کوئی صورت نکل آئے۔ وزیر داخلہ رحمان ملک صاحب نے گزشتہ روز ہی وزیر اعلیٰ پنجاب کی تحسین کرتے ہوئے کہا ''شہباز شریف بہت اچھے ایڈمنسٹریٹر ہیں'' لاہور کے سی سی پی او نے فراخدلی سے لاہور ہائی کورٹ میں اعتراف کیا ہے کہ داتا دربار میں سیکورٹی ناقص تھی۔ مطلب یہ کہ آئندہ زیادہ احتیاط برتی جائے گی۔ جناب نواز شریف نے دہشت گردی کے خلاف بلائی گئی مجوزہ قومی کانفرنس کی خاطر اپنا دورہ برطانیہ ملتوی کر دیا ہے۔ انہوں نے ایک انٹرویو میں اس کانفرنس میں سارے سٹیک

ہولڈروں کو بلانے کی بات بھی کی ہے۔ایک ناقدرے نے (جو معروف اینکر پرسن بھی ہیں) ان کے اس بیان کو ''ہوائی باتیں'' قرار دیا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ میاں صاحب کی نیت پر شک نہیں کرنا چاہیے۔اس ملک کے استحکام کی خاطر ہمارے جملہ سیاستدانوں اور مولویوں کو طنز وتعریض اور ''معنوں'' سے اب گریز کرنا ہوگا۔ہاں، مجوزہ قومی کانفرنس اور آج لاہور میں سنی اتحاد کونسل کے پرچم تلے ہونے والی علماء مشائخ کانفرنس میں یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور ہونی چاہیے کہ دہشت گردوں سے کسی بھی شکل میں مذاکرات نہیں کریں گے۔

روزنامہ ایکسپریس، 8 جولائی 2010ء

حدیث :امام احمد وابوداود، ابوایوب وعقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: میری امت ہمیشہ فطرت پر رہے گی، جب تک مغرب میں اتنی تاخیر نہ کریں کہ ستارے گُتھ جائیں۔

حدیث: ابوداود نے عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: دن کی نماز (عصر) ابر کے دن میں جلدی پڑھو اور مغرب میں تاخیر کرو۔

حدیث: امام احمد ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر مشقت ہو جائے گی، تو میں ان کو حکم فرمادیتا کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں اور عشا کی نماز تہائی یا آدھی رات تک مؤخر کردیتا کہ رب تبارک وتعالیٰ آسمان پر خاص تجلّی رحمت فرماتا ہے اور صبح تک فرماتا رہتا ہے: کہ ہے کوئی سائل کہ اسے دوں، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت کروں، ہے کوئی دُعا کرنے والا کہ قبول کروں۔

(بہار شریعت، حصہ 3)

کچھ نہیں بچے گا

سرزمین حرم میں جب سیدنا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر ہونے والے سانحے، انسانی جانوں کے زیاں، اور ایک ایسے مقام کی بے حرمتی کہ جہاں ملک بھر سے پردیسی، بے آسرا اور بے خانماں لوگ دو وقت کی روٹی اور رات کی نیند کا ٹھکانہ پاتے ہیں۔ ایسے محبتوں اور عقیدتوں سے جڑے آستانے کی خبر جب مجھے ملی تو میں عین خانہ خدا کے روبرو، اس پر نظریں گاڑے اپنے اس ملک کی سلامتی اور ظالموں سے نجات کی دعائیں مانگ رہا تھا، جو اس کرۂ ارض پر واحد ملک ہے جو اس خانہ خدا کے مالک اور کائنات کے حقیقی فرمانروا کے نام پر وجود میں آیا ہے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ اور اب واپس اس بلد الامین تک سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث یاد آتی رہی کہ میری امت کا عذاب یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ کر اور ایک دوسرے کو قید کر کے عذاب کا مزا چکھو گے۔ لیکن اس حدیث مبارکہ سے جو لرزہ میرے وجود پر طاری تھا ایسے میں صرف عذاب سے نجات کی دعا مانگنے کیلئے ہاتھ اٹھاتا تو معلوم نہیں کیوں ظالموں سے نجات کی دعائیں نکلنے لگتی۔ اپنی اس کیفیت کا کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ مغرب کی نماز کھڑی ہوگئی اور حرم کے در و دیوار پر امام کی زبان سے قرآن پاک کی وہ آیات گونجنے لگیں جس میں حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے دعا کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان ظالموں کا زمین پر وجود تک ختم کر دے۔ میرا خوف اس قدر شدید تھا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ حرم کے صحن اور مسجد نبوی کی پرنور فضاؤں میں بیٹھے ہوئے میں صرف ایک بات سوچتا رہا کہ میرے ملک کے علماء خواہ وہ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتے ہوں انہوں نے قرآن میں بیان کی گئی عذاب کی علامتوں اور وجوہات اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی نشانیوں کو حدیث کی ہر کتاب کے باب فتن میں ضرور پڑھا ہوگا۔ کیا میرے اللہ نے ان سے بصیرت چھین لی ہے کہ وہ مملکت خداداد پاکستان پر چھائے ہوئے اللہ کے خوفناک عذاب کو جنگ سے تعبیر کر رہے ہیں۔ ایک ایسی جنگ جسے جیتنے کی ان مدرسہ کے مدرسوں، خانقاہ نشینوں اور مسجد کے خطیبوں میں نہ ہمت ہے اور نہ طاقت، ہاں اللہ سے استغفار کریں اور مدد طلب کریں تو اس کی نصرت سے دلوں میں محبت پیدا ہو جائے۔ جو اللہ قریش اور انصار مدینہ کو قرآن پاک میں بتلاتا ہے کہ تم ایک

دوسرے کے خون کے پیاسے تھے لیکن ہم نے آپ کے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ میرے ملک کے علماء سے تو مدینہ کے اوس وخزرج کے وہ قبائل زیادہ ہوش مند تھے کہ مدتوں ایک دوسرے کا خون بہاتے رہے اور پھر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے اور عرض کی، آپ مدینہ تشریف لے آئیں تا کہ آپ کی وجہ سے ہمارے دلوں سے نفرتیں دور ہو جائیں۔ کیا ان علماء نے سورۂ قریش میں اللہ کا وہ دعویٰ نہیں پڑھا کہ یہ وہی ہے جو بھوک میں کھانا دیتا ہے اور خوف میں امن۔

لیکن یہ کہانی اتنی سادہ نہیں۔ یہ گورکھ دھندہ اتنا الجھا دیا گیا ہے کہ اگر یہ سب علماء مل کر نہ بیٹھے تو کچھ بھی باقی نہ بچے گا۔ آج سے تقریباً ایک سال قبل، ابھی سوات کا آپریشن شروع نہیں ہوا تھا، میں ایک ٹیلی ویژن کے پروگرام میں ایک ''عظیم دانشور'' کے ساتھ موجود تھا۔ دہشت گردی کا چرچا تو ہر پروگرام میں ہوتا ہے۔ اس عظیم دانشور نے کہا میں نے حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ ان خودکش حملہ آوروں کے خلاف ''سواد اعظم'' کو اکٹھا کریں یہ خود ان سے نپٹ لیں گے۔ ان کا یہ فقرہ سن کر میں سر سے پاؤں تک کانپ گیا ۔ میں نے کہا آپ تو فساد خلق کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ لیکن پھر تھوڑے ہی عرصے میں وزارت مذہبی امور سے لے کر صوبائی اوقاف کے محکموں تک اس مشورے کی گونج سنائی دینے لگی۔ بیانات، فتوے، جلوس، سب کچھ شروع ہوا۔ حکومتی سطح پر میڈیا کو اس ساری جدوجہد کو نمایاں کرنے کیلئے کہا گیا۔ میں نے جس جگہ تک رسائی تھی، ہاتھ جوڑ کر کہا ایسا مت کرو۔ وہ جو خودکش حملہ آور ہے اسے تو غلط ترغیبات اور فتووں سے بھڑکایا گیا ہے۔ اسے سب لوگ غلط سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر اسے مسلک کی جنگ بنایا گیا تو یہ بہت خوفناک ہو گا۔ لیکن کون سنتا تھا۔ اس جنگ کو آگ دینے والے بہت تھے۔ کتنے درددل رکھنے والے علماء مجھ سے ملے۔ آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ کہ اللہ کے واسطے کوئی انہیں سمجھائے۔ دونوں جانب ایسی آگ بھڑکے گی کہ ختم نہ ہو سکے گی۔ ادھر امریکی سفارت خانے نے اپنے خزانے کھولنا شروع کر دیئے۔ مسجدوں، مزاروں اور مدرسوں میں بحالی کے کام کے نام پر لاکھوں ڈالر دیئے گئے۔ ایسی ہی ایک تقریب جہانگیر کے مقبرے پر منعقد ہوئی۔ میں بھی وہاں مدعو تھا کہ لاہور شہر کی سنہری مسجد کیلئے امریکی سفیر نے ہزاروں ڈالر دینے کا اعلان کرنا تھا۔ مجھے نیتوں کا علم تھا اس لئے وہاں نہ گیا۔ لیکن وہاں نعرہ تکبیر سے لے کر ہر نعرہ لگانے کے بعد آخر میں امریکی سفیر زندہ باد کا نعرہ بھی بلند کیا گیا۔ یہ مسلمانوں کا ''مصالحانہ رویہ'' ظاہر کرنے کا اقدام تھا جو امریکیوں نے رینڈ کارپوریشن کی سفارشات کے بعد شروع کیا

تھا۔ جس میں صوفی اسلام کا ٹھیکیدار ہر کوئی بن بیٹھا۔ پہلے صوفی کونسل پرویز مشرف نے بنائی اور اب اکادمی ادبیات بھی صوفیاء کی امین بن گئی۔ کیا کوئی اس بات کا جواب دے سکتا ہے کہ برصغیر کے تمام صوفیاء حکومتوں سے کتنا دور رہے بلکہ ان کے ہر غلط عمل کے خلاف علم جہاد بلند کرتے رہے۔ مفتی اور فتویٰ فروش علماء تو التمش کے ساتھ تھے اور قطب الدین بختیار کاکی اپنے مرشد معین الدین چشتی اجمیری کے ہمراہ اس کے سامنے بوعلی قلندر کا وہ فقرہ کہ "ورنہ بخشم ملک تو ما دیگری" (تمہارا ملک کسی دوسرے کو بخش دوں گا) ہنوز دلی دوراست کا نعرہ مستانہ کسی مفتی نے نہیں ایک صوفی نے لگایا تھا اور اکبر اور جہانگیر کے سامنے کلمہ حق کہنے مجدد الف ثانی کھڑے ہوئے تھے اور گوالیار کے قلعے کی قید انہیں کا طرہ امتیاز ہے۔ یہی وہ المیہ ہے کہ جب اقبال مجدد الف ثانی کے دربار پر حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی تو کشف سے جو جواب ان کو ملا وہ ہماری آج کی حالت سے مختلف نہیں یہی وہ مایوسی تھی کہ اقبال پکار اٹھے۔

ہیں اہل نظر کشور پنجاب سے بیزار
پیدا کلہ فقر سے یاں طرۂ دستار
قم باذن اللہ کہنے والے رخصت ہو گئے
اب مزاروں پر مجاور رہ گئے یا گورکن

اس ساری فتنہ پردازی میں امریکہ، ارباب اختیار اور دانشور پیش پیش تھے جو چاہتے تھے کہ یہ جنگ حکومتوں سے نکل کر مسالک کی جنگ بن جائے۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے احمدیہ ٹی وی پر قادیانیوں کے موجودہ سربراہ کو جامعہ حفصہ کے واقعے کے بعد اور اس سے ذرا پہلے انہی دانشوروں کے کالموں کا حوالہ دیتے ہوئے سنا اور اس نے کہا دیکھو آج جو بات یہ کالم نگار کہہ رہے ہیں مرزا غلام احمد نے کہی تھی کہ میں ایسا پیغام لے کر آیا ہوں کہ اب جہاد بالسیف کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس کی یہ تقریر جولائی 2007ء کے کسی جمعہ کے دن کی ہے۔ کیا میرے ملک کے علماء کو اس بات کا علم نہ تھا کہ فتنوں کے زمانے کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ قاتل کو معلوم نہ ہوگا کہ کس سبب سے اس نے قتل کیا اور مقتول کو یہ علم نہ ہوگا کہ اسے کس سبب سے قتل کیا گیا"۔

روزنامہ ایکسپریس، 10 جولائی 2010ء

افضال ریحان

کوئی مسلمان داتا دربار پر حملہ نہیں کرسکتا؟

احباب پوچھتے ہیں کہ ویسے تو آپ صوفی ازم کے بڑے پرچارک بنتے ہیں، لیکن حضرت داتا گنج بخشؒ کے دربار میں اتنا بڑا سانحہ ہوا ہے تو اس پر آپ کا قلم کیوں خاموش ہے؟ اس پر کبھی تو عدیم الفرصتی کو جواز بناتا ہوں تو کبھی اپنے قنوطیت کا بہانہ تراشتا ہوں، لیکن سچ تو یہ ہے، کہ اپنی قوم کی فکری اپروچ سے خاصا شاکی وغیر مطمئن بلکہ دکھی ہوں۔ قوم کی جن بنیادوں پر تربیت کی جارہی ہے، ان پر غور کرتا ہوں تو جی کڑھتا ہے، تعلیم وتربیت صرف وہ نہیں ہے جو مدرسوں، سکولوں یا کالجوں میں دی جارہی ہے، بلکہ جو کچھ ہماری مساجد سے بتایا اور سکھایا جاتا ہے، ہمارے اخبارات میں پڑھایا جاتا ہے اور ہمارے چینلز پر سنایا و دکھایا جاتا ہے، اگر سب کچھ نہیں تو بہت کچھ اذیت ناک اور نفرت انگیز ہے۔ جب تک یہ حوزہ ہائے ''علمی'' جوں کے توں قائم ودائم ہیں۔ امریکہ دہشت گردی وانتہا پسندی کو ہمارے معاشرے سے ختم نہیں کرسکتا۔ بظاہر یہ اچھا جواز ہے کہ سیکورٹی کا مناسب بندوبست نہیں تھا اس لئے خودکش حملے ہو گئے، لیکن آپ سیکورٹی کا بندوبست کہاں کہاں کریں گے؟ اگر آپ داتا صاحب کے لئے سیکورٹی کا بندوبست کریں گے تو حضرت مادھولعل حسین رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر حملہ ہوسکتا ہے، وہاں کریں گے تو بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور بابا فرید گنج رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر کل کلاں ایسے سانحات ہوسکتے ہیں۔ مزاروں کو بچالیں گے تو مساجد ہیں، مساجد کو بچالیں گے تو امام بارگاہیں ہیں، پھر چرچ ہیں، ان سے ہٹیں گے تو سینما اور تھیٹر ہیں، بارونق مارکیٹیں اور سیرگاہیں، دیگر قومی ادارے ہیں۔

تو آپ اصل سوال کی طرف کیوں نہیں آتے ہیں کہ نفرت انگیز جنونیت سے کیونکر بچا جاسکتا ہے؟ ہماری سیاسی قیادت، ہمارے مذہبی گروہ بشمول علماء اور ہمارا طاقتور میڈیا سب پورے زور وشور سے قوم کو گمراہ کرنے پر کیوں تلے بیٹھے ہیں؟ یہاں کوئی سچ بیان کرنا چاہتا ہے، نہ سننا۔ ہمارے ایک پڑھے لکھے دوست ہیں، کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے ڈاکٹر بنے ہیں، ماشاءاللہ آدھی سے زیادہ دنیا دیکھ چکے ہیں، لیکن مجال ہے کہ مذہبی سوچ کے حوالے سے ان کی اولین فکر میں کسی نوع کی کوئی آمیزش ہوئی ہو، راسخ العقیدہ مسلمان ہیں اور اپنے سوا ہر ازم اور نظریے کو گمراہی قرار دیتے ہوئے لعنت بھیجتے ہیں۔ ہم

نے ان سے پوچھا کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں جو خودکش حملے ہوئے ہیں، آپ کے خیال میں یہ کس نے کروائے ہیں؟ سو فیصد ایمانی جذبے اور چشم دید ایقان کے ساتھ بولے: ''بھارت نے اور کس نے، بلکہ اس کے ساتھ امریکہ اور اسرائیل بھی پوری طرح شریک ہیں''۔ وہ اس یقین کے ساتھ اظہار خیال فرمارہے تھے کہ گویا یہ سب کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے ہوا ہے اور اس میں شک کرنے والا جاہل مطلق ہے۔ جب ہم نے سوال کیا کہ آپ کے خیال میں احمدیوں کی عبادت گاہوں پر ہونے والے خودکش حملے کس نے کئے تھے؟ تو اسی اعتماد و یقین سے بولے: ''وہ تو قادیانیوں نے خود کروائے تھے تاکہ اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹ کر اپنے اوپر عائد ہونے والی پابندیاں ہٹوا سکیں''۔

ہمارا الجھاؤ یہ ہے کہ جب اس نوع کی منافرتیں ہماری سوسائٹی میں اوپر سے لے کر انتہائی نچلی سطح پر پوری مضبوطی سے قائم و دائم ہوں اور ہمارا میڈیا اسے مزید بڑھاوا یا ڈھارس دے رہا ہو تو پھر اصلیت تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے؟ کیا امریکیوں نے یہ حماقت نہیں کی کہ اپنے وسائل کو سلگتی آگ میں جھونک دیا ہے۔ مسلمانوں کے تو آپس کے جھگڑے، باہمی رقابتیں اور اندرونی مذہبی منافرتیں اتنی شدید تھیں کہ انہیں کسی بیرونی و خارجی دشمن کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ امریکیوں نے تو بیچ میں کود کر انہیں ہنگامی طور پر ہی سہی، ایک نوع کا ایکا دیا ہے۔ آج اگر وہ اپنا بوریا بستر اٹھا کر کوچ کر جائے تو اگلے روز ہم جہادی جتھوں کو پھوٹتا دیکھ لیں گے۔ تہران میں اسلامی انقلاب کے طلوع ہونے پر پوری دہائی پر محیط ایران عراق جنگ میں کتنے لاکھ مسلمان ہر دو اطراف سے لقمہ اجل بنے؟ ذرا کوئی ان کے اعداد و شمار تو نکالے، پھر بھی کسر رہ جائے تو افغانستان کے اس جہاد اکبر کی فتوحات پر نظر ڈال لیں جو طالبان اور شمالی اتحاد میں برسوں جاری و ساری رہا۔

ہم پوچھتے ہیں کہ ہمارے مقدس دین میں خلافت و امامت کے مقدس پیروکاران کی جہادی لڑائیاں کیا آج شروع ہوئی ہیں؟ کیا ہماری پوری تاریخ آگ اور خون سے لبریز نہیں ہے؟ 1979ء کے ایرانی انقلاب کے فوری بعد آیت اللہ خمینی نے پوپ جان پال کو ایک بھرپور خط لکھا تھا، اس میں انہوں نے اپنے شیعہ مذہب کی فخریہ پہچان تاریخی طور پر خون ریزی اور خون بہانے کے حوالے سے کروائی تھی اور اصرار کیا تھا کہ ہم جنگوں یا لڑنے مرنے سے نہیں ڈرتے۔ اسلامی تاریخ کے کسی بھی طالبعلم کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہم مسلمانوں میں اقتدار کی جنگ کب اور کیونکر شروع ہوگئی تھی؟ صرف

ایک خلیفہ راشد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وصال طبعی صورت میں ہوا، اور بقیہ تینوں ادوار میں انتقال اقتدار شہادت کی صورت میں وقوع پذیر ہوا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی عظیم ہستی عربی و عجمی تعصبات کی بھینٹ چڑھا دی گئی، جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے خود مسلمان تھے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ مولا علی رضی اللہ عنہ کے قاتل خود کو زیادہ پکے، سچے اور راسخ العقیدہ مسلمان سمجھتے تھے؟ کوفہ کی جامع مسجد میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر تلوار مارنے والے کا نام کیا عبدالرحمن ابن ملجم نہیں ہے؟ کیا وہ اپنے تئیں نیکی کے اس جذبے سے نہیں آیا تھا کہ امت محمدیہ انتشار کا شکار ہے، اگر بشمول عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان ہر سہ شخصیات کا کام تمام کر دیا جائے تو امت مسلمہ سے فتنہ و خلفشار ختم ہو جائے گا، مسلمانوں میں ایک بار پھر یکجہتی و وحدت اسلامی قائم ہو جائے گی؟...... آج جب داتا دربار پر خود کش حملہ ہوا ہے تو ہمارے اخبارات یہ لکھ رہے ہیں کہ کوئی مسلمان ایسی مکروہ حرکت نہیں کر سکتا۔ تمام سیاسی و صحافتی اور مذہبی رہنما رطب اللسان ہیں کہ کوئی مسلمان ایسی گھٹیا کارروائی کر ہی نہیں سکتا۔ اسلام اس کی قطعی اجازت نہیں دیتا۔ کیا مسلمان پہلے جو کچھ کر رہے ہیں، اسلام کی اجازت لے کر رہے ہیں؟

ذرا قریب آؤ ان چہروں کو تو پہچانو جو سیدہ عائشہؓ کے لے پالک بھانجے عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کیلئے خانہ کعبہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ ابرہہ اور اس کے ہاتھی و ساتھی بیت اللہ شریف کو بال برابر نقصان نہ پہنچا سکے اور ''ابابیلوں'' نے ان کا کام تمام کر دیا، لیکن یہ کون سے کلمہ گو مسلمان ہیں جو خانہ کعبہ پر آگ برسا رہے ہیں؟ یہ وہی ہیں جن کے قائد نے ہندوستان میں اسلام پھیلانے کیلئے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو دیبل (سندھ) بھیجا۔ جی ہاں! یہ حجاج بن یوسف وہی ہیں، جنہوں نے ایک طرف قرآن پاک پر اعراب لگا کر اسلام کی اتنی بڑی ابدی خدمت کی کہ آج غیر عرب اقوام بھی قرآن کو آسانی سے پڑھ رہی ہیں، لیکن دوسری طرف انہوں نے منجیقوں کے ذریعے پتھر برساتے ہوئے کعبۃ اللہ کو پوری طرح منہدم کر دیا اور کعبے کا دروازہ جل کر راکھ ہو گیا۔ سیدنا ابراہیمؑ کے زمانے سے موجود مینڈھے کے سینگ بھی جل گئے، تب کوئی ابابیل آئے، نہ آسمان سے کوئی چھوٹے بڑے کنکر برسے، کیونکہ حملہ آور کلمہ گو مسلمان تھے۔ حجاج کی فوج کے یہ سپاہی امریکہ، اسرائیل یا بھارت سے نہیں آئے تھے، بلاد حجاز و عراق و شام کے وہ جانثار سپاہی تھے جو عساکر اسلامی سے منسلک تھے۔

آج ہمارا میڈیا مذہبی علماء سے ہم آہنگی بڑھاتے ہوئے چلا رہا ہے کہ کوئی مسلمان داتا دربار میں حملے نہیں کرسکتا، یہ امریکی سازش ہے اور یہود و ہنوز کی کارستانی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں میں شیعہ اور سنی کی تقسیم بھی کیا امریکی سازش اور یہود و ہنود کی کارستانی تھی؟ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں، یہاں پاک و ہند میں شیعہ، دیو بندی و بریلوی کی جو لڑائیاں ہوتی رہی ہیں، وہ ایک دوسرے کی مساجد کو جس طرح پانی پت اور رن کچھ کے میدان بناتے رہے ہیں، وہ کس کی سازشیں تھیں؟ ہمارے مختلف مذہبی و سلامی فرقوں کا لٹریچر اردو بازار سے خرید کر کوئی پڑھ کے تو دیکھے، باہم ایک دوسرے کی تکفیر میں کیا کوئی کسر اٹھا رکھی گئی ہے۔ ہمارے بریلوی بھائی اگر وہابیوں اور دیو بندیوں کو ''گستاخ رسول'' قرار دیتے نہیں تھکتے تو وہابی، دیو بندی انہیں بدعتی و مشرک کے القابات سے نوازتے رہے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ میں ایک مفصل مضمون اس حوالے سے لکوں کہ...... ''جب میں دیو بندی تھا'' اس میں اپنے وہ تمام تر احساسات قلم بند کروں جو مزاروں اور قبروں کے متعلق رکھتا تھا، ایک دیو بندی کے تصورات کیا ہو سکتے ہیں؟ جی چاہتا ہے کہ وہ پوری شرح بسط کے ساتھ بیان کروں تا کہ نئی نسلوں کو علم ہو سکے کہ دہشت گردی و انتہا پسندی کی جڑیں مسلمانوں کے اندر ہیں، باہر نہیں۔

ایک وہابی و دیو بندی ذہن ''پیر پرستی'' و ''مزار پرستی'' کو کن نظروں سے ملاحظہ کرتا ہے، وہ اپنے تئیں یہاں ہونے والی خرافات و بدعات کو کتنی نفرت و حقارت سے دیکھتا ہے؟ اس کا اندازہ کسی بھی راسخ العقیدہ دیو بندی کی نجی محفلوں میں ہونے والی گفتگو سے لگایا جا سکتا ہے۔ ایک وہابی یا دیو بندی ذہن کے مطابق تو ''حضرت داتا گنج بخش'' کی اصطلاح بھی قابل اعتراض ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہابی یا دیو بندی ذہن داتا صاحب یا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاحات استعمال کرنے سے احتراز کرتا ہے یا بامر مجبوری اضطراراً ایسا کہے گا۔ جب ہم خود دیو بندی تھے تو حضرت شیخ کیلئے ''سید علی ہجویری'' ہی لکھتے تھے، اگر مجبوری ہوتی تو ''المعروف'' کا لاحقہ ڈال کر آگے لکھتے۔

پشاور میں رحمن بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کو جس بے دردی سے اڑایا گیا، اس کی پوری تفصیلات میڈیا میں آچکی ہیں، اس لئے داتا دربار میں ہونے والی خونریزی ہمارے لئے پوری طرح قابل فہم ہے، جسے شک ہے، وہ متذکرہ مذہبی لٹریچر فکر اور تعلیمات سے بے خبر ہے، بلاشبہ جس طرح اہل تشیع میں اندرونی تقسیم نہایت گہری ہے، اسی طرح اہل سنت کی اندرونی فرقہ بازی بھی تقسیم در تقسیم کی شکار ہے، خود دیو

بندی فکر کے اندر کئی دھارے ہیں، اس میں جہاں ایک طرف توحید پرست جہادی ہیں، وہاں دوسری طرف تصوف وطریقت کی طرف راغب گروہوں اور شخصیات کی بھی کمی نہیں۔ جہاں ایک طرف سیاست کو اوڑھنا بچھونا اور اسلامی نظام کو بطور نعرہ استعمال کرنے والے ہیں تو دوسری طرف تبلیغی جماعت کے تزکیہ نفس کا ڈھول پیٹنے والے بھی ہیں۔ علمائے دیوبند کے اندر ہر نوع کی ورائٹی پائی جاتی ہے، جس طرح ہماری موجودہ مسلمان جہادی واصلاحی تحریکوں میں اگرچہ جتنی بھی منافرت ہے، امریکہ کے مقابلے میں وہ سب ایک ہیں، اسی طرح علمائے دیوبند کے جو بھی اندرونی اختلافات ہیں، بقول ان کے بدعتیوں کے مقابلے میں ان کے اندر ایک نوع کا باہمی اشتراک ہر لمحے موجود ہے۔

احمدی عبادت گاہوں پر حملہ آور ہونے والے جہاں مسجد ابراہیم میں ٹھہرے، وہیں انہوں نے رائیونڈ کے تبلیغی مرکز میں بھی سہ روزہ قیام کیا۔ پھر ہمارے ان حضرات کا اصل تنازع صرف مزارات یا ان کے ماننے والوں سے تو نہیں ہے، انہیں غصہ تھیٹروں اور سینماؤں پر بھی ہے، آرمی، پولیس اور ان کی ایجنسیوں پر بھی بوجوہ انہیں شدید غصہ ہے۔ آرمی کا رول انہیں سخت ناپسند ہے۔ عامۃ المسلمین کے ڈبل رول پر بھی انہیں رونا آتا ہے، وہ سب جائیں جہنم میں، وہ سب گردن زدنی ہیں، اڑا دیئے جانے کے قابل ہیں۔ حال ہی میں جہادی حضرت صاحب نے ٹھیک فرمایا ہے کہ اگر دہشت گردی کو ختم کرنا ہے تو کامل اسلامی نظام نافذ کر دیا جائے۔

روزنامہ پاکستان، 19 جولائی 2010ء

حدیث: طَبَرانی اَوسَط میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جب فجر طلوع کر آئے تو کوئی (نفل) نماز نہیں سوا دو رکعت فجر کے۔

حدیث: بُخاری و مُسلِم میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: بعد صبح نماز نہیں تاوقتیکہ آفتاب بلند نہ ہو جائے اور عصر کے بعد نماز نہیں یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔ (بہار شریعت، حصہ 3)

غلام جیلانی خان

سانحہ داتا دربار کی ذمہ داری؟

خبر ہے کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے سانحہ داتا دربار کی ذمہ داری کا تعین کرنے کیلئے جو انکوائری ٹیم مقرر کی تھی، اس نے اپنی تحقیقاتی رپورٹ مکمل کر لی ہے اور اسے وزیراعلیٰ میاں شہباز شریف کو پیش بھی کر دیا ہے۔ یہ رپورٹ 170 صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں پولیس کے کردار کے بارے میں پورے 30 صفحات لکھے گئے ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ اس سانحہ کی ذمہ دار پنجاب پولیس ہے۔

یہ انکشاف اس اعتبار سے اہم ہے کہ جس ادارے کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے، انکوائری ٹیم کے دونوں اراکین (ایڈیشنل آئی جی اور کمانڈنٹ پنجاب کانسٹیبلری) کا تعلق بھی پولیس سے ہے۔ ہمیں ان دونوں پولیس افسروں کو خراج تحسین پیش کرنا چاہیے کہ انہوں نے بڑی دیانتداری اور غیر جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حق گوئی اور بیباکی کا مظاہرہ کیا ہے، وگرنہ آج کے دور پر آشوب میں ایسا گناہ تو ''گناہ کبیرہ'' کی ذیل میں شمار ہوتا ہے۔

وزیراعلیٰ پنجاب کیلئے یہ انکشاف اس حوالے سے بھی قابل توجہ اور افسوسناک ہوگا کہ انہوں نے وزارت اعلیٰ کا منصب سنبھالتے ہی پہلا کام یہ کیا تھا کہ انسپکٹر جنرل پنجاب کو تبدیل کر دیا تھا اور اپنی مرضی کا پولیس سربراہ مقرر کر کے عوام کو یہ تاثر دیا تھا کہ امن و امان کی بحالی اور برقراری میں ان کا یہ اقدام نہایت موثر ثابت ہوگا۔ جہاں تک عام قسم کے جرائم کی شدت اور ان کی تعداد کا تعلق ہے، اس کا تو مجھے اندازہ نہیں، لیکن دہشت گردی اور خودکش حملوں کے کیف و کم میں بلاشبہ اضافہ ہوا ہے۔ سانحہ داتا دربار اس کی بدترین مثال کہی جا سکتی ہے۔

رپورٹ میں واضح کیا گیا ہے کہ دربار کی سکیورٹی کا پلان جو ایک سابق ایس ایس پی (آپریشنز) کی ذمہ داری تھی، بروقت تیار نہیں کیا گیا تھا اور ہفتے کے خاص ایام میں پولیس کی زیادہ نفری دربار کے اردگرد تعینات ہونی چاہیے تھی اور مشتبہ افراد کی چیکنگ بھی سخت تر ہونی چاہیے تھی۔ ان دونوں باتوں پر دھیان نہیں دیا گیا، حالانکہ خفیہ اداروں کی طرف سے وارننگ دی گئی تھی کہ فلاں فلاں ایام اور فلاں فلاں اوقات میں رش چونکہ معمول سے زیادہ ہوتا ہے، اس لئے سکیورٹی انتظامات بھی زیادہ سخت ہونے

چاہئیں۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو اس کی ذمہ داری پولیس کے سوا کس پر ڈالی جانی چاہیے؟

تاہم پولیس کا موقف یہ ہو سکتا ہے کہ خودکش حملہ اگر جی ایچ کیو کے اندر کیا جا سکتا ہے تو داتا دربار کے باہر اس کا ارتکاب پولیس کے ذریعے کیسے روکا جا سکتا ہے؟ دوسرے کون سی ایسی پبلک جگہ ہے جہاں سیکورٹی معرض خطر میں نہیں؟ کیا پنجاب پولیس کے پاس اتنی نفری ہے کہ وہ لاتعداد پبلک مقامات کی سیکورٹی کے ایسے انتظامات کرے جو فول پروف کہے جاتے ہیں؟ سارا جسم اگر داغ داغ ہو تو کہاں کہاں رکھا جائے؟ گذشتہ چند برسوں میں ہمارے سیکورٹی اداروں (فوج، رینجرز، پولیس) نے اتنی قربانیاں دی ہیں کہ ان پر کسی نوع کی غفلت کوشی، سست انگاری، سہل کیشی اور پہلو تہی کا کوئی الزام لگانا سفاکی نہیں، بلکہ ظلم ہوگا حقیقت یہ ہے کہ داتا دربار جیسے مقامات پر خودکش حملوں کو روکا ہی نہیں جا سکتا۔

جن شقی القلب درندوں نے داتا دربار کے سانحے کی پلاننگ کی اور پھر جنہوں نے اس کی تکمیل کی، ان کیلئے مزار داتا، نرم ترین ہدف تھا، دن ہو کہ رات، جمعرات یا جمعہ ہو نہ ہو، یہاں زائرین کا ٹھٹھہ لگا رہتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں سعودی عرب سے آکر کسی سالار لشکر نے ہندوستان کو وہ مسلم اکثریت فراہم نہیں کی، جس کے صدقے میں اگست 1947ء میں پاکستان کی تشکیل ممکن ہوئی۔ یہ مسلم اکثریت ان اولیاء کرام ہی کی دین ہے جو چٹا گانگ سے طورخم اور خنجراب سے گوادر تک آسودۂ خاک ہیں۔ اس مکتب فکر کی اعتدال پسندی اور صلح جوئی نے ہندوستان کے اصنام پرستوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ جب ان بزرگوں کا چشمہ فیض جاری تھا تو کسے خبر تھی کہ ایک دن آئے گا جب اس چشمے سے سیراب ہونے والے دین متین کے دیوانے اور فرزانے بت کدۂ ہند میں ایک ایسی ریاست کی بنیاد رکھیں گے جو اپنی تہی دامنی اور کم کوشی کے باوجود دنیا کی واحد مسلم جوہری قوت ہوگی، اس کی افواج جدید اسلحہ جنگ سے لیس ہوں گی، اس کی پبلک جدید سائنسی علوم سے آشنائی کو شعار بنائے گی اور جہاں ہزار مشکلات کے باوجود لوگوں میں زندہ رہنے اور آگے بڑھنے کا جذبہ سرد نہیں ہوگا۔

مفکر پاکستان، حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ دو شخصیات کے شیدائی تھے۔ اہل لشکر انہیں اس لئے پسند تھے کہ عصا کے بغیر کار کلیمی بے بنیاد ہوتا ہے اور اہل دل اس لئے مرغوب تھے کہ کفر و شرک کے خارزاروں کو صاف کرنے کے بعد ان میں ایمان و آگہی کے گلاب بونے کیلئے خدا کیلئے ان برگزیدہ

بندوں کا وجود لازمی ٹھہرتا ہے اقبال رحمۃ اللہ علیہ جہاں بھی گئے، اہل لشکر اور اہل دل کے مزارات پر حاضری دی ہندوستان میں جاتے ہیں تو سلطان ٹیپو کے مزار پر حاضری کے ساتھ ساتھ حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اولیاء کی درگاہ پر بھی حاضری دیتے ہیں۔ افغانستان کے سفر میں جہاں بابر اور محمود غزنوی کے مزارات پر جاتے ہیں، وہاں حکیم سنائی کے مزار پر بھی حاضر ہوتے ہیں۔ یورپ جاتے ہیں تو نپولین کے مزار پر جا پہنچتے ہیں اور لندن کی سرد زمستانی راتوں میں ان کی سحر خیزی تو معمول رہی۔ سارے یورپ میں اگرچہ کوئی مسلمان اہل دل آسودہ خواب نہیں تھا، لیکن اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس درد اور اس محرومی کا اظہار کئی جگہ بار بار کیا۔ مثلاً اس دور کا یہ شعر دیکھئے:

اگر کوئی شے نہیں ہے پنہاں تو کیوں سراپا تلاش ہوں میں؟
نگہ کو نظارے کی تمنا ہے، دل کو سودا ہے جستجو کا

اور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تو ان کے یہ اشعار نجانے کتنی مرتبہ آپ کی نظروں سے گزرے ہوں گے، ایک بار اور سہی:

خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت
پاسبان عزت ام الکتاب
از نگاہش خانہ باطل خراب

داتا دربار کا یہ سانحہ اس اعتبار سے ہمارے لئے چشم کشا ہونا چاہیے کہ پاکستان کا تو ذرہ ذرہ ان جیسے بزرگان دین کی خواب گاہ ہے۔ یہ ادب گاہیں زیر آسماں عرش سے بھی نازک تر ہیں یہاں سینکڑوں زائرین کو قتل اور زخمی کرنا کس مذہب اور کس فرقے میں جائز ہے، اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ سوال یہ بھی ہے کہ اگر پولیس کی نفری دوگنا کر دی جاتی تو کیا اس قسم کے سانحے کو روکا جا سکتا تھا؟ اگر نہیں تو ہمیں دیکھنا چاہیے اس سفاکی کا اصل منبع کہاں ہے؟

کیا یہ لوگ ہمارے اپنے شہر میں تو کہیں ارد گرد موجود نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو ان کی "تخلیق" کب ہوئی اور کیونکر ہوئی؟ یہ کس ایکشن کا ری ایکشن کہے جا سکتے ہیں؟ پولیس کی نفری بڑھانے کے علاوہ ہمیں اور کیا کیا لانگ ٹرم اور شارٹ ٹرم اقدامات اٹھانے چاہئیں کہ اس قسم کے گھناؤنے جرائم کا دوبارہ

ارتکاب نہ ہو اس تحقیقاتی رپورٹ میں آخر میں سفارشات بھی کی گئی ہوں گی کہ فلاں فلاں گیپ کو پلگ کیا جائے اور فلاں فلاں امکانات کو سر بمہر کر دیا جائے۔ ان سفارشات کی روشنی میں میاں شہباز شریف کو بہت جلد فیصلے کرنے ہوں گے۔ بڑے بڑے مزاروں اور اجتماع گاہوں کا سیکورٹی پلان منگوا کر چیک کرنا ہوگا، ان شہروں اور قصبوں کے آس پاس واقع دینی درسگاہوں اور مساجد کے آئمہ اور خطیبوں کے مسلکی رجحانات کی رپورٹ منگوانا ہوگی۔ خطبات جمعہ پر خفیہ اداروں کی طرف سے مسلکی نزاعات کے موضوع پر تقریروں کی مانیٹرنگ کرنا ہوگی، ایسے اقدامات کی بندش کے فوری احکامات جاری کرنا ہوں گے کہ جو اس سانحہ کے کرتا دھرتاؤں کے مسلک سے براہ راست متصادم ہیں اور جو لوگ داتا دربار کے اس سانحہ میں ملوث پائے جائیں، ان کے ''آقاؤں'' کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جانا چاہیے جو سانحے میں شہید ہو جانے والوں کے ساتھ ہوا ہے۔

روزنامہ پاکستان، 15 جولائی 2010ء

حدیث: صحیحین میں عبداللہ صنابجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: آفتاب شیطان کے سینگ کے ساتھ طلوع کرتا ہے، جب بلند ہو جاتا ہے، تو جدا ہو جاتا ہے پھر جب سر کی سیدھ پر آتا ہے، تو شیطان اس سے قریب ہو جاتا ہے، جب ڈھل جاتا ہے تو ہٹ جاتا ہے پھر جب غروب ہونا چاہتا ہے شیطان اس سے قریب ہو جاتا ہے، جب ڈوب جاتا ہے جدا ہو جاتا ہے، تو ان تین وقتوں میں نماز نہ پڑھو۔

مسئلہ: وقت فجر: طلوع صبح صادق سے آفتاب کی کرن چمکنے تک ہے۔

(متون) (بہار شریعت، حصہ 3)

ابوعمار زاہدالراشدی

''صوفی اسلام'': مسلمانوں کی آخری جائے پناہ؟

حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گذشتہ جمعرات کو ہونے والے دہشت گردی کے وحشیانہ واقعہ پر ملک بھر میں، بلکہ عالمی سطح پر جس صدمے اور غم وغصے کا مسلسل اظہار کیا جارہا ہے، وہ نہ صرف یہ کہ بجا ہے، بلکہ اس سطح اور توقع سے بہت کم ہے جو ہونا چاہیے تھا۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اس قسم کے افسوسناک واقعات اس تسلسل کے ساتھ ہورہے ہیں کہ کسی بھی سانحہ کو ان واقعات کے مجموعی تناظر سے الگ کر کے اس کی اپنی اہمیت وسنگینی کے حوالے سے دیکھنا مشکل ہوگیا ہے۔ حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ امت مسلمہ، بالخصوص جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے ان عظیم محسنین میں سے ہیں جن کی برکت سے یہ خطہ دائرہ اسلام میں شامل ہوا اور ہم آج اسلام کا کلمہ پڑھتے ہوئے فخر محسوس کررہے ہیں۔ جنوبی ایشیا میں اسلام تین راستوں سے داخل ہوا۔ سندھ میں محمد بن قاسم کی فاتحانہ یلغار، افغانستان کی جانب سے پٹھانوں اور مغلوں کی پیش قدمی اور جنوبی ہند میں عرب تاجروں کی آمد نے اس خطے کو اسلام سے متعارف کرایا، لیکن عام لوگوں کے دلوں میں اسلام کی جگہ بنانے اور انہیں اسلام کی حقانیت وبرکات سے روشناس کرانے میں ان صوفیائے کرام: کا کردار سب سے اہم اور نمایاں ہے۔

جن میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں، اور یہ انہی بزرگوں کی روحانی برکات وفیوض کی کارفرمائی ہے کہ جنوبی ایشیاء بالخصوص شمالی ہند کے اکثر لوگوں نے نہ صرف اسلام قبول کیا، بلکہ برطانوی استعمار کے کم وبیش 200 سالہ دور میں مسیحی بشارت اور شدھی کی خوفناک تحریکوں کے باوجود اس خطے کے مسلمان اپنے ایمان وعقیدے کو بچانے میں کامیاب رہے اور بالآخر ''پاکستان'' کے نام سے اپنی ایک الگ ریاست قائم کر کے انہوں نے اپنا جداگانہ تشخص دنیا سے منوالیا۔ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے گوجرانوالہ میں منعقدہ ایک سیمینار میں یہ سوال اٹھایا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اندلس پر مسلمانوں کے صدیوں تک قائم رہنے والے اقتدار کے بعد جب وہاں مسیحیوں کا تسلط قائم ہوا تو نئے حکمران مقامی آبادی کی بڑی تعداد کا مذہب تبدیل کرنے میں کامیاب ہوگئے اور آج سپین میں مسلم اقتدار کے دور کی نشانیاں تو دیکھنے کو ملتی

ہیں، مگر مقامی آبادی میں مسلمان ناپید ہو کر رہ گئے ہیں، جبکہ متحدہ ہندوستان پر تسلط کے بعد برطانوی استعمار اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود انہیں یہاں کی آبادی کے مذہبی تشخص کو کمزور کرنے میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

راقم الحروف بھی اس سیمینار کے مقررین میں شامل تھا، میں نے اس سوال پر عرض کیا کہ اندلس اور سپین مین اسلام طارق بن زیاد کی تلوار کے ذریعے داخل ہوا تھا۔ جب تک مسلمانوں کی تلوار کا زور قائم رہا، اسلام بھی موجود رہا اور جب مسلمانوں کی تلوار کی قوت کمزور پڑی تو مسلمانوں کے ساتھ اسلام بھی وہاں سے نکل گیا، مگر جنوبی ایشیا میں اسلام نے حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور حضرت سید علی ہجویریؒ جیسے درویش صفت صوفیائے کرام کے ذریعے پیش رفت کی ہے، جنہوں نے جسموں کو مسخر کرنے کی بجائے قلوب تک رسائی حاصل کی اور یہاں کی آبادی کے ایک بڑے حصے کے دلوں میں اسلام کا بیج بو دیا، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے اقتدار کی قوت کمزور ہونے اور تلوار کے کند ہو جانے کے باوجود تعلیم و تزکیہ یعنی مدرسہ اور خانقاہ کا نیٹ ورک مسلسل موجود رہنے کے باعث اسلام اور اسلامی تہذیب وثقافت کے ساتھ مسلمانوں کا تعلق پوری قوت کے ساتھ قائم رہا، حتیٰ کہ آج کے عالمی استعمار کو بھی مسلمانوں کے اس دینی تشخص اور روحانی وابستگی کو کمزور کرنے کی کوئی صورت قابل عمل دکھائی نہیں دے رہی، اور اسلامی ثقافت وعقیدے کے خلاف عالمی استعمار کے ہر وار کے بعد اس کے ساتھ مسلمانوں کی کمٹمنٹ اور وفاداری زیادہ قوت کے ساتھ سامنے آ رہی ہے۔

ان بزرگوں کو دنیا سے رخصت ہوئے صدیاں بیت چکی ہیں، لیکن ان کے ساتھ مسلمانوں کی عقیدت ومحبت آج بھی ان کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کیلئے ڈھال بنی ہوئی ہے اور ان بزرگوں کے یہ مزارات وہاں پر ہونے والی غلط رسوم اور بدعات وخرافات سے قطع نظر لوگوں کے دلوں میں پائی جانے والی محبت وعقیدت کے حوالے سے مسلمانوں کیلئے تہذیبی پناہ گاہوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سوویت یونین کے خاتمے پر وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں کی آزادی کے بعد مجھے تاشقند اور سمرقند جانے کا اتفاق ہوا اور دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ پون صدی کے ریاستی جبر اور اسلام کے اظہار کی ہر صورت پر پابندی کے باوجود وہاں عام مسلمانوں کا دین اور دینی روایات کے ساتھ تعلق باقی ہے، صرف اتنا فرق پڑا ہے کہ اسلامی اقدار وروایات کے ساتھ وابستگی جو پون صدی تک انڈر گراؤنڈ رہی ہے، جبری دور ختم

ہونے کے بعد زمین کی سطح پر آ گئی ہے۔

وہاں کے بعض دانشوروں سے اس سلسلے میں بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ زیر زمین تہہ خانوں میں قائم خفیہ دینی مدرسے اور تصوف کے بعض سلسلوں کی بظاہر بے ضرر نظر آنے والی رسوم و روایات دین کے ساتھ مسلمانوں کا تعلق باقی رہنے کا ذریعہ بنی ہیں اور انہوں نے مسلمان کا اسلام کیساتھ رشتہ مکمل طور پر منقطع نہیں ہونے دیا۔ اسی طرح کی بات ترکی کے بارے میں بھی کہی جاتی ہے کہ وہاں کم و بیش نصف صدی تک دین اور دینی اقدار کے خلاف ریاستی جبر، آئین و قانون کے ذریعے کارفرما رہا ہے، لیکن جبر کی یہ رسی ڈھیلی پڑتے ہی اسلام اور اسلامی اقدار پھر سے سوسائٹی میں اپنی جگہ بناتی جارہی ہیں۔ وہاں بھی اس کا سب سے بڑا سبب تصوف کے بعض سلسلوں کا باقی رہنا ہے، اور تصوف کے بعض سلسلوں کی کچھ رسوم و روایات جو سیکولر حلقوں کے نزدیک بے ضرر سمجھی جاتی رہیں اور پختہ کار دینی حلقوں کے ہاں وہ رسوم و بدعات متصور ہوئیں، مگر وہی رسوم و روایات عام مسلمان کا دین کے ساتھ تعلق رکھنے کا ذریعہ بن گئیں اور آج ترکی کا معاشرہ ایک بار پھر اپنے ماضی کی حسین یادوں کو یاد کرتا نظر آرہا ہے۔

وسطی ایشیاء اور ترکی کے اس تجربے کے بعد جب مغربی استعمار پاکستان میں اپنے تئیں ''صوفی اسلام'' کے فروغ اور اس کے ذریعے ''مولوی ازم'' یا ''وہابی ازم'' کو کارنر کرنے میں مصروف دکھائی دیتا ہے تو مجھے تاریخ کا ایک باشعور طالب علم ہونے کی وجہ سے اس پر ہنسی آتی ہے کہ جس ''صوفی ازم'' کا آج کا مغرب ''شریعتی ازم'' سے گلوخلاصی حاصل کرنے کیلئے جائے پناہ سمجھ رہا ہے، وہ تو اسلام اور مسلمان کی آخری اور مضبوط ترین پناہ گاہ ہے اور ایک ایسا ''کیموفلاج حصار'' ہے جس کی حفاظتی صلاحیت وقوت کا دنیا وسطی ایشیا اور ترکی میں کھلی آنکھوں مشاہدہ کر چکی ہے۔

بات اس رخ پر بہت آگے نکل گئی ہے، مگر یہ ضروری بھی تھا تا کہ حضرت سید علی ہجویریؒ اور ان جیسے دیگر بزرگان کرام کے ساتھ عام مسلمان کی عقیدت ومحبت کے حوالے سے ایک ''شعوری دیوبندی'' کا نقطہ نظر بھی قارئین کے سامنے آئے، عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ دیوبندی حضرات ان مزارات کے بارے میں منفی نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ یہ بات درست نہیں ہے، بلکہ ان بزرگوں کے ساتھ ہماری عقیدت و محبت بھی کسی سے کم نہیں ہے، البتہ ہم ان مزارات پر ہونے والی رسوم و بدعات کے بارے میں ضرور تحفظات رکھتے ہیں اور ان کا حسب موقع اظہار بھی کرتے رہتے ہیں، جبکہ ہمارے یہ تحفظات ان

تحفظات سے مختلف نہیں ہیں، جن کا ذکر بریلوی مکتب فکر کے امام مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے بھی اپنی تحریروں میں کیا ہے۔اس لئے داتا دربار کا یہ سانحہ کسی ایک مکتب فکر کیلئے نہیں، بلکہ پوری قوم کیلئے صدمے کا باعث ہے اور یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ پاکستان میں کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی نارمل اور باشعور مسلمان اس قسم کی شرمناک حرکت کرسکتا ہے۔

کچھ افراد اگر بے وقوفی، جذباتیت اور انتہائی شاطرانہ برین واشنگ کی وجہ سے اس المناک سانحہ کیلئے استعمال ہوئے ہیں تو ان کی شدید مذمت اور اس انتہائی غلط طریق کار کے سد باب کے مطالبات کے ساتھ ساتھ، بلکہ ان سے کہیں زیادہ ضروری ہے کہ پس منظر میں کارفرمایا سازشی قوتوں کو بھی بے نقاب کیا جائے، جو ایک عرصے سے ''صوفی ازم'' اور ''شریعتی ازم'' کے درمیان فرق کے عنوان سے پاکستان میں فرقہ وارانہ خانہ جنگی کی راہ ہموار کرنے میں مصروف ہیں۔

روزنامہ پاکستان، 9 جولائی 2010ء

مسئلہ: مختار یہ ہے کہ نماز فجر میں صبح صادق کی سپیدی چمک کر ذرا پھیلنی شروع ہو اس کا اعتبار کیا جائے اور عشا اور سحری کھانے میں اس کے ابتدائے طلوع کا اعتبار ہو۔(عالمگیری)

وقت ظہر و جمعہ: آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے، کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دو چند ہو جائے۔(متون)

وقت عصر: بعد ختم ہونے وقت ظہر کے یعنی سوا سایہ اصلی کے دو مثل سایہ ہونے سے، آفتاب ڈوبنے تک ہے۔(متون)

وقت مغرب: غروب آفتاب سے غروب شفق تک ہے۔(متون)

مسئلہ: شفق ہمارے مذہب میں اس سپیدی کا نام ہے، جو جانب مغرب میں سُرخی ڈوبنے کے بعد جنوباً شمالاً صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے۔(ہدایہ، شرح وقایہ، عالمگیری، افاداتِ رضویہ) اور یہ وقت ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹا ۳۵ منٹ ہوتا ہے۔(فتاویٰ رضویہ) فقیر نے بھی بکثرت اس کا تجربہ کیا۔ (بہار شریعت، حصہ 3)

نسیم شاہد

لاہور کو کس کی نظر لگ گئی!

"لقمے کا دوسروں پر ایثار کرنا تو کتوں کا کام ہے، مردان حق تو اپنی جان اور زندگانی ایثار کرتے ہیں" یہ قول زریں سید علی ہجویری حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی لازوال تصنیف "کشف المحجوب" میں درج ہے۔ ایثار کی اس بلند درجہ تعریف کرنے والے برصغیر کے عظیم روحانی پیشوا کے اس دربار پر خود کش حملہ جو ایک ہزار سال سے مرجع خلائق ہے اور جہاں سے ہر آنے والے کو آسودگی راحت، محبت اور وارفتگی کی سوغات ملتی ہے، درحقیقت ہم سب کو داتا جی کے حضور شرمسار کر گیا ہے ہماری ساری سیکورٹی دنیاوی حکمرانوں کو محفوظ بنانے پر مرکوز ہے اور روحانیت کے اس عدیم المنظر مرکز کو ہم نے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ رکھا ہے۔ دنیاوی حکمران صرف لیتے ہیں دیتے کچھ نہیں، جبکہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے محکمہ اوقاف کو ہر سال کروڑوں روپے حاصل ہوتے ہیں، کیا اس آمدنی کا ایک حصہ دربار کی سیکورٹی کو فول پروف بنانے پر صرف نہیں ہونا چاہیے تھا۔ آخر کیسے دہشت گرد تجلیات کے اس مرکز میں بارود باندھ کر داخل ہوئے۔ یہ تو صدیوں سے جائے اماں تھی اسے جائے فغاں بنانے والوں کو موقع تو ہماری مجرمانہ غفلت نے فراہم کیا ہے۔ داتا جی ہم شرمندہ ہیں۔ آپؒ نے فرمایا تھا "باطل پر راضی ہونا خود باطل ہونا ہے"۔ داتا جی ہمیں آپؒ کے روحانی فیض کی قسم، ہم باطل پر کبھی راضی ہوں گے، نہ اس کے سامنے سر جھکائیں گے۔

لاہور اک شہر اماں، شہر زندہ دلان، آج امان کو ترس رہا ہے نجانے کس روسیاہ کی نظر بد نے اس شہر بے مثال کو اس حال تک پہنچا دیا ہے کہ روزانہ معصوم انسانوں کے لاشے گر رہے ہیں اور خلق خدا آسمان کی طرف بے چارگی کے عالم میں دیکھ کر امن کی بھیک مانگ رہی ہے لاہور پاکستان کا دل ہے پاکستان کی زندگی کے ہر سانس میں لاہور کی لہر دوڑ رہی ہے لاہور ہمیشہ سے اقتدار کا اختیار کا اور ملک میں رونما ہونے والی ہر تبدیلی کا مرکز رہا ہے لاہوری بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ لاہور جب تک زندہ ہے پاکستان کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا اور لاہور اس وقت تک زندہ رہے گا جب تک ایک بھی لاہوری کے جسم میں سانس باقی ہیں۔ لاہور کی ایک اپنی ہی بو باس ہے، جو اس شہر میں رہتے ہیں وہ بھی اس کے گرویدہ ہیں

اور جو اس سے کبھی ایک بار چھو کر گزر جاتے ہیں وہ بھی ساری عمر اس کے فراق میں آہیں بھرتے رہتے ہیں لاہور باغوں، میدانوں، میلوں ٹھیلوں ں اور ثقافتی ہنگاموں کا شہر ہے اہل لاہور ایک زندہ قوم کے افراد کی تعریف پر پورے اترتے ہیں بھارت نے جب 1965ء کی جنگ میں پاکستان کو فتح کرنے کیلئے لاہور کو تسخیر کرنے کا مکروہ منصوبہ بنایا تھا تو بزدل ہندو کے اس خواب پر اہل لاہور کی جو زندہ دلی اور بہادری میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے ہنسی چھوٹ گئی تھی کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ اہل لاہور نے یہ بات تمسخر اڑانے کے اندر میں نہی کی تھی بلکہ واقعی انہیں اپنے جذبوں، ہمتوں اور ولولوں پر ناز تھا، بھروسہ تھا وہ ہندو بنئے کو سبق سکھانے واہگہ کی سرحد پر بھی جاتے تھے اور اپنی چھتوں پر چڑھ کر پاکستانی ہوابازوں کے ہاتھوں بھارتی جہازوں کو پٹتا ہوا بھی دیکھتے تھے لاہوریوں کے اس جذبے کو دیکھ کر دنیا بھر کے مبصرین نے یہ کہہ دیا تھا کہ پاکستان کو فتح کرنا بھارت کے بس کی بات نہیں۔

اہل لاہور مثبت جذبوں کے امین ہیں۔ وہ ایک دسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر زندگی گزارنے پر یقین رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج لاہور میلوں پر پھیل گیا ہے، لیکن اس کی بو باس، اس کے رہن سہن اور اس کے ثقافتی تشخص میں سر مو فرق نہیں آیا لاہور آج بھی لاہور ہے، اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ جگما رہا ہے لیکن یوں لگتا ہے کہ جیسے اس خوبصورت چاند کو گہنانے کیلئے بعض خفیہ ہاتھوں نے اپنی مکروہ سرگرمیاں شروع کر دی ہیں ان سرگرمیوں کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ وہ لاہور سے جائے امان کا ٹائٹل چھیننا چاہتے ہیں وہ لاہور کو شہر خرابات بنانے کے درپے ہیں تاکہ پاکستان کے اس دل کو کمزور کر کے اپنے مذموم مقاصد پورے کر سکیں عظیم روحانی مرکز داتا دربار لاہور کے احاطے میں پیش آنے والا حالیہ اندوہناک سانحہ جس ہاتھ کی بھی کارستانی ہے وہ اسلام، پاکستان، لاہور یا اہل لاہور کا خیر خواہ نہیں ہوسکتا یہ کسی صورت قابل قبول قرار نہیں دیا جاسکتا اہل لاہور کو صرف چند ہفتوں کے وقفے سے ایک اور سانحہ کا سامنا کرنا پڑا ہے ان خون آشام واقعات سے لاہور کی جو تصویر ابھرتی ہے وہ اس تصویر سے یکسر مختلف ہے جو حقیقی لاہور کا پرتو ہے لاہور تو امن کا گہوارہ تھا اسے قتل گاہ کس نے بنا دیا اہل لاہور کی سرشت میں تعصب فرقہ پرستی گروہ بندی اور تنگ نظری کی کوئی گنجائش ہی نہیں ان کی زندہ دلی اس قسم کی آلائشوں سے پراگندہ ہو ہی نہیں سکتی وہ تو محبت و مروت کا استعارہ ہیں یہ واقعات اہل لاہور کی آستینوں میں آ چھپنے والے سانپوں کا کرشمہ ہیں اہل لاہور اپنی زندہ دلی بلند ہمتی اور اتحاد و اتفاق کی وجہ

سے بڑے بڑے امتحانوں میں سرخرو ہوئے ہیں اب انہیں ایک نیا مرحلہ درپیش ہے ایک نئے امتحان کا سامنا ہے انہیں ان سماج دشمنوں کا کھوج لگانا ہے جو ان کے عظیم شہر کے امن کو تہہ و بالا کرنا چاہتے ہیں جو لاہور سے لاہور کا بانکپن، امن اور سکون چھیننا چاہتے ہیں۔

لاہور اگرچہ صوبے کا دارالحکومت بھی ہے اور اقتدار کا مرکز بھی۔ شہر میں پولیس اور انتظامی مشینری کی بھی کمی نہیں خفیہ ایجنسیوں کے سینکڑوں اہلکار بھی یہاں سرگرم عمل ہیں اور عوام کی حفاظت کے دعویدار چھوٹے بڑے اداروں اور تنظیموں کی بھی اس شہر میں بہتات ہے، لیکن یہ سب باتیں، یہ سب انتظامات اور یہ سب قوتیں اہل لاہور کی اجتماعی طاقت اور زندہ دلی کا نعم البدل نہیں ہو سکتیں۔ لاہور کا امن صرف لاہور کے شہری لوٹا سکتے ہیں انہیں اپنے روایتی جذبوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے شہر کو بچانا ہے، اسے دوبارہ جائے امان بنانا ہے۔ اس مقصد کیلئے انہیں عملاً دہشت گردی، گروہی تعصبات اور مفاداتی سیاست کے علمبرداروں کے خلاف جہاد کرنا ہوگا خون مسلم کی ارزانی ہر پاکستانی کے لئے لمحہ فکریہ ہے لیکن اہل لاہور چونکہ خون کے اس دریا کو اپنی آنکھوں سے بہتا دیکھ رہے ہیں اس لئے ان پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی صفوں میں ان دشمنوں کو تلاش کریں جو اس قتل و غارت گری کے ذمہ دار ہیں۔

دوسری طرف لاہور کا امن لوٹانے کیلئے حکومت اور حکومتی اداروں کو بھی غیر روایتی کوششوں کا آغاز کرنا چاہیے صرف رسمی بیانات سے لوگوں کی تشفی نہیں ہو سکتی دہشت گردی کا کوئی ایک واقعہ بھی عوام کے اعصاب شل کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے جبکہ لاہور تو پے در پے ایسے واقعات کی زد میں ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ ہمارے انتظامی فیصلے ہمیشہ مصلحت کی زد میں رہتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ایسا نہ ہو جائے کی کیفیت، انتظامی فیصلے کے پس پردہ موجود نظر آتی ہے حالانکہ اجتماعی مفاد اور امن کیلئے بڑے اور سخت فیصلے کرتے ہوئے کسی تاخیر سے کام نہیں لینا چاہیے اگر مرض کا علاج صرف آپریشن ہے تو عام دوائیوں سے علاج کی توقع رکھنا سوائے مرض کو مزید شدید بنانے کے اور کوئی نتیجہ نہیں دے سکتا جب بھی کوئی ایسا واقعہ ہوتا ہے حکمران معمول کے بیانات جاری کرتے ہیں کسی انتظامی یا پولیس افسر کا احتساب ہوتا ہے اور نہ سیکورٹی پر مامور اداروں کی اوور ہالنگ ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک شہر سے دوسرے شہر تبادلہ ہو گیا، وہی افسر تھوڑے عرصے بعد واپس آجاتا ہے۔ لاہور میں پیش آنے والے دہشت گردی کے پے در پے واقعات کو معمول کا عمل سمجھنا پرلے درجے کی غفلت ہو

گی ہم اپنے ایک شہر کراچی کو خون میں نہاتا دیکھ چکے ہیں اور ابھی اس کے زخم تازہ ہیں۔ لاہور کو جائے امان ہی رہنا چاہیے کیونکہ اس کی فطرت میں ایسی کوئی تضادات پنہاں نہیں ہیں۔ جو اس کے امن کو چاٹنے کا باعث بن سکتے ہیں شیعہ سنی بھائی بھائی ہیں اپنے مسلک کو نہ چھوڑو اور دوسرے کے مسلک کو نہ چھیڑو، جیو اور جینے دو کا ایک سنہری اصول ہے جس طرح آزادی سے بڑی دنیا میں اور کوئی نعمت نہیں اسی طرح امن سے بڑھ کر اور کوئی راحت نہیں لاہور کے حسن کی لاتعداد خوبیوں میں ایک خوبی اس کا امن بھی ہے جسے کچھ عرصے سے نامعلوم ہاتھ تہہ و بالا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کے خلاف ہر لاہوری کو اپنے اپنے محاذ پر جدوجہد کرنی چاہیے کہ باوقار قومیں اسی طرح کے اجتماعی فیصلوں اور جدوجہد کے نتیجے میں زندہ پائندہ رہتی ہیں۔

روزنامہ پاکستان، 6 جولائی 2010ء

وقت عشا و وتر: غروب سپیدی مذکور سے طلوع فجر تک ہے، اس جنوباً شمالاً پھیلی ہوئی سپیدی کے بعد جو سپیدی شرقاً غرباً طویل باقی رہتی ہے، اس کا کچھ اعتبار نہیں، وہ جانب شرق میں صبح کاذب کی مثل ہے۔ مسئلہ: اگرچہ عشا و وتر کا وقت ایک ہے، مگر باہم ان میں ترتیب فرض ہے، کہ عشا سے پہلے وتر کی نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں، البتہ بھول کر اگر وتر پہلے پڑھ لیے یا بعد کو معلوم ہوا کہ عشا کی نماز بے وضو پڑھی تھی اور وتر وضو کے ساتھ تو وتر ہو گئے۔ (درمختار، عالمگیری) مسئلہ: جن شہروں میں عشا کا وقت ہی نہ آئے کہ شفق ڈوبتے ہی یا ڈوبنے سے پہلے فجر طلوع کر آئے (جیسے بلغار و لندن کہ ان جگہوں میں ہر سال چالیس راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ عشا کا وقت آتا ہی نہیں اور بعض دنوں میں سیکنڈوں اور منٹوں کے لیے ہوتا ہے) تو وہاں والوں کو چاہیے کہ ان دنوں کی عشا و وتر کی قضا پڑھیں۔ (درمختار، ردالمحتار) (بہار شریعت، حصہ 3)

حفیظ اللہ خان نیازی

سانحہ داتا دربار اور سیاسی قیادت کا طرز عمل

یکم جولائی 2010ء کو وحشیوں اور درندوں نے ایک مرتبہ پھر نہتے اور بے گناہ لوگوں کا خون کرنے کیلئے پاکستان کے دل لاہور کا انتخاب کیا۔ اس وقت سارے پاکستان مین دہشت گردی کی خوفناک آگ پھیلی ہوئی ہے مگر پچھلے چند ماہ سے لاہور کو خاص طور پر نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ پولیس سنٹر، مون مارکیٹ، ماڈل ٹاؤن اور گڑھی شاہو میں ہونے والی دہشت گردی کے واقعات میں کئی افراد شہید ہو چکے ہیں اور جو افراد زخمی ہیں ان کے لئے زندگی عذاب بن چکی ہے۔ لیکن اس مرتبہ درندوں نے اپنی کمینگی اور درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی مقدس ترین ہستی حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا انتخاب کیا۔ سانحہ داتا دربار کی وجہ سے نہ صرف مسلمان بلکہ ہر امن پسند اور انسان دوست شخص غم زدہ اور افسردہ ہے اور ہر آنکھ اشکبار ہے کہ ظالموں نے اولیاء اللہ کے مزار پر آنے والے زائرین کو بھی اپنی درندگی کی بھینٹ چڑھا دیا۔ اولیاء کرام نے ہمیشہ امن اور رواداری کا درس دیا اور بغیر کسی رنگ و نسل اور مذہبی تفریق کے انسانیت کی خدمت کو ترجیح دی۔ اولیاء کرام نے اپنے عمل اور کردار سے معاشرے کی اصلاح کی کوشش کی اور کسی فرد واحد پر بھی اپنے نظریات مسلط کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اولیاء کرام کے اس طرز عمل کی وجہ سے لوگوں نے حق کا راستہ اختیار کیا۔ ان عظیم ہستیوں نے لوگوں کی فکری اور عملی اصلاح کا بھی بندوبست کیا۔ برصغیر میں جن محترم اور بزرگ ہستیوں کی وجہ سے اسلام پھیلا ان عظیم ہستیوں میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی شامل ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی امن اور انسانیت کی خدمت میں وقف کر دی۔ آپ کے عقیدت مندوں میں ہر رنگ و نسل اور مذاہب کے لوگ شامل ہیں۔ داتا دربار پر ہر روز ہزاروں زائرین اور عقیدت مند اپنے دل کی مراد اور دل کا سکون حاصل کرنے کیلئے مزار اقدس پر حاضری دیتے ہیں لوگ یہاں آ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور ذکر الٰہی، سے اپنے گناہوں کا بوجھ کم کرتے ہیں اور اپنے دامن کو نیکیوں سے بھرتے ہیں۔ داتا دربار ہر خاص و عام کیلئے روحانی مرکز ہے۔ لوگ یہاں آ کر علم کی پیاس بھی بجھاتے ہیں اور علم کی شمع کو دوسروں تک بھی پہنچاتے ہیں۔ داتا دربار کی ایک خاص بات یہ ہے

کہ یہاں صدیوں سے مسلسل لنگر تقسیم ہو رہا ہے حاجت مند اور غریب لوگ یہاں دو وقت کی روٹی کھا کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں اور پھر مزدوری کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں۔لیکن انسانیت کے دشمنوں نے ان غریب اور بے سہارا لوگوں کی اس مبارک اور مقدس پناہ گاہ کو بھی خون آلودہ کر دیا۔اس سانحہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دشمن اپنے ٹارگٹ کو حاصل کرنے کیلئے کسی بھی حد تک جاسکتا ہے۔لیکن ہماری سیاسی قیادت نے پھر روایتی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔اس سانحہ میں شہید اور زخمی ہونے والے افراد کیساتھ ہمدردی کرنے کی بجائے بے حسی اور لاپرواہی کی انتہا کر دی۔اپنی نااہلی چھپانے کیلئے ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنے لگے۔دہشت گردی کے ہر واقعہ کے بعد گورنر پنجاب سلمان تاثیر اور وزیر قانون رانا ثناء اللہ جن خوبصورت خیالات کا اظہار کرتے ہیں پوری قوم جانتی ہے۔جب گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے اس سانحہ کا ذمہ دار پنجاب حکومت کو ٹھہرایا تو وزیر قانون رانا ثناء اللہ نے انہیں سیاسی اعزاز دے کر اپنا غصہ نکالنے کی کوشش کی۔دونوں شخصیات پر کالعدم تنظیموں کے ساتھ تعلقات کا الزام ہے۔لیکن سانحہ داتا دربار کے بعد عجیب صورتحال اس وقت پیدا ہوئی جب وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف اور وفاقی وزیر داخلہ بھی میدان میں کود پڑے۔اس صورتحال نے پوری قوم خصوصاً اہل لاہور کو پریشان کر دیا کہ ہمارے حکمرانوں کو کیا ہو گیا ہے؟ رہی سہی کسر وفاقی وزیر قانون بابر اعوان نے یہ کہہ کر پوری کر دی کہ کہاں ہے اصلی شیر؟ پوری قوم کو ملک کے سیاہ وسفید کے مالک سیاستدانوں کے طرز عمل کو دیکھ کر انتہائی دکھ ہوا۔سانحہ داتا دربار کے بعد مائیں اپنے لخت جگر کی جدائی، معصوم بچے اپنے والدین کی شفقت سے محروم اور بے سہارا خواتین اپنوں کی جدائی کے غم میں نڈھال ہیں جبکہ ہمارے سیاسی اکابرین اپنا سیاسی کھیل کھیلنے میں مصروف ہیں۔ان سیاسی اکابرین کو کون سمجھائے کہ اپنوں کی جدائی کا غم کیا ہوتا ہے؟ اہل خانہ کو کتنا درد و دکھ ہوتا ہے جب ان کا واحد کفیل اچانک اس دنیا سے ہمیشہ کیلئے چلا جاتا ہے؟ اس المناک موت کا احساس انہیں کیسے ہو وہ تو اپنے محلات سے باہر دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کرتے؟ سب سے اہم سوال یہ ہے کہ بارود کی یہ جنگ کب تک جاری رہے گی؟ دہشت گردی کا خاتمہ اور سدباب کیسے کیا جائے؟ ہماری سیاسی قیادت کو کب ہوش آئے گا؟ کیوں ہم اپنے ملک کو غیر ملکی قوتوں کے اشاروں پر خانہ جنگی کی طرف دھکیل رہے ہیں؟ اب ہماری سیاسی اور عسکری قیادت کو یہ احساس کر لینا چاہیے کہ مذاکرات کے بغیر دہشت گردی کے خلاف جنگ کی کامیابی احمقانہ سوچ ہے اور ہمیں اپنے دشمنوں کے

خلاف مربوط حکمت عملی اختیار کرنی پڑے گی۔ دہشت گردوں کے مضبوط نیٹ ورک کو توڑنے کیلئے ہمیں ان تمام عناصر کا خاتمہ کرنا ہوگا جو کسی نہ کسی شکل میں تخریبی سرگرمیوں میں ملوث ہیں ہمارے حکمران جس طرح اپنی سیکورٹی پر اخراجات کرتے ہیں اگر اس سے آدھے اخراجات عوام کی سیکورٹی پر لگائے جائیں تو اس قسم کے واقعات میں کمی لائی جا سکتی ہے مگر کیسے؟ کیونکہ اس کو تو ہمارے حکمران یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ .This is not a fair question اب ہمارے حکمرانوں کو حقائق کا ادراک کرتے ہوئے اپنا احتساب خود کرنا ہوگا اور حالات کو اس نوبت تک نہ لے جائیں جب ظلم سے پسی ہوئی عوام ان کے سیکورٹی حصار کو توڑ کر یہ کہنے پر مجبور ہو جائے۔ No, this is a real queston.

روزنامہ جناح، 14 جولائی 2010ء

اوقات مستحبہ: فجر میں تاخیر مستحب ہے، یعنی اسفار میں (جب خوب اُجالا ہو یعنی زمین روشن ہو جائے) شروع کرے مگر ایسا وقت ہونا مستحب ہے، کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے پھر سلام پھیرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہے، کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت کرکے ترتیل کیساتھ چالیس سے ساٹھ آیت تک دوبارہ پڑھ سکے اور اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ طلوع آفتاب کا شک ہو جائے۔ (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری)

مسئلہ: حاجیوں کے لیے مزدلفہ میں نہایت اوّل وقت فجر پڑھنا مستحب ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: عورتوں کے لیے ہمیشہ فجر کی نماز غلس (یعنی اوّل وقت) میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے، کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں، جب جماعت ہو چکے تو پڑھیں۔ (درمختار) (بہار شریعت، حصہ 3)

سید محمد بلال

سانحہ داتا دربار: خطرے کی گھنٹی

یکم جولائی کی شب ساڑھے دس بجے حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے اندرونی حصے میں دو یا تین خودکش حملہ آوروں نے خون کی ہولی کھیلی اور اس قبیح واردات میں 50 سے زائد بے گناہ مسلمان شہید اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ اس واقعے کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ یہ ایک انتہائی خطرناک اور گھناؤنی واردات تھی، جس سے ایک طرف مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوا اور دوسری طرف سینکڑوں گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔ اس سے قبل جامعہ نعیمیہ لاہور کے مہتمم جناب ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت کا واقعہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ اب ان وارداتوں پر مرکزی اور صوبائی حکومتوں کی مذمت کی جائے یا ان کی بے حسی کا رونا رویا جائے۔ امر واقع یہ ہے کہ پاکستان میں اتنے زیادہ واقعات ہو رہے ہیں کہ ان سب کو ملا کر کوئی واضح تصویر بنانا نہایت مشکل ہے۔ اس خوفناک صورتحال میں اگر سب اہل فکر نے مل کر حالات کو بہتری کیلئے بھرپور ایماندارانہ کوششیں نہ کیں تو خاکم بدہن ملکی حالات وفاقی وصوبائی حکومتوں کے کنٹرول سے بے قابو ہو جائیں گے۔ داتا دربار کا سانحہ کیوں خطرناک ہے؟ اس کا ہر زاویہ سے جائزہ لینا اشد ضروری ہے۔ پاکستان سنی اکثریت کا ملک ہے جو مسلک حنفیہ سے تعلق رکھتی ہے اور جسے اہل سنت والجماعت کہا جاتا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں سنی مسلک میں دو بڑے مکاتب فکر ہیں۔ ان میں ایک بریلوی اور دوسرا دیوبندی مکتب فکر ہے۔ ان واقعات کے پس منظر میں لگتا یوں ہے کہ ان دونوں مکاتب فکر کو باہم متصادم کرانے کی دانستہ سعی وکوشش کی جارہی ہے۔ اگر عاقبت نا اندیش اور فتنہ پرور لوگ اپنے ان مذموم عزائم میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو اس ملک کا جو حشر ہوگا اس کو سمجھنا چنداں مشکل نہیں۔ گلی گلی، محلے محلے اور گاؤں گاؤں کشیدگی پیدا ہوگی اور لوگ باہم دست وگریباں ہوں گے جس سے جانی و مالی نقصانات کا بہت زیادہ احتمال ہوگا۔ داتا دربار کے سانحے پر ہر پاکستانی غمزدہ اور ہر آنکھ اشکبار ہے۔ البتہ اہل سنت میں اشتعال ایک فطری امر ہے۔ اب یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ان دو مکاتب فکر کو لڑانے کی کیا ضرورت ہے اور یہ کون کر رہا ہے؟ اس کیلئے ہمیں افغانستان کا رخ کرنا ہوگا جہاں امریکہ بہادر اپنی عزت اور بقاء کی جنگ ہار رہا ہے۔ ہر آنیوالا دن اس

کیلئے ذلت ورسوائی کا سامان لا رہا ہے۔ امریکہ نے پاکستان کو اپنا صف اول کا اتحادی تو قرار دیا ہے لیکن اس کی خفیہ حکمت عملی میں پاکستان اور پاکستانی عوام اس کے خطرناک دشمن قرار پاتے ہیں۔ پاکستان کی تباہی امریکہ کا ہدف ہے اور اس کام میں بھارت اس کا حلیف ہے۔ امریکہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ افغانستان میں امریکہ کیلئے مشکلات پاکستان کے لوگ پیدا کر رہے ہیں۔ یہ وہ چند نکات ہیں جنہیں پیش نظر رکھا جائے تو ہم اس بات کے قریب قریب پہنچ سکتے ہیں کہ وطن عزیز میں یہ مکروہ واقعات کون کراتا ہے۔ افغانستان میں جو لوگ امریکی افواج کو قابض سمجھتے ہیں اور بلا تاخیر انہیں افغانستان سے نکالنا چاہتے ہیں۔ ان افراد کے بارے میں پہلے یہ تاثر امریکی میڈیا نے بنایا کہ یہ لوگ وہابی ہیں۔ اس طرح یہ نقشہ بھی بنایا گیا کہ امریکہ کے خلاف جہاد اور مزاحمت میں دوسرے مسالک کے لوگ شریک نہیں اور افغانستان کے عوام کی جانب سے یہ مزاحمت نہیں ہے۔ حالانکہ قندھار سے لے کر ہرات و مزار شریف تک ہر جگہ مزاحمت ہے جبکہ قندھار اور مزار شریف دو مختلف مسالک کی آبادیوں کے علاقے ہیں۔ اس پروپیگنڈہ کا اثر پاکستان پر بھی ہوا اور پاکستان میں عوامی حمایت کو تقسیم اور کم کرنے کیلئے اسے مزید پھیلایا گیا۔ لوگ افغانستان میں ہونے والی مزاحمت کے حامی نہیں ہیں اسی سے کچھ غلط فہمیاں اور دوریاں بھی پیدا ہوئیں۔ لیکن اسے فسادات اور جھگڑے کی طرف لے جانے کیلئے صوبہ خیبر پختونخواہ میں صوفیائے کرام کے مزارات پر حملے کرائے گئے۔ جناب ڈاکٹر سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کیا گیا اور اب داتا دربار پر حملہ کے ذریعہ ملک میں انارکی اور فرقہ وارانہ آگ بھڑکانے کی خطرناک کوشش کی گئی ہے تاکہ افغانستان کے مسئلہ پر عوامی حمایت میں کمی آجائے بلکہ باہم لڑائی کی وجہ سے پاکستان اسے بھول جائے۔ پاکستان کی عاقبت نااندیش اسٹیبلشمنٹ نے ایک کام قدرے اچھا کیا کہ اس ملک میں ہر ایک کو موقع دیا کہ وہ آزادانہ اپنی اپنی بات کریں۔ اپنے خیالات کو پھیلائیں۔ لیکن ضروری ہے کہ یہ کام دین کے بنیادی عقائد کے اندر رہتے ہوئے اور آئین کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہوئے جاری رہے یہ بڑی نعمت ہے اب ضرورت اس امر کی ہے کہ مسالک و مکاتب میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کا احترام کرتے ہوئے بڑے مقاصد اور ملک کی بقاء کیلئے باہمی یگانگت، اخوت و محبت اور بھائی چارے کی فضا پیدا کی جائے اور دشمن کے اس اوچھے وار کو روکنے کیلئے ہم سب باہم متحد ہو جائیں۔ اس سلسلے میں مسئلہ درپیش یہ ہے کہ حکومت اور اہل اقتدار کی ہوش مندی، معاملہ فہمی اور سنجیدگی سوالیہ نشان بنے ہوئے ہیں۔

پاکستان کا المیہ یہ ہے کہ اس کی چوکھٹ پر دشمن نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں اور جنگ ہو رہی ہے اور پاکستان میں ریاست کے انتظامی ستون ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں۔ اہل اقتدار اور طاقت کے مراکز ایک دوسرے کو کمزور کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایسی صورت میں عوام کا نہ کوئی نگہبان ہے اور نہ تحفظ اور حقوق فراہم کرنے والا اور نہ کوئی سمت متعین کرنے والا ہے۔ داتا دربار کے سانحہ کے بعد جس عوامی ردعمل کا مظاہرہ ہوا ہے وہ قابل تحسین ہے لیکن اولاً اب حکومت کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے پاکستانی عوام کا ردعمل رہنے دے۔ اپنے کسی عمل سے اسے کسی اور رخ پر نہ لے جائے۔ پاکستان کی تمام سیاسی اور دینی جماعتوں کو اعتماد میں رکھے۔ اس واقعے کے مجرموں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دے اور اس عمل میں تاخیر نہ کرے۔ ثانیاً اسی طرح تمام دینی اور سیاسی جماعتوں اور تنظیموں کی بھی ذمہ داری ہے کہ احتیاط سے کام لیں باہمی تفاوت اور کشیدگی کی جانب نہ جائیں دشمن کی شناخت کریں اقدامات وضع کئے جائیں۔ ثالثاً حکومت کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ عجلت میں کوئی ایسی میٹنگ اور کانفرنس منعقد نہ ہو جو خود تقسیم کا سبب بن جائے۔ کانفرنس اور میٹنگ کی ضرورت سے انکار نہیں لیکن نفع ونقصان کا اچھی طرح اندازہ کر کے یا پھر سب کی شرکت کو یقینی بنا کر ہی انعقاد ہو۔ رابعاً داتا دربار کا واقعہ اور امریکہ کی دیرینہ خواہش، کہ جنوبی پنجاب میں موجودہ دہشت گردوں کے خلاف فوجی کارروائی ہو، کا آپس میں تعلق ہے۔ اس طرح امریکہ پاکستان پر دباؤ ڈال کر ایک اور فوجی کارروائی شروع کرانا چاہتا ہے۔ اس اعتبار سے داتا دربار میں ہونے والے واقعہ کو جواز بنانے کی کوشش کی گئی تو یہ حکومت کی سنگین غلطی ہوگی۔ سانحہ داتا دربار کے پس منظر اور مستقبل میں خدانخواستہ اس سے ملتے جلتے واقعات ہوئے تو دو چیزیں ابھر کر سامنے آسکتی ہیں۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ یہ بات پھیل جائے کہ ملک میں امن وامان قائم رکھنا اب جمہوری حکومت کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس طرح ادھر ادھر دیکھنے کا آغاز ہو جائے گا۔ ملک کے حالات خراب تو ہیں لیکن اگر یہ نظام ختم کیا گیا تو ہم خود مصیبت کو دعوت دیں گے۔ اپنے ہاتھوں اپنا مستقبل خراب کریں گے۔ فوج ہماری ہے ہمیں عزیز ہے اور اسے ملکی سرحدوں کی حفاظت کرنے پر مامور رہنا چاہیے۔ اسی طرح عوام اس کی پشت پر ہوں گے۔ یہ جو افواہیں گردش کر رہی ہیں کہ اگست کے بعد ستمبر شاید نہ آئے بلکہ ستم گر آئے۔ اس کی بہر حال نوبت نہیں آنی چاہیے۔ ہم میں اتنی اہلیت ہونی چاہیے کہ ہم امن وامان کے مسائل اور دیگر مسائل بھی باہمی طور پر حل کر لیں۔ دوسری چیز جس کا امکان ہے اور جس

کے شواہد ظاہر ہو رہے ہیں وہ یہ کہ ملک میں ایک نئی سیاست کا آغاز ہو، نئی سیاست کی بنیاد اس انداز ے پر ہو کہ کسی مسلک کی ملک میں اکثریت ہے۔ ہر ایک کو پلیٹ فارم بنانے کا، پارٹی تشکیل دینے کا پورا حق ہے۔ ملک کا نظام چلانے کا اقتدار میں آنیکا بھی۔ اس موقع پر ایک گذارش ذہن میں رہے کہ آندھی و طوفان کے دوش پر چلنے کے بجائے آگے بڑھنے کیلئے عقل و خرد اور ٹھنڈے دل و دماغ کو اپنا پاسبان بنائے رکھیں۔ بصورت دیگر امریکہ اور بھارت پاکستان کے اندرونی خلفشار و افراتفری سے فائدہ اٹھائیں گے۔ یہ دونوں طاقتیں افغانستان میں دوبارہ قدم جمانے میں کامیاب ہو جائیں گی اور ہم کف افسوس ملتے رہ جائیں گے۔ داتا دربار کا واقعہ اسی خطرے کی گھنٹی ہے۔

روزنامہ جناح، 13 جولائی 2010ء

مسئلہ: جاڑوں کی ظہر میں جلدی مستحب ہے، گرمی کے دنوں میں تاخیر مستحب ہے، خواہ تنہا پڑھے یا جماعت کے ساتھ، ہاں گرمیوں میں ظہر کی جماعت اوّل وقت میں ہوتی ہو تو مستحب وقت کے لیے جماعت کا ترک جائز نہیں، موسم ربیع جاڑوں کے حکم میں ہے اور خریف گرمیوں کے حکم میں۔ (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری)

مسئلہ: جمعہ کا وقت مستحب وہی ہے، جو ظہر کے لیے ہے۔ (بحر)

مسئلہ: عصر کی نماز میں ہمیشہ تاخیر مستحب ہے، مگر نہ اتنی تاخیر کہ خود قرص آفتاب میں زردی آجائے، کہ اس پر بے تکلّف بے غبار و بخار نگاہ قائم ہونے لگے، دھوپ کی زردی کا اعتبار نہیں۔ (عالمگیری، درمختار وغیرہما)

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ ظہر مثل اوّل میں پڑھیں اور عصر مثل ثانی کے بعد۔ (غنیّۃ) (بہار شریعت، حصہ 3)

پیر سید لیاقت

لاشوں کی سیاست

پاکستان میں دہشت گردی کی لہر نے جہاں مقدس مذہبی مقامات مسجد اور امام بارگاہ کو نشانہ بنا کر معصوم نمازیوں کو شہید کر کے ان مقامات کے تقدس کو پامال کیا، وہاں جرگہ اور جنازہ جیسے روایتی طور پر محترم تصور کئے جانے والے مواقع کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اب آخری نشانہ داتا صاحب کے دربار کو بنا کر اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ دہشت گرد انسان نہیں درندے ہیں ان کا نہ کوئی دین ہے اور نہ کوئی مذہب وہ انسانوں کے بھیس میں درندے ہیں جو انسانوں کا خون پیتے ہیں اور اپنی تسکین کرتے ہیں دہشت گردی اور قتل و غارت کی اس فضا میں قومی سطح پر جو ہم آہنگی ہونی چاہیے تھی۔ بدقسمتی سے وہ بھی موجود نہیں ہے اور خون کی اس ہولی پر جس قدر ہمیں متحد ہو کر دہشت گردوں کو اپنے اتفاق اور قومی اتحاد کا پیغام دینا چاہیے تھا اس کے بالکل برعکس حکومت اور سیاسی و مذہبی تراشیوں کا سلسلہ شروع کر دیا ہڑتالوں جلوسوں اور جلسوں کے ذریعے اپنی سیاست چمکانے کے اس عمل میں عام لوگوں کی املاک کو نقصان پہنچا کر دہشت گردوں اور ملک دشمن عناصر کی حوصلہ شکنی کی بجائے غیر شعوری طور پر حوصلہ افزائی کی جانے لگی ہے کہ جو نقصان تم سے رہ گیا ہے وہ ہم اپنا خود کر لیں گے ایک طبقہ مرکزی حکومت کو ناکام ٹھہرا رہا ہے دوسرا صوبائی حکومت پر لعن طعن کر رہا ہے۔ سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ دہشت گردی کے واقعہ کا سوگ منایا جائے یا اپنے نہایت محترم اکابرین کی سوچ پر ماتم کیا جائے جن کے ہاتھوں میں عوام نے اپنی تقدیر تھمائی ہے وہ عوام کو دلاسہ دینے کی بجائے آپس میں الجھے ہوئے ہیں میدانِ سیاست کے اسرار رموز سے قطعی ناواقف اکابرین عوام کا دکھ سمجھنے کی بجائے ان کو مزید دکھی کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کے انتہائی غیر ذمہ دارانہ بیانات اور طرز عمل نے عوام میں احساس عدم تحفظ کو مزید بڑھایا ہے کیونکہ جو لوگ عوام کو تحفظ فراہم کرنے کے ذمہ دار ہیں وہ آپس میں گتھم گتھا ہیں وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی کی تمام تر کوششوں کے باوجود مفاہمت کو سبوتاژ کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کیا جاتا ان کی اپنی کابینہ کے ارکان ان کیلئے مسائل میں اضافہ کرتے رہتے ہیں ان کی بے چارگی ان کے چہرے سے عیاں نظر آتی ہے کیونکہ وہ جس محنت اور کوشش سے حالات کو سنبھالا دیتے ہیں ان کے وزیر ایک ہی جھٹکے میں اس کا تیا پانچہ کر دیتے ہیں وہ قومی امور کی انجام دہی کی بجائے ان کی صفائیاں پیش کرنے لگتے ہیں اور حالات کو معمول پر رکھنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ داتا صاحب پر دہشت گردی کا واقعہ انتہائی

افسوسناک واقعات میں سے ہے۔ داتا صاحب کی ہستی اور ان کا دربار لوگوں کے ذہن وقلبی سکون کی آماجگاہ ہے۔ وہاں پر لوگ اللہ کے اس ولی کے دربار پر حاضر ہو کر اللہ رب العزت سے اپنی حاجات کی دعا مانگتے ہیں، جو اللہ اپنے اس نیک بندے کے صدقے میں قبول بھی کرتا ہے۔ ایک ایسی ہستی جس نے اپنی زندگی تبلیغ اور ترویج دین کیلئے وقف کی اور جس کا مزار بھی صدیوں سے مرجع خاص و عام وہاں پر اسلام ہی کے نام لیواؤں اور دین اسلام کے علمبرداروں کی جانب سے ایسی مذموم حرکت انتہائی افسوسناک اور شرمناک ہے۔ جو لوگ دھماکے کرتے ہیں اور اپنے اس خودکش حملوں کے ذریعے بے گناہ لوگوں کو شہید کر کے خود کو حقداران جنت سمجھتے ہیں وہ اصلی جہنمی ہوتے ہیں وہ اسی دنیا میں ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جاتے ہیں اور نہ ان کا وجود رہتا ہے نہ ان کا نشان، ان کو تو ان کی زندگی میں ہی اور اسی دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ اپنے قہر کا نشانہ بنا دیتا ہے۔ اگلے جہاں میں ان کا کیا حشر ہوگا تو وہی پاک رب جانتا ہے۔ ہر چند کہ تاحال کسی طالبان تنظیم نے اس گھناؤنے واقعہ کی ذمہ داری قبول نہیں کی اور ذاتی طور پر میرا یہ خیال ہے کہ اس دہشت گردی میں کوئی بھی کلمہ گو حصہ دار نہیں ہو سکتا۔ ہماری قومی کمزوریاں ہمیں اپنے اصل دشمنوں کی طرف انگلی اٹھانے کی اجازت نہیں دیتیں۔ اس لئے توجہ ہٹانے کیلئے ہم کبھی کسی کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں اور کبھی کسی کو۔ حالانکہ ہماری حکومت کے علم میں ہے کہ کون ملوث ہیں اور ان کا منبع کونسا ہے۔ ہمارے ملک کی عظیم لیڈر کو شہید کر دیا گیا ہے اس کے وارثان جو کہ ملک کے سیاہ وسفید کے مالک بھی ہیں وہ کئی بار واضح طور پر یہ اظہار کر چکے ہیں کہ بی بی شہید کے قاتلوں کا علم ہے مگر نہ تو ان کے قاتلوں کو بے نقاب کیا گیا ہے نہ تمام تر قوت کے باوجود ان کو ملیامیٹ کیا گیا۔ مصلحتوں کا شکار حکومت ڈھائی سال سے کبھی یو این او جاتی ہے کبھی واپس آ جاتی ہے۔ جو حکومت بی بی کے قاتلوں تک ڈھائی سال تک نہیں پہنچ سکی وہ دیگر شہیدوں کے خون کا حساب کیسے لے گی۔ حکومت کو اپنی اس کوتاہی کا علم ہے اس لئے وہ عوام کو بے وقوف بنانے کیلئے آپس میں الزام تراشیوں پر اتر آتے ہیں اور عوام اپنے غم بھول کر ان کے غموں میں نڈھال ہو جاتی ہے۔ پھر کسی پردے کے پیچھے سے کبھی وزیر باہر نکل آتے ہیں نصف شب کو فون کر کے معاملات کو سنبھالتے ہیں اور کبھی وزیراعظم صاحب بے بسی کی تصویر بنے یہ کوشش کرتے ہیں کہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہو لاشوں کی سیاست کا عمل ہمیشہ سے پاکستان میں سیاستدانوں کا پسندیدہ ترین مشغلہ رہا ہے اور کوئی بھی سیاستدان اس موقع کو ضائع نہیں کرتا یہی صورتحال داتا صاحب دربار کے سانحہ کے ساتھ بھی ہے اللہ ہمارے سیاستدانوں کو عقل سلیم عطا فرمائیں۔ آمین۔

روزنامہ جناح، 9 جولائی 2010ء

حافظ محمد ادریس

سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر دہشت گردی

وطن عزیز بدترین خطرات کی زد میں ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے اٹھائے ہوئے فتنے اس بدنصیب سرزمین پر یلغار کئے ہوئے ہیں۔ بلا شبہ دہشت گردی کی ہر واردات قلب وجگر کو زخمی کر دیتی ہے۔ ہر شخص نالاں اور بے حد پریشان ہے۔ یہ صورتحال انتہائی افسوسناک بھی ہے اور دردناک بھی۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ ہر واقعہ کی تہہ میں کچھ اسباب ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک کے خلاف جو ہمہ گیر دہشت گردی ہو رہی ہے، اس میں بھی اندرونی اور بیرونی اسباب کارفرما ہیں۔ عوام سے لے کر حکمرانوں تک اور جہلا سے لے کر علماء تک سب کا عمومی طرز عمل اپنے دین سے بے رخی، لاتعلقی اور بعض طبقات میں بغاوت کی حدوں کو چھو رہا ہے۔

دعویٰ ایمانی کے باوجود جس قوم کے یہ لچھن ہوں اس سے اللہ کی رحمتیں روٹھ جاتی ہیں۔ اندرونی صورتحال یہ ہے اور بیرونی یہ کہ ہمارے بزدل اور خدا سے باغی حکمرانوں نے خود کو آنکھیں بند کر کے امریکہ کی غلامی میں دے رکھا ہے۔ وہ اپنے دل میں بھارت سے دوستی کے جذبات رکھتے ہیں اور اسرائیل سے پینگیں بڑھانے کیلئے بے تاب و بے قرار ہیں۔ جب آپ اپنے دشمن کو پہنچاننے کا ملکہ ہی کھو بیٹھیں تو پھر امن کی تمنا ایک سراب بن کر رہ جاتی ہے۔ ان خطرناک حالات میں قوم کی یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ مذہبی جماعتیں آپس میں دست وگریباں ہیں اور فرقہ واریت کو ہوا دینے والے عناصر پوری طرح سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔ کسی گلی اور بازار میں دھماکہ ہو جانا، کسی اجتماع اور تقریب میں دہشت گردی کا وقوعہ ہو جانا، کسی ایک بے گناہ انسان کی جان لے لینا انتہائی گھناؤنا جرم ہے۔ کسی مذہبی مقام اور مسجد میں ایسی واردات تو اور بھی زیادہ قبیح حرکت اور اللہ کے غضب کو بڑھکانے والا جرم ہے۔ سید علی ہجویریؒ جن کی پہچان ہی محبت وشرینی اور علم وعرفان ہے، جو اس بت کدہ ہند میں روشنی کا چراغ بن کر نمودار ہوئے اور جنہوں نے محبت کے زمزمے جاری کئے، ان کے مزار پر دھماکہ ظلم عظیم ہے۔ بے گناہ انسانوں کا قتل عام درندگی کی بدترین مثال ہے۔ حکمرانوں کی نا اہلی، پاکستان اور اسلام دشمن قوتوں کی وطن عزیز میں مداخلت اور امن وامان قائم کرنے والے اداروں کی اپنے فرائض کی بجائے دیگر امور میں دلچسپیاں اور

مداخلت ان دردناک واقعات کے پیچھے کارفرما نظر آتی ہے۔ اسلام کو جاننے اور اللہ اور رسول کو ماننے والا کوئی شخص ایسی قبیح حرکت کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس بارے میں ایسے احکام دیئے ہیں کہ ان کی موجودگی میں یہ ماننا ناممکن ہے کہ کوئی مسلمان اس جرم کا ارتکاب کر سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن بیت اللہ شریف میں خانہ کعبہ کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا ''اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں۔ اے کعبہ! تو کس قدر پاکیزہ ہے، تیری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے۔ جان لو کہ، مومن کی حرمت تیری حرمت سے بھی کہیں عظیم تر ہے۔ اللہ جل جلالہ نے تجھے حرمت بخشی ہے تو اسی نے مومن کے مال، جان اور عزت کو بھی حرمت سے نوازا ہے اور اس نے مومن کے بارے میں بدگمانی سے منع فرمایا ہے''۔
(بحوالہ المعجم الکبیر للطبرانی ج9،ص52)

اسی مضمون کی ایک روایت امام طبرانی نے بیان کی ہے جس کے راوی عمر بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اپنے باپ اور وہ اپنے باپ سے یہ روایت بیان کرتے ہیں۔ (بحوالہ المعجم الاوسط ج21،ص854)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم ﷺ کی ہر ادا کو حرز جان بنا لیا کرتے تھے، آنحضور ﷺ کی اسی حدیث کو بیان کرتے ہوئے ایک مرتبہ خانہ کعبہ کے سامنے آنحضور ﷺ کے اتباع سنت میں بیت اللہ پر نظریں گاڑتے ہوئے آنحضور ﷺ کے الفاظ دہرانے لگے:

''اے کعبہ! تو بہت عظیم ہے، تیری حرمت بھی بہت عظمت والی ہے اور بندۂ مومن کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے بھی بڑھ کر ہے''۔ (سنن ترمذی ج7،ص733) اسلام نے انسانیت کو امن کا پیغام دیا، تہذیب و ثقافت سکھائی اور غیر مہذب، اجڈ اور وحشی معاشرے کو ایک مثالی معاشرہ بنا دیا۔ اسلام کے خلاف جس قدر زہریلا پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور اسے دہشت گردی سے منسلک کرنے کی جتنی بھی ناپاک جسارتیں تاریخ کے مختلف ادوار میں ہوتی رہی ہیں، ان کی حیثیت جھوٹ کے طومار کے علاوہ کچھ نہیں اسلام میں کبھی کسی کا ناحق خون گرانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ یہ جرم کسی مسلمان کی کارروائی نہیں ہو سکتی۔ ایسے واقعات کے پیچھے امریکہ، بھارت اور اسرائیل کی تثلیث خبیثہ کا ہاتھ ہوتا ہے مگر نا اہل حکمران بھی اس کی ذمہ داری سے بری الذمہ نہیں کہلا سکتے۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ موجودہ صورتحال کی وجہ سے مذہبی جماعتوں کے درمیان اتنی کشیدگی پیدا ہوگئی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے بات کرنے سے بھی گریزاں نظر آتی ہیں۔

ہمارا دشمن اس ملک میں دینی جماعتوں کو جس انداز میں لڑانا چاہتا ہے، آج اس کے خدشات شدت سے محسوس ہوتے ہیں۔ تمام دینی عناصر کو مل کر باہمی غلط فہمیاں دور کرنی چاہئیں اور ملک وقوم کو اس خطرناک بحران سے نکالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ جرم اور مجرمین کو بے نقاب کرنے کیلئے سر جوڑ کر بیٹھیں اور اپنے وطن کو ایک پرامن سرزمین بنا کر آنے والی نسلوں کا مستقبل محفوظ بنادیں۔ اللہ ہم سب کو صراط مستقیم کی ہدایت بخشے۔

روزنامہ جناح، 9 جولائی 2010ء

مسئلہ: تجربہ سے ثابت ہوا کہ قرص آفتاب میں یہ زردی اس وقت آجاتی ہے، جب غروب میں بیس منٹ باقی رہتے ہیں، تو اسی قدر وقتِ کراہت ہے یوہیں بعد طلوع بیس منٹ کے بعد جواز نماز کا وقت ہوجاتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: تاخیر سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے دو حصے کیے جائیں، پچھلے حصہ میں ادا کریں۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: عصر کی نماز وقت مستحب میں شروع کی تھی، مگر اتنا طول دیا کہ وقت مکروہ آگیا تو اس میں کراہت نہیں۔ (بحر و عالمگیری و درمختار)

مسئلہ: روز ابر کے سوا مغرب میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے اور دو رکعت سے زائد کی تاخیر مکروہِ تنزیہی اور اگر بغیر عذر سفر و مرض وغیرہ اتنی تاخیر کی کہ ستارے گُتھ گئے، تو مکروہِ تحریمی۔ (درمختار، عالمگیری، فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: عشا میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر مباح یعنی جب کہ آدھی رات ہونے سے پہلے فرض پڑھ چکے اور اتنی تاخیر کہ رات ڈھل گئی مکروہ ہے، کہ باعثِ تقلیل جماعت ہے۔ (بحر، درمختار)

(بہار شریعت، حصہ 3)

اقبال خان منج

اے میرے کمسن خودکش

جولائی کی پہلی تاریخ کی پہلی جمعرات کو لاہور پھر لہو رنگ ہو گیا داتا کی نگری میں پہلی دفعہ داتا کے دربار کو نشانہ بنایا گیا، خودکش حملوں میں تقریبا43 سے زائد افراد شہید اور 170 سے زائد زخمی ہو گئے جن میں کچھ کی حالت تشویشناک ہے نجانے وقت کے کتنے صوفی اور درویش ایک ساعت کی نذر ہو گئے یہ وہ جگہ ہے جہاں پر آج تک کوئی بھوکا نہیں سویا یہ وہ مقام ہے جہاں کبھی لنگر ختم نہیں ہوتا۔ یہ سید علی بن عثمان ہجویری کا مزار ہے جن کا سلسلہ آٹھویں پشت میں جا کر حضرت علیؓ سے جا ملتا ہے یہ وہ ہستی ہیں جنہوں نے 431ھ جب محمود غزنوی کی سلطنت عروج پر تھی لاہور تشریف لا کر اس شہر کو تکریم اور عزت بخشی اور 30 سال تک لاہور میں اسلام اور امن کی تبلیغ کی، لاہور کے لوگوں کو مسلمان کیا اور مسلمانوں کو مومن بنایا خواجہ غریب نوازؒ نے آپ سے متاثر ہو کر یہ شعر لکھا

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
نا قصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

لاہور کی سرزمین محمود غزنوی، قطب الدین ایبک و جہانگیر، شاہ جہاں کے جلال سے بھی آگاہ ہے اور رنجیت سنگھ کی دربار کی تمکنت کی بھی گواہ ہے لاہور میں پرشکوہ عمارتیں بھی ہیں اور عمارتیں بنانے والوں کے مقبرے بھی لیکن لاہور کی شہرت داتا کی نگری ہی ہے اور روز قیامت تک یہ ہی رہے گی لاہور اور پاکستانیوں پر جو قیامت گزری ہے اسے لفظوں میں بیان کرنا بہت مشکل ہے لیکن اب تکلیف یہ ہے کہ دہشت گردی کا یہ عفریت اداروں سے نکل کر عبادت گاہوں اور مزاروں میں داخل ہو چکا ہے خواہ یہ 2005ء میں بری امام سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر خودکش حملہ ہو جس میں 25 افراد شہید ہو گئے تھے یا 2009ء میں رحمان بابا کے مزار پر بم حملہ امن و آشتی کی ہر جگہ اس کا نشانہ بن رہی ہے۔ کہیں نہ کہیں تو اس کے تانے بانے ملتے ہیں کہیں تو سازشیں باہم اور ارادے متصل ہیں لیکن افسوس صد افسوس دہشت گردی جیسے حساس مسئلے پر مل بیٹھ کر حل نکالنے کی بجائے سیاسی منجیقوں سے لفظی گولہ باری جاری ہے جب بھی کہیں آگ لگتی ہے فوراً اپنے فائدے کو لوہا گرم ہونے کیلئے رکھ دیا جاتا ہے۔ انگلیاں ایک

دوسرے کی طرف یوں کر لی جاتی ہیں کہ بازو شل ہونے پر بھی نیچی نہیں کی جاتیں۔ دلیل و جواز کی ایسی جادوگری کیجاتی ہے لگتا ہے یہ فرشتوں کی بستی ہے لیکن اس کے باوجود دہشت گردی کا شکار معصوم اور نہتے لوگ بن رہے ہیں۔

اگر یہ سب افغانستان سے ہو رہا ہے تو ہم اس کے سدباب کا مستقل حل کیوں نہیں نکالتے اور اگر بھارت اس سازش میں شریک ہے تو ہم عالمی برادری کو اس کا ثبوت مہیا کیوں نہیں کرتے ہم کیوں اسے ''ترپ کا پتہ'' سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں۔ موجودہ حالات میں عدالتی کشمکش کی راکھ میں چنگاری کو ہوا دینے والے کون ہیں۔ دہشت گردی کے مسئلہ پر کون سی طاقت سیاسی جماعتوں کو اکٹھا نہیں ہونے دیتی۔ دہشت گردی کے پچھلے 33 واقعات میں میرے وطن کے پانچ ہزار سے زائد افراد بے گناہ شہید ہو چکے ہیں اور ان شہید ہونے والے افراد کی وجہ سے نجانے کتنے چولہے ٹھنڈے ہو گئے ہیں اور کتنی آنکھیں پتھر ہو گئی ہیں نجانے کتنے بچے یتیم اور بوڑھے اپنے بڑھاپے کے آخری سہارے کو گنوا بیٹھے ہیں صرف 2010ء میں لاہور میں دہشت گردی کی وجہ سے 250 افراد شہید اور تقریباً 700 افراد زخمی ہوئے ہیں اگر ڈرون حملے دہشت گردوں کو ختم کرنے کا سبب ہیں تو ان حملوں کی شرح میں اضافہ کیوں ہو رہا ہے آزاد پارلیمنٹ کی ڈرون حملوں کو بند کروانے کی قرارداد قومے میں کیوں پڑی ہے۔ کیا ہم اپنی نسلوں کیلئے صرف سوالوں کی فصل بو رہے ہیں کیا فوج پولیس اور دوسرے اداروں کے جوان یوں ہی شہید ہوتے رہیں گے کیا یہ عفریت اسی طرح معصوم عوام کو نگلتا رہے گا۔ کیا اس کی ذمہ دار صرف اور صرف پولیس ہے کبھی کسی نے اس کانسٹیبل کے دل میں جھانک کر دیکھا ہے جسے کسی مسجد و مزار یا اہم ادارے کے باہر معمولی ڈی ٹیکٹر کے ذریعے سب کی تلاشی پر معمور کیا جاتا ہے وہ کتنی مرتبہ اپنے بچوں اور بوڑھے والدین کے متعلق سوچتا ہوگا یہ ہی ہمارا المیہ ہے ہم سطحی وجہ کو حتمی وجہ سمجھ کر فیصلہ صادر کر دیتے ہیں ہاں فرائض میں غفلت قابل معافی نہیں ہونی چاہیے۔ بلاشبہ عوام کا ایسے واقعات میں غصہ اور جذبات میں آنا قدرتی عمل ہے لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ املاک اور ملک بھی ہمارا اپنا ہے۔ نہ ہی ہم بھارت، امریکہ اور اسرائیل کی سازش قرار دے کر بری الذمہ ہو سکتے ہیں اب سیاست کی بجائے ملک کی بقاء کیلئے ایک ہونا پڑے گا ایک مربوط اور مضبوط حکمت عملی اپنانا پڑے گی نہیں تو عالمی بینک اسی طرح ہندوستان کے کہنے پر بھاشا دیا میر ڈیم کیلئے وعدے کرنے کے باوجود فنڈز روکتا رہے گا بیرونی

سازشوں کا اس وقت تک مقابلہ نہیں کیا جا سکتا جب تک ہم بحیثیت قوم ایک نہیں ہو جاتے بالخصوص بھٹکے ہوئے لوگوں کو واپس گھر نہیں لے آتے۔ مجھے ان کم سن اور نو عمر خود کش حملہ آوروں سے بھی ایک درخواست کرنا تھی جو آزاد نظم کی صورت میں درج ذیل ہے۔

اے میرے کم سن خود کش
اے میرے کم سن خود کش
اک پل، اک لمحے
اک ساعت کو
سن اپنی سماعت کو
تو جو نکلا ہے خود کو بیچنے
آ!!! میں تجھے خرید لوں
تیری رگوں سے تیرا لہو کشید لوں
کہ تیرے بدن کی سرخی
تیری ماں کا وجود ہے
کہیں تو تیری سوچ میں درد ہے، درماں موجود ہے
سن!! اے مشتاق فردوس بریں
یہ جو دیواریں لہو رنگ ہیں چھینٹوں سے
یہ جو فرش سج گئے
خون آلود سروں کی اینٹوں سے
یہ جو کٹے ہوئے بازو پر گھڑی رک گئی
اسی ایک ساعت میں
دعائیں لفظوں سے گر گئیں
اے میرے کم سن خود کش
تیری انگلیوں کی اک جنبش سے

کتنی بہنوں کی ردا چھن گئی
ہتھیلیوں پر مرتسم دعا چھن گئی
کتنے بیٹے لوٹے نہیں گھر کی دہلیز پر
کون لائے گا ، تھمائے گا
ننھے ہاتھوں میں کھلونے اور ٹافیاں
وہ ہلکی سی ڈانٹ اور معصوم معافیاں
اے میرے کم سن خود کش
تیرے ملبوس میں
پنہاں ہیں کتنی آہیں
کتنے آنسو ہیں سرراہ التجا
روک لے اپنی انگلیوں کی جنبش کو
اے میرے کم سن خود کش
تو جو نکلا ہے، خود کو بیچنے
آ!!! میں تجھے خرید لوں

روزنامہ جناح، 11 جولائی

مسئلہ: نماز عشا سے پہلے سونا اور بعد نماز عشا دنیا کی باتیں کرنا، قصے کہانی کہنا سننا مکروہ ہے، ضروری باتیں اور تلاوت قرآن مجید اور ذکر اور دینی مسائل اور صالحین کے قصے اور مہمان سے بات چیت کرنے میں حرج نہیں، یوہیں طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ذکرِ الٰہی کے سوا ہر بات مکروہ ہے۔ (درمختار، ردالمحتار)
(بہارشریعت، حصہ 3)

خالد کاشمیری

عوام کی سیکورٹی کے تقاضے

سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر خودکش حملوں کے نتیجے میں یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ پنجاب بالخصوص لاہور کے عوام دہشت گردوں کی دست برد میں ہیں ان کی سیکورٹی کا کوئی معقول انتظام نہیں سیکورٹی کے تمام تر انتظامات صرف برسر اقتدار اور ان کے خاندان کے لوگوں ہی تک محدود ہیں یہی وجہ ہے کہ صوبے میں نت نئے دن لوگ خوفناک دہشت گردی کے نتیجے میں لقمہ اجل بن رہے ہیں روشن بھی بتاتے ہیں کہ اگر سیکورٹی کے انتظامات صُرف مسند اقتدار پر قابض لوگوں اور ان کے حواریوں ہی تک محدود رہے تو عوام کے تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں مل سکے گی کسی بھی ملک میں لوگوں کے جان و مال اور عزت و ناموس کے تحفظ کی ذمہ داری حکومت وقت پر عائد ہوتی ہے ایوان اقتدار کے مکینوں اور ان کے خاندان کے لوگوں کی جان و مال کا تحفظ جتنا ضروری ہے اتنا ہی کسی عام شہری کا بھی ہے۔اس معاملے میں کسی کو بھی کسی دوسرے پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔

بدقسمتی سے ملک میں سیکورٹی انتظامات کا تمام رخ صاحبان اقتدار اور ان کے اہلخانہ کی طرف موڑا گیا ہے ان کے سیکورٹی انتظامات پر روزانہ اس عوام کے خون پسینے کی کمائی سے حاصل ہونے والے ٹیکسوں سے کروڑوں روپے روزانہ کے حساب سے خرچ ہو رہے ہیں جو عوام کسی قسم کی سیکورٹی کے بغیر گھروں سے نکلتے ہیں جو سینکڑوں پولیس اہلکار اور ایلیٹ فورس کے جوان وزیر اعلیٰ، وزراء، مشیروں اور گورنر کی سیکورٹی پر مامور ہیں اگر انہیں عام لوگوں کی سیکورٹی کیلئے شہر کے مختلف علاقوں میں ذمہ داریاں سونپ دی جائیں تو یقیناً عوام بھی آئے دن دہشت گرد کارروائیوں سے محفوظ رہ سکیں۔جس معاشرے یا ملک میں یہ فرض کر لیا جائے کہ صرف برسر اقتدار لوگوں کی جانوں ہی کو خطرہ ہے انہیں سینکڑوں مسلح پولیس اہلکاروں کے جلو اور بلٹ پروف گاڑیوں میں چھپ کر باہر نکلنا چاہیے اور باہر نکلتے وقت بھی شاہراہوں کو عام ٹریفک کیلئے بند کر دینا چاہیے ان شاہراہوں پر بھی مسلح پہریداروں کا تعینات کرنا ضروری ہو ایسی قیادت کو اگر عوام سے براہ راست رابطہ کرنے میں بھی خوف محسوس ہو اور وہ اپنے ان عوام سے بھی براہ راست ملاقات سے گریز کرے جن کے ووٹوں کی بدولت اس کو مسند اقتدار نصیب ہوئی تو وہ کس منہ

سے عوامی نمائندہ ہونے کا دعویٰ کر سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امن و امن برقرار رکھنے اور عوام کے جان و مال کے تحفظ کے ذمہ داروں کے اعلیٰ ارکان تک اہل اقتدار کی دیکھا دیکھی عوام سے زیادہ اپنی حفاظت کو اولیت دے رہے ہیں اور سیکورٹی کے وہ انتظامات کہ کوئی عام ان سے بھی بیتے دنوں کی طرح اب ملاقات کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ یہ سب آخر کیا ہے؟ پاکستان میں کس قسم کا کلچر پنپ رہا ہے؟ اس معاملہ میں بھی تفریق کیوں ہوتی جارہی ہے۔ فلاں جان کا تحفظ ضروری اور فلاں کا غیر ضروری فلاں کیلئے سیکورٹی کے بے مثال انتظامات اور فلاں کی سیکورٹی کا خدا حافظ، خدا تو سبھی کا محافظ ہوتا ہے جن کی سیکورٹی پر روزانہ لاکھوں کروڑوں خرچ کئے جاتے ہیں ان کا بھی اور جن کی سیکورٹی کا کوئی انتظام نہیں ان کا بھی خدا ہوتا ہے مگر قومی خزانے سے صرف مخصوص طبقے بلکہ چند افراد کی سیکورٹی پر تو زر کثیر خرچ ہو رہا ہے اس کے برعکس جن کے خون پسینے کی کمائی سے قومی خزانہ وجود میں آتا ہے ان کی سیکورٹی کا یہ عالم کہ آئے دن دہشت گردوں کی ہولناک کارروائیوں کا نشانہ بنتے رہیں۔ گولی انتہائی کڑوی ہے اس ملک اور عوام کی قسمت کے وارث بنے طبقے کو نگلنے میں شدید مشکل ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے نگلنا ناممکن قرار دے دیں کہ ملک کو اسلحہ سے پاک کر دیا جائے معاشرہ سے اسلحی کلچر کا خاتمہ کر دیا جائے جگہ جگہ قائم مختلف تنظیموں کے مسلح دستوں سے اسلحہ لے لیا جائے۔ عوامی نمائندگی کے دعویداروں سے اسلحہ کے لائسنس حکماً واپس لیے جائیں بلا تخصیص اس فیصلے پر عمل ہو، کسی بڑے سے بڑے بزعم خود عوامی نمائندگی کے دعویدار کو مسلح گارڈ رکھنے کی ممانعت ہو۔ اسلحہ سے مسلح ہوں تو صرف امن و امان برقرار رکھنے کے ذمہ دار ادارے مثلاً پولیس اور اسی نوع کے دیگر سرکاری ادارے۔ یہ بات کوئی انہونی اور انوکھی نہیں ہوگی کہ کرۂ ارض کے بعض ممالک اس تجربے کے تحت اسلحہ سے پاک پر امن معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہوئے اسلامی ملک ملائشیا کی مثال ہمارے سامنے ہے ملائیشیا میں بھی ایک وقت ایسا آیا تھا کہ بیرونی عناصر کی سازشوں نے اس کے ملکی معاشرے میں اسلحہ کی ریل پیل نے امن و سکون کو متزلزل کر دیا تھا اسلحہ کلچر نے عوام کا جینا دوبھر کر دیا تھا ایسے میں برسر اقتدار قیادت نے یہ نہیں سوچا کہ ملکی معاشرہ جائے بھاڑ میں اپنے اپنے تحفظ کیلئے سیکورٹی انتظامات کے جائیں ملکی قیادت کو عوام کی ضرورت اور اس کے سکھ چین کی فکر دامن گیر تھی اس معاملے میں حزب اختلاف اور حزب اقتدار کی قیادتیں یکسو ہوئیں اور پورے ملک سے اسلحہ کلچر کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ایک ایک مسلح شخص سے بلا تخصیص اسلحہ کے لائسنس واپس لیے، اسلحہ سرکاری طور پر ضبط کر کے سبھی کو

غیر مسلح کر دیا گیا اور جس ملائشیا میں اسلحہ کلچر کی درآمد کے باعث ملک کے باسیوں کو جان کے لالے پڑ گئے تھے اور وہاں اہل نظر وفکر کو ملک کے مستقبل کی فکر دامن گیر ہو چکی تھی وہ سبھی معاملات حل ہو گئے ملک کے مستقبل کے بارے میں سبھی خدشات کافور ہو گئے اور قومی قیادت کے حب الوطنی سے عبارت فیصلے کے نتیجے میں ملائشیا پھر امن وسکون کے ساتھ شاہراہ ترقی کی طرف گامزن ہوا۔ پاکستان میں ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟ بلکہ یہ تو بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا آخر ضرورت سے زیادہ اسلحہ کے لائسنس رکھ کر اسلحہ کی خریداری پر بھاری اخراجات کس مرض کی دوا کیلئے ہے؟ بلاشبہ پاکستان میں برسر اقتدار عناصر کیلئے ایسا فیصلہ کرنا ایک بہت ہی بھاری پتھر اٹھانے کے مترادف ہے جس کی شاید کسی میں ہمت ہو نہ جرات؟ کیونکہ ایسے فیصلے جرات وہمت کا تقاضا کرتے ہیں خوفزدہ قیادتیں اس قسم کے فیصلوں کی راہ اختیار کرنے سے گریزاں ہوتی ہیں مگر یہ بات طے شدہ ہے کہ پاکستان میں اسلحہ کلچر کے خاتمے کے بغیر پرامن معاشرے کا خواب شرمندہ تعبیر ہونا ناممکن ہے یہ دلیل بھی انتہائی بے وزن اور بودی ہوگی کہ دہشت گردوں کی خونی کارروائیوں کے پیش نظر لوگوں کے پاس اسلحہ ہونا ضروری ہے سوال یہ ہے کس مقام پر دہشت گردوں کو مقامی طور پر اسلحہ کے استعمال سے روکا گیا یا ایک بھی دہشت گرد، اپنی خونی کارروائی کا ارتکاب کرنے سے قبل جہنم رسید کیا گیا حقیقت یہ ہے کہ اسلحہ سے پاک معاشرے میں کسی شخص کو خواہ وہ دہشت گرد ہی کیوں نہ ہو کسی قسم کا اسلحہ لے کر مسلح پولیس کو دھوکہ دے کر نکلنے کا موقع نہیں مل سکتا صرف مشکوک عناصر ہی اسلحہ پر انحصار کریں گے اور عام آدمی بھی ایسے عناصر کو گرفت میں نہ لے سکے تو اس پر نظر رکھ کر اسے قانون کی گرفت میں دینے میں مدد دے گا۔

پہلی فرصت میں ضروری ہے کہ برسر اقتدار افراد کے سیکورٹی انتظامات کیلئے سینکڑوں مسلح پولیس کی تعیناتی ختم کیجائے ماضی کی طرح چند سپاہیوں پر مشتمل سکواڈ کا نظام ہی بحال کیا جائے سینئیر اور دوسرے وزراء اور مشیروں وغیرہ کی سیکورٹی کے خصوصی انتظامات فی الفور ختم ہونے چاہئیں اور ان تمام کی ہمہ وقت سیکورٹی کیلئے مخصوص سینکڑوں پولیس اہلکاروں کو عوام کی سیکورٹی کی خاطر مختلف ضروری مقامات پر تعینات کیا جائے معاشرے کو اسلحی کلچر سے پاک کرنے کے فیصلوں پر عملدرآمد کے بعد شہروں میں داخلے کے تمام راستوں پر سیکورٹی نظام سخت کر دیا جائے تبھی پاکستان ایک بار پھر ماضی کے پرامن معاشرے میں لوٹ سکے گا۔

روزنامہ جناح، 7 جولائی 2010ء

عارفہ صبح خان

لاشوں پہ اقتدار

بچپن میں غالباً ڈائجسٹ میں یہ سنگین نما لطیفہ پڑھا کہ ہنگری میں ظلم ناانصافی بے رحمی انتقال اور کرپشن کا یہ عالم ہے کہ ایک دن دو دوست شراب کے نشے میں دھت ریسٹورنٹ میں داخل ہوئے۔ اچانک ایک کی نظر چند میزیں چھوڑ کر ایک میز پر پڑی۔ اس نے اپنے دوست سے کہا کہ یار وہ جو سامنے چار آدمی بیٹھے ہیں۔ ان میں سے پرسوں ایک سے میرا پھڈا ہو گیا تھا۔ دوست نے پوچھا چار میں سے کون سا والا۔ پہلے نے اشارے سے کہا کہ وہ جو ادھر بیٹھا ہے، دوستوں کے ساتھ...... شرابی دوست نے کہا کہ مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ کون سا والا، پہلے دوست نے ریوالور نکالا اور تین آدمیوں کو گولی مار کر بولا کہ یہ جو باقی بچا ہے۔ اسی کمینے سے میری لڑائی ہوئی تھی۔ دوسرا دوست بولا کہ اچھا تو یہ ہے تمہارا دشمن ...... ارے اسے کیوں چھوڑ دیا۔ اس گولی سے اسے بھی ٹھونک دو۔ پہلے دوست نے ریوالور کا ٹریگر دبایا مگر گولی دشمن کو لگنے کی بجائے کسی دوسرے کو لگ گئی کیونکہ دشمن اتنی دیر میں بھاگ گیا۔ پہلے نے افسوس سے کہا کہ ہائے میرا نشانہ چوک گیا۔ دوسرے نے جواب دیا کہ یار شکر کرو کہ گولی تو ضائع نہیں گئی"۔ کافی دن اس واقعہ کو جھٹلانے کے باوجود ایک یاسیت سی طاری رہی لیکن آج عالم شعور میں یہ سنگین وارداتیں اپنے ملک میں اور ہر روز ہوتے دیکھتے ہیں تو سوچتی ہوں کہ کیا واقعی ہم ایک اسلامی فلاحی جمہوری سیاسی مملکت میں رہ رہے ہیں جہاں ہر روز انسان حشرات الارض کی طرح مر رہے ہیں۔ کبھی خود کش بم دھماکوں سے تو کبھی خودکشیوں سے، کبھی نفرت و انتقام کی آگ میں قتل و غارت سے۔ پاکستان میں دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر بھی ہر روز بے گناہ شہری، دیہاتی قبائلی مارے جاتے ہیں۔ ڈرون حملوں، خودکش بم دھماکوں میں ہر ماہ کئی سو افراد لقمہ اجل بن رہے ہیں۔ اس تناسب سے پاکستان میں بے وقت اور غیر طبعی اموات کی تعداد سالانہ 18 ہزار سے 21 ہزار تک جا پہنچی ہے۔

داتا دربار جو دنیا بھر سے بڑے اور معروف مزارات میں سے ایک ہے اور جس کے متعلق مشہور ہے کہ داتا کی نگری میں کوئی بھوکا نہیں سوتا اور داتا دربار کی وجہ سے لاہور سرسبز زرخیز اور خوشحال ہے۔ اس داتا دربار پر خودکش حملہ جہاں انسانیت سوز واقعہ ہے وہاں حکومت کی ناکامی کا اعلامیہ بھی۔ اگر

مزارات بھی محفوظ نہیں تو یاد رکھیئے کہ کوئی گھر بھی محفوظ نہیں۔ داتا دربار میں خود کش حملوں اور شہادت پانے والوں کا داغ نہ مٹنے والا ہے جس نے اہل لاہور کا دل پاش پاش کر دیا ہے۔ صوبہ پنجاب میں دہشت گردی کی بڑھتی ہوئی فضا اور مسلسل خود کش بم دھماکوں کی وجہ سے اہلیان لاہور کی زندہ دلی مایوسی کرب اور سوگواری میں بدل گئی ہے۔ اس حوالے سے وزیر اعظم کا کردار البتہ کافی مثبت اور مضبوط رہا ہے۔ انہوں نے صحافیوں کے تند و تیز اور تلخ و تراش سوالوں کے جواب تحمل اور رواداری سے دیئے بلکہ قومی کانفرنس بلالی ہے لیکن اصل سوال یہ ہے کہ وزیر اعظم نے مفاہمت اور قومی جذبے کو تقویت دی ہے مگر کیا ہمارے سیاستدان ایک ایسے وقت میں دل، یقین، قومی یکجہتی کے جذبے سے سرشار ہو کر کیا کسی کار آمد نتیجے تک پہنچ سکیں گے۔ ابھی تک کے بیانات اور تلخیوں سے تو یہی اندازہ ہو رہا ہے کہ جتنی لاشیں گر رہی ہیں ...... ہمارے سیاستدانوں کی سیاست اتنی چمک رہی ہے۔ جہاں آگ اور خون برستا ہے وہاں سیاستدانوں کو ہرزہ سرائی کا موقع ملتا ہے۔ یہ لوگ کبھی پاکستانی ہو کر کیوں نہیں سوچتے۔

جس جگہ ملک کو گروی رکھ دیا جائے، آزادی کو صلیب پر لٹکا دیا جائے اور امور مملکت ڈکٹیشن پر چلتے ہوں وہاں صرف کٹھ پتلیاں جنم لیتی ہیں۔ جہاں لاشوں پر اقتدار کا کھیل کھیلا جاتا ہو...... وہاں کبھی بھی کوئی بھی ایک جیتے جاگتے انسان سے لاش بن سکتا ہے۔ لاشوں پر اقتدار چھوڑیئے کیونکہ اقتدار سے بھی زیادہ بے وفا زندگی ہوتی ہے جو کبھی بھی، کہیں بھی، کسی کو بھی انسان سے لاش بنا سکتی ہے۔ طاقت اختیار اور اقتدار اصل میں انسان کا امتحان ہوتا ہے۔ کاش! ہمارے حکمران جان سکتے کہ لاشوں پر اقتدار کی مدت کا دورانیہ سب سے مختصر اور دلخراش ہوتا ہے۔ اکثر دیواروں اور رکشوں پر ایک رقت آمیز جملہ لکھا ہوتا ہے "اٹھ! آج نماز پڑھ، اس سے پہلے کہ کل کوئی تیری نماز پڑھے"۔ تو اقتدار میں رہنے والے مقتدر حکمرانوں ...... لاشوں کی سیاست چھوڑ کر پاکستان اور پاکستانیوں کو بچاؤ ...... اس سے پہلے کہ تم عبرت کا نشان بن جاؤ۔ ابھی وقت ہے جاگ جاؤ۔ اپنے قائد کے ملک کو بچا لو ورنہ تم بھی نہیں بچو گے۔

روزنامہ نوائے وقت، 10 جولائی 2010ء

بہشت آثار و پُر انوار و بے خار و تروتازہ
بڑا سیدھا ہے رستہ گنج بخش فیضِ عالمؒ کا

ناقصاراں پیر کامل

حضرت سید ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری رحمتہ اللہ علیہ المعروف داتا گنج بخش 1030ء میں لاہور تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھوں پہلا حلقہ بگوش اسلام ہونے والا ہندو رائے راجو تھا۔ اس وقت وہ نہ صرف لاہور کا منتظم بلکہ سنیاسی اور جوگی ہونے کے ساتھ ساتھ علم نجوم، ریاضی اور جادو کا بھی ماہر تھا۔ وہ بارعب شخصیت کا مالک تھا۔ علاقے کی خواتین اس کے سامنے دودھ کا چڑھاوا چڑھایا کرتی تھیں۔ حضرت علی بن عثمان رحمتہ اللہ علیہ نے ایک روز ایک ہندو عورت کو کہا کہ وہ آج دودھ ان کو فروخت کر دے۔ خاتون نے پہلے تو لیت و لعل سے کام لیا بالآخر دودھ داتا صاحب کے حضور پیش کر دیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تھوڑا سا پیا باقی دریا میں بہا دیا۔ یہ عورت گھر گئی تو شام کو گائے نے پہلے سے کہیں زیادہ دودھ دیا۔ اس کی دیکھا دیکھی باقی لوگ بھی داتا صاحب کے پاس دودھ لانے لگے۔ راجو کو پتہ چلا تو بھاگا چلا آیا اور کہا آپ نے ہمارا دودھ بند کرا دیا۔ اب کوئی اور کمال دکھاؤ۔ جواب تھا "میں اللہ کا بندہ ہوں کوئی شعبدہ باز نہیں تم میں کوئی کمال ہے تو دکھاؤ"۔ اس پر راجو نے ہوا میں اڑنا شروع کر دیا۔ داتا صاحب نے جوتے اس کی طرف پھینکے جو راجو کے سر پر برسنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ راجو نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ سید علی بن عثمان ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے راجو کو "شیخ ہندی" کا لقب عطا فرمایا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے اعتکاف فرمایا اور چلہ کشی بھی کی۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے مزار پر چلہ کشی کی اور روانگی کے وقت آپ کی زبان پر یہ شعر تھا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی غریب اور نادار لوگوں کیلئے لنگر کا اہتمام ہوتا تھا۔ آپ کے وصال 1079ء کے بعد سے لنگر کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ کا مزار بلا تخصیص و امتیاز مرجع خلائق ہے۔ جہاں بادشاہ اور گدا سب حاضری دیتے رہے ہیں۔ 800 سال میں لاہور پر انگریزوں اور سکھوں کی بھی حکمرانی رہی لیکن کسی دور میں بھی لنگر کا سلسلہ بند ہوا نہ کسی نے میلی آنکھ سے اس دربار کی طرف

دیکھا۔ بعض اوقات تو غیر مسلم بھی یہاں حاضری دیتے دکھائی دیتے ہیں۔ سکھوں کے دورِ حکومت میں مساجد کی بے حرمتی کی گئی ان میں گھوڑے تک باندھے گئے۔ مسلمانوں کیلئے ابتلاء کے اس دور میں داتا دربار کی حرمت اور جاہ وحشم برقرار رہا۔

یکم جولائی 2010ء بروز جمعرات جب داتا دربار میں عقیدت مند اپنی عقیدتوں کے پھول نچھاور کرنے جوق در جوق حسب سابق آئے ہوئے تھے۔ غیر ملکی طاقتوں کے ہاتھوں میں کھیلنے والے کچھ بد بختوں نے دہشت گردی کا بازار گرم کر دیا۔ جس میں جہاں پچاس کے قریب معصوم جانیں گئیں۔ 200 سے زائد افراد زخمی ہوئے وہیں مزار کا تقدس بھی پامال ہوا۔ پاکستان میں ایسے لوگ موجود ہیں جو دشمن کے ایجنڈے کو عملی جامہ پہنانے میں اس کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو سوات اور وزیرستان میں بھی مزاروں کی بے حرمتی کر چکے ہیں۔ یہ طالبان کے بھیس میں طالبان کو بدنام اور گھناؤنی کارروائیاں کرتے ہیں۔ سوات میں تو ان دہشت گردوں نے بزرگوں کی نعشیں قبروں سے نکال کر درختوں سے لٹکا دی تھیں۔ دشمن کے ایسے ایجنٹوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ پاکستان میں نہ صرف ہندو کے ایجنٹ بلکہ خود ہندو بھی مسلمانوں کے بھیس میں پاکستان کی تباہی و بربادی کی کارروائیوں میں شامل ہیں۔ قبائلی علاقوں میں ان کی ملنے والی لاشیں ہندوؤں کے براہ راست پاکستان کے خلاف سرگرم ہونے کا ثبوت ہیں۔

ایک مسلمان بھوک اور پیاس برداشت کر سکتا ہے۔ لگژری لائف چھوڑ سکتا ہے۔ اپنے مذہب کی بے حرمتی، بے توقیری اور تضحیک برداشت نہیں کر سکتا۔ بھارت اپنے ایجنٹوں کے ذریعے مساجد اور مزاروں پر حملے کروا کے کشمیر سے دنیا کی توجہ نہیں ہٹا سکتا۔ وہ پاکستان میں مذہبی فساد برپا کر کے مخصوص مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسے پتہ ہونا چاہیے کہ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر سنگ باری کی جائے تو جواب میں پتھروں کی بارش سے شیشے کے محلات چکنا چور ہو جاتے ہیں اور بھارت کے شیشے کے محلات تو ہماری دست برد میں ہیں۔ دشمن کا گریبان پاکستانیوں کے ہاتھوں سے دور نہیں ہے۔ دشمن کے ہاتھوں میں کھیلنے والوں کو بھی علم ہونا چاہیے کہ وہ انسانوں کے قانون کو دھوکہ دے سکتے ہیں مکافات عمل سے نہیں بچ سکتے۔ خودکش حملہ آوروں نے داتا دربار میں جو قیامت برپا کی۔ وہ مسلمان تو کیا کسی انسان کی کارروائی بھی نہیں ہو سکتا۔ ایسے لوگوں کا مذہب کیساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اگر کوئی مذہب کے نام پر ایسا کرتا ہے تو یقیناً گمراہ ہے اور اس سے ایسا کرانے والے صرف چند سکوں کے لالچ میں یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔

روزنامہ نوائے وقت، 10 جولائی 2010ء

گل محمد بھٹہ (الریاض، سعودی عرب)

داتا دربار میں خودکش دھماکے

دہشت گردوں کا نہ تو کوئی مذہب ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی مسلک یا فرقہ بلکہ وہ تو انسانی اقدار سے بھی عاری ہوا کرتے ہیں۔ انہوں نے جی ایچ کیو کو ماضی میں ہلا کر رکھ دیا جبکہ مساجد اور امام بارگاہوں کی بے حرمتی کی۔ مارکیٹوں میں عوام الناس کو لقمہ اجل بنایا۔ انہیں نہ تو زندہ انسانوں کی قدر و قیمت کا کوئی لحاظ ہے اور نہ ہی مزارات اولیاء کرام میں ابدی نیند سونے والی برگزیدہ ہستیوں کا کوئی احترام مقدم ہے۔ دوسری جانب ایک نجی ٹی وی چینل نے ملکی تاریخ کے سب سے بڑے سکینڈل کا انکشاف کرتے ہوئے حکومت کو خبردار کیا ہے۔ جس کے مطابق کراچی سے نیٹو فورسز کیلئے اسلحہ اور دوسرا سامان افغانستان لیجانے والے گیارہ ہزار کنٹینرز (ٹرک) غائب ہو گئے۔ جس سے گذشتہ اڑھائی سالوں میں ملک کو 220 ارب روپے کا نقصان ہوا جبکہ حاصل ہونے والی معلومات کے مطابق ایسا ہی اسلحہ کراچی کے بازاروں میں سرعام فروخت ہو رہا ہے۔ جس پر لیبل چسپاں کئے گئے ہیں کہ یہ صرف (افغانستان میں نیٹو فورسز کیلئے ہے) شنید ہے کہ متذکرہ ٹرکوں سے حاصل ہونے والا اسلحہ دہشت گردوں کے ہاتھ لگ رہا ہے۔ جس کی واضح مثال رائے ونڈ (لاہور) کے پاس ایک بھاری مقدار میں اسلحہ کا پکڑا جانا ہے لیکن ...... حکومت ٹس سے مس نہیں ہو پا رہی ہے بلکہ ہر جانب سے سب اچھا ہے کی رپورٹ آ رہی ہے۔ وہ تو وکلاء کو خریدنے پر تلی ہوئی ہے۔ ملک میں (بلیک واٹر) نامی بدنام زمانہ امریکی کمپنی اب نام تبدیل کر کے اپنے مذموم مقاصد کیلئے سرگرداں ہے۔ مزار سید علی ہجویریؒ پر دہشت گرد حملہ مسلمانوں کے مختلف مسالک کو آپس میں گتھم گتھا کرنے کی مذموم سازش ہے جو کہ بلیک واٹر کا کیا دھرا ہی ہو سکتا ہے۔ ادھر یہ بات بھی بڑی خوش آئندہ ہے جس کے مطابق وزیر اعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی نے گنگا رام ہسپتال میں سانحہ مزار سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے زخمیوں کی عیادت کیلئے آنے پر میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میں پنجاب حکومت کو کیسے برا کہہ دوں۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب حکومت بھی، حکومت ہے۔ میں پنجاب حکومت کو قصوروار نہیں گردانتا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں مل جل کر دہشت گردی کا مقابلہ کرنا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم بھی مزارات اور اولیاء اللہ کے ماننے والے ہیں۔ ہمیں اس سانحہ سے بہت صدمہ ہوا ہے تاہم اگر رحمن ملک کے پاس کوئی معلومات یا تجاویز ہیں کہ جن سے دہشت گردی ختم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ تو انہیں چاہیے کہ وہ ہمارے ساتھ اشتراک عمل کریں۔ تاکہ مشترکہ لائحہ عمل

دہشت گردی کی روک تھام کیلئے تیار کیا جا سکے۔ مزار سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ پر حالیہ دہشت گرد حملے سے جہاں پاکستان میں رہائش پذیر مسلمانوں کے دل مجروح ہوئے ہیں وہاں بیرونی ممالک خصوصاً سعودی عرب کے دارالحکومت الریاض میں بسلسلہ روزگار مقیم ہموطنوں نے بھی زخمی دلوں کے ساتھ اپنے رنج و الم کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان مسلم لیگ ن ریاض ریجن کے سینئر نائب صدر رانا خادم حسین نے کہا کہ مزار سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ انہوں نے اس مذموم کارروائی کی شدید الفاظ میں مذمت کی۔ انہوں نے مسلم لیگی قیادت سے مطالبہ کیا کہ وہ جرات مندانہ فیصلہ کر کے علمائے اہل سنت کے زخمی دلوں پر بھی مرہم رکھے۔ انہوں نے وفاقی حکومت پر بھی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وہ دہشت گردی پر کوئی جرات مندانہ فیصلے نہیں کر پا رہی ہے جبکہ ملک میں لاقانونیت کا دور دورہ ہے۔ مہنگائی اور بے روزگاری نے غریبوں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ پاکستان پریس کلب سعودی عرب کے سیکرٹری اطلاعات شیخ محمد سعید احمد لاہوری نے کہا کہ وفاقی اور پنجاب حکومتوں کو باہمی اشتراک عمل سے دہشت گردی کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ ایک دوسرے کو موردالزام ٹھہرانے سے ہدف پورا نہیں ہوگا بلکہ ایسا کرنے سے ہمارا مشترکہ دشمن کامیاب ہو جائے گا۔ معروف پاکستانی ریسٹورنٹ کے آپریشن منیجر رفتاح حلیم عباسی نے کہا کہ کتنے بدبخت ہیں جنہوں نے اولیاء کرام کے مزارات کو نشانہ بنایا ہے انہوں نے شدید رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے دہشت گردی کی مذموم کارروائی کی مذمت کی۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) الریاض کے سیکرٹری اطلاعات راشد محمود بٹ نے لاہور میں دربار حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے خودکش دھماکوں پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ معصوم نہتے شہریوں کی جان و مال سے کھیلنا گھناؤنا اور غیر انسانی فعل ہے۔ یہ کسی مسلمان تو کجا کسی ذی حس انسان کو بھی زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی بے گناہ کو اس بے دردی بے رحمی سے ہلاک کرے۔ دراصل انسانیت اور مذہب کے لبادہ میں یہ بھیڑیئے انسانیت کے دشمن وطن عزیز کی نظریاتی بنیادوں کو غیروں کی ایما پر کھوکھلا کرنے پر تلے ہیں۔ حقیقت میں یہ دشمنان اسلام اور وطن عزیز کے بدخواہوں کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے ہیں اور مذموم حرکات سے مذہب اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔

راشد محمود بٹ نے اس خودکش دھماکوں کو ملک کی سیکورٹی ایجنسیوں اور پولیس فورسز کی نااہلی، سستی اور کوتاہی قرار دیا اور ارباب حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ تمام فرقہ پرست تنظیموں کی متنازعہ کتابوں اور لٹریچر کو ضبط کرے۔ ایسے نااہل اور ڈیوٹی سے غافل افراد کا محاسبہ کرے تاکہ عوام الناس کو سیکورٹی کا تحفظ تو حاصل ہو۔

روزنامہ نوائے وقت، 9 جولائی 2010ء

عبدالشکور ابی حسن

مزار داتا گنج بخش پر خودکش حملہ ایک ناپاک سازش

جب امریکہ میں 9/11 ہوا تو وہ دہشت گردی کی ابتداء تھی جس میں خودکشوں نے جہازوں کے ذریعے امریکی ٹریڈ ٹاور کو زمین بوس کر دیا لیکن اس کا خمیازہ عالم اسلام کو بھگتنا پڑا اور پڑ رہا ہے۔ افغانستان اور عراق پر امریکی یلغار کی ابتداء تھی جبکہ امریکہ کا اصل ٹارگٹ پاکستان تھا لیکن اس وقت کے حاکم پرویز مشرف نے اس طرف دھیان نہیں دیا اور ایک مڈنائٹ کال پر ڈھیر ہو گئے اور اس وقت پرویز مشرف حکومت کے ترجمان شیخ رشید نے کہا تھا کہ اگر ہم امریکہ کی بات نہ مانتے تو امریکہ پاکستان کو ''تورابورا'' بنا دیتا لیکن شاید شیخ رشید احمد کو معلوم نہیں کہ اب پاکستان کا چپہ چپہ ''تورابورا'' بن چکا ہے ایک طرف ڈرون حملے اور دوسری طرف خودکش حملوں نے پاکستان کو عراق اور افغانستان بنا دیا ہے جبکہ بھارت، پاکستان کا پانی بند کر کے اسے صومالیہ اور ایتھوپیا بنا رہا ہے۔ ایٹمی قوت ہونے کے باوجود جس طرح مشرف حکومت نے بزدلی کا مظاہرہ کیا اس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ پاکستان نے جو جنگیں بھارت کے خلاف لڑیں وہ ایٹمی قوت بننے سے پہلے لڑیں اور اس وقت پاکستانیوں کا جذبہ قابل ستائش تھا۔ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی مدد کو شامل حال رکھتے تھے تو اللہ انہیں کامیابیوں اور کامرانیوں سے نوازتا تھا جب سے ہم نے غیر اللہ کو اپنا رہبر اور اپنا مددگار ماننا شروع کیا مسلمانوں کی فتوحات صرف تاریخی اوراق کا حصہ بن گئی جس کی مثال ہمارے سامنے ہے مسلمانوں نے امریکہ پر بھروسہ کیا ہوا ہے ہم فلسطین اور کشمیر کو آزاد نہیں کرا سکے لیکن جب افغانستان میں جہاد شروع ہوا تو اپنے آپ کو سپر طاقت سمجھنے والی قوت پاش پاش ہو گئی اور اس میں کئی مسلمان ریاستیں وجود میں آئیں لیکن جونہی مسلمانوں نے امریکہ پر انحصار کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فتوحات چھین لیں اور مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل شروع ہو گیا۔ ایک ارب سے زائد مسلمانوں کی آبادی اور 57 مسلمان ممالک ہیں لیکن کسی میں اتحاد اور یکجہتی نہیں۔ جب طالبان نے اپنے دور اقتدار میں افغانستان میں امن اور سکون میسر کر دیا اور طالبان نے خلفاء راشدین کی طرز پر حکومت قائم کر دی ہر کوئی بلاخوف وخطر اپنا اپنا کام کرتا تھا لیکن عالمی

قوتوں کو یہ طرز عمل پسند نہیں تھا کیونکہ اس سے اس کی حاکمیت کو خطرہ تھا وہ طالبان کو رول ماڈل نہیں دیکھنا چاہتے تھے اسی لئے بین الاقوامی خفیہ ایجنسیوں نے ایسا ڈرامہ رچایا کہ طالبان کو عصر حاضر کا خطرناک انسان سمجھا جانے لگا پھر حکومت گرانے کا عمل شروع ہوا اور اسی اسکرپٹ پر کام شروع ہوا جو بین الاقوامی ایجنسیوں نے لکھا تھا۔ نائن الیون ہوا طالبان اور صدام حکومت کو قصور وار ٹھہرایا دونوں حکومتوں کو ختم کر کے قبضہ جمالیا اور آہستہ آہستہ اپنے ہدف پاکستان کی طرف گامزن ہوئے اور جعلی طالبان کو پاکستان میں داخل کرایا جبکہ اصل طالبان نے اس کی بار بار تردید کی ہمارا کوئی نمائندہ پاکستان میں نہیں ہے لیکن خفیہ ایجنسیوں نے پاکستان کو اپنے جال میں پھانسنے کیلئے جعلی طالبان کو پاکستان میں اتنا اسلحہ اور دولت دے دی کہ جعلی طالبان نے پاکستان کے وقار اور تقدس کو پامال کر دیا شمالی وجنوبی وزیرستان، سوات، منگورہ، مردان، پشاور، کوہاٹ میں دہشت گردی کی وارداتیں کر کے طالبان کے نام پر دھبہ لگا دیا صرف پاکستانی طالبان پر اکتفاء نہیں بلکہ پھر پنجابی، پٹھان، بلوچی اور سندھی طالبان تک پہنچ کر نفرت کے بیج بو دیئے۔ جس سے مسلکوں میں نفرتیں بڑھا دیں ہر مسلک ایک دوسرے کو شک کی نظر سے دیکھتا ہے لیکن دہشت گرد کا نہ کوئی مسلک ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی مذہب وہ صرف دہشت پھیلانے کو اپنا عقیدہ اور حق سمجھتا ہے۔

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں خودکش دھماکہ (جس میں درجنوں عقیدت مند لقمہ اجل بنے) اس ناپاک سازش کا حصہ ہے جو ملک کو کمزور کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس وقت پنجاب ایسا صوبہ ہے جو صرف پاکستان کو مستحکم دیکھنا اور کرنا چاہتا ہے لیکن کچھ بیرونی طاقتیں پاکستان کو کمزور کرنا چاہتی ہیں۔ صوبہ سرحد، بلوچستان اور سندھ میں ہر قسم کی دہشت گردی، صوبائیت اور لسانیت کے بیج بو گئے لیکن صرف پنجاب ایسا صوبہ ہے جہاں سے ہمیشہ پاکستان کو مضبوط بنانے کی کوشش کی گئی لیکن ملک کے دشمنوں کو گوارا نہیں کہ پاکستان کا مضبوط صوبہ پنجاب محفوظ رہے یہاں بھی شر پیدا کیا گیا دہشت گردی اور خودکش دھماکوں نے بھی صوبہ پنجاب کی عوام کے حوصلے پست نہیں کئے بلکہ دوسرے صوبوں میں دہشت گردی سے متاثرہ اپنے ہم وطنوں کی ہر طرح کی مدد کی لیکن اس صوبہ کو کمزور کرنے کیلئے جب تمام حربے ناکام ہوئے تو صرف ایک ایسی ہستی داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا دربار تھا جس کو نقصان پہنچانے کے بعد صوبہ پنجاب کو

کمزور کیا جا سکتا تھا بیرونی خفیہ ایجنسیوں نے پوری پلاننگ کے ساتھ داتا دربار کو اپنا ہدف بنایا اور یقینا اس ہستی کے مزار کو نقصان پہنچا کر ہی پاکستان کے دشمن اپنے مکروہ عزائم میں کامیاب ہو سکتے تھے اور پوری کوشش کی گئی کہ فرقہ وارانہ فساد پیدا کر کے تمام مسالک کو دست و گریباں کر دیا جائے۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ صرف اور صرف مسلمان اور اللہ کی واحدانیت کو تسلیم کرنے والے بزرگان دین تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام دنیا تک پہنچایا۔ آج ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودگی کیلئے نہیں بلکہ اپنی انا اور وقار کیلئے لڑ رہے ہیں۔ جس کا فائدہ دشمن طاقتیں اٹھا رہی ہیں۔ پاکستان کی بقا اور ترقی کیلئے ہمیں اپنے ذاتی اختلافات کو بھلا کر متحد ہونا پڑے گا۔

روزنامہ نوائے وقت، 9 جولائی 2010ء

مسئلہ: جو شخص جاگنے پر اعتماد رکھتا ہو اس کو آخر رات میں وتر پڑھنا مستحب ہے، ورنہ سونے سے قبل پڑھ لے، پھر اگر پچھلے کو آنکھ کھلی تو تہجد پڑھے وتر کا اعادہ جائز نہیں۔ (درمختار وردالمحتار)

مسئلہ: ابر کے دن عصر وعشا میں تعجیل مستحب ہے اور باقی نمازوں میں تاخیر۔ (متون)

مسئلہ: سفر وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے دو نمازوں کا ایک وقت میں جمع کرنا حرام ہے، خواہ یوں ہو کہ دوسری کو پہلی ہی کے وقت میں پڑھے یا یوں کہ پہلی کو اس قدر مؤخر کرے کہ اس کا وقت جاتا رہے اور دوسری کے وقت میں پڑھے مگر اس دوسری صورت میں پہلی نماز ذمہ سے ساقط ہو گئی کہ بصورت قضا پڑھ لی اگرچہ نماز کے قضا کرنے کا گناہِ کبیرہ سر پر ہوا اور پہلی صورت میں تو دوسری نماز ہو گی ہی نہیں اور فرض ذمہ پر باقی ہے۔ ہاں اگر عذر سفر ومرض وغیرہ سے صورۃً جمع کرے کہ پہلی کو اس کے آخر وقت میں اور دوسری کو اس کے اوّل وقت میں پڑھے کہ حقیقتاً دونوں اپنے اپنے وقت میں واقع ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ (عالمگیری مع زیادۃ التفصیل)

(بہار شریعت، حصہ 3)

محمد اظہار الحق

کشف المحجوب

میں بھاگتا پھر رہا ہوں اور مجھ سے کوئی نہیں پوچھتا کہ کیا ہوا ہے؟

اس لئے کہ ہر کوئی بھاگتا پھر رہا ہے۔ میں انارکلی کی طرف دوڑتا ہوں کہ سعود عثمانی کا وہاں دفتر ہے لیکن ایک ہنگامہ ہے اور راستہ نہیں ملتا۔

ٹولنٹن مارکیٹ کے سامنے سے ہو کر میں یونیورسٹی میں داخل ہو جاتا ہوں، میرا رُخ اورینٹل کالج کی سمت ہے۔ فارسی کے شعبے میں معین نظامی کا کمرہ مجھے پناہ گاہ لگتا ہے، لیکن یہاں تو سب کمرے بند ہیں۔ اب میں نابھا روڈ کی طرف چل پڑتا ہوں، جمیل بھٹی ان دنوں اکاؤنٹنٹ جنرل لگا ہوا ہے اسکے پاس بیٹھوں گا لیکن قدم اٹھ ہی نہیں رہے۔ اس لئے کہ میرے اندر بھی غدر برپا ہے پھر ایک زوردار دھماکہ ہوتا ہے کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی یہ دھماکہ میرے اندر ہوا ہے۔ باہر بھی خون ہے، گوشت کے لوتھڑے ہیں، دست و بازو ہوا میں اُڑ رہے ہیں، سب دوڑ رہے ہیں سب چیخ رہے ہیں۔ میرے اندر بھی خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں، گوشت کے ٹکڑے اُڑ رہے ہیں، ہاتھ اور بازو کٹ کٹ کر گر رہے ہیں جسم ہوا میں اُچھل رہے ہیں۔ میرے اندر بھی چیخیں ہیں، بھاگنے کی آوازیں ہیں۔ میں جس کے پاس بھی جاتا ہوں، میری بات کوئی نہیں سنتا۔ میں پیاسا ہوں لیکن مجھے دودھ دیتے ہیں تو اس میں مینگنیاں ڈال دیتے ہیں، پانی دیتے ہیں تو صرف تنکا نہیں، کیڑے مکوڑے نظر آتے ہیں۔ میں بھوک سے نڈھال ہو کر گر پڑتا ہوں، لوگ آتے ہیں عبائیں اوڑھے، عمامے باندھے، عصا در دست، مجھے بخشش میں کھانا عنایت کرتے ہیں لیکن میں دسترخوان کھولتا ہوں تو روٹیوں کی جگہ ہڈیاں ہیں اور پنیر کے بجائے جما ہوا خون نظر آتا ہے۔

شور، ہنگامہ، چیخیں، خون، گوشت، ہڈیاں، لاشے، ماتم، نوحے باہر بھی اور میرے اندر بھی۔ داتا دربار سے انارکلی تک ٹولنٹن مارکیٹ سے نابھا روڈ تک، اورینٹل کالج سے چیف منسٹر ہاؤس تک، ہاں چیف منسٹر ہاؤس تک کہ وہاں بھی دودھ ہے لیکن مینگنیاں ہیں، پانی ہے لیکن اس میں کیڑے ہیں، روٹی ہے لیکن ہڈیوں سے پکائی ہوئی، پنیر ہے لیکن منجمد انسانی خون کی شکل میں۔ اندر بھی یہی کچھ ہے، دل

سے لے کر رُوح تک، رُوح سے لے کر جان تک، دماغ سے لے کر کلیجے تک، ہر طرف ہُوک ہے اور کسک، کرب ہے اور شکست و ریخت۔ میں آنکھ بند کرتا ہوں تو مجھے اپنا کلیجہ اور دل اور دماغ اور جان اور سب کچھ ہوا میں اڑتا نظر آتا ہے! میں پبلک لائبریری میں داخل ہو جاتا ہوں اور فارسی شاعری کے گوشے میں دبک کر بیٹھ جاتا ہوں۔ سفید پوشاک میں ملبوس ایک سایہ نمودار ہوتا ہے۔ میرے کاندھے پر ہاتھ دھرتا ہے سبک، نرم ہاتھ، لمس اندر تک سرایت کر جاتا ہے پھر وہ میری گود میں کوئی شے رکھتا ہے اور ہوا میں اُسی نرماہٹ سے تحلیل ہو جاتا ہے جس طرح نمودار ہوا تھا۔ دیکھتا ہوں تو یہ دیوانِ حافظ ہے میں سمجھ جاتا ہوں کہ فال نکالنے کا حکم ہے۔ فال نکالتا ہوں تو سامنے یہ اشعار آ جاتے ہیں...... ؎

مشکلِ خویش بر پیرِ مغاں بردم دوش
کو بتائیدِ نظر حلِ معما می کرد

میں اپنی مشکل کل پیرِ مغاں کے پاس لے گیا اس لئے کہ وہ بصیرت کے ساتھ مشکلات حل کرتا تھا۔

دیدمش خرم وخنداں، قدحِ بادہ بہ دست
واندر آن آئنہ صد گو نہ تماشا می کرد

میں نے دیکھا کہ وہ خوش و خرم، ہاتھ میں جامِ شراب لئے تھا اور اس آئینے میں سو طرح کے مناظر دیکھ رہا تھا...... ؎

گفتم این جامِ جہان بین بہ تو کی داد حکیم
گفت آن روز کہ این گنبدِ مینا می کرد

میں نے پوچھا کہ اے مردِ دانا! قسامِ ازل نے یہ پیالہ جس میں دنیا نظر آتی ہے، تجھے کب عطا کیا؟ کہنے لگا اس روز جب وہ اس لاجوردی رنگ کے آسمانی گنبد کو بنا رہا تھا!

میں اشارہ سمجھ گیا، لائبریری سے نکلا اور پیر مغاں کا پتہ پوچھا جس سے بھی پوچھتا تھا ایک ہی بات بتاتا تھا کہ اس شہر میں ایک ہی پیرِ مغاں ہے، سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جسے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا عوامی لقب ملا ہوا ہے اور وہ استراحت میں ہے۔ گلیوں میں بہتے خون سے گزرتا اور لاشوں میں راستہ بناتا میں وہاں پہنچا جہاں پیرِ مغاں محوِ استراحت تھا۔ ایک سایہ پھر نمودار ہوا اور ایک اور کتاب میری گود میں رکھ کر غائب ہو گیا۔ دیکھا تو کشف المحجوب تھی۔ سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کھولی تو اس میں سے سوال

نکلے۔ سایہ پھر نمودار ہوا، وہی نرم ہاتھ، وہی خون میں اتر جانے والا لمس، ان سوالوں کا جواب حاصل کرو یہی کلید ہے۔

میں اب ان سوالوں کی پوٹلی سر پر اٹھائے پھر رہا ہوں، دھکے کھا رہا ہوں، جن لوگوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ ان سوالوں کے جواب جانتے ہیں، انکے پاس جاتا ہوں تو وہ منہ دوسری طرف کر لیتے ہیں۔ میں گلی گلی پھر رہا ہوں، دروازے کھٹکھٹا رہا ہوں آوازے لگا رہا ہوں۔ کوئی ہے جو ان سوالوں کے جواب دے۔

1۔ جو حضرات دھماکہ ہونے کے بعد ایک گھنٹے کے اندر اندر اعلان کرتے ہیں کہ یہ دھماکے بلیک واٹر نے یا ''را'' نے کرائے ہیں انہیں پکڑا کیوں نہیں جاتا؟ آخر انہیں اطلاع کیسے ہوگئی؟ ان حضرات کا ان تنظیموں سے کیا تعلق ہے؟ اور کب سے ہے؟

2۔ پوری دنیا کو معلوم ہے کہ دھماکوں کے بعد بہت سے مظلوم پکڑے جاتے رہے ہیں۔ ان کا تعلق کن تنظیموں سے ہے؟

3۔ یہ تنظیمیں ایک خاص مکتبِ فکر سے وابستگی کا دعویٰ بھی کرتی ہیں اور اعلان بھی۔ اس مکتب فکر کے سرکردہ اصحاب ان ہلاکت آفریں تنظیموں سے لاتعلقی کا اعلان کیوں نہیں کرتے؟

4۔ دسمبر 2009ء میں کراچی کی ہلاکتوں کی ذمہ داری ایک تنظیم نے قبول کی اگر کچھ لوگوں کے بقول یہ کارروائی اس تنظیم کی نہیں تھی، تو تنظیم نے یہ اعلان کیوں نہیں کیا کہ ذمہ داری قبول کرنے والے کا ہم سے کوئی تعلق نہیں؟

5۔ کیا دھماکوں میں شہید ہونے والے لوگ ڈرون حملوں کے ذمہ دار ہیں؟ اگر نہیں تو ایک سیاسی مذہبی جماعت کے رہنما ان دھماکوں کو ڈرون حملوں سے کیوں جوڑتے ہیں؟

6۔ ٹیلی ویژن پر وزیر اطلاعات قمر زمان کائرہ نے ایک مذہبی سیاسی جماعت کے (بظاہر) ریٹائرڈ لیڈر سے بار بار پوچھا کہ دھماکوں میں پکڑے جانے والے ملزمان کون ہیں؟ اور ان کا کن تنظیموں سے تعلق ہے؟ ریٹائرڈ لیڈر ہر بار ایک ہی جواب دیتے تھے کہ یہ جنگ ہماری نہیں۔ کیا یہ بزرگ اونچا سنتے ہیں؟

7۔ خودکش حملوں میں مارے جانیوالے پاکستانیوں سے امریکہ کو کیا نقصان پہنچ رہا ہے؟

8۔اگر غیر مسلم، مسلمانوں کے بچوں اور عورتوں کو قتل کر رہے ہوں تو کیا مسلمانوں کیلئے غیر مسلم بچوں اور عورتوں کا قتل جائز ہو جاتا ہے؟

9۔اگر مسلمانوں کیلئے غیر مسلموں کے بچوں اور عورتوں کا قتل بھی جائز نہیں تو مسلمان عورتوں اور بچوں کا قتل کس طرح جائز ہو جاتا ہے؟

10۔اور سب سے بڑا سوال امریکہ کے یہ "دشمن" نہتے پاکستانی شہریوں کو قتل کرنے کے بجائے امریکیوں پر کیوں نہیں حملے کرتے؟

میں ان سوالات کی پوٹلی سر پر اٹھائے پھر رہا ہوں کوئی ہے جو جواب دے؟

روزنامہ نوائے وقت، 13 جولائی، 2010ء

....

ہے خدا مشکل کُشا' پر اُس کے اِذنِ خاص سے
بالیقیں حاجت روا' مشکل کُشا ہیں گنج بخشؒ

سارے اَبدالِ زمانہ' سارے اَقطابِ جہاں
مانتے ہیں صدقِ دل سے' پیشوا ہیں گنج بخشؒ

صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری

حضرت داتا علی ہجویری کے مزار پر حملوں کے تناظر میں

ندیم اختر ندیم

ان محبت کے مزاروں پہ محبت والی
آج جلتی ہوئی شمعوں کو بجھانے والو
درد کی آنچ پہ سُلگے ہیں محبت کے چمن
آگ نفرت کی سرِ عام جلانے والو

نوائے وقت، 3 جولائی 2010ء

غلام محی الدین

مزارات پر حملوں کی تفصیل

''داتا کی نگری'' لاہور میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ہونے والا خود کش حملوں کا واقعہ پاکستان میں مزاروں کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا جانے کا پہلا واقعہ نہیں ہے۔ تاہم یہ پاکستان میں کسی مزار پر ہونے والا اب تک کا سب سے بڑا حملہ ہے جس میں 43 افراد اپنی قیمتی جانوں سے محروم ہو چکے ہیں جبکہ زخمیوں کی تعداد 200 کے قریب بتائی جاتی ہے۔ اس سے قبل اسلام آباد کے قریب بری امام کے مقام پر خود کش حملے میں 20 افراد جاں بحق ہو گئے تھے۔ اس سے قبل خود کش حملوں کے لگ بھگ تمام واقعات دہشت گردی کے خلاف جنگ کے مرکز افغانستان کے پڑوس میں واقع خیبر پختونخوا اور قبائلی علاقوں میں ہوتے رہے ہیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

5 مارچ 2009ء: صوبہ خیبر پختونخواہ کے دار الحکومت پشاور کے مضافات میں چمکنی کے علاقے میں نامعلوم افراد نے پشتو کے مشہور صوفی شاعر رحمان بابا کے مزار کے ستونوں کے ساتھ دھماکہ خیز مواد رکھ کر مزار کو تباہ کر دیا۔ اس مزار کے چوکیدار کے مطابق اسے تین روز قبل فون پر دھمکی ملی تھی کہ مزار پر عورتوں کو آنے جانے سے روکا جائے۔

6 مارچ 2009ء: نوشہرہ میں واقع بہادر بابا کے مزار کو نامعلوم افراد نے بموں سے نقصان پہنچایا تاہم کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

11 مئی 2009ء: خیبر ایجنسی میں لنڈی کوتل سب ڈویژن میں مقبول پشتو شاعر امیر حمزہ خان شنواری کے مزار کی بیرونی دیوار کو دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیا گیا۔

مارچ 2008ء: پشاور سے ملحق قبائلی علاقے خیبر ایجنسی میں سر گرم لشکر اسلام نے صوبائی دار الحکومت کے قریب شیخان کے علاقے میں چار سو سال پرانا ابو سید بابا کا مزار تباہ کرنے کی کوشش ناکام بنانے کے دوران جھڑپ میں 10 افراد ہلاک ہو گئے تھے۔

31 جولائی 2007ء: قبائلی علاقے مہمند ایجنسی میں شدت پسندوں نے اسلام آباد میں لال مسجد آپریشن کے ردعمل میں برطانوی سامراج کے خلاف لڑنے والے حریت پسند حاجی صاحب تورنگزئی

کے مزار پر قبضہ کرلیا۔صدر مقام غلنئی سے پچیس کلومیٹر شمال میں اس مزار اور اس کے قریب مسجد کو شدت پسندوں نے لال مسجد کا نام دے دیا تھا۔کئی روز تک جاری رہنے والا یہ قبضہ بعد میں پر امن طور پر ختم کر دیا گیا تھا۔

16 دسمبر 2007ء: عبد الشکور ملنگ بابا کے مزار کو دھماکے سے نقصان پہنچایا گیا تاہم کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

27 مئی 2005ء: وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں معروف بری امام کے مزار پر پانچ روزہ عرس کے اختتامی دن ایک خودکش حملے میں 20 افراد جاں بحق جبکہ درجنوں زخمی ہو گئے تھے۔اس کے بعد سے آج تک مقامی انتظامیہ نے عرس کی اجازت نہیں دی۔ یہ مزار سنی اور شیعہ دونوں کے لئے قابل احترام ہے اور ملک بھر سے عقیدت مند یہاں آتے ہیں۔

خیبر ایجنسی میں منگل باغ کے لشکر اسلام نے سال 2008ء میں پیر سیف الرحمن کو شدید جھڑپوں کے بعد علاقہ بدر کر دیا تھا۔ان کے علاقے سوات کے گدی نشین پیر سمیع اللہ کو دسمبر میں شدت پسندوں کے خلاف لشکر کشی کے بعد جھڑپ میں ہلاک کر دیا گیا تھا۔ان کی لاش کو بھی بعد میں قبر سے نکال کر مینگورہ کے ایک چوراہے میں لٹکا دیا گیا تھا۔

روزنامہ ایکسپریس، 3 جولائی 2010ء

مسئلہ: عرفہ و مزدلفہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، کہ عرفہ میں ظہر و عصر وقت ظہر میں پڑھی جائیں اور مزدلفہ میں مغرب و عشا وقت عشا میں۔(عالمگیری)

مسئلہ: عوام اگر صبح کی نماز آفتاب نکلنے کے وقت پڑھیں تو منع نہ کیا جائے۔ (درمختار)

مسئلہ: جنازہ اگر اوقاتِ ممنوعہ میں لایا گیا، تو اسی وقت پڑھیں کوئی کراہت نہیں کراہت، اس صورت میں ہے کہ پیشتر سے طیار موجود ہے اور تاخیر کی یہاں تک کہ وقتِ کراہت آ گیا۔(عالمگیری، ردالمحتار) (بہار شریعت، حصہ 3)

اداریہ

داتا دربار پر خودکش حملے، مذہبی فسادات کی سازش!

بین المسالک ہم آہنگی کی اشد ضرورت۔

داتا دربار میں گزشتہ شب تین خوفناک خودکش دھماکوں میں 46افراد شہید اور 200 سے زائد زخمی ہو گئے، پہلا دھماکہ سونے کے گیٹ، دوسرا بیسمنٹ میں وضوخانے اور تیسرا مسجد کے صحن میں مزار کے بالکل قریب ہوا۔ دھماکوں میں مزار کے قریب بیٹھے زائرین کے جسموں کے چیتھڑے اڑ گئے، ہر طرف انسانی اعضا بکھرے ہوئے تھے اور احاطہ میں نعشوں کا ڈھیر لگ گیا۔ دربار کے احاطہ میں دھماکوں کے ساتھ ہی کہرام مچ گیا، زائرین زاروقطار روتے رہے۔ اس موقع پر مشتعل افراد نے پولیس اور میڈیا کی گاڑیوں پر پتھراؤ کیا جس سے 5اہلکار زخمی ہو گئے۔ حکومت کیخلاف نعرے بازی بھی کی گئی۔ بتایا گیا ہے کہ حملہ آوروں کی تعداد 5 تھی، 3 نے خود کو دھماکے سے اڑا لیا، دو فرار ہو گئے۔ دھماکوں کے بعد لاہور سمیت ملک بھر میں سیکورٹی ہائی الرٹ کر دی گئی۔ اس دلدوز سانحہ پر متعدد مذہبی تنظیموں نے تین روزہ سوگ کا اعلان کیا ہے، پہلے روز سوگ کی کال پر کئی مارکیٹیں اور کاروبار بند رہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے حملوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ مجرم اپنے انجام سے بچ نہیں سکتے، ان کو گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائیگا۔

داتا دربار مرجعِ خلائق ہے، جہاں لوگ فیض حاصل کرنے اور ریاضت کیلئے آتے ہیں، ساتھ مسجد میں عبادت کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جہاں 24 گھنٹے لنگر چلتا اور درود و سلام اور نعت خوانی کا سلسلہ کبھی نہیں رکا، جہاں آنے جانیوالوں اور دربار انتظامیہ کا سیاست سے تعلق ہے، نہ کسی مخصوص فرقہ سے۔ گزشتہ آٹھ سوسالہ تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ دہشت گردوں نے داتا دربار میں بھی خون کی ہولی کھیلی، نیک اور بے گناہ انسانوں کو قتل اور مزار کا تقدس مجروح کیا۔ دہشت گردوں کے اس اقدام کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے لیکن معاملات مذمت سے نہیں، عملی اقدامات ہی سے درست ہو سکتے ہیں۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق ایک سال قبل حساس اداروں اور پولیس کو اطلاع ملی تھی کہ داتا دربار بھی دہشت گردوں کی ہٹ لسٹ پر ہے، اسکے بعد دربار کی سیکورٹی سخت کر دی گئی، دربار میں داخلے کے راستوں پر

واک تھرو گیٹ لگے ہوئے ہیں' پورا شہر بھی پولیس نے ناکوں سے سیل کیا ہوا ہے' ایک اطلاع کے مطابق دہشت گردوں نے دو روز قبل داتا دربار کو نشانہ بنانے کی دھمکی دی تھی' اسکے باوجود ممکنہ حفاظتی انتظامات نہیں کئے گئے جس کے باعث دہشت گرد دندناتے ہوئے نہ صرف دربار کے احاطے میں داخل ہو گئے بلکہ تہہ خانے تک پہنچ کر اپنے مذموم عزائم میں کامیاب ہو گئے۔ یہ یقیناً سیکورٹی لیپس ہے۔ عام آدمی حساس اداروں اور پولیس سے یہ سوال پوچھنے میں حق بجانب ہے کہ 10 -10 کلو کی بارودی جیکٹوں اور دوسرے اسلحہ کے ساتھ دہشت گرد دربار کے اندر کیسے گھسنے میں کامیاب ہو گئے۔ دربار پر پولیس کے ساتھ ساتھ حفاظتی انتظامات کیلئے محکمہ اوقاف کے گارڈ بھی تعینات ہیں۔ کیا یہ لوگ حفاظتی انتظامات سے غافل ہو گئے تھے' اگر ایسا ہوا ہے اور یقیناً ہوا ہے تو یہ افسوسناک ہے۔

آج پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ وزیر داخلہ رحمٰن ملک نے اس خوفناک سانحہ میں طالبان کو ملوث قرار نہیں دیا اور مبینہ طالبان کی طرف سے اسکی ذمہ داری بھی قبول نہیں کی گئی۔ ایسی کارروائی کوئی مسلمان تو کیا' کوئی شخص بھی نہیں کر سکتا ہے جس میں انسانیت کی تھوڑی سی رمق بھی موجود ہو۔ یہ انسان نما درندوں کا کام ہے' جو اپنے مذموم مقاصد کی خاطر بے گناہ افراد کا خون کر دیتے ہیں۔ خودکش حملوں کی وبا ہمارے ملک میں نائن الیون کے بعد پاکستان کے امریکہ کی نام نہاد دہشت گردی کیخلاف جنگ میں فرنٹ لائن اتحادی بننے کے بعد پھیلی۔ امریکہ یہ جنگ پاکستان کی مدد سے لڑ رہا تھا' پھر یہ جنگ امریکہ پاکستان میں بھی لے آیا۔ آج امریکہ کی جنگ کے باعث ہمارے اپنے ہی لوگ اور فوج ایک دوسرے کیخلاف برسر پیکار ہیں' قبائلی علاقہ جات میں بمباری کی جاتی ہے' امریکی ڈرونز بھی وقفے وقفے سے حملے کر کے بچوں اور خواتین سمیت عام لوگوں کو خاک اور خون میں ملا دیتے ہیں' اسکے ساتھ ساتھ بھارت اور اسرائیل بھی اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کر رہے ہیں۔

بھارت جہاں پاکستان کو اس کے حصے کا پانی روک کر قحط میں مبتلا کرنا چاہتا ہے' وہیں پاکستان کے قبائلی علاقوں اور بلوچستان میں شورش برپا رکھنے کیلئے افغانستان میں موجود اپنے قونصل خانوں کے ذریعے اپنے ایجنٹوں اور پاکستان دشمنوں میں اسلحہ اور رقومات تقسیم کرتا ہے۔ ایک طرف جہاں بمباری اور ڈرون حملوں میں مرنے والوں کے لواحقین انتقام لینے کیلئے خودکش حملے کرتے ہیں' وہیں بھارت بھی پاکستان کی تباہی اور پاکستان کے اندر بدامنی اور شورش بپا کرنے کیلئے کشمیر سنگھ اور سربجیت سنگھ جیسے دہشت گردوں کو استعمال کرتا ہے۔

اسرائیل اور بھارت کی خواہش کے برعکس آج امریکہ افغانستان سے اپنی جنگ سمیٹنے کی راہ پر آ گیا ہے، جس کی امریکہ، اسرائیل اور بھارت پر مشتمل شیطانی اتحاد ثلاثہ کے موخر الذکر دو فریقوں کو بڑی تکلیف ہے اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ امریکہ افغانستان سے جاتا ہے تو جائے، پاکستان میں اپنے اپریشن جاری رکھے۔ امریکہ بھی پاکستان کے محفوظ ایٹمی پروگرام کے خاتمہ تک پاکستان میں موجود رہنا چاہتا ہے، پنجاب میں طالبان کی موجودگی کا شوشہ بھی پنجاب میں اپریشن کا جواز پیدا کرنے کیلئے چھوڑا جاتا ہے اور پنجاب میں خودکش حملے بھی جہاں ایک طرف طالبان کیخلاف اپریشن کے جواز کیلئے کرائے جا رہے ہیں، وہیں خصوصی طور پر داتا دربار پر حملے کا مقصد فرقہ واریت کو ہوا دینا بھی ہے۔ ملک دشمنوں نے پہلے شیعہ سنی فسادات کرائے اور اب دیوبندیوں اور بریلویوں کو ایک دوسرے کے مدمقابل لانے کی سازش کی جارہی ہے۔ علماء کرام کو چاہیے کہ ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھائیں، اپنی اپنی جگہ پر بین المسالک ہم آہنگی کو فروغ دیں، دشمن کے ایجنڈے کو باہم مشورے سے ناکام بنادیں۔

بھارت میں چند ماہ قبل اجمیر درگار پر بھی حملہ ہوا، مساجد پر بم پھینکے گئے، تحقیقات کے بعد ثابت ہو چکا ہے کہ ان حملوں میں ہندو شدت پسند ملوث تھے۔ داتا دربار پر حملہ آوروں کے سر مل گئے ہیں، انکے دھڑ بھی تلاش کر کے پتہ چلایا جائے کہ ان کی باڈی کیا کہتی ہے، یہ ہندو تو نہیں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دہشت گرد بر کی کا رہنے والا اعثمان ہے، اسکے بھائی کو گرفتار کرلیا گیا ہے، اس فیملی کی پوری چھان بین ہو رہی ہے۔

آج دشمن کا مقابلہ کرنے کیلئے جہاں قوم کو پوری طرح متحد اور یکجا ہونے کی ضرورت ہے، وہیں سیکورٹی پر مامور اداروں کو بھی الرٹ ہونا چاہیے۔ سب سے اہم یہ کہ دہشت گردی کی اصل وجہ کو ختم کیا جائے اور دہشت گردی کی اصل اور بنیادی وجہ دہشت گردی کیخلاف امریکہ کی نام نہاد جنگ ہے، حکومت امریکہ کو بتادے کہ پاکستان نے اس کی جنگ بہت لڑلی ہے، اب وہ اسے معاف کرے اور جہاں کہیں وہ اپنی جنگ لے جانا چاہتا ہے، لے جائے۔ ساتھ ہی قبائلی علاقوں میں موجود فوج کو وہاں سے نکال کر اپنے مشرقی بارڈر پر لایا جائے، جہاں ازلی اور ابدی دشمن پاکستان کو پھاڑ کھانے کو تیار بیٹھا ہے۔

طالبان جن کو آج دہشت گرد اور پاکستان کا دشمن قرار دیا جارہا ہے، انکے آباء کی قربانیوں کی وجہ سے آج پاکستان کیساتھ جو کشمیر ہے، آزاد ہوا تھا۔ پاکستان امریکہ کی جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے تو طالبان بھی ہتھیار پھینک دیں گے جس کا وہ عندیہ بھی دے چکے ہیں۔ اسکے بعد کسی کو طالبان کا نام استعمال کرنے اور انکی آڑ میں دہشت گردی کی کارروائیاں کرنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ انکے ساتھ ایکشن کے بجائے بات چیت کے ذریعے مسئلہ حل کیا جائے۔

روزنامہ نوائے وقت، 3 جولائی، 2010ء

اداریہ

داتادربار پردہشت گردوں کاحملہ

لاہور میں جمعرات کے روز رات گیارہ بجے کے قریب حضرت علی ہجویری ؒ المعروف داتا گنج بخش کے دربار کے اندر اور باہر یکے بعد دیگرے 3 خودکش دھماکے ہوئے جن میں 44 زائرین شہید اور 175 زخمی ہوگئے۔ایک نجی ٹی وی کے مطابق پہلا دھماکہ تہہ خانہ میں واقع وضوخانے میں ہوا جبکہ دوسرا دھماکہ داتادربار کے باہر گیٹ پراور تیسرادھماکہ دربار کے احاطے میں مزار کے قریب ہوا۔دھماکوں کے بعد پولیس نے علاقے کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا،زخمیوں کوفوری طور پرہسپتالوں میں منتقل کردیا گیا۔دربار کے احاطے میں واقع مسجد کے وضو خانے سے ایک دستی بم برآمد کرلیا گیا جسے بم ڈسپوزل سکواڈ نے ناکارہ بنادیا۔اگر یہ دستی بم پھٹ جاتا توخودکش حملوں کی وجہ سے جو بھگڈر مچی ہوئی تھی اس کے باعث جانی نقصان کہیں زیادہ بڑھ بھی سکتا تھا۔ایک خبر کے مطابق دوخودکش بمباروں کے سرمل گئے،ان کے چہرے قابل شناخت ہیں اور پولیس نے ایک دہشت گردخودکش کی شناخت کا دعویٰ بھی کیاہے،اس کانام پہلے عثمان اور بعد میں رفیق بتایا گیاہےاور یہ لاہور کے علاقے برکی روڈ کا رہائشی بتایا گیا ہے۔ان دھماکوں کی آواز دوردور تک سنی گئی۔اس سانحے کی وجہ سے جمعہ کے روز شہر بھر کی بڑی مارکیٹیں احتجاجاً بندرہیں جبکہ ملک بھر میں مزارات اور دیگر اہم مقامات کی سیکورٹی سخت کردی گئی ہے۔ صدرآصف علی زرداری،وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی،وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف اور دیگر متعدد حکومتی عہدیداروں اور اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے ارکان نے اس واقعہ کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے داتادربار جیسے مقدس مقام پر دھماکے کرنے والوں کواسلام اور انسانیت کا دشمن قرار دیا اوراس سانحہ کی ٹھوس تحقیقات کرانے کیلئے کہاہے۔کمشنر لاہور خسرو پرویز نے میڈیا کو بتایا کہ دھماکوں کے پیچھے بڑی گھناؤنی سازش ہے جس میں مقامی لوگ آلہ کار کے طور پر استعمال ہورہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ اس بات کی تحقیقات کی جارہی ہے کہ سیکورٹی میں کہاں غفلت ہوئی ہے۔سی سی پی او اسلم ترین نے کہا کہ دربار کے باہرواک تھرو گیٹ نصب تھے،اس کے علاوہ مزار کی اپنی سیکورٹی بھی موجود تھی جبکہ پولیس اہلکار بھی تعینات ہیں دربار کے اندرداخلے کیلئے ہر شخص کو کسی نہ کسی گیٹ سے ہی داخل ہونا پڑتا

ہے، اب اس بات کی تحقیق کروائی جائے گی کہ کس طرح واک تھرو گیٹس کی موجودگی کے باوجود خودکش جیکٹس اور بمبار اندر داخل ہو گئے۔

داتا دربار لاہور میں ہونے والے خودکش حملوں کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ اس سانحے میں قیمتی انسانی جانوں کا ضیاع افسوسناک ہے۔ یہ خودکش حملے جہاں اس امر کا ثبوت ہیں کہ انسانیت کے ان دشمنوں کا کوئی مذہب اور کوئی عقیدہ نہیں بلکہ یہ صرف اپنے مذموم مقاصد پر مبنی ایجنڈے کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں وہاں ان واقعات کے رونما ہونے سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ تمام تر وعدوں کے باوجود اہم پبلک مقامات پر سیکورٹی کے معاملات تا حال فول پروف نہیں بنائے جا سکے ہیں یہی وجہ ہے کہ وقفے وقفے سے دہشت گرد اپنی کارروائیاں کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جن کے نتیجے میں ہمیں مالی کے ساتھ ساتھ بھاری جانی نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ ایسے ہر سانحے کے بعد حکام کی جانب سے نہ صرف واقعے کی تحقیقات کا حکم جاری کیا جاتا ہے بلکہ سیکورٹی بھی یک دم سخت کر دی جاتی ہے لیکن جونہی کچھ روز گزرتے ہیں اور اس واقعے کی گرد بیٹھتی ہے نہ تو سیکورٹی ہائی الرٹ رہتی ہے اور نہ اہم پبلک مقامات کی حفاظت کو ضروری تصور کیا جاتا ہے اور جونہی انتظامیہ ریلیکس ہوتی ہے دہشت گرد پھر سے سرگرم ہو کر ایک اور کارروائی کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی انتظامیہ کو بھی ایک بار پھر ہوش آ جاتا ہے، وہ غفلت کی نیند سے بیدار ہوتی ہے اور یوں پھر سے نئے دعوے اور وعدے شروع کر دیئے جاتے ہیں جو طفل تسلیوں سے زیادہ کچھ نہیں ہوتے۔ ہر بار دہشت گردوں کا کامیاب ہو جانا ظاہر کرتا ہے کہ بہر حال ہمارے سیکورٹی انتظامات میں کوئی نہ کوئی ایسا سقم موجود ہوتا ہے انتہا پسند جس کا فائدہ اٹھانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ غفلت اور غیر ذمہ داری بہت ہو چکی، وقت آ گیا ہے کہ ملک میں جاری حالات کا گہرائی تک جائزہ لیا جائے اور ماضی میں رونما ہونے والے دہشت گردی کے واقعات کو مدنظر رکھ کر سیکورٹی کے ایسے انتظامات کئے جائیں کہ یہ انتہا پسند اپنے مذموم ایجنڈے کی تکمیل میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس حوالے سے ایک تجویز یہ ہے کہ جب تک یہاں سے دہشت گردی کا مکمل خاتمہ نہیں ہو جاتا اور انتہا پسندی پر مکمل طور پر قابو نہیں پا لیا جاتا اس وقت تک شہروں اور قصبوں میں سیکورٹی کو ہائی الرٹ رکھا جائے اور اس میں کسی بھی طور کمی نہ ہونے دی جائے۔ سیکورٹی کی ناکامی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو گا کہ دو روز قبل دہشت گردوں کی جانب سے اطلاع دی گئی تھی کہ وہ داتا دربار میں

دھماکہ کریں گے لیکن اس اطلاع بلکہ دھمکی کے باوجود قانون نافذ کرنے والے ادارے فول پروف سیکورٹی کا انتظام کرنے میں ناکام رہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ دہشت گرد باقاعدہ حملے کی جگہوں کو پن پوائنٹ کر کے اور اطلاع دے کر حملے کر رہے ہیں لیکن ہمارے قانون نافذ کرنے کے ذمہ دار ادارے اس کے باوجود ان واقعات کو رونما ہونے سے روکنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ یہ صورتحال ایک لمحہ فکریہ ہے پوری قوم کیلئے، حکمرانوں کیلئے اور انتظامیہ کیلئے بھی۔ گذشتہ کچھ عرصہ سے مختلف اطراف سے کہا جا رہا ہے کہ پنجاب میں دہشت گرد موجود ہیں اور کچھ کالعدم قرار دی گئی تنظیمیں ان کیلئے مددگار ثابت ہو رہی ہیں، بعض حکام کے ان تنظیموں کے ساتھ رابطے کی باتیں بھی زبان زد عام ہیں، دہشت گردوں کی جانب سے کارروائیاں بھی تسلسل سے جاری ہیں لیکن لگتا ہے کہ صوبائی حکومت نے اس مسئلے پر سنجیدگی کے ساتھ غور نہیں کیا جس کے باوجود یہ معاملہ گمبھیر شکل اختیار کرتا جا رہا ہے، دہشت گردوں اور انتہا پسندوں کے حوصلے بڑھتے جا رہے ہیں اور انہوں نے اب بزرگان دین کے مزاروں کو بھی نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے۔ انتظامیہ اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی نااہلی اور نااہلی سے زیادہ فرائض سے غفلت کھل کر سامنے آ چکی ہے، لوگ اب تحقیقات کریں گے، آہنی ہاتھوں سے نمٹے گے، ذمہ داران کو کیفر کردار تک پہنچائیں گے اور سیکورٹی سخت کر دی گئی ہے یا کر دی جائے گی جیسے نعروں اور مذمتی بیانات سے مرعوب نہیں ہوتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہوگا کچھ بھی نہیں، یہ سب زبانی جمع خرچ ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سارے معاملے کا گہرائی تک جائزہ لیا جائے اور پھر کوئی ٹھوس حکمت عملی اختیار کی جائے، اب محض طفل تسلیوں سے بات نہیں بنے گی۔ ایک صوفی بزرگ کے مزار کی عمارت میں خودکش حملے ان لوگوں کے منہ پر بھی ایک طمانچہ ہے جو کسی نہ کسی حوالے سے ان دہشت گردوں اور انسانیت کے دشمنوں کی حمایت کرتے ہیں۔ ان سے پوچھا جانا چاہیے کہ انسانیت کے خون سے ہاتھ رنگنے والوں سے کسی قسم کی ہمدردی کی جا سکتی ہے؟ یہ بات طے ہے آج اگر عام آدمی ان دہشت گردوں کا نشانہ بن رہا ہے تو کل کو ان کی حمایت کرنے والے بھی ان کی خوں آشامی سے بچ نہیں سکیں گے۔

اگرچہ ماضی قریب میں صوبہ خیبر پختونخوا میں رحمان بابا سمیت بعض مزارات کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا لیکن پنجاب میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے کہ ایک مزار کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا ہے اور وہ بھی داتا گنج بخش کے مزار کو جن کے عقیدت مند پاکستان میں ہی نہیں پوری دنیا میں ہیں۔

پنجاب کی تاریخ میں بھی داتا دربار کو پہلی بار ایک مذموم کارروائی کا نشانہ بنایا گیا ہے ورنہ یہاں لاہور میں کئی انقلابات برپا ہوئے اور کئی غیر مسلم حکمران بھی آئے لیکن داتا دربار کی اس طرح کی بے حرمتی اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی، اس مزار پر گذشتہ سینکڑوں برسوں میں پہلی مرتبہ کوئی حملہ ہوا ہے۔ یہ حملہ اس امر کا ثبوت ہے کہ انسانیت کے دشمنوں کے نزدیک حضرت علی ہجویری جیسی مقدس ہستیوں کی بھی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ لوگ جہالت کے اس مرتبے پر فائز ہیں کہ انہیں کسی صورت راہ راست پر لانا ممکن نہیں لگتا۔ ان کا ایک ہی حل ہے کہ ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ ان کے ساتھ مذاکرات کیوں اور کیسے ہو سکتے ہیں؟ داتا دربار میں ناداروں اور بے سہارا افراد کیلئے چوبیس گھنٹے لنگر جاری رہتا ہے اور روزانہ ہزاروں افراد یہاں سے پیٹ بھرتے ہیں، اس واقعہ سے ان کا اعتماد بھی مجروح ہوا ہوگا۔ ایک مزار پر ہونے والا یہ حملہ ملک میں فرقہ وارانہ فسادات پھیلانے کی سازش بھی ہو سکتی ہے کیونکہ یہاں صوفیائے کرام اور بزرگان دین کے کروڑوں عقیدت مند موجود ہیں، ان کی جانب سے احتجاج کا سلسلہ جمعہ کے روز پورا دن جاری رہا جن پر پولیس کا لاٹھی چارج اور شیلنگ بھی ہوئی، یہ صورتحال عقیدت مندوں کے جذبات کو مزید مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ اس معاملے کو سنبھالا نہ گیا تو حالات کنٹرول سے باہر بھی ہو سکتے ہیں۔ حالات کا تقاضا ہے کہ احتجاج کرنے والوں کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جائے اور اس کے نتائج کے ذریعے ان لوگوں تک پہنچنے کی کوشش کی جائے جو دہشت گردی کی وارداتوں کے ماسٹر مائنڈ ہیں لاہور میں جس نوعیت کی دہشت گردی کی وارداتیں ہو رہی ہیں ان سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان کو مقامی سطح پر حمایت اور تعاون حاصل ہے، یہ طے ہے کہ جب تک ان کی حمایت کرنے والوں پر کڑا ہاتھ نہیں ڈالا جائے گا اس وقت تک حالات بہتر نہیں ہو سکتے چنانچہ حکومت کو محض باتیں کرنے کی بجائے کچھ عملی طور پر بھی کرنا چاہیے۔ کالعدم قرار دی گئی تنظیموں پر کریک ڈاؤن کر کے اس حوالے سے کچھ کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے، اسے اس حوالے سے آگے بڑھنا چاہیے۔ انسانیت کے دشمنوں کا مکمل صفایا ہی اس ملک میں پائیدار امن کے قیام کا ضامن ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ضروری ہے کہ ملک کے شمال مغربی علاقوں میں دہشت گردوں کے خلاف جو آپریشن جاری ہے اسے اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک ان کا مکمل خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ انتہا پسندوں نے اس ملک کے امن کو ہی تباہ نہیں کیا اس کی معیشت اور معاشرت کو بھی زوال کے دہانے پر پہنچا دیا ہے، ایسے واقعات کی وجہ سے اقوام عالم میں

ہمارے ملک کی جو ساکھ خراب ہوتی ہے وہ اس کے علاوہ ہے لہٰذا انتہا پسندوں کے حوالے سے غفلت کا ارتکاب جاری رہا تو ہمیں مزید نقصانات سے دو چار ہونا پڑے گا۔ وقت آگیا ہے کہ ہم بطور ایک قوم ان لوگوں کے خلاف متحد ہو جائیں جو اس ملک اور اس کے باسیوں کے حال اور مستقبل سے کھیلنے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے سبھی اپنے اپنے حصے کی ذمہ داریاں پوری کریں گے تو ہی اس عفریت سے نجات حاصل کرنے کی کوئی صورت سامنے آسکے گی۔

روزنامہ ایکسپریس، 3 جولائی 2010ء

اوقاتِ مکروہہ: طلوع و غروب و نصف النہار ان تینوں وقتوں میں کوئی نماز جائز نہیں نہ فرض نہ واجب نہ نفل نہ ادا نہ قضا، یوہیں سجدۂ تلاوت و سجدۂ سہو بھی ناجائز ہے، البتہ اس روز اگر عصر کی نماز نہیں پڑھی تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو پڑھ لے، مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے۔ حدیث میں اس کو منافق کی نماز فرمایا، طلوع سے مراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس وقت تک ہے کہ اس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے جس کی مقدار کنارہ چمکنے سے ۲۰ منٹ تک ہے اور اس وقت سے کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنے لگے ڈوبنے تک غروب ہے، یہ وقت بھی ۲۰ منٹ ہے، نصف النہار سے مراد نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی یعنی آفتاب ڈھلکنے تک ہے جس کو ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں یعنی طلوع فجر سے غروب آفتاب تک آج جو وقت ہے، اس کے برابر برابر دو حصے کریں، پہلے حصہ کے ختم پر ابتدائے نصف النہار شرعی ہے اور اس وقت سے آفتاب ڈھلنے تک وقت استوا و ممانعت ہر نماز ہے۔ (عالمگیری، درمختار، ردالمحتار، فتاویٰ رضویہ)

(بہار شریعت، حصہ 3)

داتا دربار پر حملہ

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر خودکش حملوں میں 42افراد شہید اور 175 سے زائد زخمی ہو گئے۔ اخباری رپورٹوں کے مطابق جمعرات کو رات 10 بج کر 40 منٹ پر گیٹ نمبر 5 کے قریب تہہ خانے میں شدید دھماکہ ہوا۔ جمعرات کو صوبے بھر کے لوگ داتا دربار آتے ہیں۔ چنانچہ ہفتے کے دوسرے دنوں کے مقابلے میں زائرین بڑی تعداد میں موجود تھے۔ مزار کے پاس ذکر وفکر میں مصروف لوگوں نے اللہ اکبر کے نعرے لگائے اور اللہ اللہ کا ورد شروع کر دیا۔ قبل اس سے کہ لوگ مسجد اور مزار سے باہر جانے کے بارے میں سوچتے ،4 منٹ بعد ایک اور زوردار دھماکہ ہوا۔ اس کے بعد ہر طرف چیخ وپکار شروع ہوگئی۔ دربار کے صحن اور مسجد تک خون ہی خون بہنے لگا۔ پہلا دھماکہ ہوا تو پولیس نے اعلان کیا کہ درگاہ کے نزدیک کسی نے کریکر چلائے ہیں۔ بعض رپورٹوں کے مطابق دو خودکش حملہ آور مزار میں داخل ہوئے اور انہوں نے 4 منٹ کے وقفہ سے 2 بم دھماکے کئے جن میں مبینہ طور پر وہ خود بھی مارے گئے۔ خبروں میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ نگرانی کے لئے نصب کردہ کیمرے، میٹل ڈیٹیکٹر اور بعض دوسرے آلات لوگوں کی نقل وحرکت پر نظر رکھنے میں کوئی قابل ذکر معاونت فراہم نہیں کر سکے۔ سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس چودھری شفیق احمد نے دعویٰ کیا کہ یہ دھماکے دو خودکش حملہ آوروں نے کئے تھے اور تفتیش کنندگان نے 2 حملہ آوروں کی کھوپڑیاں اور جسم کے بعض دوسرے اجزا اپنی تحویل میں لے لئے ہیں۔ بال بیئرنگ سمیت دوسرا میٹریل بھی قبضے میں لے لیا گیا ہے۔

ہر بم دھماکے کے بعد اب تک یہی دعویٰ کیا جاتا رہا ہے کہ وہ خودکش بم دھماکہ تھا۔ اتفاق سے ہر بار حملہ آوروں کی کھوپڑیاں بھی مل جاتی ہیں، لیکن اگر ایسا اہم سراغ ملنے کے بعد آپ مجرموں تک نہ پہنچ سکیں تو وضاحتوں اور اس تگ ودو سے کیا حاصل؟ جائزلیا جانا چاہیے کہ حملہ آوروں کی شناخت بھی تشدد پسند عناصر تک پہنچنے اور ان کے خلاف کارروائیوں میں معاون کیوں نہیں ثابت ہوئی۔

ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں میں کہا گیا ہے کہ گذشتہ چند روز سے یہ افواہیں سنی جارہی تھیں کہ شدت

پسند بعض مزاروں کو بھی خودکش حملوں کا نشانہ بنا سکتے ہیں۔ وزارت داخلہ اور پنجاب پولیس کی سپیشل برانچ نے بھی ایسے حملوں کے بارے میں حکومت پنجاب کو مطلع کر دیا تھا۔ ایسی اطلاعات کے بعد مزاروں پر حفاظتی انتظامات میں حتی المقدور اضافہ کر دیا جانا چاہیے تھا۔ بعض خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انتظامات میں اضافہ کیا بھی گیا، لیکن وہ حملوں کو ناکام نہ بنا سکے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حفاظتی تدابیر ناقص ہیں۔ ضروری ہے کہ ان کا مکمل جائزہ لیا جائے اور حفاظتی انتظامات کا بہتر نظام وضع کیا جائے۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تخریب کاری کے اندیشوں کے بارے میں انتظامیہ نے عوام کو مطلع کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ انتظامیہ نے تشدد کے امکانات کے حوالے سے عوام کو کوئی ہدایات بھی نہ دیں، بلکہ اس بات کو پوشیدہ رکھا گیا۔ انتظامیہ کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ حفاظت کے روایتی انتظامات بڑی حد تک ناکام ہو چکے ہیں۔ شدت پسندی کے اس عذاب کا مقابلہ کرنے کیلئے ضروری ہے کہ عوامی مقامات کے تحفظ کے نئے پلان اور نئے طریقے متعارف کرائے جائیں۔ ایک خبر کے مطابق مزار کے اندر اور باہر 100 رضا کار اور پولیس کے متعدد اہلکار موجود تھے جو زائرین کی مکمل تلاشی لے رہے تھے۔ اس سے واضح ہو جانا چاہیے کہ پرانی حفاظتی تدابیر کارگر نہیں ہو سکتیں۔ خودکش حملوں کو روکنے کیلئے نئے طریقے اختیار کرنا ہوں گے۔ داتا دربار پر خودکش حملوں کے بارے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ پہلے دھماکے کے بعد پولیس نے عوام کو کریکر چلائے جانے کی خبر دی جبکہ داتا دربار کی انتظامیہ نے لوگوں سے کہا، گھبرائیے نہیں جنریٹر پھٹ گیا ہے جس کی وجہ سے دھواں پھیل گیا ہے۔ غالباً اس بات کا اعلان کرنے والوں کو خود بھی معلوم نہیں تھا کہ اصل صورتحال کیا ہے۔ چنانچہ جب دوسرا دھماکہ ہوا تو افراتفری پھیل گئی اور مسجد کا صحن نمازیوں کے خون سے تر ہو گیا۔ اگر پہلے دھماکے کے بعد زائرین کو یہ معلوم ہو جاتا کہ تہہ خانے میں بم پھٹا ہے تو بہت سے لوگ یقیناً دربار کی عمارت سے نکل جاتے اور یوں جانی نقصان میں کمی واقع ہو جاتی۔ انتظامیہ کو از سر نو خودکش حملوں میں ملوث عناصر کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا اور ان حملوں کو ناکام بنانے کیلئے از سر نو جامع پروگرام بنانا چاہیے۔

خفیہ حملوں کے بارے میں کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ حملہ آور کون ہیں؟ بہرحال وہ جو بھی ہیں، ہم انہیں توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ بے گناہ مسلمانوں کو فروعی اختلافات کی بنا پر قتل کرنا گناہ عظیم ہے۔ نتائج

کے اعتبار سے ایسے واقعات امت مسلمہ کو پارہ پارہ اور کمزور تر کرنے کا باعث ہی ہوئے۔ ان سے کوئی مثبت نتیجہ حاصل نہیں ہوا۔ اگر کسی گروہ کو یہ غلط فہمی لاحق ہے کہ امن و امان اور قومی سلامتی کے ذمہ دار اداروں کے افراد کے قتل سے انہیں نیست و نابود کر کے اقتدار پر قبضہ کیا جا سکتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ عراق کے حالات سے عبرت حاصل کرے۔ عراق میں گہری عقیدتوں کے مراکز، فوج اور پولیس میں بھرتی کے لئے قطاروں میں کھڑے نوجوانوں کے قتل سے عراقی قوم کی بربادی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ استعمار کے شکنجے سے آزادی اور ریاستی اقتدار اپنی ہی قوم کے بے گناہ جوانوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے بے دریغ قتل سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں آزادی اور غلبہ و برتری انہی قوموں کا مقدر بنتی ہے جو سائنسی اور معاشرتی علوم سے بہرہ ور ہوں، سائنسی علوم کو ٹیکنالوجی میں ڈھالنے کی صلاحیت رکھتی ہوں اور عوام کو منظم سیاسی قوت میں تبدیل کرنے کا ہنر جانتی ہوں۔

ہم ان کالموں میں مسلسل علمائے کرام سے گذارش کرتے چلے آرہے ہیں کہ اسلام کے نام پر بے گناہ پاکستانی شہریوں کے قتل عام کو روکنا ان کی ذمہ داری ہے۔ ابہام پیدا کر کے اس ذمہ داری سے جان نہیں چھڑائی جا سکتی۔ انہیں چاہیے کہ وہ اس بارے میں اپنا موقف دوٹوک انداز میں بیان کریں اور مسلمانوں کا قتل عام روکنے کیلئے بھی فعال کردار ادا کریں۔

روزنامہ پاکستان، 3 جولائی 2010ء

مسئلہ: ان اوقات میں آیت سجدہ پڑھی تو بہتر یہ ہے کہ سجدہ میں تاخیر کرے، یہاں تک کہ وقتِ کراہت جاتا رہے اور اگر وقت مکروہ ہی میں کرلیا تو بھی جائز ہے اور اگر وقتِ غیر مکروہ میں پڑھی تھی تو وقتِ مکروہ میں سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: ان اوقات میں قضا نماز ناجائز ہے اور اگر قضا شروع کرلی تو واجب ہے کہ توڑ دے اور وقتِ غیر مکروہ میں پڑھے اور اگر توڑی نہیں اور پڑھ لی تو فرض ساقط ہو جائے گا اور گناہگار ہوگا۔ (عالمگیری، درمختار) (بہار شریعت، حصہ 3)

اداریہ

لاہور داتا دربار پر خودکش حملے
ناقص حفاظتی انتظامات کا خمیازہ

لاہور شہر کے مرکزی اور بارونق مقام پر برصغیر پاک وہند کی عظیم روحانی شخصیت حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جمعرات کی رات یکے بعد دیگرے اس وقت تین خودکش حملے ہوئے جب زائرین کی ایک بڑی تعداد مزار میں موجود تھی۔ ان المناک اور باعث تعزیر حملوں میں اب تک لگ بھگ 45 افراد شہید اور دوسو کے قریب زخمی ہو گئے۔ جمعرات کی رات قریبا 11 بجے دو سے اڑھائی ہزار زائرین کی موجودگی میں دہشت گردوں نے یکے بعد دیگر دھماکہ خیز مواد سے خود کو اڑا لیا۔ اس وقت لوگ افراتفری کے عالم میں بھاگے اور ان حملوں نے زائرین کے ہوش وحواس خطا کر ڈالے۔ حملہ آوروں کے سر اور جسم کے دیگر اعضا مل گئے ہیں۔ عینی شاہدین کے مطابق حملہ آور نوجوان تھے جن کی عمریں سولہ سے بائیس سال کے درمیان تھیں۔ یہ حملہ آور مین دروازوں کے بجائے چھوٹے دروازوں سے اندر داخل ہوئے۔ جس سے مزار پر سیکورٹی کے ناقص انتظام کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

لاہور میں محو خواب اس عظیم روحانی شخصیت کے مزار پر لاکھوں عقیدت مند حاضری دے کر روحانی فیض حاصل کرتے ہیں اور یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ اس عظیم روحانی شخصیت کے مزار کی سیکورٹی انتہائی ناقص تھی۔ لاہور جو دہشت گردوں کی مسلسل لپیٹ میں ہے، ان دہشت گردوں کے حوالے سے پنجاب انتظامیہ کو مکمل رپورٹ تھی کہ وزیرستان سے پانچ خودکش حملہ آور لاہور داخل ہو چکے ہیں۔ لیکن انتظامیہ نے اس پر معمول کے مطابق زیادہ توجہ نہ دی اور پھر لوگوں نے جمعرات کی رات لاشوں کے کشتوں کے پشتے لگے دیکھے۔ باعث افسوس اور حیرت یہ بات بھی ہے کہ بارہ جون کو ''روزنامہ جناح'' کی انسپکشن ٹیم نے چیف ایڈیٹر کی سربراہی میں وہاں کا دورہ کیا اور ناقص سیکورٹی کی نشاندہی بھی کر دی، لیکن انتظامیہ نے اس پر خاطر خواہ توجہ نہ دی۔ داتا دربار اور بی بی پاک دامن کے مزارات کی ناقص

سیکورٹی کی باتصویر خبر ''روزنامہ جناح'' نے بڑے واضح انداز میں شائع کی تھی، مگر افسوس کہ لاہور انتظامیہ کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ جس وقت لاہور میں داتا صاحب کے مزار پر حملہ ہو رہا تھا، اس لمحے خادم پنجاب امریکی کونسل خانے میں قونصل جنرل کے ہمراہ امریکہ کی یوم آزادی کی خوشی میں کیک کاٹ رہے تھے۔ ایک طرف عوام کی گردنیں کٹ رہی تھیں تو دوسری جانب کیک کٹ رہا تھا۔ پھر ان حملوں کے بعد یکا یک رات گئے کمشنر لاہور ٹی وی سکرین پر نظر آئے جنہوں نے ریسکیو کی کارروائیوں پر، پرسکون چہرے کے ساتھ اطمینان کا اظہار کیا۔ کیا خسرو پرویز اس دن سیکورٹی انتظامات چیک کرنے داتا صاحب کے مزار پر گئے تھے جب ''روزنامہ جناح'' نے ناقص سیکورٹی کی خبر شائع کی تھی؟ ہر طرف سے مذمتی بیانات داغنے والے اعلیٰ عہدیدار اس وقت کہاں تھے جب ''روزنامہ جناح'' نے اس سیکورٹی انتظام کو ناقص قرار دیا تھا؟ جب ان ناقص انتظامات کی نشاندہی کر دی تھی تو پھر کیوں..... آخر کیوں توجہ نہیں دی گئی؟ یہ ایسا سلگتا ہوا سوال ہے جس کا جواب ''خادم پنجاب'' ڈی سی او لاہور اور کمشنر لاہور شاید دینا پسند نہ کریں۔ اس طرح کے خون آشام واقعات کا تدارک کیسے ممکن ہو جب شہر کی ساری پولیس وی آئی پیز کی آمدورفت پر مامور ہو جہاں تھانہ کلچر اس قدر گندگی آمیز ہو چکا ہو کہ وہاں سیاستدان تھانے دار ایسے تعینات کروا رہے ہوں جو ان کے مفادات کی نگہبانی کرنیوالے ہوں۔ عوام کیا کریں؟ کیا قادیانیوں کی عبادت گاہوں پر حملے اس طرف پہلے اشارہ نہیں کر چکے تھے؟ پنجاب پولیس کارروائی ڈالنے مین اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ قادیانی عبادت گاہوں میں خودکش حملہ آوروں کے مرنے کے بعد جس طرح پولیس نے عبادت گاہوں کی چھتوں پر چڑھ کر فائرنگ کی وہ کارروائی ڈالنے کی شرمناک مثال ہے۔ ہزار ﷺ سال سے لوگوں میں روحانی فیض تقسیم کرنے والی اس عظیم شخصیت کے مزار پر یہ حملے حکومت پنجاب کے دل پر حملے ہیں؟ ان حملوں پر پورا ملک بلکہ پورے برصغیر کے مسلمان سکتے کے عالم میں گنگ ہیں۔ لوگوں کے پاس ایک دوسرے کو پرسہ دینے کیلئے حوصلہ نہیں ہے۔ صرف حکمران بول رہے ہیں اور معمول کے مطابق مذمت سے لتھڑے بیان یوں داغ رہے ہیں جس طرح داتا دربار پر حملے کے بعد لاشوں کے لوتھڑے پڑے تھے نہ ان میں جان باقی تھی اور نہ ہی ان بیانات میں جان باقی ہے۔ ہمیشہ دکھوں اور غموں میں گھرے لوگ ایسی عظیم روحانی شخصیت کے مزار پر حاضری دینے آتے ہیں۔

جمعرات کی رات کئی ایسے لاچار دکھوں سے گلوخلاصی حاصل کر گئے ہوں گے۔ایک عام تاثر یہ ہے کہ وزیرستان میں ڈرون حملوں کے تناظر میں یہ حملے کئے جارہے ہیں۔سوال یہ ہے کہ کیا یہ بے قصور عوام ڈرون حملوں کے ذمہ دار ہیں؟ ہمارے امریکہ نواز حکمران بجائے اس کے کہ عوامی خواہشات پر امریکہ کو دوٹوک جواب دیں، وہ صرف ڈالروں میں امداد کیلئے آنکھیں فرش راہ کئے رکھتے ہیں۔اس حادثے کی ذمہ دار لاہور پولیس اور لاہور انتظامیہ ہے، ان کی تطہیر کی بھی ضرورت ہے تاکہ مستقبل میں ایسے واقعات کا تدارک ہوسکے۔دہشت گردی کے خلاف جنگ کو اب امریکی سرپرستی سے نکالنے کی بھی ضرورت ہے کہ صرف اسی لاکھ آبادی کا لاہور ہی نہیں پورا پاکستان اسی وجہ سے اس کی لپیٹ میں ہے۔ اسے حکمت اور تدبر سے ختم کیا جائے نہ کہ اس کے خلاف ایسی طاقت آزمائی جائے جس کا خمیازہ اس نوعیت کے واقعات سے بھگتنا پڑے۔

روزنامہ جناح، 3 جولائی 2010ء

مسئلہ: کسی نے خاص ان اوقات میں نماز پڑھنے کی نذر مانی یا مطلقاً نماز پڑھنے کی منت مانی، دونوں صورتوں میں ان اوقات میں اس نذر کا پورا کرنا جائز نہیں، بلکہ وقت کامل میں اپنی منت پوری کرے۔(درمختار، عالمگیری)

مسئلہ: ان وقتوں میں نفل نماز شروع کی تو وہ نماز واجب ہوگئی، مگر اس وقت پڑھنا جائز نہیں، لہٰذا واجب ہے کہ توڑ دے اور وقت کامل میں قضا کرے اور اگر پوری کر لی تو گنہگار رہوا اور اب قضا واجب نہیں۔(غنیۃ، درمختار)

مسئلہ: جو نماز وقت مباح یا مکروہ میں شروع کر کے فاسد کر دی تھی، اس کو بھی ان اوقات میں پڑھنا ناجائز ہے۔(درمختار)

مسئلہ: ان اوقات میں تلاوتِ قرآن مجید بہتر نہیں، بہتر یہ ہے کہ ذکر و درود شریف میں مشغول رہے۔(درمختار) (بہارشریعت، حصہ 3)

اداریہ

سانحہ لاہور اور ہماری ذمہ داریاں

داتا دربار لاہور سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے جہاں پورے پاکستان سے روزانہ لاکھوں زائرین آتے ہیں اور صوفی بزرگ کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

پاکستان کے لگ بھگ ہر حکمران نے حکومت سازی کے بعد داتا صاحب کے مزار پر حاضری ضرور دی۔ خصوصاً شریف برادران ان کے ساتھ خصوصی عقیدت رکھتے ہیں۔ انہی بزرگوں کی مناسبت سے لاہور کو داتا کی نگری بھی کہا جاتا ہے اور یہ روایت بھی مشہور ہے کہ لاہور پر آنے والی بہت سی آفات صرف اس وجہ سے ٹل جاتی ہیں کیونکہ یہاں سید علی ہجویری کا مزار ہے۔

درحقیقت کسی پاکستانی نے اس بات کا تصور بھی نہیں کیا تھا کہ کبھی کوئی دہشت گرد قوت اس مرکز امن و آشتی کو بھی نشانہ بنا سکتی ہے۔ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ رکن عالم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ شاہ شمس سبزواری رحمۃ اللہ علیہ بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ تو فقیر منش تھے۔ ان بزرگوں کی ساری عمر لوگوں کو تشدد سے دور رکھنے اور امن کی طرف لانے میں صرف ہوئی۔ ان کے مزار صدیوں سے قائم ہیں یہ وہ عرصہ ہے جس میں کبھی سکھوں نے لاہور کو تاراج کیا تو کبھی وقت کی کوئی اور قوت پنجاب پر حملہ آور ہوئی۔ کیا مجال ہے کہ کسی بھی غیر مسلم قوت نے ان صوفی بزرگوں کے مزاروں کو ذرا سی بھی گزند پہنچائی ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ داتا دربار کو خون میں نہلانے والوں کے عزائم کیا تھے اور انہوں نے کس مقصد کی خاطر اتنا مکروہ اقدام کیا۔ درحقیقت یہ سنیوں کے مختلف گروہوں جیسے دیوبندی بریلوی اور اہلحدیث کو آپس میں لڑانے کی سازش لگتی ہے۔ ہمارے قارئین گواہ ہیں کہ ہم نے اس سازش کو ایک عرصہ پہلے بے نقاب کرتے ہوئے اس پر متعدد ایڈیٹوریل لکھے اور حکمرانوں کو متنبہ کیا کہ چونکہ طالبان کا تعلق حنفی مسلک کے دیوبند طبقے سے ہے اور جو لوگ بزرگوں کے مزاروں درباروں سے عقیدت رکھتے ہیں ان کی اکثریت بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتی ہے اس لئے ان گروہوں کو آپس میں لڑانے کے لئے کئی طرح کی سازشیں کی جائیں گی۔

ایک سازش اس وقت ہوئی جب لاہور میں معروف بریلوی عالم دین مفتی سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کردیا گیا تھا۔

اس سانحے پر بریلوی مکتب فکر کے لوگ سخت مشتعل تھے لیکن اکابرین نے صورت حال کو بروقت سنبھال لیا۔ اب جو صورت حال بنی ہے اس کو سنبھالنے کی کوشش بھی ہو رہی ہے لیکن سوال تو یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کے مزار کو نشانہ بنایا وہی لوگ بزرگوں کے دیگر مزاروں کو بھی تو نشانہ بنا سکتے ہیں۔ اس وقت پنجاب حکومت کے کرنے کا کام یہ ہے کہ فوری طور پر پنجاب کے تمام مزارات کی سیکورٹی سخت کی جائے۔ لوگوں کو بذریعہ میڈیا سمجھایا جائے کہ یہ واقعہ بریلوی دیوبندی مسلکی اختلافات کا شاخسانہ نہیں ہے بلکہ دونوں مسالک کے لوگوں کو آپس میں لڑانے کی سازش ہے۔ اس واقعے میں جو لوگ ملوث ہیں یا تو وہ انتہا درجے کے شدت پسند ہیں یا ان کے ڈانڈے کسی بین الاقوامی سازش سے ملتے ہیں۔ دیوبندی مسلک کے لوگ ہوں یا بریلوی مسلک کے بزرگوں کی قدر کرتے ہیں اور ان کی آخری آرام گاہوں کو نقصان پہنچانے کا تصور ہی نہیں کر سکتے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے ہاں بزرگوں سے عقیدت کے رشتے اتنے گہرے ہیں کہ لوگ انہیں مسلکی تناظر میں دیکھتے ہی نہیں۔ اس واقعے پر ہر مسلک اور طبقے کے لوگ سخت دل برداشتہ ہیں اور ہر شخص غم و غصے کی تصویر بنا ہوا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ پنجاب حکومت کو اس سانحے کو ایک اور نظر سے بھی دیکھنا چاہیے۔ ایک عرصے سے ہم محسوس کر رہے ہیں کہ پنجاب کو دہشت گردی کا خصوصی نشانہ بنایا گیا ہے تا کہ پنجاب حکومت کے خلاف یہ بات ثابت کی جاسکے کہ وہ لاء اینڈ آرڈر کو بہتر نہیں بنا سکی۔ شریف برادران کا دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ میں بھرپور طریقے سے شریک نہ ہونا بہت سی عالمی قوتوں کو ناگوار گزر رہا ہے۔ اس حوالے سے ان پر الزام تراشی بھی کی جاتی رہی ہے اور اب ان پر ایک دوسرے طریقے سے سنگ باری شروع کر دی گئی ہے۔ یہ درست ہے کہ پنجاب کے ہر شہر میں امن و امان کی ذمہ داری میاں شہباز شریف کے سر ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اتنے بڑے صوبے میں ہر جگہ پر نظر رکھنا ممکن نہیں ہے اور پھر کون یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ کوئی مسلمان داتا گنج بخش کے مزار پر دہشت گردی کی اتنی بڑی واردات کر سکتا ہے۔

جن مزارات کو سکھوں اور ہندوؤں نے بھی ادب اور احترام کی نظر سے دیکھا ان مزارات کے

بارے میں یہ تصور بھی محال ہے کہ کوئی مسلمان اٹھ کر انہیں نقصان پہنچائے گا لیکن چونکہ دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا انہیں اخلاقیات سے بھی کوئی واسطہ نہیں ہوتا اس لئے انہوں نے اتنی بڑی جسارت کر ڈالی۔

بزرگوں سے عقیدت رکھنے والے ہر مسلمان کو اس وقت صبر وتحمل کی ضرورت ہے کیونکہ ہمارا مشترکہ دشمن ہماری صفوں میں دراڑیں ڈال کر اپنے مکروہ مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پاکستان کو عدم استحکام سے دوچار کرنے کی بہت بڑی سازش ہو رہی ہے اگر ہم نے اس سازش کو ناکام بنانا ہے تو پھر ہمیں مثالی اتحاد کا مظاہرہ کرنا ہوگا اگر ہم نے توڑ پھوڑ اور مار دھاڑ کا راستہ اپنایا تو اس سے دشمن کا کام آسان ہو جائے گا لہٰذا عقلمندی اور حب الوطنی کا کم سے کم تقاضا بھی یہ ہے کہ ہم صبر واستقلال سے کام لیں اور اتحاد و یکجہتی کی قوت سے دشمن کے تمام عزائم کو ناکام بنا دیں

روزنامہ اوصاف، 3 جولائی 2010ء

مسئلہ: بارہ (۱۲) وقتوں میں نوافل پڑھنا منع ہے اور ان کے بعض یعنی ۶ و ۱۲ میں فرائض وواجبات ونمازِ جنازہ وسجدۂ تلاوت کی بھی ممانعت ہے۔

(۱) طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کہ اس درمیان میں سوا دو رکعت سنت فجر کے کوئی نفل نماز جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص طلوع فجر سے پیشتر نماز نفل پڑھ رہا تھا، ایک رکعت پڑھ چکا تھا کہ فجر طلوع کر آئی تو دوسری بھی پڑھ کر پوری کر لے اور یہ دونوں رکعتیں سنت فجر کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں، اور اگر چار رکعت کی نیت کی تھی اور ایک رکعت کے بعد طلوع فجر ہوا اور چاروں رکعتیں پوری کر لیں تو پچھلی دو رکعتیں سنت فجر کے قائم مقام ہو جائیں گی۔ (عالمگیری)

(بہار شریعت، حصہ 3)

کالعدم تحریک طالبان، بلیک واٹر اور
بے قصور پاکستانی عوام کی نوحہ کناں لاشیں

داتا دربار پر خودکش حملے لامحالہ بین المذاہب ہم آہنگی کو پارہ پارہ کرنے کی ایک ایسی گھناؤنی سازش ہیں جسے اگر محب وطن پاکستانیوں نے وقت پر نہ سمجھا تو یقیناً اس کے بھیانک نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ جمعرات کی شب ہونیوالے ان حملوں کو بھی دہشت گردوں بشمول طالبان سے منسوب کر دیا گیا، جسے گزشتہ روز طالبان میڈیا سنٹر شمالی وزیرستان نے سختی سے رد کر دیا کالعدم تحریک طالبان نے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر دھماکوں میں ملوث ہونے کی سختی کے ساتھ تردید کرنے کے ساتھ ساتھ ایک برطانوی نشریاتی ادارے کو کہا ہے کہ اس المناک واقعہ میں بلیک واٹر ملوث ہو سکتی ہے۔ طالبان عوامی مقامات پر حملے نہیں کرتے اور خصوصاً ایسے روحانی عوامی مقامات پر تو حملوں کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ انکا یہ بھی کہنا تھا کہ یہ کام غیر ملکی ایجنسیوں کا ہے جن کا مقصد ہمیں بدنام کرنا ہے، ہمارے اہداف واضح ہیں۔ اس بیان کے تناظر میں دیکھا جائے تو دماغ بیرونی عناصر کی جانب اس لیے بھی جاتا دکھائی دیتا ہے کہ بلیک واٹر جیسی بدنام زمانہ تنظیم کی موجودگی کے شواہد پاکستان میں پائے جاتے ہیں۔ بلیک واٹر کا نام پہلی مرتبہ اس وقت سامنے آیا جب میریٹ ہوٹل اسلام آباد پر حملہ کیا گیا اس حملے میں میریٹ ہوٹل خاکستر ہو گیا اور اس میں پاکستانیوں کے ساتھ ساتھ کئی غیر ملکی بھی مارے گئے۔ دہشت گردوں نے اس حملے کے بعد میڈیا کو پیغام دیا تھا کہ جس روز حملہ کیا گیا تھا اس روز بلیک واٹر کے سربراہ کی آمد کی اطلاع تھی بعد ازاں بلیک واٹر کے سربراہ ایرک پرنس نے اپنے ایک انٹرویو میں اس بات کا اعتراف کیا کہ جس روز میریٹ پر حملہ ہوا اس روز انہوں نے افغانستان سے پاکستان آنا تھا یوں عوام کو معلوم پڑا کہ یہ ایجنسی پاکستان میں موجود ہے۔ وفاقی حکومت نے بعد میں اس کی تردید کی کہ بلیک واٹر کا کوئی وجود پاکستان میں نہیں ہے۔ پھر اسلام آباد کے پوش علاقوں میں درجنوں غیر ملکیوں نے کرائے پر مکان لینے شروع کر دیئے اس حوالے سے "روزنامہ جناح" نے اس کی مکمل انکوائری کروا کر حقائق عوام کے

سامنے رکھے۔ پھر کالے شیشے والی گاڑیاں بغیر نمبر پلیٹ کے غیر ملکیوں کو لاتے لے جاتی پکڑی گئیں۔ تاہم امریکی سفارتخانے کی ہر بار مداخلت پر انہیں چھوڑ دیا جاتا۔ ان واقعات کے تسلسل نے عوام کو جنجھوڑ کے رکھ دیا۔ پھر لاہور، پشاور میں کچھ ایسے دھماکے ہوئے جنہیں طالبان یا کسی بھی دہشت گرد تنظیم نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر بھی اس شبہے نے تقویت پکڑی کہ یہ بلیک واٹر کے ''کارنامے'' ہیں یوں آہستہ آہستہ بلیک واٹر کا نام ہر پاکستانی کی زبان پر آتا چلا گیا پھر امریکی سفارتخانے کی توسیع نے جلتی پر تیل کا کام کیا اسلام آباد میں جس طرح امریکی سفارت خانے کیلئے زمین دی گئی اس پر امریکی سفارتخانے اور وفاقی حکومت کے بیانات نے مزید خدشات کو ہوا دی۔ چنانچہ حکومت کے بارہا اس تردید کرنے کے بیان میں عوام کو حقیقت نظر نہ آئی کہ بلیک واٹر پاکستان میں موجود نہیں ہے۔ داتا دربار پر ہونے والے حملوں پر جس طرح عوام میں غم وغصہ پایا جاتا ہے اس سے ہر شخص یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ کوئی مسلمان ایمان کی کتنی گراوٹ پر ہی کیوں نہ چلا جائے کم از کم اس طرح کا سوچ ہی نہیں سکتا۔ اس کے پس پشت یقیناً ایسے عناصر ہیں جو اسلام اور پاکستان کے استحکام کے سخت خلاف ہیں ایک وقت تھا جب مساجد اور امام بارگاہوں کو نشانہ بنایا جارہا تھا اس میں بھی حقیقت یہ کھلی کہ اس کے پس پشت وہ غیر ملکی ایجنسیاں تھیں جنہوں نے پاکستان کا وجود تسلیم نہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ پاکستانی قوم عجیب وغریب جذباتی قوم ہے۔ مذہب کے معاملے میں جس طرح کے جذبات کا اظہار پاکستانی عوام کرتی ہے وہ کم ہی کسی اور قوم میں دیکھنے کو ملتا ہے اور اسی بات کا فائدہ ایسے عناصر اٹھاتے ہیں جو ہمیں آپس میں لڑوا کر اپنے مفادات کو فوقیت دیتے ہیں بلیک واٹر ایسی کرائے کی قاتل تنظیم ہے جس سے چند سکوں کے عوض کسی کو بھی اٹھا کر مروایا جا سکتا ہے اس کا اعتراف ایرک پرنس کر چکا ہے، چنانچہ پاکستان کے حالات کو مخدوش کرنے کیلئے کوئی بعید نہیں ہے کہ اسے پیسہ فراہم کیا گیا ہو اور یہ پیسہ کون دے سکتا ہے؟ یہ سب کو معلوم ہے۔ طالبان نے اس واقعے سے دست برداری کا سختی سے عندیہ دے کر شکوک کو مزید تقویت دی ہے اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ان واقعات کی ٹھوس انکوائری کی جائے اور اس سازش کو بے نقاب کر کے اس کے پس پشت ان عناصر کو بے نقاب کیا جائے۔ تاکہ پاکستانی قوم کو حقائق کا علم ہو سکے ہمیں آپس میں لڑنے کے بجائے ان خطوط پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

روزنامہ جناح، 4 جولائی 2010ء

سانحہ داتا دربار یہودی ونصاریٰ

ہمارے ہی لوگ استعمال کررہے ہیں!

پولیس ذرائع نے دعویٰ کیا ہے کہ داتا دربار پر حملہ کرنے والے ایک دہشت گرد کی شناخت ہوگئی ہے۔جس کا تعلق لاہور کے نواحی گاؤں برکی ہڈیارہ سے ہے۔ پولیس ذرائع کا کہنا ہے کہ حملہ آور عثمان ولد یٰسین نے داتا دربار میں داخل ہوکر تہہ خانے میں پہلا دھماکا کیا۔ سی سی ٹی فوٹیج میں باہر سے بھاگتے ہوئے اندر آنے والے عثمان ہی کو دربار کے خادمین نے پکڑنے کی کوشش کی تھی۔ عثمان کے خودکش حملے کے نتیجے میں 3 افراد شہید ہوئے تھے جس کے بعد دوسرے حملہ آور کو دربار کے اندر داخل ہونے کا موقع ملا۔ پولیس ذرائع کا کہنا ہے کہ عثمان کی شناخت اس کی تلاش میں آنے والے اس کے دو بھائیوں شریف اور لطیف کے ذریعے ہوئی۔ دونوں نے سی سی ٹی وی فوٹیج میں دیکھ کر عثمان کی شناخت کی۔ عثمان کے دونوں بھائیوں کو پولیس نے حراست میں لے کر نامعلوم مقام پر منتقل کردیا۔ پولیس ذرائع کے مطابق عثمان، اسکے زیر حراست دونوں بھائیوں اور دیگر اہل خانہ کا ڈی این اے ٹیسٹ بھی کرایا جارہا ہے۔ لاہور میں داتا دربار میں ہونے والے خودکش حملے نے صرف شہدا ہی کے گھر نہیں بلکہ پورے ملک میں صف ماتم بچھادی، ہر آنکھ اشکبار ہے اور ہر کوئی خون کے آنسو رورہا ہے۔ تقریباً 50 لوگوں کے پیوند خاک ہونے کا خدشہ بہت بڑا دکھ ہے اور پھر 200 کے قریب لوگ زخمی ہیں۔ ملک دشمن عناصر کے علاوہ را، موساد، سی آئی اے اور بلیک واٹر کو اس بات کی ہوگی۔ کاش ہماری مرکزی حکمران صف ماتم کے بچھنے پر بھی غور وفکر کریں اور ان پر بھی غور کریں جن کے ہاں اس قتل و غارت اور خون کی ندیاں بہنے خوشیوں کے شادیانے بجتے ہیں۔ حاکم وقت کو سمجھ کیوں نہیں آتی کہ یہ دہشت گرد ہمارے لوگوں کو آلہ کار ضرور بناتے ہیں مگر ان کے پیچھے ماسٹر مائنڈ طبقہ بھارت، امریکہ اور اسرائیل کا ہے۔ بھارت میں دو پٹاخے بھی چلیں تو وہ عالمی سطح پر شور مچاتا ہے کہ پاکستان نے یہ کام کیا، لیکن ہمارے سینکڑوں لوگ موت کے منہ میں چلے جائیں تو ہم اف بھی نہیں کرتے۔ اسرائیل، امریکہ

اور بھارت کا نام لینے کے بجائے ہم سفارتی تعلقات کی بہتری کا دم بھرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حقیقت میں رہنا ہمیں گوارا نہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام آباد سے لاہور تک، پشاور سے کوئٹہ تک اور مظفر آباد سے گلگت تک کہیں امن چین دکھائی نہیں دیتا۔ اخلاص، نیت اور عقل کی کمی کے باعث مرکزی وصوبائی حکومتیں مکمل طور پر فیل ہیں۔ اس وقت صرف عثمان کے سر کی ضرورت نہیں اس سراغ کی ضرورت ہے ماسٹر مائنڈ تک پہنچنے کی۔ ہمیں اپنی ریسرچ و تفتیش کا از سر نو جائزہ لینا ہوگا۔ اس حوالے سے قومی سلامتی کمیٹی کے چیئرمین رضا ربانی نے بھی کہا ہے کہ خطے کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کمیٹی محسوس کرتی ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کی پالیسی میں تبدیلی آنی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت جب امریکہ اور افغانستان میں پالیسیوں کا از سر نو جائزہ لیا جا رہا ہے تو ایسے میں قومی سلامتی کمیٹی محسوس کرتی ہے کہ دہشت گردی کے خلاف ہماری پالیسی بھی تبدیلی کی جائے۔ کمیٹی دہشت گردی کے خلاف پالیسی میں تبدیلی کی تجاویز حکومت کی طرف سے ہدایت پر نہیں بلکہ کمیٹی اپنے صوابدیدی اختیار کے تحت کر رہی ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ ان تجاویز کا فہم و فراست سے جائزہ لے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ سارے وزرائے اعلیٰ وزیر اعظم، صدر اور سیکیورٹی فورسز مل کر لائحہ عمل تیار کریں۔ ایجنسیاں اپنی ساری ذہانت اور وقت استعمال کرتے ہوئے پاکستان میں گھستے ان بھارتیوں، اسرائیلیوں، امریکی اہلکاروں کی تلاش کریں جو پاکستان، افغانستان، ایران اور عراق کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ اسرائیل، بھارت اور امریکہ ہمارے اندر داخل ہو کر ہمیں دیمک کی طرح کھا رہا ہے۔ پاکستانی موت کے گھاٹ اتر رہے ہیں اور امریکہ اسے اپنی جنگ گردان رہا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ حقیقت میں یہ اسلام اور کافر کی جنگ چھڑ چکی ہے۔ یہود و نصاریٰ اور ہندو کھلی جنگ کے بجائے چند ممالک کے خلاف گوریلا جنگ لڑ رہے ہیں۔ حکمران دانش مندی سے کام لیں، مرنے والوں کے لواحقین اور زخمیوں کی مدد میں کوتاہی نہ کی جائے۔ علاوہ بریں دہشت گرد عناصر اور ماسٹر مائنڈ تک ہوشمندی اور ذہانت سے پہنچا جائے۔

روزنامہ انصاف، 4 جولائی 2010ء

حسنِ تعلیماتِ محبوبِ خدا (ﷺ) کا ماہتاب
آفتابِ حکمتِ قرآن داتا گنج بخشؒ

داتادربار پر حملے کے خلاف احتجاج

ہفتہ کے روز مختلف مذہبی، سماجی اور کاروباری تنظیموں کی اپیل پر صوبائی دارالحکومت اور دوسرے شہروں میں مکمل ہڑتال رہی۔ چھوٹے، بڑے کاروباری مراکز بند رہے جبکہ داتادربار مسجد میں نمازیوں اور زائرین کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ جوق در جوق آنے والے لوگوں نے ثابت کیا کہ انہیں خوف زدہ نہیں کیا جاسکتا۔ دہشت گردی کے خوف کے پیش نظر قطار بنا کر مسجد میں داخل ہونے کی پابندی عائد کی گئی تھی۔ زائرین نے اس پابندی پر خوش دلی سے عمل کیا اور نظم وضبط قائم رکھا۔ واضح طور پر آنے والے شہریوں کا بنیادی مقصد یہ پیغام منتقل کرنا تھا کہ انہیں تشدد سے خوف زدہ نہیں کیا جاسکتا۔

مرکزی وصوبائی حکومتوں کے اعلیٰ عہدیداروں کی طرف سے ایک بار پھر اس عزم کا اعادہ کیا گیا جب تک دہشت گردوں کو گرفت میں نہیں لیا جاتا ان کا تعاقب جاری رکھا جائے گا۔ متعدد مذہبی تنظیموں نے دہشت گردی کی شدید مذمت کی اور خبردار کیا کہ اس سانحے کے ذمہ دار عناصر ملک میں فرقہ وارانہ فساد پھیلانا چاہتے ہیں۔ عام شہریوں اور مختلف تنظیموں کے ردعمل سے یہ جان لینا چاہیے کہ ایسے ظالمانہ ہتھکنڈوں سے عامتہ المسلمین کا حوصلہ توڑا نہیں جاسکتا، احتجاجی مظاہروں سے یہ پیغام منتقل ضرور کیا جانا چاہیے لیکن کیا اس کیلئے کاروبار بند رکھنا، ہڑتالیں کرنا، ٹائر جلانا اور سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کرنے جیسی کارروائیاں بھی لازم ہیں۔ جس ملک کے مختلف حصوں میں آئے روز پراسرار حملے ہورہے ہوں وہاں احتجاج کے ان طریقوں سے کوئی مثبت نتیجہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ حکومت اور مذہبی وسیاسی جماعتوں کو چاہیے کہ وہ عوام کو اس بات کا قائل کریں کہ روپوش گروہوں کے خلاف روایتی طریقوں پر مشتمل احتجاج سے نہ دہشت گردوں کو کوئی نقصان پہنچتا ہے اور نہ عوام کے شعور میں کوئی اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ ہڑتالوں اور سڑکوں پر مظاہروں سے خفیہ حملے کرنے والوں کو متاثر نہیں کیا جاسکتا۔ الٹا کچھ لوگ اس کا فائدہ اٹھا کر مزید نقصان کرسکتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جذباتیت کا مظاہرہ کرنے کی بجائے...... حکمت عملی وضع کی جائے۔ بعض وکلاء تنظیموں کی طرف سے بھی ہڑتال اور عدالتوں کا بائیکاٹ کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ داتادربار پر حملے اور عدالتوں کے بائیکاٹ میں کوئی

تعلق نہیں۔اس کارروائی سے الٹا نقصان ان سائلین کا ہوگا جو مقدموں کے فیصلوں میں تاخیر سے
ہی عاجز ہو چکے ہیں۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اور مسجد پر حملوں سے یہ بات ایک...... ثابت ہوئی ہے
دہشت گردی کی کارروائیوں کو ناکام بنانے اور مجرموں کو پکڑنے کے موجودہ بروقت طریقے فرسودہ ہو
ہیں۔زیر بحث حملوں کے حوالے سے متعلق حکام کی طرف سے یہ خبر دی گئی ہے کہ دہشت گرد کا تعلق لا
کے سرحدی علاقہ سے ہے اور شبہ کیا جا رہا ہے کہ بھارتی خفیہ ایجنسی را اس میں ملوث ہے۔اہم ذرائع
یہ بھی کہا ہے کہ سرحدی علاقے میں ایسے لوگ موجود ہیں جو سرحد پار رابطے رکھتے ہیں۔دوسری طر
ہڈیارہ کے علاقے رام پور کے رہائشی 22 سالہ محمد رفیق عرف بابا عثمان کے بارے میں علاقے کے لوگو
کہنا ہے کہ وہ دو سال سے ہر جمعرات کو داتا دربار میں دودھ تقسیم کرتا اور رات داتا دربار میں عبادت
گزارتا تھا۔اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہم ابھی تک اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں
بات باعث تشویش ہونی چاہیے کہ امن وامان کی ذمہ دار ایجنسیاں ابھی تک مجرموں تک پہنچنے میں کامیا
نہیں ہوئیں۔ان گروہوں اور ان کے مراکز کی واضح نشاندہی نہیں ہو سکی جو نوخیز لڑکوں کو خودکش حملوں
تیار کرتے ہیں اور پاکستان کے بے گناہ شہریوں کے قتل کیلئے استعمال کر رہے ہیں۔

حفاظتی ساز وسامان کا معاملہ بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سیکورٹی
نام پر دیئے گئے میٹل ڈیٹکٹر اور نصب کردہ سکینر اور واک تھرو گیٹ، بارود اور دھماکہ خیز مواد کی شناخ
نہیں کر سکتے۔وہ صرف لوہے کی اشیاء کی نشاندہی کرنے کی استعداد رکھتے ہیں۔مزید کہا گیا ہے کہ ا
تک کوئی واک تھرو گیٹ اور سکینر صوبائی دارالحکومت میں دستیاب نہیں اور کوئی ایسا گیٹ تا حال
سرکاری عمارت میں نصب بھی نہیں کیا گیا۔دھماکہ خیز مواد کی شناخت کرنے والے واک تھرو گیٹ
مالیت 2 کروڑ روپے کے لگ بھگ ہے۔ظاہر ہے اتنے مہنگے ساز وسامان کی فراہمی آسان نہیں،
بہت سے پولیس افسروں اور اہم مقامات پر جو سستی قسم کے گیٹ لگائے گئے ہیں، وہ قابل اعتماد نہیں
اسی باخبر ذریعہ کے حوالے سے مزید بتایا گیا ہے کہ حکومت نے چین سے دھماکہ خیز مواد کی شناخ
کرنے والے "واک تھرو گیٹ" اور سکینر درآمد کرنے کیلئے ایک معاہدہ کیا ہوا ہے لیکن اس پر ابھی
عمل نہیں کیا گیا۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض گیٹ صحت کے حوالے سے بھی معیار پر پورے نہیں اتر

پولیس آفیسر نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ ڈی این اے ٹیسٹ ابھی تک مددگار ثابت نہیں ہوئے۔ ابھی تک کوئی ایسا آدمی گرفتار نہیں ہوا جس کے ڈی این اے ٹیسٹ سے یہ ثابت ہوا ہو کہ اس کا ڈی این اے مبینہ دہشت گرد کے سر یا جسم کے کسی دوسرے حصے کے ڈی این اے سے ملتا ہے۔ بالفاظ دیگر ابھی تک ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے کسی ملزم کا خونی رشتہ مبینہ دہشت گرد سے ثابت نہیں کیا جاسکا۔ نتیجہ یہ ہے کہ دہشت گردی کا ثبوت نہ ملنے سے ملزم عدالتوں سے بری ہوجاتے ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں لازم ہے بم دھماکوں اور خودکش حملوں کے سدباب کیلئے ہنگامی بنیادوں پر کام کیا جائے اور عوام کو صورت حال کے بارے میں اعتماد میں لیا جائے۔ مجرموں کی شناخت کیلئے ضروری سامان کی خریداری اور تنصیب فوری طور پر عمل میں لائی جائے اور اس کیلئے مناسب رقم مختص کی جائے۔

روزنامہ پاکستان، 4 جولائی 2010ء

مسئلہ: نمازِ فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اگرچہ وقت وسیع باقی ہو اگرچہ سنت فجر فرض سے پہلے نہ پڑھی تھی اور اب پڑھنا چاہتا ہو، جائز نہیں۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

مسئلہ: فرض سے پیشتر سنت فجر شروع کر کے فاسد کردی تھی اور اب فرض کے بعد اس کی قضا پڑھنا چاہتا ہے، یہ بھی جائز نہیں۔ (عالمگیری)

(۲) اپنے مذہب کی جماعت کے لیے اِقامت ہوئی تو اِقامت سے ختم جماعت تک نفل و سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر نماز فجر قائم ہو چکی اور جانتا ہے کہ سنت پڑھے گا جب بھی جماعت مل جائے گی اگرچہ قعدہ میں شرکت ہوگی، تو حکم ہے کہ جماعت سے الگ اور دور سنت فجر پڑھ کر شریک جماعت ہو اور جو جانتا ہے کہ سنت میں مشغول ہو گا تو جماعت جاتی رہے گی اور سنت کے خیال سے جماعت ترک کی یہ ناجائزِ و گناہ ہے اور باقی نمازوں میں اگرچہ جماعت ملنا معلوم ہو سنتیں پڑھنا جائز نہیں۔ (عالمگیری، درمختار) (بہار شریعت، حصہ 3)

ادار یہ

سانحہ لاہور، سوگوار فضا اور حکمرانوں کی ذمہ داریاں

لاہور میں عظیم صوفی بزرگ اور مبلغ اسلام سید علی ہجویری المعروف حضرت داتا علی گنج بخش
کے دربار کے احاطے میں ہونے والے خودکش حملوں اور ان کے نتیجے میں درجنوں بے گناہ زائرین
شہادت نے پوری قوم کو ہلا کے رکھ دیا ہے۔ دہشت گردی کا یہ واقعہ ایک افسوسناک سانحہ ہی نہیں
اسلامیان پاکستان کی روح پر حملے کے مترادف ہے۔ امن سلامتی، محبت، اتحاد اور شفقت کا درس د
والی عظیم ہستی حضرت علی ہجویری کے مزار پر حملہ کرنے والے درندوں نے اللہ کے برگزیدہ بندوں
مزارات اور مقابر کی حرمت وتقدس کو نشانہ بنانے کی ایسی بہیمانہ حرکت کی ہے۔ جس پر ہر مسلمان تڑ
اٹھا ہے، غمزدہ اور سوگوار ہے۔ دہشت گردی کے اس المناک واقعہ کے ردعمل میں لاہور سمیت ملک
میں دکھ، کرب اور سوگ کا اظہار سامنے آیا ہے۔ سانحہ داتا دربار کے بعد لاہور میں جمعے اور ہفتے کے
احتجاجی مظاہروں، ہڑتالوں کا سلسلہ جاری رہا، اور ہزاروں افراد نے دربار کے باہر احتجاجی دھر
میں شرکت کی۔ لاہور سمیت، پنجاب اور سندھ کے بعض شہروں میں داتا دربار میں سیکورٹی
ناقص صورتحال پر احتجاجی مظاہرے کئے گئے۔ شیخوپورہ، فیصل آباد، گوجرانوالہ، گجرات، وزیر آ
سرگودھا، پاکپتن، اوکاڑہ اور متعدد شہروں میں عوام سراپا احتجاج بنے رہے۔ ملک بھر میں تاجروں
دکانداروں نے بھی تین روزہ سوگ منانے کا عزم ظاہر کیا۔ سانحہ داتا دربار سے یہ حقیقت واضح طور
سامنے آتی ہے کہ دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں۔ ان درندوں نے درندگی کی انتہا کردی اور غض
الٰہی کو للکارا ہے۔ سانحہ لاہور کی سوگوار فضا میں حکومتی عہدیداروں کا اظہار مذمت بھی سامنے آیا ہے مگر
افسوسناک پہلو بھی اپنی جگہ سوال کرتا ہے کہ ہر المناک واقعے کے بعد دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ خود ک
دھماکہ تھا، دہشت گردوں کا سراغ لگالیا گیا ہے۔ اور امکانی حادثات کے پیش نظر تمام تر حفاظتی انتظاما
کرلئے گئے ہیں۔ جہاں تک داتا دربار کے احاطے میں ہونے والے اس سانحے کا تعلق ہے اس بار
میں یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ دربار پر تعینات سیکورٹی اور انتظامیہ کے انتظامات نا
تھے، نہیں تو حفاظتی اقدامات کے باوجود دہشت گرد اپنے مقصد میں کیسے کامیاب ہو گئے؟ کہا جاتا ہے

دربار میں حفاظتی انتظامات کے سلسلے میں کچھ عرصے پیشتر 25 لاکھ روپے کی خطیر رقم سے سی سی کیمروں سے مانیٹرنگ کا انتظام کیا گیا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ مانیٹرنگ کی ذمہ داری پوری نہیں کی گئی نیز داتا دربار کے احاطے کے اندر پولیس چوکی بھی قائم ہے۔ چوکی کے اہلکاروں اور محکمہ اوقاف کے سینکڑوں سیکورٹی گارڈ کی موجودگی کے باوجود حملہ آوروں کا گرفت میں نہ آنا اور اس سانحہ کا وقوع پذیر ہونا حیران کن نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ دربار پر حملے کی دھمکیاں ایک عرصے سے مل رہی تھیں اور شہر کے حساس مقامات کی سیکورٹی سخت کر دی گئی تھی تو پھر داتا دربار کے گیٹ دوبارہ کس کے حکم پر کھولے گئے؟ اگرچہ لاہور میں قیامت گزرنے کے بعد کریک ڈاؤن کے دوران پولیس اور حساس اداروں نے تحریک طالبان سے تعلق رکھنے والے 4 دہشت گردوں سمیت 300 افراد کو حراست میں لے لیا ہے۔ 4 دہشت گردوں کے قبضے سے بھاری مقدار میں دھماکہ خیز مواد اور جدید ہتھیار بھی برآمد کئے گئے ہیں جبکہ مختلف سیکورٹی اداروں کی وردیاں بھی ان دہشت گردوں سے برآمد ہوئی ہیں۔ یہ بھی ایک کامیابی ہے لیکن ایسی کامیابیوں کے دائرہ کار کو وسیع تر کرنا ناگزیر ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومتی سطح پر سیکورٹی کی ناکامی کو تسلیم کرتے ہوئے اس دلخراش واقعے کے بعد حفاظتی انتظامات کا از سر نو جائزہ لیا جائے۔ دربار میں کثیر تعداد میں آنے والے زائرین کے لئے ایمرجنسی سروسز کا قیام عمل میں لایا جائے۔ ایسا ایڈمنسٹریٹ سیٹ اپ قائم کیا جائے جو ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ حفاظتی اقدامات کے سلسلے میں سیکورٹی کا آزادانہ مگر جامع سسٹم بنایا جائے جو 24 گھنٹے فعال ہوتا کہ شہریوں میں عدم تحفظ کا احساس مٹ سکے۔ توقع کی جاسکتی ہے کہ حکومت پارلیمنٹ کی سلامتی کمیٹی کے اس مطالبہ پر بھی غور کرے گی کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کی پالیسی تبدیل ہونی چاہئے جس پر عمل کرنے کے باعث ملک میں آئے دن خونیں واقعات کا رونما ہونا ہمارا مقدر بن چکا ہے۔

روزنامہ وقت، 4 جولائی 2010ء

نظر صادقؔ جمیلؔ آتا ہے اس میں مُرشدِ کامل
رکھو تم سامنے آئینہ افکار داتاؒ کا

صادق جمیلؔ (لاہور)

اداریہ

حکومت دہشت گردوں کے مذموم مقاصد کو کامیاب نہیں ہونے دے گی

وفاقی وزیر داخلہ رحمان ملک نے کہا ہے کہ داتا دربار پر دہشت گردی کی واردات کرنے والے مسلمان نہیں وہ کفاروں سے بدتر ہیں۔ یہ کرائے کے قاتل ہیں انہوں نے ملک دشمنوں سے پیسے لے کر پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کی کوششیں جاری رکھی ہوئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت دہشتگردوں کو ان کے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گی اور ان کا آخری حد تک پیچھا کریگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر خودکش حملہ کرنے والے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ عبادت میں مصروف بیگناہ انسانوں کی جانیں لینے والے یقیناً کسی بھی رعایت کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ یہ حملہ پاکستان کی سالمیت پر حملے کے مترادف ہے۔ اور یہ درست ہے کہ یہ حملہ لاہور کے دل اور پاکستان کی روح پر حملہ ہے لیکن بزدل دہشت گرد اپنے عزائم میں کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ ایسے بزدلانہ حملوں سے وہ داتا گنج بخش کے عقیدت مندوں کو خوفزدہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ قوم کی انتہاپسندی کے خلاف سوچ کو ختم کر سکتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ دہشتگرد ملک دشمن عناصر کے ہاتھوں میں کھیل رہے اور وہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے بیگناہ انسانی جانوں سے کھیل رہے ہیں۔ جمہوری حکومت ایسے ملک دشمن عناصر سے نمٹنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے اور وہ ان کی سازشوں کو ہرگز کامیاب نہیں ہونے دیگی۔ دہشتگردوں کے خلاف پوری قوم متحد ہو چکی ہے اور وہ صدر آصف علی زرداری کی قیادت میں دہشتگردوں کے مقاصد کو ناکام بنانے کا عزم کئے ہوئے ہے۔ اس حوالے سے حکومت پہلے ہی اپنی تین نکاتی حکمت عملی پر عمل کرتے ہوئے انتہاپسندی کے خاتمے کے لئے اپنی کاوشیں جاری رکھے ہوئے ہے اور حکومت کی اس پالیسی کے نتیجے میں دہشگردی کی لعنت پر بڑی حد تک قابو پا لیا گیا ہے۔ بھاگتے ہوئے دہشگرد بزدلانہ کاروائیوں پر اتر آئے ہیں۔ موجود صورتحال میں قوم کو حالات پر گہری نگاہ رکھنا ہوگی اور ایسے عناصر کو بے نقاب کرنے میں حکومت کے ساتھ اپنے تعاون کو بڑھانا ہوگا جو وطن عزیز کو خطرات میں دھکیلنے کے عزائم رکھتے ہیں۔ قوم کو ان نازک لمحات میں تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملک دشمن عناصر کے عزائم کو ناکام بنانے کے لئے تیار رہنا چاہئے اسی میں ملک و قوم کا مفاد وابستہ ہے۔ توقع ہے کہ جمہوری قوتیں موجود صورتحال میں حکومت کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے دہشگردی کے خاتمے کے لئے اپنا کردار ادا کرتی رہیں گی۔

روزنامہ مساوات، 4 جولائی 2010ء

یہ خوش آئند صورتحال ہے کہ مسلمانوں کے کم وبیش ہر مکتبہ فکر کی جانب سے دربار داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر دہشت گردی کے واقعہ کی ایک ہی جیسے جذبات کے ساتھ مذمت کی گئی اور علماء کرام نے بیک آواز اس سانحہ کو مسلم امہ کے درپے دشمن کی گھناؤنی سازش قرار دیا' مگر بدقسمتی سے وفاقی حکومت کی سطح پر یہ سوچے بغیر کہ اس سے ملکی وقومی مفادات کو سخت نقصان پہنچ سکتا ہے' پنجاب حکومت کا ناطہ کالعدم تنظیموں کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی گئی اور اس بنیاد پر پنجاب حکومت پر دہشت گردوں کی سرپرستی کرنے کا الزام عائد کرنے میں بھی حجاب محسوس نہیں کیا گیا۔ بھارت تو پہلے ہی اس معاملہ میں عالمی فورموں پر سرگرم ہے اور پاکستان پر دہشت گردوں کی سرپرستی کرنے کا الزام دھرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ اب وفاقی حکومت کے ذمہ دار عہدیداران اپنی سیاسی دکانداری چمکانے کیلئے جب خود ہی پنجاب حکومت کو ڈی سٹیبل کرنے کیلئے اس پر دہشت گردوں کی سرپرستی کے الزامات عائد کرینگے تو اس سے ہمارے مکار دشمن کے حوصلے کیوں بلند نہیں ہونگے اور امریکہ کی جانب سے فوجی اپریشن کا دائرہ پنجاب تک بڑھانے کے تقاضے میں کیوں شدت پیدا نہیں ہوگی۔ محض اپنی سیاست کی خاطر ملک کی سالمیت کو داؤ پر لگانا کہاں کی دانشمندی ہے جبکہ قبائلی علاقوں کے بعد پنجاب میں بھی ڈرون حملے ہونگے تو اسکے ردعمل میں خودکش حملوں کا دائرہ بھی وسیع ہوگا' ایسے شہ دماغوں کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ راولپنڈی بھی پنجاب میں ہے جو اسلام آباد کا جڑواں شہر ہے اور موقع کی تاک میں بیٹھے ہمارے دشمن بھارت کو بھی ہماری کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائیگا۔

وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے اس نازک صورتحال سے عہدہ برأ ہونے کیلئے ہی بلیم گیم میں پڑنے کے بجائے دہشت گردوں کو بلاامتیاز کیفر کردار تک پہنچانے کے عزم کا اظہار کیا ہے اور وفاقی وزیرداخلہ رحمان ملک کی طلب کردہ علماء کرام کی میٹنگ میں کالعدم تحریک جعفریہ کے لیڈر مولانا عبدالجلیل نقوی کو مدعو کرنے کے معاملہ کو وفاقی حکمرانوں کی طرح سیاسی پوائنٹ سکورنگ کی بنیاد نہیں بنایا۔

اب جبکہ وفاقی وزیر مذہبی امور مولانا حامد سعید کاظمی خود یہ گواہی دے رہے ہیں کہ جنوبی پنجاب میں دہشت گردوں کا کوئی ٹھکانہ موجود نہیں ہے اور نہ ہی یہاں دہشت گردوں کو کسی قسم کی تربیت دی جا رہی ہے تو محض سیاست کے شوق میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر' وفاقی وزیر رحمان ملک اور پیپلز پارٹی کے

عہدیداران جنوبی پنجاب میں اپریشن کیلئے کیوں اپنی بے تابی کا مظاہرہ کر رہے ہیں؟ جبکہ یہاں اپریشن شروع ہوا تو پھر ملک کا کوئی بھی حصہ دہشت گردی اور ڈرون حملوں سے محفوظ نہیں رہے گا۔ امن و امان کے قیام اور شہریوں کی جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنانا صوبوں کی ذمہ داری ہے تو اس سے زیادہ یہ ذمہ داری وفاقی حکومت پر عائد ہوتی ہے جبکہ وفاقی حکمرانوں کی جانب سے پنجاب کی غلط تصویر بنا کر پورے ملک کو بدامنی کی جانب دھکیلنے کی راہ ہموار کی جارہی ہے۔

اس صورتحال میں وفاقی حکومت کو ہوشمندی سے کام لینا چاہیے اور دہشت گردی کی حالیہ لہر پر قابو پانے کیلئے وفاقی انتظامی مشینری کو صوبائی حکومت کا معاون بنانا چاہیے اور دہشت گردوں کے نیٹ ورک سے متعلق جتنی بھی معلومات وفاقی ایجنسیوں کے پاس موجود ہیں، وہ پنجاب حکومت کو فراہم کی جائیں تاکہ اسکی روشنی میں دہشت گردی کے گھناؤنے کاروبار میں ملوث عناصر کو بے نقاب کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے۔ سیاست کرنے کے اور بھی بے شمار مواقع نکل سکتے ہیں مگر خدارا ملک کی سلامتی پر سیاست کرنے سے گریز کیجئے، اگر خدانخواستہ ملک ہی نہ رہا تو آپ کو دشمن کی دھرتی پر تو سیاست کرنے کا موقع نہیں ملے گا، پہلے ملک کو اغیار کی سازشوں سے بچائیں اور مستحکم بنائیں ورنہ پچھتاوے کے سوا ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آئیگا۔

روزنامہ نوائے وقت، 5 جولائی، 2010ء

(۳) نمازِ عصر سے آفتاب زرد ہونے تک نفل منع ہے، نفل نماز شروع کر کے توڑ دی تھی اس کی قضا بھی اس وقت میں منع ہے اور پڑھ لی تو ناکافی ہے، قضا اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوئی۔ (عالمگیری، درمختار)

(۴) غروب آفتاب سے فرض مغرب تک۔ (عالمگیری، درمختار) مگر امام ابن الہمام نے دو رکعت خفیف کا استثنا فرمایا۔

(بہار شریعت، حصہ 3)

اداریہ

دہشت گردی پر کیسے قابو پایا جائے؟

پیر کے روز وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی کی صدارت میں تین صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اور
خیبر پختونخوا کے وزیر اطلاعات پر مشتمل اجلاس میں پنجاب میں دہشت گردی کی حالیہ لہر پر سخت تشویش
کا اظہار کیا گیا۔ اجلاس کے پیش نظر یک نکاتی ایجنڈا تھا، یعنی داتا دربار پر حملوں کے بعد لاء اینڈ آرڈر کو
کیسے یقینی بنایا جائے؟ قبل ازیں وزیر اعظم گیلانی، مسلم لیگ ن کے قائد میاں محمد نواز شریف کی یہ تجویز
قبول کر چکے ہیں کہ دہشت گردی کے خلاف زیادہ موثر حکمت عملی وضع کرنے کیلئے تمام مذہبی اور سیاسی
جماعتوں کی کانفرنس بلائی جائے۔ اجلاس میں اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ کالعدم قرار دی جانے
والی جماعتوں کے لیڈروں کی سرگرمیوں پر پابندی لگائی جائے جن پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ قبائلی
علاقوں میں دہشت گرد گروپوں سے رابطہ رکھتی ہیں۔ اجلاس میں بعض دوررس تدابیر پر بھی غور کیا گیا۔
ایک اور خبر کے مطابق حکومت کی طرف سے عسکریت پسند گروپوں کو مذاکرات کی دعوت بھی دی گئی ہے
بشرطیکہ وہ ہتھیار ڈال دیں اور ریاست کی رٹ تسلیم کر لیں۔ وزیر اعظم اور صوبائی وزرائے اعلیٰ کے
اجلاس کے بعد وزیر اطلاعات قمر زمان کائرہ اور وزیر داخلہ رحمن ملک نے دینی مدارس میں اصلاحات پر
عملدرآمد کا اعلان بھی کیا جو گذشتہ حکومت کے دور میں روک دیا گیا تھا۔ دریں اثناء حکومت پنجاب نے
ان 23 عسکریت پسند تنظیموں کو خلاف قانون قرار دے دیا ہے جو نئے ناموں کے ساتھ کام کر رہی
ہیں۔ پولیس کو ہدایت کی ہے کہ ان تنظیموں کے 1690 عہدیداران اور کارکنوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔

وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی اور صوبائی وزرائے اعلیٰ کا مل بیٹھنا اور دہشت گردی کے
سد باب کیلئے لائحہ عمل پر غور و فکر کرنا ایک مثبت اقدام ہے۔ انہوں نے دہشت گردوں کے ساتھ
مذاکرات کی پیشکش کر کے مصالحت کا ایک نیا دروازہ بھی کھول دیا ہے۔ حکومت پنجاب کی طرف سے
سیکورٹی ایجنسیوں کو کالعدم کی جانے والی تنظیموں کے عہدیداروں اور نمایاں کارکنوں پر نظر رکھنے کی
ہدایت بھی دی گئی، لیکن بعض مذہبی ناموں کے ساتھ کام کرنے والی وہ تنظیمیں جن پر دہشت گردی کا شبہ

کیا جاتا ہے، انہیں معروف سیاسی و مذہبی تنظیموں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ وہ بنیادی طور پر خفیہ تنظیموں کے قالب میں ڈھل چکی ہیں وہ جنہیں غیر قانونی قرار دیا جاچکا ہے، ان کے بارے میں یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ کون کون ان کی مرکزی قیادت میں شامل ہے۔ ان کا سربراہ کون ہے جن سے مذاکرات کئے جا سکیں اور اس کا فیصلہ اپنے گروہ یا تنظیم کیلئے قابل قبول ہو۔ دہشت گردی کی کئی کارروائیاں ایسی ہیں جن سے طالبان اور دوسری تنظیموں کی طرف سے لاتعلقی کا پیغام دیا گیا۔ قبائلی علاقوں میں افغانستان اور امریکی ایجنسیوں کے کارندے بھی کام کررہے ہیں، جن کا تعلق انہی علاقوں سے ہے۔ اسلام آباد، پشاور اور بعض دوسرے مقامات پر کرائے کے سپاہیوں کے ساتھ ٹھیکے پر جنگ لڑنے والی بلیک واٹر کی سرگرمیوں کی خبریں بھی سنی جارہی ہیں۔ دہشت گردی میں متعدد تنظیمیں شامل ہیں، لیکن وزیر داخلہ کا اصرار ہے کہ پنجاب میں دہشت گردی کی تمام کارروائیوں کا تعلق لشکر جھنگوی سے ہوتا ہے یا تحریک طالبان پاکستان سے۔

دہشت گردی کے خلاف جدوجہد میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ہماری انٹیلی جنس ایجنسیاں اور امن وامان کے ذمہ دار ادارے دہشت گردی اور دہشت گردوں کو پسپا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو اس ناکامی کے بعد نئی حکمت عملی پر غور کرنا ہوگا۔ دہشت گردی کے خلاف کامیابی کیلئے لازم ہے کہ انٹیلی جنس ایجنسیوں کی کارکردگی بہتر بنائی جائے۔ پاکستان کے لوگ اس بات پر حیران ہیں کہ نائن الیون کے بعد اب تک امریکہ میں دہشت گردی کی کوئی بڑی کارروائی نہیں ہوئی۔ برطانیہ اور سپین میں بھی صرف دو واقعات پیش آئے جن کے حوالے سے پاکستان کے مبینہ انتہاپسندوں پر شک کا اظہار کیا گیا۔ لیکن اس عذاب کا بیشتر حصہ پاکستانیوں کے مقدر میں لکھا تھا جہاں وحشیانہ حملے ایک معمول بن گئے ہیں اور آئے روز دھماکے ہوتے رہتے ہیں۔ زیادہ سنگین بات یہ ہے کہ ملزم گرفتار نہیں ہوتے، ہوجاتے ہیں تو سزاؤں سے بچ نکلتے ہیں اور بہت سی وارداتوں کا تو سراہی نہیں ملتا۔ اس صورت حال میں کالعدم پارٹیوں کو چاہیے کہ وہ معروضی حقائق سے غافل نہ رہیں، ان پر کڑی نظر رکھیں۔

پاکستان کے نقطہ نظر سے یہ بات بڑی تشویش کا باعث ہے کہ داتا دربار لاہور پر وحشیانہ حملے کے

نتیجے میں پاکستان کے بعض علماء کا ردعمل نہایت شدید ہے اور خطرے سے خالی نہیں۔اس بات کا شدید خدشہ ہے کہ شیعہ سنی فساد کے بعد اب دیوبندی، بریلوی کے نام پر کشیدگی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔اس حملے کے بعد مختلف مواقع پر بعض غیر ذمہ دار حضرات نے بریلوی، دیوبندی اختلافات کو ہوا دینے کی کوشش کی۔ پاکستان میں دہشت گردی سے تحفظ کیلئے فوری طور پر اس کی طرف توجہ دی جانی چاہیے۔مکتب دیوبند کے علمائے دین پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ مختلف ناموں سے کام کرنیوالی تنظیموں سے رابطہ رکھیں اور حکمت کے ساتھ انہیں شدت پسندی سے دستبردار ہونے کا قائل کریں۔عسکریت پسند تنظیموں اور کارکنوں کو یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے کہ پاکستان کے مظلوم شہریوں پر حملوں سے ان قوتوں ہی کو تقویت مل رہی ہے، جن کے خلاف وہ لڑنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔وفاقی حکومت کی طرف سے ابھی کل جماعتی کانفرنس کی تاریخ کا اعلان نہیں کیا گیا۔اس عرصے میں علمائے کرام سے سنجیدہ مشاورت کا ڈول ڈالنا چاہیے تا کہ عسکریت پسند تنظیموں سے رابطے اور مفاہمت کے امکانات بروئے کار لائے جاسکیں۔

روزنامہ پاکستان،7جولائی2010ء

(۵) جس وقت امام اپنی جگہ سے خطبۂ جمعہ کے لیے کھڑا ہوا اس وقت سے فرض جمعہ ختم ہونے تک نماز نفل مکروہ ہے، یہاں تک کہ جمعہ کی سنتیں بھی۔ (درمختار)

(٦) عین خطبہ کے وقت اگرچہ پہلا ہو یا دوسرا اور جمعہ کا ہو یا خطبۂ عیدین یا کسوف و استسقا و حج و نکاح کا ہو ہر نماز حتیٰ کہ قضا بھی ناجائز ہے، مگر صاحب ترتیب کے لیے خطبۂ جمعہ کے وقت قضا کی اجازت ہے۔(درمختار)

(بہارشریعت،حصہ 3)

دہشت گردی کے خلاف قومی پالیسی بنانے کا اعلان اور ہماری خارجہ پالیسی

وزیراعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی نے مدارس میں اصلاحات کا حکم دیتے ہوئے دہشت گردی کیخلاف مسلم لیگ ن کے قائد کی خواہش پر قومی پالیسی بنانے کا اعلان کیا ہے۔وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات قمرالزمان کائرہ کا کہنا ہے کہ دہشت گردی سے نمٹنے کیلئے قومی کانفرنس بلائی جارہی ہے۔اس حوالے سے سیاسی جماعتوں سے بات چیت کی جارہی ہے۔جبکہ وزیر داخلہ رحمان ملک کا کہنا ہے کہ پنجاب اور وفاق میں مکمل ہم آہنگی موجود ہے۔

سانحہ داتا دربار کوئی ایسا معمولی واقعہ نہ تھا کہ جس پر صرف بیانات داغ کر حکمران خاموش ہو رہتے،جس طرح کا شدید عوامی ردعمل ان حملوں کے بعد دیکھنے کو ملا ہے اس کے پیش نظر حکمران اس بات سے آگاہ ہوئے ہیں کہ اب دہشت گردی کے خلاف موثر اقدامات ضروری ہیں۔گذشتہ چند روز سے تمام مکتبہ فکر کے علماء نے جس طرح کا احتجاج اور مطالبات کیے ہیں،اس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ ان حملوں کیخلاف تمام مکاتب فکر یک جان ہیں اور سب نے ان کی شدید مذمت کی ہے۔وفاق اور پنجاب حکومتوں نے ان حملوں کے بعد پہلے تو پوائنٹ سکورنگ کے چکر میں ایک دوسرے کو الزامات دیئے،لیکن مذہبی حلقوں کی طرف سے جاری شدید احتجاج نے انہیں مجبور کردیا کہ اس حوالے سے ٹھوس اقدامات نہ کیے گئے تو معاملات مزید بگاڑ کی طرف جاسکتے ہیں۔اسی لئے حکمرن اس بات پر متفق نظر آ رہے ہیں کہ دہشت گردی کیخلاف قومی پالیسی بنائی جائے۔وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات کے مطابق مزاروں پر حملہ کرنے والوں کے ساتھ مذاکرات نہیں کئے جائیں گے۔ہاں البتہ جو ہتھیار ڈالدیں گے ان سے بات چیت کی جائے گی۔آج جبکہ پاکستانی عوام گھروں سے لے کر مساجد ومزار تک محفوظ نہیں رہے تو یہ سوچ ابھر کر سامنے آرہی ہے کہ ہم نے دہشت گردی کیخلاف جنگ میں کیا حاصل کیا؟ نائن

الیون نے تاریخ کو ایک مرتبہ پھر بدل دیا ہے کہ ہم کہتے ہیں نائن الیون سے قبل یا نائن الیون کے بعد، جیسے قبل از مسیح اور بعد از مسیح کہا جاتا ہے، اس واقعے نے افغانستان میں موجود طالبان اور القاعدہ کیخلاف امریکی یلغار کا ایسا طوفان کھڑا کیا جو دس سال گزرنے کے باوجود نہیں تھم رہا۔ بلاشبہ امریکہ خود بھی اس طوفان کی نذر ہو رہا ہے۔ اس کے باوجود ڈھٹائی کے ساتھ افغانستان کو چپکا ہوا ہے۔ افغانستان میں ہاری ہوئی جنگ پاکستان میں لڑنے کی کوشش کی جارہی ہے جس کیوجہ سے شدت پسند عناصر ہمارے حکمرانوں کی غلطیوں کا حساب عوام سے لے رہے ہیں۔ اس وجہ سے دہشت گردوں نے بلاتخصیص حملے کیے ہیں اور حالیہ حملہ ایسا ہے جس سے ملک میں بڑی بے چینی پھیل رہی ہے۔ طالبان اور کالعدم جماعتوں نے بھی ان حملوں کی مذمت کی ہے اور اپنے شکوک کا اظہار بلیک واٹر جیسی بدنام زمانہ تنظیم پر کیا ہے۔ چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ نے بھی گزشتہ روز بلیک واٹر کے ملوث ہونے کی تحقیقات کا حکم دیا ہے۔ لامحالہ ان حملوں سے جس سازش کی بو پھوٹ رہی ہے، اس کے تانے بانے دشمنان اسلام و پاکستان کی جڑوں سے جا ملتے ہیں۔ ہمارے حکمران اس سے بے خبر قومی پالیسی مرتب دینے میں مگن ہیں قومی پالیسی مرتب کرنا مستحسن عمل سہی، لیکن سوال یہ ہے کہ اس پالیسی میں مزید کیا اقدامات اٹھائے جائیں گے، جواب تک نہیں کئے گئے؟ وفاق اور پنجاب کا جھگڑا پنجابی اور غیر پنجابی طالبان سے ہوتا ہوا، کالعدم تنظیموں کے لیڈران سے سیاسی جماعتوں کے لیڈران کی ملاقاتوں پر منتج ہو رہا ہے۔ لوگ شہیدوں کو دفنا دفنا کر تھک گئے ہیں، لیکن ہمارے حکمران آپس کی منافرت اور باہمی چپقلش سے نہیں تھکے۔ ایک ایسے وقت میں جب شہیدوں کے لواحقین اور زخمیوں کے زخموں پر مرہم رکھنے کی ضرورت تھی، آپس کا مکاشفہ ایسے ایسے در وا کر رہا ہے کہ عوام افسوناک حیرت سے دنگ ہیں۔ کہیں کوئی لیڈر دہشت گردوں سے ملا ہوا ہے تو کوئی کسی دہشت گرد کو گلے سے لگا رہا ہے۔ ایسے انکشافات نے حیرتوں کے پہاڑ کھڑے کر دیئے، جنہیں کاٹ کر دودھ نکالنا فرہاد کے تیشے کو الزام دینے کے مترادف ہے۔ عوام ایسے اعلانات سے اس قدر زچ ہو رہے جن کا مقصد آخر کمیٹیوں پر منتج ہوتا ہو یا پھر "نشستند، گفتند، برخاستند" ہی ہوتا ہے۔ قومی پالیسی کا اعلان اگر یہی کچھ ہوا تو پھر عوام کے جان و مال کیلئے ٹھوس اقدامات خواب ہی رہیں گے۔ ہمارے حکمران دہشت گردی کیخلاف قومی پالیسی کا اعلان تو کر رہے ہیں

لیکن کیا کسی نے دہشت گردی کے واقعات بڑھنے کی ٹھوس وجوہات پر بھی غور کیا ہے؟ امریکہ کی خوشہ چینی نے ہمارا جو حال کیا ہے، ضرورت تو اس امر کی ہے کہ اسے ختم ہونا چاہیے۔ خارجہ پالیسی میں جہاں سقم ہیں انہیں پہلے دور کیا جانا چاہیے مذاکرات اسی صورت میں ہو سکتے ہیں جب ہماری خارجہ پالیسی آزاد ہو، بصورت دیگر پاکستان کے عوام چکی کے دو پاٹوں میں پستے رہیں گے اور اس کا حاصل کچھ نہ ہو گا۔ دہشت گردی کے خاتمے کیلئے ضروری ہے کہ دہشت گردی کی وجوہات کو جڑ سے ختم کیا جائے اور قومی پالیسی کے ایجنڈے پر امریکہ نوازی و دریوزہ گری سے جان چھڑائی جائے۔ قومی پالیسی کی کامیابی کا راستہ ایک ایسے پل صراط سے ہو کر جاتا ہے جس کی اٹھان امریکی پالیسیوں کے ستونوں پر کھڑی ہے۔ سب سے اولین ترجیح ان پالیسیوں کا خاتمہ ہونا چاہیے، جب جا کر دہشت گردی کا خاتمہ ممکن ہے اور اس صورت میں قومی پالیسی کامیاب ہو سکتی ہے۔

روزنامہ جناح، 7 جولائی 2010ء

مسئلہ: جمعہ کی سنتیں شروع کی تھیں کہ امام خطبہ کے لیے اپنی جگہ سے اٹھا چاروں رکعتیں پوری کر لے۔ (عالمگیری)

(۷) نماز عیدین سے پیشتر نفل مکروہ ہے، خواہ گھر میں پڑھے یا عید گاہ و مسجد میں۔ (عالمگیری، درمختار)

(۸) نماز عیدین کے بعد نفل مکروہ ہے، جب کہ عید گاہ یا مسجد میں پڑھے، گھر میں پڑھنا مکروہ نہیں۔ (عالمگیری، درمختار)

(۹) عرفات میں جو ظہر و عصر ملا کر پڑھتے ہیں، ان کے درمیان میں اور بعد میں بھی نفل و سنت مکروہ ہے۔

(۱۰) مزدلفہ میں جو مغرب و عشا جمع کیے جاتے ہیں، فقط ان کے درمیان میں نفل و سنت پڑھنا مکروہ ہے، بعد میں مکروہ نہیں۔ (عالمگیری، درمختار)

(بہار شریعت، حصہ 3)

گولڑہ شریف والوں کو بھی دھمکیاں

پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف کے سجادہ نشین پیر سید غلام معین الحق کو بھی شدت پسندوں کا نام استعمال کرتے ہوئے دھمکیاں ملی ہیں۔ایسی ہی دھمکیاں ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کو بھی ملی تھیں جن پر حکومت نے کوئی نوٹس نہ لیا تو مولانا اور ساتھیوں کو خون میں نہلا دیا گیا۔

گذشتہ جمعرات کو داتا دربار پر ہونے والے جانکا سانحہ کے بعد ایسی دھمکیوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔درگاہ گولڑہ کا فرقہ بندی سے کوئی تعلق ہے نہ سیاست سے۔یہ درگاہ مرجع خلائق ہے جہاں لوگ فیض حاصل کرنے کیلئے آتے ہیں۔ملک دشمن عناصر ملک کو فرقہ واریت کا میدان بنانا چاہتے ہیں۔حکومت کو چاہیے کہ مذکورہ دھمکیوں کا فوری نوٹس لیتے ہوئے درگاہ گولڑہ اور سجادہ نشینوں کی حفاظت کا فول پروف انتظام کرے اور دھمکی دینے والوں کو بے نقاب کرتے ہوئے کڑی سزا دی جائے۔گولڑہ شریف والوں کا ردقادیانیت کے حوالے سے کردار بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔کھوج لگایا جائے کہ یہ دھمکی ان کی شرارت تو نہیں ہے۔

روز نامہ نوائے وقت،9جولائی2010ء

(۱۱) فرض کا وقت تنگ ہو تو ہر نماز یہاں تک کہ سنت فجر وظہر مکروہ ہے۔

(۱۲) جس بات سے دل بٹے اور دفع کر سکتا ہو اسے بے دفع کیے ہر نماز مکروہ ہے مثلاً پاخانے یا پیشاب یا ریاح کا غلبہ ہو مگر جب وقت جاتا ہو تو پڑھ لے پھر پھیرے۔(عالمگیری وغیرہ) یونہیں کھانا سامنے آگیا اور اس کی خواہش ہو غرض کوئی ایسا امر درپیش ہو جس سے دل بٹے خشوع میں فرق آئے ان وقتوں میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(درمختار وغیرہ) (بہار شریعت،حصہ 3)

کالعدم تنظیموں کے خلاف کریک ڈاؤن کا آغاز

صوبائی محکمہ داخلہ کے حکم پر پنجاب پولیس نے پورے صوبے میں کالعدم تنظیموں کے خلاف گرینڈ آپریشن کا آغاز کر دیا ہے۔ ابتدائی مرحلے میں متعدد شہروں میں چھاپے مار کر سینکڑوں کارکنوں اور رہنماؤں کو حراست میں لے کر نظر بند کر دیا گیا جبکہ ہزاروں کارکن گرفتاریوں کے ڈر سے روپوش ہو گئے ہیں۔ ایک خبر کے مطابق جماعت اہلسنت والجماعت کے 22 دفاتر سیل کر دیئے گئے ہیں۔ دریں اثنا علامہ احمد لدھیانوی نے گرفتاریوں کی مذمت کی ہے۔ کالعدم تنظیموں کے خلاف گرینڈ آپریشن کا آغاز ایک اچھی پیش رفت ہے کیونکہ بعض کالعدم قرار دی گئی تنظیموں کے بارے میں پچھلے کچھ عرصے سے رپورٹیں منظر عام پر آ رہی تھیں کہ ان کے انتہا پسندوں اور دہشت گردوں کے ساتھ تعلقات ہیں اور یہ ملک میں دہشت گردی کے فروغ میں معاون ثابت ہو رہی ہیں۔ یہ خبریں بھی سامنے آتی رہیں کہ پنجاب حکومت کے بعض عہدیداروں کے ان کالعدم تنظیموں کے ساتھ گہرے مراسم ہیں اور وہ ان تنظیموں کا تحفظ بھی کر رہے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ایسی رپورٹیں سامنے آنے کے فوراً بعد ان کی صداقت کا اندازہ لگایا جاتا اور پھر رپورٹیں درست ثابت ہونے پر ان کے خلاف فوری طور پر کریک ڈاؤن شروع کر دیا جاتا لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے سلسلے میں غفلت اور بے حسی کا اس وقت تک مظاہرہ کیا گیا جب تک پانی سر سے اونچا نہیں ہو گیا۔ اس معاملے کو لٹکانے کے پس منظر میں کیا عوامل کارفرما تھے اس بارے میں پورے یقین کیساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ انتہا پسندوں کو کنٹرول کرنے کے حوالے سے غفلت کا نتیجہ یہ ہے کہ گذشتہ کچھ عرصے کے دوران ملک بھر میں عمومی طور پر اور پنجاب میں خصوصی طور پر دہشت گردی کی وارداتوں میں کافی اضافہ ہو گیا اور چونکہ انتہا پسندوں اور ان کے مددگاروں کو اس بات کا یقین تھا کہ حکومت ان پر ہاتھ ڈالنے کے سلسلہ میں ہچکچاہٹ سے کام لے رہی ہے اس لئے وہ کھل کھیلے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس عرصے میں دہشت گردی کی جتنی بھی تنظیمیں پر پابندی لگائے جانے کے بعد آغاز سے ہی نظر رکھتی تو نہ ملک میں امن وامان کے حالات خراب ہوتے

اور نہ ہی ان تنظیموں میں اتنا حوصلہ پیدا ہوتا کہ وہ ان دہشت گردی پھیلانے والے گروہوں کے ساتھ شامل ہو جاتیں جن کے خلاف حکومت ایک عرصے سے برسر پیکار ہے اور جو اس ملک کے امن کو تباہ کرنے اور معیشت کو خراب کرنے کی مذموم کوششوں میں مصروف ہیں۔ اس حوالے سے ماہ رواں کے شروع میں داتا دربار پر خودکش حملے ٹرننگ پوائنٹ ثابت ہوئے۔ ان حملوں کے بعد داتا علی ہجویری سے عقیدت رکھنے والوں کی جانب سے شدید ردعمل ظاہر کیا گیا اور ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے کئے گئے۔ غالب امکان یہی ہے کہ پنجاب حکومت نے کریک ڈاؤن کا فیصلہ اسی دباؤ کے تحت کیا ہے۔ وفاقی وزیر داخلہ رحمان ملک نے اس معاملے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ داتا دربار میں خودکش حملے کی پوری قوم مذمت کرتی ہے، واقعے میں ملوث ایک خودکش حملہ آور کی مکمل شناخت ہوگئی اور دوسرے کی شناخت کیلئے تفتیشی ٹیم کام کر رہی ہے، حاصل ہونے والی انٹیلی جنس معلومات کا صوبوں سے بلاتاخیر تبادلہ کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ مشائخ، علماء اور پوری قوم سے وعدہ کرتے ہیں کہ واقعے کے ذمہ داروں تک پہنچنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھے گی۔ بہر حال یہ آپریشن شروع ہونا ایک اچھی پیش رفت ہے تاہم اس کے اچھے نتائج اسی وقت سامنے آئیں گے جب اس آپریشن کو انتہا پسندوں کے حامیوں کے مکمل بے بس ہونے تک جاری رکھا جائے گا بصورت دیگر کچھ عرصے بعد پھر پہلے جیسے حالات لوٹ آئیں گے اور دہشت گردی کی وارداتیں پھر سے شروع ہو جائیں گی۔ اس کے ساتھ ساتھ ضروری ہے فوج کی جانب سے دہشت گردی کے خاتمے کے حوالے سے ملکی ضروریات کے تحت جو کارروائیاں کی جا رہی ہیں وہ جاری رہیں اور اس کے ساتھ امریکہ اور اس کے اتحادیوں پر زور دیا جائے کہ وہ افغانستان میں دہشت گردوں اور انتہا پسندوں کو کنٹرول کرنے کیلئے اقدامات عمل میں لائیں۔ اس حوالے سے وفاقی وزیر داخلہ رحمان ملک اور گورنر خیبر پختونخوا اویس غنی نے ایک اہم معاملے کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے۔ اپنے الگ الگ بیانات میں دونوں رہنماؤں نے ایک ہی معاملے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ دہشت گرد افغانستان سے آکر پاکستان میں کارروائیاں کر رہے ہیں، افغانستان کی انتظامیہ پاکستان کی سرحد پر چیکنگ کا نظام موثر بنانے کیلئے اپنا کردار ادا کرے۔ اسلام آباد میں صحافیوں سے گفتگو میں رحمان ملک نے مہمند ایجنسی خودکش حملے کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ

افغانستان اور پاکستان دہشت گردی کے خلاف ایک دوسرے کے اتحادی ہیں اس لئے افغانستان کو دہشت گردوں سے متعلق خفیہ معلومات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ پاک افغان بارڈر پر چیکنگ کا نظام بھی سخت کرنا چاہیے تاکہ افغانستان سے آنیوالے دہشت گردوں کو روکا جاسکے۔ چنانچہ کالعدم تنظیموں کے خلاف کریک ڈاؤن کے علاوہ پاک افغان سرحد پر حالات کو کنٹرول کرنے کی کوششیں بھی تیز کی جانی چاہئیں۔ امید کی جاتی ہے کہ حکومت پنجاب کی جانب سے اس کریک ڈاؤن کے اچھے نتائج برآمد ہوں گے اور اس سے دہشت گردوں کے ان حامیوں کا خاتمہ ہو جائے گا جو انہیں دہشت گردی کی وارداتوں میں معاونت فراہم کرتے ہیں اور اس سے محض پنجاب ہی نہیں پورے ملک میں امن وامان کی صورتحال بہتر بنانے میں کافی کامیابی ملے گی۔

روزنامہ ایکسپریس، 13 جولائی 2010ء

مسئلہ: فجر اور ظہر کے پورے وقت اوّل سے آخر تک بلا کراہت ہیں۔ (بحر الرائق) یعنی یہ نمازیں اپنے وقت کے جس حصے میں پڑھی جائیں اصلاً مکروہ نہیں۔

حدیث: مسلم واحمد وابن ماجہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مؤذنوں کی گردنیں قیامت کے دن سب سے زیادہ دراز ہوں گی۔ علامہ عبدالروٴف مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں، یہ حدیث متواتر ہے اور حدیث کے معنی یہ بیان فرماتے ہیں کہ مؤذن رحمتِ الٰہی کے بہت امیدوار ہوں گے کہ جس کو جس چیز کی امید ہوتی ہے، اس کی طرف گردن دراز کرتا ہے یا اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کو ثواب بہت ہے اور بعضوں نے کہا یہ کنایہ ہے، اس سے کہ شرمندہ نہ ہوں گے اس لیے کہ جو شرمندہ ہوتا ہے، اس کی گردن جھک جاتی ہے۔

حدیث: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں: شیطان جب اذان سنتا ہے، اتنی دور بھاگتا ہے، جیسے روحا اور روحا مدینہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 3)

قدسی گروہ کے سرخیل

مخدوم الاولیاء سلطان الاصفیاء حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ معروف بہ داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ العزیز اس قدسی گروہ کے سرخیل ہیں جو امام رُسل ہادی سُبل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال محبت ومتابعت سے ولایت کے ارفع واعلیٰ مقام اور بلند مراتب پر فائز ہو کر خلافت الٰہیا اور حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت کبریٰ کے منصب جلیلہ پر متمکن ہوتے ہیں اور چونکہ انہوں نے اپنے آپ کو محبوب خدا کی محبت میں فنا کر دیا ہوتا ہے انہیں بھی مقام محبوبیت عطا ہو جاتا ہے اور وہ زمین پر خلیفۃ اللہ اور مظہر انوار خدا اور نائب محبوب خدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا

1۔ ان کی ظاہری زندگی میں بے پناہ فیض رشد وہدایت جاری ہوتا ہے۔

2۔ برزخی زندگی میں قاسم فیوض وبرکات ہوتے ہیں اور ان کا روحانی فیض عوام وخواص کیلئے یکساں ہوتا ہے۔

3۔ ان کی تعلیمات وارشادات طالبان راہ خدا کے لئے مرشد طریق کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہر مرتبہ واستعداد کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور ظرف کے مطابق ان سے مستفید ومستفیض ہوتے ہیں۔

چنانچہ عطائے الٰہی وبہ فیض سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے

1۔ اپنی حیات مبارکہ، میں کفرستان ہند میں اسلام کا پرچم لہرایا اور اپنی روحانی قوت اور نظر کیمیا اثر کے ذریعہ بے شمار گم گشتگان بادیہ کفر وضلالت کو صراط مستقیم پر گامزن کیا اور ان کے سینوں کو نور اسلام سے منور فرمایا۔

2۔ بعد وصال حضرت شیخ کا مزار پرانوار فیض رسان عالم اور منبع روحانیت وطمانیت ہے۔

نام فقیر تنہاندا باہو قبر جنہاں ندی جیوے ہو

3۔ ان کے ارشادات گرامی وافاضات عالی (کشف المحجوب) بجائے خود مرشد کامل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

غرضکہ ایسی محبوبیت ومقبولیت امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بہت کم اولیاء کرام کو حاصل ہوئی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشدہ خدائے بخشندہ

حالات زندگی

حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ برصغیر پاک و ہند کے اولین مبلغین اسلام میں سے ہیں اور ان کا مزار گوہر باران کے فیضان کی وجہ سے عرصہ نو سو سال سے مرجع خواص و عوام چلا آرہا ہے اور ان کی کشف المحجوب اطراف واکناف عالم میں شہرت و مقبولیت رکھتی ہے۔ بایں ہمہ ان کے حالات بابرکات پر کوئی قدیم کتاب نہیں ملتی۔ میرے خیال میں اس کی وجوہ یہ ہیں۔

(1) جس زمانے میں حضرت داتا صاحب نے لاہور میں شمع ہدایت روشن کی۔ اس وقت یہاں مسلمانوں کے نئے نئے قدم جمے تھے اور پورے طور پر سیاسی استحکام حاصل نہیں ہوا تھا۔ ان حالات میں جن مورخین نے تاریخ نویسی کا آغاز کیا۔ انہوں نے تاریخ کو اپنے آقایان نعمت (فاتحین) کے گرد گھمانا شروع کر دیا۔ اور بعد کے مورخین نے صرف ان بزرگوں کے مختصر حالات لکھے جن کے آستانوں پر ان کے ممدوحین کو شرف حاضری نصیب ہوا۔

(2) جن حضرات نے بادشاہوں سے ہٹ کر صرف ان نفوس قدسیہ جن کی حکومت لوگوں کے دلوں پر تھی، کے حالات زندگی اور ان کی اسلامی وروحانی خدمات جلیلہ کی تفصیلات کو قلم بند کیا، ان کی تالیفات کو اس خطے کی ازلی بدنصیبی (بہ سلسلہ اتلاف کتب) نے محفوظ نہیں رہنے دیا۔

ظاہر ہے کہ بزرگان دین کے تذکرہ نویسوں میں سے اکثر فن تاریخ کے ماہر نہ تھے۔ لہٰذا وہ بزرگوں کے حالات لکھتے وقت، واقعات کے سنین کا صحیح تعین نہ کر سکے۔ جس کے باعث تاریخ دانوں پر بدظنی کا موقع مل گیا۔

بہر حال حضرت داتا صاحب قدس سرہ پر بھی ضرور کام ہوا ہوگا، مگر وہ محفوظ نہیں رہ سکا۔ جہانگیر عہد کے مشہور تذکرہ نگار محمد غوثی بن حسن شطاری، حضرت داتا صاحب کے حالات کے ذیل میں بسال 1022ھ لکھتے ہیں۔

"تواریخ مشائخ کے سابقہ مصنفین کا خیال ہے کہ کشف المحجوب کے مصنف وہ بزرگ ہیں جن کا مزار مبارک لاہور میں ہے۔ [1]

محمد غوثی نے سابقہ مصنفین کا جو حوالہ دیا ہے اس سے واضح ہے کہ حضرت داتا صاحب قدس سرہ، کے حالات کے بہت سے مآخذ تلف ہو چکے ہیں ان مآخذوں کے اتلاف کا نتیجہ یہ ہے کہ

چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زوند

کے مصداق یہاں کے دانشور، تاریخ و تحقیق کے نام پر کوئی نہ کوئی نیا افسانہ پیش کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔[2]

بہر حال موجود و معلوم تذکروں میں سے تذکرۃ الاولیاء از شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ میں صرف دو جگہ حضرت داتا صاحب کا اسم گرامی درج ہے۔ محبوب الٰہی کے ملفوظات فوائد الفواد اور درر نظامی میں بھی ان کا ذکر خیر ہوا ہے۔ ان کے بعد کے ایک ایسے مآخذ سے ایتھے (ETHE) نے علمی دنیا کو متعارف کرایا ہے جو انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ہے۔ اس کا نام رسالہ ابدالیہ ہے جو حضرت مولانا محمد یعقوب بن عثمان[3] غزنوی کی تالیف ہے۔ پھر مولانا جامی نے نفحات الانس میں، شیخ احمد زنجانی نے تحفۃ الواصلین (غیر موجود) میں، ابوالفضل نے آئین اکبری میں، عبدالصمد بن افضل محمد نے اخبار الاصفیا[4] (خطی) میں، لعل بیگ لعلی نے ثمرات القدس (خطی) میں، مولانا محمد غوثی نے گلزار ابرار میں، محمد دارالشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں، مولانا محمد بقا بقا اور بختاور خان نے ریاض الاولیاء[5] میں ذکر کیا ہے۔ حضرت داتا صاحب کے حالات کے یہی قدیم مآخذ ہیں۔ ان کے بعد لالہ سبحان رائے بٹالوی نے خلاصۃ التواریخ میں، اور میر غلام علی آزاد بلگرامی نے مآثر الکرام میں ضمناً ذکر کیا ہے۔ متاخرین میں سے لالہ گنیش داس وڈیرہ نے چار باغ پنجاب میں، مفتی غلام سرور نے خزینۃ الاصفیاء اور حدیقۃ الاولیاء میں، مولوی نور احمد چشتی نے تحقیقات چشتی میں حالات لکھے ہیں اور ان کے بعد کے مولفین نے ان ہی کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

مگر ان سب تذکروں اور تاریخوں کے مندرجات کے پڑھنے سے مستند اور قابل اعتماد تاریخی مواد بہت کم ملتا ہے۔ حتیٰ کہ صحیح سن پیدائش بھی معلوم نہیں ہو سکتا۔ تاریخ وصال میں بھی اختلاف ہے اور حضرت کے ورود لاہور کا مسئلہ بھی خاصا پریشان کن ہے۔ غرض کہ حضرت داتا صاحب کے مستند حالات زندگی، اسی قدر ملتے ہیں جتنے انہوں نے خود کشف المحجوب میں بیان کئے ہیں۔

نام ونسب:

ابوالحسن کنیت، علی اسم گرامی ہے، مفتی غلام سرور نے بحوالہ تاریخ متقدمین، شجرہ نسب اس طرح لکھا ہے۔
حضرت مخدوم علی بن عثمان، بن سید علی، بن عبد الرحمن، بن شاہ شجاع، بن ابوالحسن علی، بن حسین اصغر، بن سید زید شہید، بن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، بن علی کرم اللہ وجہہ۔ (6)
مشہور ماہر علم انساب پیر غلام دستگیر نامی مرحوم (م 1381ھ) نے یہی شجرہ نسب تاریخ جلیلہ (7) اور بزرگان لاہور میں درج کیا ہے۔ مگر پانچویں بزرگ کا نام عبداللہ اور قوسین میں شجاع شاہ تحریر کیا ہے (8) اور درج ذیل نوٹ دیا ہے۔
''مفتی غلام سرور نے زید کے ساتھ جو لفظ شہید لکھا ہے، وہ ٹھیک نہیں کیونکہ جو زید شہید مشہور ہیں وہ امام زین العابدین بن امام حسین، بن علی کے فرزند تھے (رضی اللہ عنہم)
آریانا دائرۃ المعارف میں حضرت داتا صاحب پر جو مختصر اور غیر تحقیقی مقالہ درج ہے اس میں لکھا ہے۔
''مولوی غلام سرور لاہوری در خزینۃ الاصفیاء در شرح حال او از سیادت او ذکر می نماید، واز مآخذ خود نام نمی برو، جز انیکہ می گوید در تواریخ قدیم نسب او را چنیں شمردہ اند...... بہ ہر حال در ذکر نسب او آنچہ مورد اعتماد است وجامی و دارا شکوہ نیز آں را واثق دانستہ اند، ہماں ذکر مختصر یست کہ خود شیخ در کشف المحجوب نمودہ و دراں ہیچ گونہ اشارتی نہ تصریحاً ونہ کنائتاً بہ طرف سیادت خود نمودہ است تنہا در غزنی خانوادہ کہ خود را بہ شیخ منسوب و اولاد او می دانند خود را سید می شمارند۔ (9)

ترک نسب شان فقر اور نشان عشق ہے
بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزی نیست

اسی بنا پر سیدنا غوث الثقلین حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے قصیدہ غوثیہ جو ایک خاص حالت میں لکھا گیا، کے سوا کہیں اپنے آپ کو سید نہیں لکھا۔ لہٰذا صاحب مقالہ مذکورہ کا ایک طرف خیال جانا تعجب کی بات ہے۔ بہر حال ایسے لوگوں کے اطمینان کیلئے یہ بتانا ضروری ہے دار الشکوہ سے دو سو سال پہلے فوت ہونے والے سید محمد نور بخش جو ماہر انساب بھی تھے، نے اپنی کتاب سلسلۃ الذہب مشجر

الاولیاء میں حضرت داتا صاحب کو سید لکھا ہے۔[10] اور جو یہ لکھا ہے کہ "غزنی میں وہ خانوادہ جو اپنے آپ کو حضرت شیخ سے منسوب کرتا ہے اور ان کی اولاد جانتا ہے اور اپنے آپ کو سادات میں شمار کرتا ہے"۔ کچھ عجیب سی بات ہے۔ یہ لوگ حضرت داتا صاحب کے ہم جد ہوں گے۔

مولد و موطن

حضرت داتا صاحب قدس سرہ افغانستان کے شہر غزنی کے رہنے والے تھے۔ جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

"علی بن عثمان بن علی الجلابی الغزنوی ثم الہجویری"

دارا شکوہ لکھتا ہے۔

"حضرت غزنی کے رہنے والے تھے۔ جلاب اور ہجویر غزنی کے محلوں میں سے دو محلے ہیں۔ پہلے جلاب میں قیام پذیر تھے۔ پھر ہجویر میں منتقل ہو گئے تھے۔ ان کے والد ماجد کی قبر غزنی میں ہے...... اور ان کی والدہ محترمہ کی مرقد بھی ان کے ماموں تاج الاولیاء کے مزار سے متصل ہے، اور ان کے خاندان کے تمام افراد صاحب زہد و تقویٰ تھے۔[11] ۔۔۔ میں ان کے والدین اور ماموں کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہوں۔[12]

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع نے تحریر کیا ہے۔

"زبیری صاحب کمشنر بہاولپور نے 26 اکتوبر 1959ء کو مجھے بتایا کہ یہ قبریں اب بھی موجود ہیں۔ وہ (زبیری صاحب) غزنی گئے تھے اور انہوں نے ان قبروں کو موجود پایا۔[13]

سال ولادت:

حضرت داتا صاحب قدس سرہ کا سال ولادت کسی قدیم کتاب میں درج نہیں۔ اس دور کے مولفین نے ظن و تخمین سے کام لیا ہے۔ پروفیسر نکلسن کا خیال ہے۔

"ان کی پیدائش دسویں کے آخری دہاکہ میں یا گیارہویں صدی کے ابتدائی دہاکہ میں ہوئی ہوگی۔[14] یعنی 381ھ تا 401ھ۔

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع لکھتے ہیں۔

"اندازے سے کہا جا سکتا ہے کہ ان کی ولادت پانچویں صدی کے شروع میں ہوئی ہو

گی"(15)

ڈاکٹر معین الحق کی رائے یہ ہے۔

"بعض لوگوں نے ان کی پیدائش کا سال 400ھ لکھا ہے۔ لیکن اس کو یقین نہیں کہا جا سکتا"(16)

منشی محمد دین فوق رقم فرماتے ہیں

"ان کی پیدائش کا فخر 400ھ یا 401ھ کو حاصل ہوتا ہے۔(17)

سال ولادت کے باب میں مذکورۃ الصدر قیاس آرائیوں کی تائید رسالہ ابدالیہ سے بھی ہوتی ہے۔ یعنی رسالہ مذکورہ کے مولف نے لکھا ہے کہ حضرت علی ہجویری وقتاً فوقتاً محمود غزنوی کے دربار میں جاتے تھے اور انہوں نے عنفوان شباب میں ایک ہندی فلسفی سے مناظرہ بھی کیا تھا۔(18) عنفوان شباب سے بیس اکیس سال عمر فرض کر سکتے ہیں۔ محمود 421ھ میں فوت ہوا لہٰذا رسالہ ابدالیہ کی اس روایت کی بناء پر حضرت کا سال ولادت 400 کے لگ بھگ قرار دیا جا سکتا ہے۔

بقول لین پول، محمود غزنوی 388ھ، 998ء میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔ گویا حضرت داتا صاحب، سلطان محمود کے دور حکومت میں اس وقت پیدا ہوئے جب کہ وہ پاک و ہند پر متعدد بار حملہ آرو ہو چکا تھا اور حضرت داتا صاحب اس غازی کے پاس اس کی زندگی کے آخری دو برسوں میں آتے جاتے رہے ہوں گے۔

اساتذہ

حضرت داتا صاحب قدس سرہ علوم ظاہری و باطنی کے بحر زخار تھے۔ ان کی یہ عظمت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ انہوں نے متعدد علماء و فضلاء سے اکتساب علوم کیا ہوگا۔ مولانا جامی نے صرف "عارف و عالم بودہ"، لعل بیگ لعلی نے "در فنون علوم ماہر بود" اور مفتی غلام سرور نے "جامع بود میاں علوم ظاہر و باطن" لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔ مگر کشف المحجوب جہاں داتا صاحب کے مختصر حالات سے آگاہ کرتی ہے وہاں ان کے ایک باقاعدہ استاد کے نام نامی کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔ حضرت نے اپنے ایک استاد گرامی حضرت ابوالعباس بن محمد شقانی کا ذکر نہایت ادب و احترام سے کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"مرا بادی انسی عظیم بود و دی را بر من شفقتی صادق، و در بعضی از علوم استاد من بود......"(19)

حضرت داتا صاحب قدس سرہ جواں عمری ہی میں علوم ظاہری کی تکمیل کر چکے تھے۔ انہیں فطرتاً ولی اللہ ہونے کا مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ یعنی وہ بطن مادر ہی سے ولی کامل پیدا ہوئے تھے۔ صاحب رسالہ ابدالیہ کا بیان ہے۔ حضرت شیخ علی ہجویری نے سلطان محمد غزنوی (م 421ھ) کی موجودگی میں بمقام غزنی ایک ہندوستانی فلسفی سے مناظرہ کیا اور اسے اپنی روحانی قوت سے ساکت و صامت کر دیا[20]۔ ظاہر ہے کہ یہ مناظرہ سلطان محمود کی زندگی کے آخری برسوں میں ہوا ہوگا اور اس وقت حضرت کی عمر بیس برس کے لگ بھگ ہوگی۔

مُرشدِ ارشد

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، سلسلہ جنیدیہ میں حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی[21] قدس سرہ (م 460ھ) سے بیعت تھے۔ شجرہ طریقت سلطان ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک اس طرح منتہی ہوتا ہے۔

حضرت شیخ علی ہجویری مرید شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی کے وہ مرید حضرت شیخ حصری کے وہ مرید شیخ ابوبکر شبلی کے وہ مرید حضرت جنید بغدادی کے وہ مرید شیخ سری سقطی کے وہ مرید حضرت معروف کرخی کے وہ مرید حضرت داود طائی کے، وہ مرید حضرت حبیب عجمی کے وہ مرید حضرت حسن بصری کے اور وہ مرید حضرت علی المرتضیٰ کے (رضی اللہ عنہم)

حضرت داتا صاحب اپنے پیر و مرشد کے علو مقام کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> ''صوفیہ متاخرین میں سے اوتاد کی زینت اور عابدوں کے شیخ ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی ہیں۔ طریقت میں میری اقتداء (بیعت) ان ہی سے ہوئی، علم تفسیر اور روایات (حدیث) کے عالم تھے اور تصوف میں حضرت جنید کا مذہب رکھتے تھے۔ حضرت حصری کے راز دار مرید تھے، ابو عمر قزوینی اور ابوالحسن سالبہ کے ہم عصر تھے۔ صحیح گوشہ نشینی کے لئے ساٹھ سال تک تنہائی کی تلاش میں پھرتے رہے اور مخلوق کے ذہنوں سے اپنا نام محو کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ زیادہ تر جبل لکام[22] میں قیام پذیر رہے۔ عمر طویل پائی۔ اپنی ولایت کی بہت سی دلیلیں اور نشانیاں رکھتے تھے لیکن صوفیہ کی رسوم اور لباس کے پابند نہ تھے اور رسوم میں جکڑے ہوئے صوفیوں سے درشتی سے پیش آتے تھے۔ میں

نے ان سے زیادہ کسی کو باہیبت نہیں دیکھا''۔(23)

جس روز حضرت ختلی کا وصال ہوا حضرت داتا صاحب ان کی خدمت میں حاضر تھے اور مرشد ختلی نے مرید ہجویری کی گود میں جان جان آفریں کے سپرد کی تھی۔ اس واقعہ کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

''حضرت شیخ ختلی بروز وصال بیت الجن میں تھے، یہ ایک گاؤں ہے، گھاٹی پر جو بانیار (رود بانیاں) اور دمشق کے درمیان واقع ہے۔ دم رحلت ان کا سر میری گود میں تھا، اور میرا دل انسانی فطرت کے مطابق ایک سچے دوست کی جدائی پر رنجیدہ تھا، اس حالت میں انہوں نے فرمایا۔ اے بیٹا میں تمہیں اعتقاد کا ایک مسئلہ بتاتا ہوں۔ اگر اس پر مضبوطی سے عامل رہو گے تو تمام تکلیفوں سے محفوظ رہو گے۔ یہ سمجھ لیجئے کہ تمام مواقع اور حالات میں نیک و بد کو پیدا کرنے والا خدائے عزوجل ہے، لہٰذا اس کے کسی فعل پر کبیدہ نہ ہونا اور رنج کو اپنے دل میں جگہ نہ دینا...... اس کے سوا اور کوئی لمبی وصیت نہیں کی اور جاں بحق تسلیم ہو گئے۔(24)

حضرت بایزید، بسطانی رحمۃ اللہ علیہ اور مشائخ طیفوریان رحمۃ اللہ علیہ سکر کو ترجیح دیتے تھے۔ اور حضرت جنید اور ان کے پیرو صحو کو سکر پر فضیلت دیتے تھے۔ حضرت ختلی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جنیدی ہونے کی وجہ سے صحو کی افضلیت کے قائل تھے۔ کشف المحجوب میں اپنے مرشد کی رائے نقل فرماتے ہیں کہ سکر بازیچہ اطفال اور صحو مردوں کا میدان فنا ہے۔

''شیخ من گفتی ودی جنیدی مذہب بود کہ سکر بازی گاہ کودکان است
وصحو فنا گاہ مردان ومنکہ علی بن عثمان الجلابی ام، می گویم: بر موافقت شیخم۔(25)

سید محمد نور بخشؒ (م 869ھ) بانی سلسلہ نور بخشیہ، جن کے سلسلہ سے میسن اپنے شیخ کے مسلک سے ہٹ کر گمراہ اور بے دین ہو چکے ہیں، میں نے حضرت داتا صاحب کو دو بزرگوں شیخ ختلی ار شیخ ابوالقاسم گرگانی کا مرید وخلیفہ لکھا ہے۔

''......حضرت علی ہجویری ہم ازیں سلسلہ (جنیدیہ) منسلک است کہ او مرید (د) خلیفہ و مشائخ اند، یکے شیخ ابوالقاسم گرگانی...... دوم شیخ ابوالفضل ابن ختلی......''(26)

مگر حقیقت یہ ہے کہ شیخ گرگانی، داتا صاحب کے شیخ صحبت یا شیخ تربیت ہیں، نہ کہ پیر بیعت۔

ہم عصر مشائخ سے استفادہ

حضرت شیخ ختلی کے علاوہ اور بھی بہت سے مشائخ کرام کے فیض صحبت وشرف مکالمت سے بہرہ یاب ہوئے جن کا ذکر خیر کشف المحجوب میں مسطور ہے۔ مثلاً ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ الگرگانی قدس سرہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"مرا بادی اسرار بسیار بود واگر باظہار آیات مشغول شوم از مقصود باز مانم"۔ (27)

ابوالقاسم امام قشیرہ قدس سرہ سے بھی صحبتیں رہیں۔ اوران کا ذکر بڑی عقیدت کے ساتھ کیا ہے:

"استاد امام وزین اسلام عبدالکریم ابوالقاسم بن ہوازن القشیری اندر زمانہ خود بدیع ست و قدرش رفیع ست ومنزلت بزرگ ومعلوم ست اہل زمانہ را از روزگاروی وانواع فضلش اندر ہرفن ویرا الطایف بسیار است وتصانیف نفیس جملہ با تحقیق وخداوند تعالیٰ حال وزبان ویرا از حشو محفوظ گردانید ست"۔ (28)

حضرت شیخ احمد حمادی سرخسی قدس سرہ کے ساتھ ماوراء النہر میں محبت ودوستی رہی۔ ان کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

"خواجہ احمد حمادی سرخسی صیار زوقت ومدتی رفیق من بود واز کاروی عجائب بسیار ویدم، دی از جواں مردان متصوفہ بود......"۔ (29)

حضرت ابوجعفر محمد بن مصباح صیدلانی قدس سرہ، جو صاحب تصانیف عالم وعارف تھے، ان کی تصانیف ان ہی کے روبرو پڑھیں۔

"شیخ بزرگوار ابوجعفر محمد بن المصباح الصید لانی از روساء متصوفہ بود وزبانی نیکو داشت اندر تحقیق، ومیلی عظیم داشت بہ حسین بن منصور وبعضی از تصانیف وی بروخواندم"۔ (30)

حضرت ابوسعید ابوالخیر، شیخ ابواحمد المظفر بن احمد بن حمدان رحمہا اللہ اور متعدد دیگر اولیاء اللہ سے ملاقاتوں کا حال کشف المحجوب کے مختلف مقامات پر مذکور ہے۔ صرف خراسان میں تین سو صوفیہ سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ (31)

حضرت خضر علیہ السلام سے استفادہ

لعل بیگ لعلی نے لکھا ہے حضرت شیخ علی ہجویری بہت سے اولیاء وقت کو ملے اوران کے ہم صحبت

رہے نیز حضرت خضر علیہ السلام سے گہری دوستی رکھتے تھے اور ان سے علم ظاہری وباطنی حاصل کیا تھا۔

''وبسیاری از اولیاء وقت را دریافتہ وبا ایشاں ہم صحبت بودہ وبا خضر علیہ السلام دوستی عظیم داشتہ و ازدی علم ظاہری وباطنی فرامی ستدہ''۔ (32)

حنفی المذہب

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حنفی المذہب تھے، سیدنا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے خاص عقیدت رکھتے تھے اسی سبب سے انہوں نے امام موصوف کا نام نامی واسم گرامی نہایت تعظیم وتکریم سے اس طرح رقم فرمایا ہے۔

''امام اماماں ومقتدای سنیاں، شرف فقہاء وعز علماء ابوحنیفہ بن نعمان بن ثابت الخراز رضی اللہ عنہ''۔ (33)

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے کمالات کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے، اپنا ایک ایمان افروز خواب بیان کیا ہے اور اس سے ایک نہایت لطیف نکتہ اخذ کیا ہے، فرماتے ہیں۔

''میں ملک شام میں تھا کہ ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ موذن رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے روضہ اطہر کے سرہانے سوگیا اور خواب میں دیکھا کہ میں مکہ معظّمہ میں ہوں اور جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب بنی شیبہ سے اندر تشریف لائے ہیں اور ایک بوڑھے شخص کو گود میں لئے ہوئے ہیں، جس طرح کہ شفقت سے بچے کو گود میں لیتے ہیں۔ میں دوڑ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے اقدس کو بوسہ دیا...... میں حیران تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھایا ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ قوت معجزہ میرے اس باطنی خیال سے آگاہ ہوگئے اور ارشاد فرمایا۔ یہ شخص تیرا اور تیرے ملک والوں کا امام یعنی ابوحنیفہ ہے۔ مجھے اس خواب سے اپنے آپ اور اپنے وطن والوں سے بڑی امیدیں قائم ہوگئیں، اور مجھے اس خواب سے یہ راز بھی منکشف ہوا کہ حضرت امام اعظم ان برگزیدہ لوگوں میں سے ہیں جو اپنے ذاتی اور طبعی اوصاف سے فانی ہو چکے ہیں اور صرف احکام شرع کیلئے باقی و قائم ہیں۔ اس لئے کہ ان کے حامل اور رہبر خود جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور انہیں خود چلتے دیکھتا تو یہ سمجھتا کہ وہ باقی الصفت ہیں اور جو باقی الصفت ہوتا

ہے وہ اجتہادی امور میں مخطی ہوتا ہے۔ یا مصیب، چونکہ انہیں اٹھا کر لے جانے والے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس لئے وہ اپنی ذاتی صفات سے فانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات سے باقی ہیں۔ جب پیغمبر سے کسی خطا کا صدور ممکن نہیں تو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے آپ کو فنا کر چکا ہے اس سے بھی خطا کا صدور ممکن نہیں۔ یہ ایک لطیف رمز ہے''۔ (34)

نکاح

عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں:۔

''قید ازدواج سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ آزادی رہی، البتہ ایک مقام پر آپ بیتی یوں بیان کرتے ہیں کہ جیسے غائبانہ کسی سے تعلقات محبت قائم ہو گئے تھے اور یہ ایک سال تک اس زخم لطیف کے بسمل بنے رہے، پھر آخر اس سے نجات مل گئی۔ بیان ہے اتنا مجمل کہ تفصیلات کا کچھ پتا نہیں چلتا، لکھا ہے''۔ (35)

''منکہ علی بن عثمان الجلابی ام از پس آنکہ مراحق تعالی یازدہ سال از آفت تزویج نگاہ داشتہ بود، ہم تقدیر دی بفتنہ اندر افتادم وظاہر و باطنم اسیر صفتی شد کہ با من کروند بی آنکہ رویت بودہ دیک سال مستغرق بودم، چنانکہ نزدیک بود کہ دین بر من تباہ شود، تا حق تعالیٰ مرا بکمال لطف وتمام فضل خود عظمت را باستقبال دل بیچارہ من فرستاد و برحمت خلاصی ارزانی داشت والحمدللہ علی جزیل نعمائہ''۔ (36)

پروفیسر نکلسن نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔

''ازدواجی زندگی کے متعلق ان کا تجزیہ بہت مختصر اور ناخوشگوار تھا''۔ (37)

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع نے اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار یوں کیا ہے۔

''شادی کے متعلق ان کو جو معاملہ پیش آیا وہ خوش آئند ثابت نہ ہوا''۔ (38)

اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ

''میور (289) یہ خیال کرتا ہے۔ اس کا مطلب ہوا کہ حضرت بغیر شادی کے رہے''۔

سید صباح الدین عبدالرحمن رقمطراز ہیں۔

''تعلقات زناشوئی سے پاک رہے''۔ (39)

مگر اسی مجمل عبارت سے جناب محمد دین فوق مرحوم نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حضرت نے ایک دو شادیاں کیں، لکھتے ہیں۔

''حضرت نے اپنی پہلی شادی کا کہیں ذکر نہیں کیا کہ کب ہوئی، کہاں ہوئی، جہاں انہوں نے دوسری شادی کا ذکر کیا ہے۔اور یہ لکھا ہے کہ'' گیارہ سال سے خدا تعالیٰ نے نکاح کی آفت سے بچایا ہوا تھا، مقدر نے آخر اس میں پھنسا دیا، اور میں عیال کی محبت میں دل و جان سے بن دیکھے ہی گرفتار ہو گیا...... یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ آپ بچپن ہی میں مناکحت کی زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے تھے اور پہلی بیوی کے انتقال کے بعد گیارہ سال تک دوسرا نکاح نہیں کیا تھا، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آپ کی پہلی شادی بھی والدین کی موجودگی میں ہی ہوئی تھی اور دوسری شادی بھی ان کی موجودگی بلکہ یقیناً ان ہی کے اصرار سے ہوئی ہوگی''۔

پھر ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں:

''چنانچہ (داتا صاحب) لکھتے ہیں'' ایک سال تک اس آفت میں غرق رہا، یہاں تک کہ قریب تھا کہ میرا دین تباہ ہو جائے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی اور بخشش اور رحمت سے مجھے خلاصی عطا کی''۔ یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ ایک سال کے بعد آپ کی دوسری عورت کا بھی انتقال ہو گیا اور پھر آپ نے تادم وصال نکاح کا نام نہیں لیا......''۔(40)

فوق صاحب نے اس عبارت کا ٹھیک ترجمہ نقل نہیں کیا اور اس سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ بھی درست نہیں۔لہٰذا زیر بحث اقتباس کا ترجمہ یہاں پیش کرنا ضروری ہے۔

داتا صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

''اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے گیارہ سال تک نکاح کی آفت سے محفوظ رکھا ہوا تھا مگر بہ تقدیر الٰہی پھر میں اس فتنہ میں گرفتار ہو گیا اور میرا ظاہر و باطن اس (کسی عورت) کی صفات کا جو مجھ سے دوسروں نے بیان کی تھیں، اسیر ہو گیا، اور اسے دیکھے بغیر ہی ایک سال تک اس کے خیال میں مستغرق رہا، چنانچہ قریب تھا کہ میرا دین تباہ ہو جاتا، اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال لطف اور فضل تمام سے عصمت (گناہ سے بچنے کی قوت) کو میرے بے چارہ دل

کے استقبال کے لئے بھیجا اور اپنی رحمت سے مجھے (اس فتنہ) سے نجات دلائی"۔ (41)

اس عبارت پر غور کیا جائے تو حسب ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:۔

(ا) حضرت نے نکاح کیا تھا، مگر اہلیہ جوان کی مزاج شناس نہ تھیں، وفات پا گئیں۔ پھر گیارہ برس تک تزویج کے تصور و خیال سے بھی نا آشنا رہے۔

(ب) گیارہ سال بعد ایک عورت جسے انہوں نے دیکھا بھی نہیں تھا، محض دوسروں سے اس کی خوبیاں معلوم ہونے پر اس کی محبت میں اسیر ہو گئے اور ایک سال تک اس عشق مجازی میں مبتلا رہے۔

(ج) صوفیہ کے نزدیک عشق مجازی میں گرفتار رہنا، ابتلا میں مبتلا رہنا ہے۔ یہ حضرات مجاز میں گرفتاری کو مصیبت و آفت سمجھتے ہیں، اس لئے یہ منزل نہیں ہے المجاز قنطرہ الحقیقۃ تو قدرت الٰہی نے انہیں مجاز سے نکال کر حقیقت کی راہ پر ڈال دیا اور جو لوگ صورت ظاہری اور مظاہر محسوسہ کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں، وہ برباد ہو جاتے ہیں۔ شیخ عطار فرماتے ہیں۔

ہر کہ شد در عشق صورت مبتلا
ہم ازاں صورت فتد در صد بلا

حاصل کلام یہ کہ حضرت نے ایک شادی کی تھی، اہلیہ کی وفات کے گیارہ سال بعد ایک ایسی عورت کی خوبیوں پر فریفتہ ہو گئے، جسے انہوں نے دیکھا تک نہ تھا اور ایک سال تک اس کے عشق میں مبتلا رہے بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل سے اس عورت کا خیال محو فرما دیا۔ لہٰذا دوسری شادی کا افسانہ محض اختراع طبع ہے:۔

تصانیف

حضرت داتا صاحب قدس سرہ کی آخری تصنیف کشف المحجوب کے مطالعہ سے ان کی نو اور تصانیف کے نام معلوم ہوتے ہیں، مگر ان میں سے ایک بھی دستیاب نہیں۔ بعض کے سرقہ اور دوسروں کا اپنی طرف منسوب کر لینے کا واقعہ حضرت نے خود لکھا ہے۔ بہر حال ان نو تصانیف کے نام یہ ہیں۔

(1) دیوان:۔ اس دیوان کو کسی نے اپنی طرف منسوب کر لیا (کشف، ص) مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ مجموعہ اشعار عربی میں تھا یا فارسی میں اور اپنا تخلص بھی ظاہر نہیں فرمایا۔ اس کے باوجود کشف الاسرار کے واضع نے اس کا علی تخلص گھڑ کر ایک غیر معیاری غزل اور چند اشعار بھی شامل کر دیئے ہیں۔

(2) کتاب فنا و بقاء :۔ مسئلہ فنا و بقا میں (کشف، ص 67)

(3) اسرار الخرق والمونات :۔ ظاہری اور باطنی مرقعہ کے آداب میں (کشف، ص 63) اس کتاب کا نام فارسی کے تمام ایڈیشنوں میں یہی لکھا ہے مگر ژوکوفسکی ایڈیشن میں اسرار الخرق و الملونات درج ہے۔

(4) الرعایت بحقوق اللہ تعالیٰ :۔ مسائل توحید پر (کشف، ص:36) اس نام کی ایک تصنیف شیخ احمد بن خضرویہ متوفی 240ھ کی بھی ہے جو کشف المحجوب کے ماخذوں میں شامل ہے اور اسی نام کی کتاب ابو عبداللہ الحارث بن اسد المحاسبی (م 243ھ) کی تصنیف بھی ہے جو لندن سے چھپ چکی ہے۔

(5) کتاب البیان لاہل العیان :۔ در معنی جمع و تفرقہ (کشف، ص 333)

(6) نحو القلوب :۔ مسئلہ جمع پر مفصل کتاب ہے (کشف، ص 333)

(7) منہاج الدین :۔ طریقت تصوف اور مناقب اصحاب صفہ میں ہے اور حسین بن منصور حلاج کا حال بھی بیان کیا ہے (کشف، ص 192,96,2) دیوان کی طرح اسے بھی کسی نے اپنی طرف منسوب کرلیا۔

(8) ایمان :۔ ایمان اور اثبات اعتقاد مشائخ میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام نہیں بتایا (کشف، ص 368)

(9) شرح کلام منصور :۔ حسین بن منصور حلاج کے کلام کی شرح (کشف، ص 192)

ژوکوفسکی کا سہو فاضل موصوف نے حضرت شیخ کی تصانیف میں ایک نام فرق فرق دیا ہے۔[42] حالانکہ یہ ان کی کسی مستقل تصنیف کا نام نہیں ہے بلکہ یہ کشف المحجوب کے ایک باب کا نام ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت داتا صاحب نے بغداد شریف کے نواح میں ملاحدہ کا ایک ایسا گروہ دیکھا جو حضرت حسین بن منصور حلاج سے محبت کا مدعی تھا اور ان کے کلام سے اپنی زندیقیت کا سہارا دیتا تھا، اور حلاج کے معاملہ میں مبالغہ کرتا تھا، جس طرح کہ روافض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت میں غلو کرتے ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

''اندر رد کلمات ایشان بابی بیادرم اندر فرق فرق انشاء اللہ عزوجل''[43]

''بابی بیادرم'' سے ژوکوفسکی کا ذہن ایک مستقل تصنیف کی طرف منتقل ہو گیا حالانکہ اس کی مصحفہ و

محشی کشف الجوب کا تیرھواں اور مطبوعہ سمرقند کا یہ چودھواں باب ہے۔ ''باب فی فرق فرقھم و مذاھبھم و ایاتھم و مقاماتھم و حکایاتھم۔ [44]

کشوالاسرار آٹھ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ حضرت داتا صاحب کی طرف منسوب ہے جو غالباً پہلی بار مطبع محمدی لاہور میں طبع ہوا۔ [45] پھر اس کے متعدد اردو تراجمے شائع ہوئے۔ طرفہ یہ کہ اکثر محققین نے اسے حضرت داتا صاحب کی تصنیف سمجھ لیا اور اس سے استناد کرتے رہے۔ حالانکہ یہ رسالہ بزبان حال اپنے وضعی ہونے کی خود شہادت دے رہا ہے۔ اس سلسلے میں سیر حاصل مقالہ پھر کبھی لکھا جائے گا۔ سردست اس کی صرف نقاب کشائی کرنا مقصود ہے۔

(ا) کشف الاسرار کے جعلی ہونے کا بین ثبوت یہ ہے کہ یہ سبک ہندی میں ہے اور کشف المحجوب کی نثر دور اول یعنی دور سامانیاں کی ہے اور ان دونوں کی زبان میں فرق کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

(ب) اسکا مولف اپنے پراگندہ خیالات کو ایک مشہور و معروف بزرگ کے نام سے مشتہر دیکھنے کا خواہاں تھا، یا اپنے کسی بڑے (جیسا کہ حسام الدین کا نام لیا ہے) کو داتا صاحب سے پہلے کا بزرگ ثابت کر کے اپنی دکان چمکانا چاہتا تھا، [46] علمی اعتبار سے بھی بے مایہ ہے۔

(ج) یہ تاریخی حقیقت ہے کہ پنج ہزاری اور ہفت ہزاری خطابات مغلیہ دور میں ایجاد ہوئے یعنی حضرت، داتا صاحب کے کئی سو سال بعد...... مگر کشف الاسرار کا وضع لکھتا ہے

''بفہم اگر ہفت ہزاری گردی چہ شد مشت گردہستی'' [47]

ہفت ہزاری کی بات تو کچھ ایسی ہے کہ آج کوئی صاحب اپنے ابا جان کا تذکرہ لکھنے بیٹھیں تو یہ بیان فرمائیں کہ وائسرائے ہند نے انہیں اعلی خدمات کے صلے میں ستارہ خدمت کا خطاب عطا کیا تھا۔

(د) لکھا ہے...... پسری تولد شد امام بخش نام نہاوند۔ [48]

ظاہر ہے کہ داتا صاحب کے زمانہ میں ایسے نام رائج نہ تھے۔

(ہ) آخر رسالہ میں تحریر ہے

''از گفتہ من رنجی نہ کنی وغصہ نہ کنی کہ من راست

گفتہ ام ع بر رسولاں بلاغ باشد و بس'' [49]

سعدی کا مصرعہ داتا صاحب کا نقل کرنا کرامت ہی سمجھا جاسکتا ہے۔

(و) لکھا ہے۔

"اے علی، ترا خلق می گوید گنج بخش دانہ پیش خود نہ داری
دردل کو دجامدہ کہ پندار است گنج بخش ورنج بخش حق است"(50)

کشف الاسرار پر اعتماد کرنے والے مؤلفین نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت شیخ علی ہجویری اپنی زندگی ہی میں اس لقب سے ملقب ہو گئے تھے مگر یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے۔ حضرت شیخ اس صحیح اور جائز لقب سے قریباً پانچ سو سال بعد ملقب ہوئے۔ مفتی غلام سرور نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ نے انہیں گنج بخش کہا، قدیم تذکروں اور ملفوظات خواجگان چشت سے ہرگز ہرگز اس کی تائید نہیں ہوتی۔

(ز) اس وضاع (مولف کشف الاسرار) کی دین سے خبرداری ملاحظہ ہو:

"در تفسیر آمدہ است واز حسام الدین لاہوری شنیدم اگر مردی بر گور مادر و پدر سجود کند کافر می شود"۔ (51)

اب کشف الاسرار اور کشف المحجوب کے بیانات میں تضاد ملاحظہ ہو۔

کشف الاسرار	کشف المحجوب
از قبلہ خود شنیدہ بودم زاد من ہجویر است (52) یعنی ہجویر ان کا دوسرا مسکن تھا۔	علی بن عثمان بن ابی علی الجلابی ثم الہجویری
"............ معشوق بگویں و جان خود را فدای او کن و بگو کہ اگر جان در راہ او فدا شود، ...... بہ است"۔ (53)	"من کہ علی بن عثمان الجلابی از از بس آنکہ مرا حق تعالیٰ یازدہ سال از آفت تزویج نگاہ داشتہ بود ہم بہ تقدیر دی بفتنہ اندر افتادم و ظاہر و باطنم اسیر صفتی شد کہ با من کردند بی آن کہ رویت بودہ دیک سال مستغرق بودم چنانکہ نزدیک بود کہ دین بر من تباہ شود تا حق تعالیٰ بہ کمال لطف و تمام فضل خود عصمت یا استقبال دل بیچارہ من فرستاد و برحمت خلاصی ارزانی داشت والحمد اللہ علی جزیل نعماۂ (54)

حضرت داتا صاحب عشق مجازی سے نجات پر خدا کا شکر بجالا رہے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں دین کے تباہ ہونے کا خطرہ تھا مگر صاحب کشف الاسرار معشوق پر فدا ہونے کی تلقین کر رہا ہے۔ اگر اس سے عشق حقیقی مراد ہو تو بھی یہ داتا صاحب کا انداز بیان نہیں ہے۔

چوں در ہندوستان آمدم نواحی لاہور را جنت مثال یافتم (55)		من اندر دیار ہند در بلدہ لہانور کہ از مضافات ملتان است درمیان نا جنسان گرفتار شدہ بودم (56)

کشف المحجوب کی عبارت تو یہ واضح کر رہی ہے کہ حضرت داتا صاحب لاہور میں اپنے آپ کو ناجنسوں میں قید سمجھ رہے ہیں اور کشف الاسرار ان کیلئے اس ماحول کو جنت مثال قرار دے رہی ہے اور داتا صاحب کے زمانے میں لاہور کو لہانور یا لہاور وغیرہ لکھا جاتا تھا۔ لاہور اس وقت نہیں لکھا جاتا تھا۔

"بیت و اشعار بسیار گفتہ ام دیوانی گفم		"......مرا ایں حادثہ افتتاد دوباریکی
بسیار مطلوع و پسندیدہ و از نظر خود گزیناں		آنکہ دیوان شعرم کسی نجواست دباز
برآمدہ اے طالب من! ہر روز برائے		گرفت واصل نسخہ جز آں نہ بود، آں
دیدن دیدار یار می روم، لیکن گاہی گہی		جملہ بگرد انیدو نام من از سر آں
بنظر من آں ماختداں می آید و دیوان		بیفگند و رنج من ضائع گردانید
رابدیں حالت گفتہ بودم وقتی کہ روی		تاب اللہ علیہ" (58)
یار دیدمی غزل از دہانم بے فکر برآمدی		
دراں فکری نہ کردہ ام (57)		

کشف الاسرار کے ان اقتباسات سے واضح رہے کہ یہ انداز بیان اور طرز زندگی صاحب صحو داتا صاحب کا نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے دیوان کے سرقہ کا ذکر بڑے دکھ کے ساتھ کیا ہے نیز پوری کشف المحجوب میں اپنا کوئی شعر درج نہیں کیا۔ مگر اس وضع نے اس غیر معیاری غزل اور دو شعر بھی ان کے سر منڈھ دیئے ہیں۔

قارئین کرام کی تفریح طبع کیلئے ایک اور اقتباس نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتا ہوں: "پیر بود شیخ بزرگ نام اوشان مرا گفشد کہ اے علی کتابی درین عمر تصنیف بکن کہ یادگاری تو بماند گفم بسیار چیدن

من الحال اثنا عشر کہ بستند، درمیان ہمیں عمر در بلدہ ہجویر تصنیف کردہ ام، اور دادم او مرا گفت کہ تو بزرگ خواہی شد......"(59)

اس زبان کی خوبیاں اور لطافتیں تو عیاں ہی ہیں مگر کشف المحجوب میں اس واقعہ کا کوئی ذکر نہیں ملتا تفریح طبع کا سامان اس میں یہ ہے کہ اس کا مؤلف چونکہ لاہور کا باشندہ ہے اور یہاں بے حد اصرار کرنے والے کو کہتے ہیں "چمڑ ای گیا اے" یعنی چمٹ ہی گیا ہے۔ لہٰذا اس نے شیخ بزرگ کے بہت زیادہ اصرار کس "بسیار چپید" کے ذریعے ہی واضح کیا ہے۔

کشف المحجوب

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف منیف کشف المحجوب، جو انہوں نے آغوش رحمت خداوندی میں بیٹھ کر لکھی ہے، مسائل شریعت وطریقت اور حقیقت ومعرفت کا ایک بیش بہا گنجینہ ہے اور اولیاء متقدمین کے حالات بابرکات اور ان کی مقدس تعلیمات کا بہترین خزینہ ہے۔ نیز فارسی زبان میں تصوف واحسان پر لکھی جانے والی یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔ (60) اور اسے ہر دور کے اولیاء اللہ اور صوفیہ کرام نے تصوف کی بے مثل کتاب قرار دیا ہے۔ کشف المحجوب کاملین کیلئے رہنما ہے تو عوام کیلئے پیر کامل کی حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ عوام میں سے اس کا مطالعہ کرنے والوں کو دولت عرفان وایقان حاصل ہوتی ہے۔ اور شک وشبہات کی وادی میں بھٹکنے والے یقین کی دنیا میں آباد ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے بار بار مطالعہ سے حجابات اٹھ کر نئے نئے انکشافات ہوتے ہیں۔ اس نادر و بے مثل کتاب کو جو مقبولیت و پذیرائی نصیب ہوئی وہ اس موضوع کی کسی اور فارسی میں لکھی جانے والی کتاب کے حصے میں نہیں آئی۔ اکابر اولیاء اللہ نے خود اس سے استفادہ کیا اور طالبان حق کو اس سے مستفید ہونے کی تلقین فرمائی۔ اس لئے کہ اس میں ناقصوں اور کاملوں کیلئے سامان ہدایت موجود ہے اور اس کے برعکس بعض کتب تصوف فصوص الحکم وغیرہ میں صرف خواص بلکہ اخص الخواص کیلئے رہنمائی ہے اور ناقصین کیلئے حیرانی وسرگردانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

وجہ تسمیہ وکیفت کشف المحجوب

کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تصنیف ہے جو انہوں نے جناب ابو سعید ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر لکھی اور ان کے سوالات کی اساس پر یہ نورانی صحیفہ تیار ہوا۔ اس مبارک

کتاب کی وجہ تسمیہ اور غایت تصنیف حضرت شیخ کے قلم اعجاز رقم نے یہ لکھی ہے:

''یہ جو میں نے کہا ہے کہ اس کتاب کو کشف المحجوب (پنہاں کو عیاں کرنے والی) کے نام سے موسوم کیا ہے، اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ کتاب کا نام ہی اس کے موضوع اور مطالب کو عیاں کر دے اور اہل بصیرت اس کا نام سنتے ہی جان لیں کہ اس میں کیا ہے اور یہ واضح رہے کہ اولیاء اللہ اور عزیزان بارگاہ خداوندی کے سوا تمام عالم (و عالمیاں) رموز و اسرار خداوندی کے حقائق کو سمجھنے سے محجوب و مستور ہیں، چونکہ یہ کتاب سیدھی راہ بتانے اور عارفانہ کلمات کی تشریح و توضیح اور بشریت کے حجاب رفع کرنے کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ لہٰذا اسے کسی اور نام سے موسوم کرنا مناسب نہی سمجھا، اور حقیقت یہ ہے کہ جس طرح حجاب کا اٹھنا محجوب (پوشیدہ) کی موت ہوتا ہے۔ اسی طرح حجاب کا آنا مکاشف (ظاہر شدہ) کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے......''۔ (61)

حضرت نے یہ کتاب اپنی عمر کے آخری حصے میں تحریر فرمائی اور اس کا تین چوتھائی حصہ یقیناً لاہور میں لکھا۔ وہ ایک مقام پر رقم فرماتے ہیں۔

''اس وقت اس سے زیادہ ممکن نہیں، اس لئے کہ میری کتابیں غزنی (حرسہا اللہ) میں رہ گئی ہیں اور میں ہند کے شہر لاہور میں جو مضافات ملتان میں سے ہے، ناجنسوں کے درمیان گرفتار ہوں''۔ (62)

حضرت نے اپنی کتابوں کے غزنی رہ جانے کا جو ذکر کیا ہے، اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ان کے پاس کتابیں بالکل نہیں تھیں بلکہ وہ شاکی اس کے ہیں کہ ایک متجر عالم اور فاضل مصنف کو جس بہتات سے کتابوں کی ضرورت ہوتی ہے، وہ یہاں پوری نہیں ہو سکتی تھی۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں۔

''امام قشیری کی طرح شیخ ہجویری نے تصوف کو اسلامی شریعت سے قریب (63) لانے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے، شیخ کے خیالات میں بڑی صفائی اور انداز بیان میں بڑی گہرائی ہے، تصوف کی کتابیں اب تک عربی میں تھیں، س لئے عوام کو استفادہ کا موقع بہت کم تھا۔ یہ پہلی کتاب ہے جو فارسی میں لکھی گئی حقیقی تصوف کو عوام تک پہنچنے میں

اس کتاب کا بڑا حصہ ہے''۔ (64)

پھر لکھتے ہیں:۔

''شیخ ہجویری کی اس کتاب نے ایک طرف تصوف سے متعلق عوام کی غلط فہمیوں کو دور کیا۔ دوسری طرف اس کی ترقی کی راہیں کھول دیں''۔ (65)

شیخ ابوسعید ابوالخیر نے اپنی رباعیات، شیخ عبداللہ ہروی نے اپنی مناجات اور شیخ ہجویری نے اپنی کشف المحجوب کے ذریعے تصوف کے خیالات کو عوام تک پہنچا کر تصوف کے عوامی تحریک بننے اور سلاسل کے منظم ہونے کا سامان بہم پہنچایا ہے''۔ (66)

کشف المحجوب صوفیہ کرام اور مورخین کی نظر میں

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی قدس سرہ (م 500ھ) کی نہایت اہم رائے ان کے ملفوظات دُررِ نظامی (خطی (67)) مرتبہ شیخ علی محمود جاندار میں درج ہے۔

''می فرمودند کشف المحجوب از تصنیف علی ہجویری است قدس اللہ روحہ العزیز اگر کسے را پیری نہ باشد، چوں ایں راہ مطالعہ کند اورا پیدا شود...... من ایں کتاب را بہ تمام مطالعہ کردہ ام''۔ (68)

چنانچہ حلقہ بگوشان حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ، جن کتب تصوف کے مطالعہ کے شائق تھے ان میں کشف المحجوب شامل تھی، برنی لکھتا ہے۔

''واشراف واکابر کہ بخدمت شیخ پیوستہ بودند در مطالعہ کتب سلوک وصحائف احکام طریقت مشاہدہ می شدد کتاب قوت القلوب و احیاء العلوم و ترجمہ احیاء العلوم و عوارف و کشف المحجوب وشرح تعرف و رسالہ قشیری و مرصاد العباد و مکتوبات عین القضاۃ ولوائح ولوامع قاضی حمید الدین ناگوری وفوائد الفواد امیہ حسن را بواسطہ ملفوظات شیخ خریداران بسیار پیدا آمد ندومردمان پیشتر از کتابیان از کتب سلوک وحقائق باز پرس کروند''۔ (69)

سلطان التارکین حمید الدین حاکم رحمۃ اللہ علیہ (م 737ھ) خلیفہ حضرت شیخ رکن الدین سہروردی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد ارشد (حضرت رکن الدین) کی شان میں متعدد مدحیہ نظمیں لکھی ہیں۔ ایک نظم میں اپنے مرشد کے کمالات کو تیس معتبر کتب کے اسماء سے بیان کیا ہے۔ کشاف اور کشف المحجوب کی بندش ملاحظہ ہو۔

گشت کشاف کشف، ہم محجوب...... فہم تو اے فہیم ذوالاقدار (70)

شہزادہ محمد داراشکوہ (م 1069ھ) نے لکھا ہے

''حضرت پیر علی ہجویری را تصانیف بسیار است اما کشف المحجوب مشہور ومعروف است و ہیچ کس را بران سخن نیست ومرشدی است کامل (م 1159ھ)، درکتب تصوف بخوبی آن درزبان فارسی کتابی تصنیف نہ شدہ''(71)

شیخ محمد اکرم براسوی صابریؒ اپنی مشہور تصنیف اقتباس الانوار جو 1132ھ میں لکھی گئی، میں رقم طراز ہیں۔

''صوفیہ کے طبقہ اول میں علوم و اسرار مشائخ، طالبوں کو رموز و اشارات میں تعلیم کئے جاتے تھے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی اور چند تصانیف بھی ان کی تھیں، جنہیں عوام پر ظاہر نہیں کرتے تھے۔ مگر طبقہ ثانی میں جب سید الطائفہ جنید بغدادی، خواجہ ابوالحسن نوری، خواجہ ابوسعید خراز اور خواجہ ابوبکر شبلی کا دور دورہ ہوا تو انہوں نے رموز و اشارات یعنی اخفا کے طریقہ کو ترک کر کے طالبوں کو ان علوم کا علانیہ درس دینا شروع کر دیا، اس وقت سے ہر سلسلہ کے مشائخ نے تصوف پر کتابیں لکھنا شروع کر دیں جن کی تفصیل طوالت کا موجب ہوگی لہذا اس موقع پر صرف ان چند معتبر کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا مطالعہ جمع مشائخ کا معمول ہے۔ پہلی کتاب جو خانوادۂ جنیدیہ میں لکھی گئی طبقات صوفیہ تصنیف ابوعبدالرحمن سلمی ہے، اور اس کے بعد شیخ علی بن عثمان ہجویری غزنوی، جنیدی نے کشف المحجوب لکھی......'' (ترجمہ بغیر یسیر)

مفتی غلام سرور لاہوری مرحوم (1307ھ) لکھتے ہیں۔

''شیخ علی ہجویری را تصانیف بسیار است اما کشف المحجوب از مشہور ومعروف ترین کتب دی است و ہیچ کس را بردی جائے سخن نی، بلکہ پش ازیں در کتب تصوف ہیچ کتابی بہ زبان فارسی تصنیف نہ شدہ بود''۔

محمد بن عبدالوہاب قزوینی (ایران) مقدمہ تذکرۃ الاولیاء میں رقم طراز ہیں:

''ولی درزبان فارسی آنچہ نظر است دو کتاب است کہ قبل از تذکرۃ الاولیاء تالیف شدہ، یکی کشف المحجوب لارباب القلوب(72) لابی الحسن علی بن عثمان الجلابی الہجویری الغزنوی المتوفی

سنتہ 465......ودیگر ترجمہ طبقات الصوفیہ...... للسلمی کہ آں را شیخ الاسلام ابواسماعیل عبداللہ بن محمد الانصاری الخرزجی المتوفی 481ھ درمجالس وعظ وتذکیر املا نمودہ''۔ (73)

کشف المحجوب بحیثیت ماخذ کتب تصوف

کشف المحجوب کو صوفیہ کرام کے مشہور و مستند تذکروں اور تصوف کی معتبر کتابوں کا ماخذ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ (م 627ھ) نے اپنی معروف ترین کتاب تذکرۃ الاولیاء میں کشف المحجوب سے صوفیہ متقدمین کے حالات اور ان کے اقوال معمولی سی تبدیلی الفاظ کے ساتھ نقل کئے ہیں۔

ملک الشعرا بہار نے لکھا ہے

''عطار ظاہرا از کتاب کشف المحجوب استفادہ کردہ است و غالبا عبارات آں بدون ذکر خود کتاب یا مولف باندک تصرفی کہ تبدیل کہنہ بہ نو باشد نقل نمودہ است''۔ (74)

ملک الشعراء بہار نے سبک شناسی (ص:409،602) میں اس کی واضح مثالیں بھی پیش کی ہیں۔

روسی مستشرق ژوکوفسکی کی تحقیق یہ ہے

''شیخ عطار در تذکرۃ الاولیاء خود مکرر از کشف المحجوب ہجویری جلابی غزنوی استفادہ کردہ و در موارد متعدد بدون ذکر ماخذ از او اقتباساتی کردہ است و در اغلب ایں موارد فقط بذکر عبارت (نقلست) اکتفا ورزیدہ''(75)

حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء میں صرف دو مقام پر حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کا اسم گرامی تحریر کر کے ان کے اقوال نقل کئے ہیں۔ اول سیدنا حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حالات میں۔ (76) دوم۔ حضرت ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں۔ (77)

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا استفادہ۔

نفحات الانس میں مولانا جامی نے کشف المحجوب سے چند بزرگوں کے حالات لئے ہیں۔ مثلاً شیخ ختلی قدس سرہ کے حالات کشف المحجوب ہی سے ماخوذ ہیں۔ اسی طرح دیگر مقامات پر بھی اخذ و استفادہ کیا ہے...... اس موقع پر یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ زمانہ قدیم میں اخذ و استفادہ کا یہی طریقہ تھا لہٰذا اسے معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔

حضرت خواجہ شرف الدین یحیٰ منیری قدس سرہ (782ھ) اپنے مکاتیب شریفہ میں کشف المحجوب کی عبارات بطور سند نقل کرتے ہوئے، حضرت داتا صاحب کی عظمت کا اعتراف یوں کرتے ہیں۔

"صاحب کشف المحجوب کہ مقتدائی عصر خود بودہ است"(78)

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ (م بعد از 825ھ) کے مجموعہ ملفوظات لطائف اشرفی مرتبہ حضرت نظام غریب یمنی میں متعدد مقامات پر کشف المحجوب کے حوالے ملتے ہیں۔ مثلاً

1۔ "می فرمودند کہ صاحب کشف المحجوب را......"(79)

2۔ "صاحب کشف المحجوب گوید......"(80)

حضرت خواجہ محمد پارساؒ (م 822ھ) کا استفادہ

حضرت خواجہ پارسا نے اپنی مایہ ناز تصنیف فصل الخطاب کی متعدد فصول اور مختلف مقامات پر کشف المحجوب کی عبارتیں نقل کی ہیں اور نہایت تعظیم وتکریم سے حضرت داتا گنج بخش کا ذکر کیا ہے، ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

"شیخ عالم، عارف، زاہد، مجاہد شیخ الشیوخ قدوۃ اہل الطریقہ کاشف اسرار الحقیقت ابوالحسن علی بن عثمان بن ابی علی الغزنویؒ کہ از اقران سلطان طریقہ و برہان حقیقت شیخ ابوسعید بن ابوالخیر فضل اللہ بن محمد بن احمد المیہنی است قدس اللہ تعالیٰ روحہ واقتدائی ہر دو بزرگوار در طریقت بزین اوتادو شیخ عباد ابوالفضل محمد بن الحسن السرخی است قدس اللہ روحہ در کتاب کشف المحجوب لارباب القلوب آوردہ است......"(81)

القباس حضرت پارسا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت شیخ علی ہجویری اور حضرت ابوسعید بن ابی الخیر (رحمہما اللہ) حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن سرخسیؒ کے مرید تھے صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے دونوں بزرگوں کے پیران طریقت کا ایک ہی نام تھا مگر مسکن علیحدہ علیحدہ...... محض ہم نامی کی وجہ سے انہیں یہ اشتباہ ہو گیا۔ حضرت ابوسعید کے حالات کے سلسلے میں کشف المحجوب میں بتایا گیا ہے کہ ان کے مرشد سرخس میں رہتے تھے۔

"دران وقت والی، سرخس شیخ ابوالفضل حسن بود"۔ (82)

مولانا جامی قدس سرہ نے شیخ ابوالفضل بن حسن السرخسی قدس سرہ کے حالات کے شروع میں لکھا ہے:

''شیخ ابوالفضل بن حسن السرخسی قدس سرہ، نام وی محمد بن الحسن است، وی مرید ابونصر سراج است و پیر شیخ ابوسعید ابوالخیر''۔ (83)

پھر شیخ ابوسعید کے حالات میں رقم فرمایا ہے:

''پیروی در طریقت شیخ ابوالفضل بن حسن سرخسی است''۔ (84)

ہم نامی کی وجہ سے جو التباس واشتباہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے پیش نظر حضرت داتا صاحب کے مرشد ارشد کے حالات لکھتے وقت شروع ہی میں وضاحت کر دی ہے۔

''ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی قدس سرہ وی غیر ابوالفضل بن حسن سرخسی است''۔ (85)

معلوم ہوتا ہے کہ فصل الخطاب، حضرت یعقوب چرخی غزنوی صاحب رسالہ ابدالیہ کے پیش نظر تھی لہٰذا انہوں نے فصل الخطاب کے اس بیان پر اعتماد کرتے ہوئے لکھ دیا کہ حضرت ابوسعید ابوالخیر اور حضرت علی ہجویری دونوں بھائی (پیر بھائی) تھے۔ (86) اور خواجہ پارسا کے تتبع میں کشف المحجوب کے نام کے ساتھ لارباب القلوب کا اضافہ بھی روا رکھا۔ کشف المحجوب کے نام کے ساتھ لارباب القلوب کے اضافے پر بحث آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

حضرت ابوالفتح سید محمد حسینی گیسودراز قدس اللہ سرہ العزیز (م 825ھ)

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز نے اپنی بے مثل تصانیف میں کشف المحجوب کے حوالے دیئے ہیں۔ ان کے مکتوبات شریف کا مجموعہ پیش نظر ہے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

''آں محقق مدقق آں شیخ برحق آں صوفی معنوی وصوری ابوعلی عثمان (علی بن عثمان) ہجویری قدسی نقل کردہ است''۔ (87)

ان مکاتیب شریفہ کا متن اغلاط سے پر ہے۔ مصحح نے تصحیح کی امکانی کوشش کی ہے مگر پھر بھی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ حضرت داتا صاحب کے اسم گرامی کو جو ''ابوعلی عثمان'' لکھا ہے یہ بھی کتابت کی غلطی ہے۔

شیخ محمد اکرم صابریؒ نے اقتباس الانوار کے مآخذوں کی فہرست اس کے صفحہ 3 پر دی ہے۔ جس میں کشف المحجوب کا نام درج ہے۔

ژوکوفسکی لکھتا ہے۔

"درتالف وتدوین سفینۃ الاولیاء، خزینۃ الاصفیاء نامہ دانشوران[88] وطرایق الحقائق[89]

، نیز از کشف المحجوب استفادہ ہای بسیار واقتباسات مکرر ومتعددی شدہ است"[90]

مراجع ومنابع کشف المحجوب

کشف المحجوب سے استفادہ واستفاضہ کرنیوالے اولیاء کرام اور مورخین کے ذکر کے بعد حضرت گنج بخش قدس سرہ کی نورانی تصنیف کے مراجع ومنابع کا بیان اشد ضروری ہے۔

(ا) فیض عالم قدس:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ (الانعام نمبر 125)

یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہدایت کرے تو اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتا ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ (الزمر:22)

یعنی جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کیلئے کھول دیا ہو، وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نور (روشنی) پر ہوتا ہے اور جسے حق تعالیٰ شرح صدر کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے تو اسے اپنے انوار وتجلیات سے نوازتا ہے اور عالم قدس سے جو انوار اس کے قلب پر وارد ہوتے ہیں ان کی برکات سے کشف حقائق ہوتا ہے اور رموز حقیقت واسرار معرفت منکشف ہوتے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث مقدسہ کا صحیح فہم وادراک حاصل ہوتا ہے۔ غرض کہ حضرت داتا گنج بخش کی تصنیف منیف کا منبع اول یہی فیض عالم قدس ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

(ب) قرآن مجید

(ج) احادیث نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

پروفیسر ژوکوفسکی نے کشف المحجوب کے دقیق مطالعہ کے بعد اس کے منابع وماخذ تلاش کئے ہیں اور اپنے مقدمہ کشف المحجوب میں ان کے نام درج کئے ہیں۔

1۔ **تاریخ اہل صفہ:۔** تالیف حضرت ابو عبد الرحمن سلمی متوفی 412ھ (کشف،[91] ص 99) حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس تالیف کا نام نہیں لکھا مگر تاریخ اہل الصفوۃ کا ذکر ہے۔ ممکن ہے کہ یہ زیر بحث کتاب ہی ہو (جلد دوم، نمبر شمار 2168)

2۔ **کتاب سلمی از:۔** (کشف ص 141) جو بعد میں طبقات الصوفیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

3۔ کتاب قشیری:۔ (کشف ص 141) جو الرسالتہ القشیریہ کے نام سے معروف ہے۔

4۔ کتاب محبت:۔ (کشف، ص 399) تالیف عمر بن عثمان مکی متوفی 297۔296ھ۔ شیخ عطار نے بھی تذکرۃ الاولیاء میں اس سے استفادہ کیا ہے (تذکرہ طبع لاہور، ص 233)

5۔ لمع:۔ (فی التصوف) تالیف ابونصر سراج (یافعی نے مراۃ الجنان میں لکھا ہے کہ اس کا سال اتمام تصنیف 378ھ ہے)

6۔ تاریخ المشائخ:۔ تالیف محمد بن علی حکیم ترمذی (کشف، ص 50)

7۔ کتاب مقدسی:۔ (کشف، ص 334) ممکن ہے کہ یہ وہی رسائل اخوان الصفا ہوں۔ جن کے مولفین میں سے ایک ابوسلیمان البستی المقدسی ہے۔

8۔ حکایات عراقیاں:۔ (کشف، ص 56) از تصانیف شیوخ صوفیہ عراق۔

9۔ حکایات:۔ حضرت علی ہجویری قدس سرہ نے کشف المحجوب میں بار بار فرمایا۔ "اندر حکایات یافتم" بنابریں یہ واضح ہے کہ یہ کتاب المحجوب کے مآخذوں میں سے ہے۔

منابع درجہ دوم:

مشہور اور اہم کتابیں جو کشف المحجوب کی تصنیف کے وقت دوسرے درجہ پر حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر رہیں، ان کے نام یہ ہیں:۔

1۔ تصانیف حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ، کشف المحجوب کے بیان کے مطابق ان کی تعداد پچاس اور اقطار و اکناف خوزستان، فارس اور خراسان میں منتشر ہو چکی ہیں (کشف، ص 191)

2۔ تالیف ابوجعفر محمد بن مصباح صیدلانی...... (کشف [92]، ص 334,214)

3۔ رسائل ابوالعباس سیاری...... حضرت داتا صاحبؒ نے ان کے پیرووں کو مرو اور نسا میں دیکھا، لہٰذا یہ رسائل بھی ان ہی شہروں میں دیکھے ہوں گے۔

4۔ رسائل حکیم ترمذی؛ یہ رسائل حضرت داتا صاحب قدس سرہ کی توجہ کا مرکز رہے (کشف، ص، 439,178) اور ان کے نام یہ ہیں۔ بیان آداب المریدین، ختم الولایت، کتاب النہج نوادر الاصول (فی معرفت اخبار الرسول)

5۔ کتاب سماع:۔ از ابوعبدالرحمن سلمی (کشف، ص 523)

6۔روایات۔از ابوالفضل ختلی مرشد ہجویری رحمہا اللہ (کشف،ص110)

7۔غلط الواجدین۔از تصانیف ابومحمد رویمی۔(کشف،ص170)

اب ان کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جو مستقلاً حضرت ہجویری قدس سرہ کا مراجع نہیں رہیں بلکہ کبھی کبھی ان کی طرف رجوع کیا گیا۔

1۔تصحیح الارادہ:۔از تصانیف حضرت جنید بغدادی قدس سرہ (کشف،ص،439)

2۔الرعایہ بحقوق اللہ۔از تالیف احمد بن خضرویہ۔(کشف،ص439)

3۔کتاب اندر اباحت سماع، مولف نا معلوم (کشف،ص524)

4۔کتاب اندر مرقعہ، از تصانیف ابومعمار اصفہانی (کشف،ص62)

5۔کتاب رغایب، از تصانیف ابوعبداللہ الحارث بن اسد المحاسبی، در اصول تصوف (کشف، ص134) حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس کا ذکر کیا ہے۔

6۔مراۃ الحکما، از تصانیف شاہ شجاع کرمانی (کشف،ص174)

آخر میں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ مذکورۃ الصدور کتب و رسائل کے علاوہ اور تصانیف و توالیف بھی صاحب کشف المحجوب کے زیر نظر رہی ہیں جن کے مصنفین و مولفین کے صرف اسماء گرامی تحریر کرنے پر اکتفا کی گئی ہے مثلاً تصانیف یحییٰ رازی (کشف، ص 153) تالیف ابوبکر وراق (کشف، ص 439,179) آثار سہل بن عبداللہ (کشف، ص 439) کتب مشائخ (کشف، ص 334) اور ابو حمدون قصار دصوفیہ قصاریان کے اقوال کر نقل کئے ہیں۔(کشف،ص328)[93]

رسالہ قشیریہ اور کشف المحجوب

حضرت امام ابوالقاسم قشیری قدس سرہ (م 465ھ) حضرت شیخ علی ہجویری قدس سرہ کے معاصر ہیں اور حضرت مخدوم ہجویری نے ان سے ملاقات بھی کی ہے اور کشف المحجوب میں ان کی جلالت شان کے معترف ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ حضرت داتا صاحب کے استاد بھی ہیں، مگر کشف المحجوب سے اس خیال کی تائید و تصدیق نہیں ہوتی۔ امام قشیری نے الرسالہ القشیریہ 437ھ میں لکھنا شروع کیا اور اوائل 438ھ میں مکمل کر لیا تھا اور رسالہ قشیریہ کشف المحجوب کی تصنیف کے وقت حضرت داتا صاحب کے پیش نظر تھا...... یہ دونوں کتابیں جو ایک ہی موضوع سے متعلق ہیں اور ہم عصر بزرگوں کی تصانیف ہیں، ان

دونوں میں جو نمایاں فرق ہے، اسے سمجھنے کیلئے درج ذیل آراء مفید ثابت ہوں گی۔

ڈاکٹر پیر محمد حسن مترجم و محشی رسالہ قشیریہ فرماتے ہیں۔

''ہجویری نے اس کتاب (کشف المحجوب) میں قشیری کے رسالہ کا تتبع کیا ہے) اور بعض ایسے امور سے بحث کی ہے، جن کا رسالہ میں کوئی ذکر نہیں''۔ (94)

مخدومی پیر صاحب نے حضرت داتا صاحب کو امام قشیری کا متبع لکھنے کے ساتھ یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ شیخ ہجویری نے ''بعض ایسے امور سے بحث کی ہے، جن کا رسالہ میں کوئی ذکر نہیں'' مگر کشف المحجوب کے مصحح اور مقدمہ نگار ژوکوفسکی امام قشیری کو حضرت داتا صاحب کے شیوخ صحبت میں شمار کرنے کے باوجود یہ تسلیم نہیں کرتا کہ ہجویری نے اپنی تصنیف میں قشیری کا تتبع کیا ہے۔ لکھتا ہے:

''الرسالہ القشریہ فی علم التصوف للامام العالم ابی القاسم عبدالکریم ہوازن القشیری و کشف المحجوب ہجویری جلابی غزنوی، اولی تبازی و دومی بپارسی ہر دو از کتب طراز اول تصوف، دہر دور رحدود اواسط قرن پنجم ہجری تالیف شدہ است، باوجود وحدت کامل موضوع، ہر بحث، نہ در کیفیت و کمیت مسائل مورد نظر، و نہ در تعبیر و تفسیر مطالب مطروحہ ہیچ گونہ وجہ اشتراکی بین ایں دو اثر نفیس و اصیل مشاہدہ نمی شود، فقط گاہ گاہی در بعضی اصطلاحات فنی اندک مشابہتی بین آں دو ملاحظہ می گردد (فی المثل قشیری گوید، المحود الاثبات (ص 46، رسالہ) و ہجویری می نولسید، النفی والاثبات (ص 494 کشف) لاغیر''۔ (95)

عبدالماجد دریابادی، جو رسالہ قشیریہ اور کشف المحجوب میں سے کسی کے بھی دیباچہ نگار نہیں ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے:۔

''اس کتاب کے تقریباً ہم عمر امام ابوالقاسم قشیری کا عربی رسالہ القشیریہ ہے، موضوع اس کا بھی تصوف ہے، دونوں کی طرز تصنیف میں فرق یہ ہے کہ امام موصوف نے زیادہ تر متقدمین کے اقوال و حکایات کے نقل کر دینے پر اکتفا کی ہے، بہ خلاف اسکے مخدوم ہجویری ایک محققانہ، مجتہدانہ انداز سے اپنے ذاتی تجربات، مکاشفات، واردات، مجاہدات وغیرہ بھی قلم بند کرتے جاتے ہیں، اور مباحث سلوک پر ردوقدح کرنے میں تامل نہیں کرتے، اس لئے ان کی کتاب کی حیثیت محض ایک مجموعہ روایات و حکایات کی نہیں بلکہ ایک مستند محققانہ تصنیف کی ہے''۔ (96)

سبک کشف المحجوب

ملک الشعرا بہار نے کشف المحجوب کی نثر کو دور اول یعنی سامانیاں میں شامل کیا ہے لکھتے ہیں:

''ایں کتاب از حیث سبک بالاتر و اصیل تر و بدورہ اول نزدیک تر است، تا سائر کتب صوفیہ، می تواں آں را یکی از کتب طراز اول شمرو کہ ہر چند در قرن پنجم تالیف شدہ وبیش از کتب قدیم دست خوش تازی ولغت ہای آں زمان است، اما باز نمونہ سبک قدیم را از دست ندا وہ وروی ہمرفتہ واررای سبک کہنہ است۔ افعال و لغات کہنہ وغریب و استعمالات دورہ اول بتمامہا دریں کتاب دیدہ می شود وازیں گذشتہ اصطلاحات خاصی نیز از خود دارو کہ غالب آن ہا بعد ازین در کتب تصوف مصطلح گردیدہ است''۔ (97)

اس کے بعد ملک الشعرا نے ذیل کے عنوانات کے تحت داد تحقیق دی ہے۔

لغات فارسی، اصطلاحات وکلمات تازہ عربی، موازنہ وسجع، حذف افعال بقرینہ۔ (98)

کشف المحجوب کے نام اور زبان کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ

کشف المحجوب کے تمام قدیم خطی نسخوں میں اس کا پورا نام کشف المحجوب ہی لکھا ہے اور قدیم ترین مصنفین نے بھی اس کا یہی نام تحریر کیا ہے، مگر بعض مصنفین نے اس کا پورا نام کشف المحجوب لا رباب القلوب سمجھا ہے۔ اس اشتباہ کا سبب یہ ہے کہ حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے فصل الخطاب میں یوں لکھا ہے۔

''در کشف المحجوب لا رباب القلوب آوردہ است''۔ (99)

چونکہ کشف المحبوب حاجی خلیفہ کے پیش نظر نہ تھی، اس لئے انہوں نے کشف الظنون میں اس کا نام اور کیفیت فصل الخطاب سے نقل کی۔

ژوکوفسکی لکھتا ہے۔

''دریں مورد می تواں گفت کہ مشار الیہ (حاجی خلیفہ) اصلاً خود متن کتاب کشف المحجوب را نہ دیدہ بودہ است، زیرا معمولاً حاجی خلیفہ ہنگام بحث از کتابہای کہ شخصاً برای العین دیدہ، آغاز وانجام نسخہ نیز نقل می کند ولی در مورد کشف المحجوب چنیں چیزی نیاوردہ است''۔ (100)

لہذا کشف الظنون پر اعتماد کرتے ہوئے متاخرین نے اس کا نام کشف المحجوب لارباب القلوب لکھنا شروع کر دیا۔

پھر لکھا ہے:

''خواجہ محمد پارسا از عرفای طریقہ نقشبندیہ متوفی ہشت صد و بسیت و دو ہجری قمری، کہ در حدود دو قرن قبل از حاجی خلیفہ می زیستہ، در تالیف خود بنام فصل الخطاب لوصل الاحباب اظہار داشتہ کہ کشف المحجوب عنواں اختصاری کتاب ہجویری است و نام کامل آن چنیں می باشد کشف الحجب المحجوب لارباب القلوب''۔ (101)

اور حاشیہ میں لکھا ہے:

''در فہرست آغاز نسخہ بدین عنوان آمدہ، کتاب کشف سر المحجوب لارباب القلوب باضافتہ کلمہ ''سر''(102) (نسخہ خطی، دانش گاہ لیٹن گراڈ)

اس اقتباس میں ژوکوفسکی کی دو باتیں محل نظر ہیں۔ اول یہ کہ فصل الخطاب کے نام کے ساتھ لوصل الاحباب کا اضافہ غلط ہے۔ اس کتاب کا جو قلمی نسخہ راقم السطور کے پیش نظر ہے اس سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی دوم۔ حاجی خلیفہ نے اس کا نام فصل الخطاب فی المحاضرات لکھا ہے (103) پھر آگے چل کر ایک اور کتاب کا تعارف کرایا ہے جس کا نام فصل الخطاب لوصل الاحباب ہے۔ کشف الظنون کی عبارت ملاحظہ ہو۔

''فصل الخطاب لوصل الاحباب...... منظومہ فی اثنی عشرت الف بیت للشیخ بدر الدین محمد بن محمد المعروف بابن رضی الدین الغزی م 984۔ (104)

معلوم ہوتا ہے کہ ژوکوفسکی کو کشف الظنون دیکھتے وقت غلطی لگی ہے۔ دوسرے جو یہ لکھا ہے۔

''فضل الخطاب میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ کشف المحجوب اختصاری نام ہے اور پورا نام کشف الحجب المحجوب لارباب القلوب ہے''۔

عجیب بات ہے...... 711 صفحات پر مشتمل فصل الخطاب پیش نظر ہے، اس میں ہمیں تو ایسا کوئی اشارہ بھی نہیں ملا۔ اس کتاب میں ساٹھ ستر جگہ کشف المحجوب کے اقتباسات صرف کشف المحجوب کے نام سے نقل ہوئے ہیں، بلا کسی وضاحت کے، اور صرف دو مقام پر اس طرح کے نام نظر آئے ہیں۔

1۔ ''کشف المحجوب لارباب القلوب''(105)

2۔ ''کشف حجب المحجوب لارباب القلوب''۔ (106)

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ پارسا جوش عقیدت اور کتاب کے موضوع کی مزید وضاحت کی خاطر اپنی طرف سے الفاظ بڑھاتے رہے ہیں۔ جیسا کہ نسخہ مخزونہ دانش گاہ لینن گراڈ کی فہرست میں ایک تیسرا اضافہ یہ ہے۔ ''کشف سر المحجوب لارباب القلوب''۔

غرض کہ فصل الخطاب کے مطالعہ ہی سے رسالہ ابدالیہ اور کشف الظنون کے مولفین کو اشتباہ ہوا ہے وگرنہ حضرت داتا صاحب کی کتاب کا نام صرف اور صرف کشف المحجوب ہی ہے۔

پروفیسر محمد حبیب (علی گڑھ یونیورسٹی) جو بھارت کے مسلمانوں کے اذہان کو کمیونزم کے زہریلے اثرات سے مسموم کرنے پر مومور تھے۔ اسی لئے انہیں داراشکوہ کے دور الحادو زندقہ کی تحریریں بہت پسند تھیں۔ یہ صاحب 1931ء میں کابل گئے تو بقول ان کے حضرت نور المشائخ ملا صاحب شور بازار رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اس خیال کا اظہار کیا کہ کشف المحجوب عربی زبان میں لکھی گئی تھی، اس کا فارسی ترجمہ بعد کو ہوا۔ عربی اصل ضائع ہوگئی، فارسی ترجمہ باقی رہ گیا۔ پروفیسر صاحب نے اس رائے کو قبول کرلیا اور آخر تک اس پر قائم رہے۔ (107)

خدا جانے حضرت نور المشائخ نے کیا فرمایا اور انہوں نے کیا سمجھا۔ بہر حال یہ رائے بالکل غلط ہے اس کتاب کی نثر سبک قدیم میں ہے، جو بعد میں نہیں لکھی جاسکتی تھی۔ نیز قدیم کتابوں میں جو اس کے اقتباسات ملتے ہیں وہ بالکل اس کے مطابق ہیں۔

کشف المحجوب فارسی کے مطبوعہ نسخے

اس کتاب کی افادیت کے پیش نظر اس کے خطی نسخے بہت جلد اطراف واکناف عالم میں پھیل گئے تھے جیسا کہ تذکرۃ الاولیاء میں اس کے حوالے ملتے ہیں اور اس کے قلمی نسخے دنیا کی تمام بڑی بڑی لائبریریوں میں موجود ہیں اور بعض لوگوں کے ذاتی کتب خانوں میں بھی اس کے قلمی نسخے پائے جاتے ہیں۔ مگر بخوف طوالت اس وقت ان کی تعداد اور ضروری کوائف بیان نہیں کئے جاسکتے۔ صرف مطبوعہ فارسی نسخوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

1۔ کشف المحجوب :۔ مطبوعہ مطبع پنجابی لاہور، صفحات 267، راقم الحروف کے سامنے اس کا جو نسخہ (مملوکہ میاں محمد الدین کلیم) ہے، اس کا پہلا صفحہ بوسیدہ ہونے کے باعث سن طباعت بچشم خود

پڑھ نہیں سکا۔ڈیوگن نے اپنے مضمون میں اس کا سن طباعت 1874ء دیا ہے۔[108]

2۔ مطبوعہ بہاول پریس لاہور، سن طباعت ندارد، صفحات 328، اس نسخہ میں مطبع پنجابی کے نسخہ کے حواشی من وعن درج ہیں۔ گویا یہ اسی کی نقل ہے۔ یہ ایڈیشن میرے پیش نظر ہے اس پر سن طباعت درج نہیں، مگر ڈیوگن نے اس کا سن طباعت 1903ء[109] دیا ہے۔ خدا جانے اس نے یہ کیسے جانا۔ بہر حال یہ نسخہ ہے خاصہ قدیم۔

3۔ مطبوعہ مطبع نامی کرامی حرمت مسند سلیانوف (سمرقند) سن طباعت 1330ھ/1912ء، یہ نسخہ بہت شوق سے چھاپا گیا ہے اور آخر میں مصنف کے سوانح داراشکوہ کی سفینۃ الاولیاء سے نقل کر دیئے گئے ہیں۔

4۔ مطبوعہ مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور، سن طباعت 1342ھ/1923ء صفحات 329، یہ نسخہ نمبر 1 اور 2 کی نقل ہے اور اس کے مصحح ہیں مولانا سید احمد علی شاہ پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور، آخر میں مصنف کے مختصر سوانح بزبان فارسی مرقومہ منشی حبیب اللہ درج ہیں اور یہ نسخہ سنہ مذکورہ میں دوبارہ طبع ہوا۔

5۔ مطبوعہ رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور، سن طباعت 1931، صفحات 328

6۔ نسخہ ژوکوفسکی مطبوعہ لینن گراڈ (روس) سن اشاعت 1344ھ/1926ء صفحات مع فہارس 607، یہ نسخہ اس کے مرتب پروفیسر والنتین، ژوکوفسکی (م 1918) کی تصحیح، مقدمہ بزبان روسی اور ضمیمہ ہشت فہارس کے لحاظ سے سب نسخوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ چونکہ اس کے صرف اڑھائی سو نسخے طبع ہوئے تھے، اس لئے نایاب کے حکم میں داخل ہے۔ راقم نے بھی اس کی زیارت نہیں کی۔

7۔ نسخہ ژوکوفسکی طبع تہران۔ ژوکوفسکی کا تصحیح کردہ نسخہ ادارہ انتشارات امیر کبیر تہران نے 1336 شمسی/1957ء میں شائع کیا۔ ژوکوفسکی کے مقدمہ کو فارسی میں منتقل کر کے شامل کیا گیا ہے۔

فاضل محمد لوی عباسی نے اس کے ابتداء میں دو مقالے ''تجلیات تصوف ایرانی'' اور ''تحقیقات نویں راجع بکشف المحجوب'' شامل کر کے اس کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ محمد لوی عباس کے پہلے دو مقالے اور ژوکوفسکی کا مقدمہ 62 صفحات کو محیط ہیں اور متن کتاب کے 546 صفحات ہیں۔ آخری آٹھ فہرستوں کے 61 صفحے ہیں۔ غرض کہ بہترین نسخہ ہے۔

8۔ مطبوعہ نامی پریس لاہور، سن اشاعت ندارد، صفحات 328۔ کاغذ اور صحت کے لحاظ سے

بہت ناقص ہے۔اس پر سن شاعت تحریر نہیں۔لیکن راقم کو معلوم ہے کہ قریبا1960ء میں طبع ہوا تھا۔ اس کے آخر میں 28 صفحات پر مشتمل فصول وابواب کی وضاحتی فہرست موجود ہے۔

9۔نسخہ مولوی محمد شفیع :۔ مطبوعہ نوائے وقت پرنٹرز، لاہور سن طباعت 1968، صفحات 481 ناشر احمد ربانی، اس کے شروع میں ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب کی نشری تقریریں بطور پیش لفظ اور مقدمہ دے دی گئی ہیں، چونکہ یہ نسخہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے مکتوبہ نسخے کی نقل بتایا جاتا ہے، اس لئے حضرت زکریا قدس سرہ کے حالات زندگی مرقومہ مولوی صاحب موصوف بھی شامل کر دیئے گئے ہیں مگر اہل علم اس خطی نسخے کا حضرت زکریا سے انتساب صحیح نہیں سمجھتے۔مولانا نور احمد خان فریدی مولف تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا و مولف کتب کثیرہ رقم فرماتے ہیں۔

''العزیز بہاولپور کے شمارہ فروری 1945ء میں ایک مضمون شائع ہوا تھا، جس میں صاحب مضمون نے تحریر کیا تھا کہ حضرت شیخ الاسلام نے سید ہجویری کی مشہور عالم تصنیف کشف المحجوب کو بھی اپنے ہاتھ سے سپرد قلم فرمایا تھا، یہ قیمتی نسخہ جیسا کہ صاحب مضمون نے تحریر کیا، پیرزادہ مولوی محمد حسین صاحب ایم اے مترجم عجائب الاسفار کے کتب خانہ میں موجود تھا، خاکسار نے ان کے قریبی رشتہ داروں سے ہر چند دریافت کرنے کی کوشش کی لیکن اس گنج شائیگاں کا پتہ نہیں چل سکا۔حال ہی میں جناب احمد ربانی صاحب نے محکمہ اوقاف کی اعانت سے کشف المحجوب کا ایک فارسی نسخہ طبع کرایا ہے۔ان کا دعویٰ ہے کہ یہ وہی نسخہ ہے ...... جس کی ڈھنڈیا پڑ رہی تھی، انہوں نے اس نسخے کا پہلے اور آخری صفحے کا عکس بھی دیا ہے، مگر اسے حضرت شیخ الاسلام سے منسوب کرنے میں چند اشکال حائل ہیں۔ایک یہ کہ اس پر تاریخ ارقام 664ھ درج ہے، حالانکہ حضرت کا سنہ وصال بالاتفاق 661ھ ہے۔دوسرے یہ کہ دستخط کی عبارت بہاء الدین زکریا پر مشتمل ہے۔لیکن حضرت شیخ الاسلام کا نام صرف زکریا ہے۔ابو محمد کنیت اور بہاء الدین لقب ہے۔کوئی شخص اپنے نام کے ساتھ اپنے قلم سے لقب نہیں لکھا کرتا۔چہ جائیکہ حضرت شیخ الاسلام جیسی منکسر المزاج شخصیت اپنے نام سے پہلے اپنے لئے بہاء الدین لکھنا پسند کرتی۔لہٰذا اس قلمی نسخے کا حضرت سے انتساب صحیح نہیں''۔ (110)

مولانا فریدی صاحب نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ ''حضرت کا سن وصال بالاتفاق 661ھ ہے'' صحیح نہیں، اختلاف، کسی نے 661ھ تو کسی نے 666ھ لکھا ہے۔ اگر 666ھ ہی کو صحیح قرار دے دیا جائے تو سوال یہ ہوتا ہے کہ اس وقت ان کی عمر 95 برس سے کچھ اوپر ہوگی، کیا اس عمر میں وہ اتنی ضخیم کتاب کی نقل کی طرف متوجہ ہو سکتے تھے؟ مزید طرفہ یہ کہ ترقیمہ میں بہاء الدین کو بہاؤ الدین واؤ کے اضافہ کے ساتھ اور زکریا کو ذکریا ذال کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے، حضرت شیخ الاسلام ہرگز ہرگز اس طرح کی غلطیاں نہیں کر سکتے تھے۔ لہٰذا اس نسخے کا حضرت شیخ الاسلام کی طرف انتساب کاتب کا جعل ہے ...... بہر حال یہ نسخ صحت کے اعتبار سے سمرقندی نسخ سے بہتر ہے۔

تراجم

پروفیسر نکلسن (م 1945) نے کشف المحجوب کا انگریزی ترجمہ کیا جو پہلی بار 1911ء میں گب میموریل لندن نے شائع کیا، 1936ء میں اس کا نظر ثانی ایڈیشن چھپا۔ پھر 1959ء اور 1967ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا، یہ اس کتاب کی مقبولیت کی واضح دلیل ہے کہ اس کا انگریزی ترجمہ بھی چار بار چھپ چکا ہے۔

بیس سے زائد اردو تراجم چھپ چکے ہیں اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو بار بار شائع ہوئے، اس وقت ان سب تراجم کی تفصیل دینے کی گنجائش نہیں۔

سیاحت

مردان خدا کی زیارت اور مزارات اولیاء اللہ سے استفادہ واستفاضہ کی غرض سے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا بہت بڑا مجاہدہ ہے، جو مشاہدہ کی دولت سے نوازتا ہے، حضرت داتا صاحب نے یہ مجاہدہ بھی حد کمال کو پہنچا دیا۔ قریباً تمام عالم اسلام کی سیاحی کی اور وقت کے اعاظم مشائخ وصوفیہ سے اکتساب فیض کیا، انہوں نے جن جن ملکوں اور شہروں کے بزرگوں سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تھا، اس کا ذکر کشف المحجوب میں کیا ہے، ان اماکن کی نامکمل فہرست درج ذیل ہے۔

ماوراء النہر، آذربائیجان، بسطام، خراسان، کمش، کمند، نیشاپور، بخارا، سمرقند، سرخس، طوس، شام، بیت الجن، دمشق، رملہ، عراق، بغداد، فارس، نواحی خوزستان، فرغانہ، شلاتک، اوزکند، میھنہ، مرو، ترکستان، پاک وہند۔

کشف المحجوب حضرت داتا صاحب کا سفر نامہ نہیں ہے، اس میں ان کے سفر و سیاحت کا ذکر ضمناً ہوتا چلا گیا ہے، لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے اتنے ہی ملکوں اور شہروں کی سیاحی کی، جن کے نام ان کی کتاب میں مذکور ہوئے ہیں۔ اور ان کا سفر پاک و ہند بھی صرف اس حد تک محدود نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ غزنی سے چل کر لاہور پہنچ گئے۔ کشف المحجوب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے پاک و ہند کے اکثر شہروں کی سیاحت کی تھی، یہاں کے علماء سے ملے تھے اور یہاں کی تہذیب و تمدن، رسم و رواج اور ہندوؤں کے عقائد سے گہری واقفیت حاصل کی تھی، فنا و بقاء کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ پر ہندوستان میں میرا ایک عالم سے مناظرہ ہوا تھا۔

''ہندوستان کے اندر میں نے ایک شخص دیکھا جو تفسیر و تذکیر اور علم کا مدعی تھا، اس نے مجھ سے فنا و بقاء کے مسئلہ پر مناظرہ کیا، جب میں نے اس کی تقریر سنی تو معلوم ہوا کہ یہ خود فنا و بقاء کو بالکل نہیں سمجھتا اور قدیم و محدث کے فرق کو بھی نہیں جانتا''۔ (111)

حلولیہ کے عقائد باطلہ کے بیان میں روح کے مسئلہ پر گفتگو فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''..........اور جملہ اہل ہند و تبت اور چین و ماچین یہی عقیدہ رکھتے ہیں شیعوں قرامطوں اور باطنیوں کا بھی اسی پر اجماع ہے..........''۔ (112)

محبت کی شہرت اور تعریف کی بحث کے دوران، سلطان محمود غزنویؒ سے ہنود کی قلبی ناراضی اور ان کی بے بسی کا ذکر نہایت لطیف پیرائے میں کیا ہے۔

''ہندوؤں کے نزدیک محبت کی قید محمود کی قید سے بھی زیادہ مشہور ہے.....اور محبت کا زخم اور داغ ہندوؤں کے نزدیک اس زخم سے بھی زیادہ شہرت رکھتا ہے جو محمود نے انہیں لگایا تھا''۔ (113)

باب سماع الاصوات والالحان میں رقم طراز ہیں:

''مشہور ہے کہ ہندوستان میں کچھ ایسے لوگ ہیں، جو جنگل میں جا کر گاتے اور سریلی آواز نکالتے ہیں، ہرن جب ان کے غنا اور لحن کو سنتے ہیں تو وہ ان کی طرف آ جاتے ہیں اور (شکاری) ان کے گرد گھوم کر گاتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ہرن گانے کی لذت سے مست ہو کر آنکھیں بند کر کے سو جاتے ہیں اور وہ انہیں پکڑ لیتے ہیں''۔ (114)

آگے چل کر فرماتے ہیں:

''میں نے ہندوستان میں دیکھا کہ زہر قاتل میں ایک کیڑا پیدا ہو گیا تھا اور اس کی زندگی اسی زہر پر موقوف تھی''۔ (115)

غرض کہ انہوں نے بے سروسامانی میں پاپیادہ اس قدر سفر کیے کہ آج کے ذرائع میں ایک بے سروسامان فقیر کیلئے ان کا تصور بھی ناممکن ہے چنانچہ لعل بیگ لعلی لکھتا ہے

''مسافرت بسیار نمودہ و ریاضت و مجاہدات شاقہ کہ از طاقت بشری بیرون بود، کشیدہ''۔ (116)

لاہور میں ورودِ مسعود

خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

داراشکوہ نے لکھا ہے کہ حضرت داتا صاحب قدس سرہ نے تجدید وتوکل کی بنیاد پر بار ہا طویل سفر کئے اور بہت زیادہ سیاحی کے بعد دارالسلطنت لاہور میں اقامت گزین ہوئے، اور اس شہر کے تمام باشندے ان کے مرید و معتقد ہو گئے۔

''بار ہا بر قدم تجرید وتوکل سفر بسیار کردہ اند و بعد از سیاحی بسیار در دارالسلطنت لاہور رسیدہ اقامت درزیدند، اہل آں دیار ہمہ مرید و معتقد او گشتند''۔ (117)

لاہور تشریف لا کر اسی مقام پر قیام پذیر ہوئے جہاں ان کا مزار پر انوار ہے، مرزا لعل بیگ لعلی لکھتا ہے۔

''اکنوں قبرش در خطہ لاہور، در ہماں زمین است کہ روح پاکش از جسد مطہر وی مفارقت کردہ''۔ (118)

لاہور کب تشریف لائے؟

اس باب میں مختلف آراء ہونے کے سبب یہ مسئلہ نہایت پیچیدہ ہے، لالہ سبحان رائے بٹالوی رقم طراز ہے۔

''محمود غزنوی کے ہمراہ غزنی سے لاہور آئے اور یہیں فوت ہوئے، سلطان کا عقیدہ تھا کہ لاہور کی فتح ان ہی کی توجہ سے ہوئی''۔ (119)

یہ روایت واضح طور پر غلط ہے اس لئے بقول سید محمد لطیف مصنف تاریخ لاہور سلطان محمود غزنوی نے لاہور 393ھ میں فتح کیا اور بقول لین پول سلطان محمود 392ھ میں پہلی بار پاک وہند کی طرف متوجہ ہوا، گویا اس وقت تک حضرت داتا صاحب کی اس جہان رنگ و بو میں تشریف آوری بھی نہیں ہوئی تھی۔

فوائد الفواد میں ایک ایسی روایت درج ہے، جو بعض غلط فہمیوں کا باعث ہوئی، لہٰذا وہ آج تک ہدف تنقید بنتی چلی آرہی ہے۔ وھواورھذا۔

"شیخ حسین زنجانی اور شیخ علی ہجویریؒ دونوں ایک ہی پیر کے مرید تھے اور وہ پیر اپنے عہد کے قطب وقت تھے، شیخ حسین زنجانی (شیخ علی ہجویری سے) پہلے ہی لاہور میں مقیم تھے، کچھ مدت بعد ان کے پیر نے خواجہ علی سے فرمایا کہ لاہور جاؤ اور وہیں مقیم ہو جاؤ۔ شیخ علی ہجویری نے عرض کی کہ وہاں حسین زنجانی مقیم ہیں، پیر نے فرمایا! تم جاؤ اور جب علی ہجویری ان کے حکم کے مطابق لاہور پہنچے تو رات کا وقت تھا، صبح ہوئی تو دیکھا کہ لوگ حسین زنجانی کا جنازہ باہر لا رہے ہیں"[120]

اس روایت کی تکذیب و تردید میں رقم احقر اس قسم کی گرما گرم بحث نہیں کر سکتا۔ جس طرح کہ ڈاکٹر پیر محمد حسن اور پروفیسر محمد اسلم نے کی ہے، اس لئے کہ یہ ان ہی فضلا کا حق ہے۔[121] مختصر یہ کہ حضرت شیخ حسین زنجانی، جن کا مزار مبارک چاہ میراں لاہور میں مرجع خلائق ہے، ان کا سال وفات خزینۃ الاصفیاء میں 600ھ[122] اور تحقیقات چشتی میں 606ھ درج ہے، اور ان کی لاہور میں آمد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ سید یعقوب زنجانی کے ہمراہ آئے اور سید یعقوب زنجانی کے حالات میں بیان کیا ہے کہ وہ 535ھ مین وارد لاہور ہوئے۔[123] حضرت سید محمد معصوم شاہ قادریؒ ساکن چک سادہ شریف (م 1388ھ) نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ "میں نے شیخ زنجانی کے مزار پر وہ پتھر نصب دیکھا ہے جس پر ان کا سن وصال 600ھ کندہ تھا جو مزار کی مرمت کیوقت اتار دیا گیا"۔ عجیب بات یہ ہے کہ مفتی غلام سرور اور مولوی نور احمد چشتی نے ان کا سن وصال 600ھ اور 606ھ اپنی اپنی کتابوں میں لکھنے کے باوجود فوائد الفواد کی اس روایت کو حضرت داتا صاحب کی لاہور میں آمد کے سلسلے میں درج کر کے اسے حضرت حسین زنجانی مدفون چاہ میراں پر منطبق کر دیا ہے۔ بہر حال یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت حسین زنجانی حضرت داتا صاحب قدس سرہ سے قریبا ایک سو تیس سال بعد واصل بحق ہوئے اور ان سے

حضرت خواجہ خواجگان معین الدین حسن سنجری (س، ج، ز، ی) چشتی اجمیری قدس سرہ (م 233ھ) نے لاہور میں ملاقات کی تھی، ان دونوں بزرگوں کی ملاقات کا ذکر معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ مشہور تذکرہ نویس اور صوفی بزرگ حضرت شیخ جمالی (م 942ھ) نے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے۔

''حضرت شیخ المشائخ حسین زنجانی، جو حضرت شیخ سعد الدین حمویہ قدس روحہ کے پیر ہیں[124]، ان دنوں بقید حیات تھے، حضرت زبدۃ المشائخ والاولیاء معین الحق والدین قدس سرہ اور حضرت شیخ المشائخ والاولیاء شیخ حسین زنجانی قدس سرہ کے درمیان حد سے زیادہ ربط و محبت کا اظہار رہا''۔[125]

ابوالفضل آئین اکبری میں ان دونوں بزرگوں کی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے

''شیخ حسن (حسین) زنجانی فراواں آگہی داشت، خواجہ معین الدین در لاہور بہ صحبت اور سید، وخواب گاہ اودر انجاست''۔[126]

مولانا محمد غوثی شطاری رقم طراز ہیں:

''جب خواجہ معین الاولیاء چشتی اجمیری ہند کو تشریف لائے تو اس وقت چندروز لاہور میں پیر زنجانی کی مصاحبت میں بھی قیام فرمایا تھا، باہم راز داری اور خدا شناسی کی باتیں ہوا کرتی تھیں''۔[127]

ملا محمد صالح کمبوہ بھی ان بیانات کی تائید کرتا ہے۔

''بالجملہ در لاہور بہ صحبت شیخ حسین زنجانی رسیدہ وزانجا توجہ جانب دہلی اختیار فرمود''۔[128]

دارا شکوہ کی تائید مزید بھی ملاحظہ ہو۔

''......شیخ حسین زنجانی رادر لاہور دیدہ اند''۔[129]

اس مقام پر یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت خواجہ اجمیری قدس سرہ لاہور کب تشریف لائے؟ مولانا سید عبد الباری معینی اجمیری اپنی تنقیدی تالیف تاریخ السلف میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ 588ھ میں وارد ہند ہوئے اور لاہور میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد 589ھ میں اجمیر شریف پہنچ گئے۔[130]

اندریں صورت فوائد الفواد کی اس روایت کو الحاقی سمجھ لینا کوئی گناہ نہیں، مگر جب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہاں کی تاریخ نے سب بزرگوں کے حالات کو محفوظ کر لیا ہے تو عنان فکر کو اس طرف بھی موڑا جا سکتا ہے کہ حضرت داتا صاحب سے پہلے لاہور تشریف لانے والے حسین زنجانی ان سے مختلف ہوں گے اور ان کا مزار اور حالات محفوظ نہیں رہ سکے، مگر ہم نامی کی وجہ سے پہلے حسین زنجانی سے متعلق روایت کو بعد والے حسین زنجانی کی طرف منسوب کر دیا گیا، ہم نام بزرگوں کے حالات کے سلسلے میں اکثر ایسا ہوا ہے اور اس کی سینکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ حضرت خواجہ پارسا قدس سرہ کے تسامح کا واقعہ مذکور ہو چکا ہے کہ انہوں نے حضرت داتا صاحب اور حضرت ابو سعید (رحمہا اللہ) دونوں کو ایک ہی پیر کا مرید قرار دے دیا، یا جس طرح کہ جامی لاہوری کے قطعہ تاریخ وفات حضرت داتا صاحب کو حضرت عبد الرحمن جامی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے، لہٰذا اس معاملہ میں بھی التباس و اشتباہ کا قوی امکان ہے:

اندریں حال حضرت حسین زنجانیؒ سے متعلق روایت مندرجہ فوائد الفواد اس مسئلے کو سلجھانے کے بجائے مزید الجھا دیتی ہے:

بہرحال جس طرح حضرت کی تاریخ ولادت اور دیگر حالات زندگی کے باب میں قدیم تاریخیں کوئی رہنمائی نہیں کرتیں، اسی طرح ان کے لاہور میں ورود مسعود کے سلسلے میں بھی کوئی نشان دہی نہیں کرتیں لہٰذا اس کے متعلق بھی صرف قیاس ہی سے کام لیا گیا ہے۔

رائے بہادر کنہیا لال نے بسال 1884ء کسی ماخذ کا حوالہ دیئے بغیر لکھا ہے۔

''یہ بزرگ سلطان مسعود، سلطان محمود کے بیٹے کے ہمراہ لاہور میں آیا''۔ (131)

سید محمد لطیف نے بسال 1892ء سن ورود کا تعین بھی کر دیا۔

''آپ سلطان مسعود پسر سلطان محمود کی فوج کے پیچھے 431ھ میں لاہور تشریف لائے''۔ (132)

سید محمد لطیف نے سن کا تعین کر کے اس قیاسی سن کو مزید مشکوک بنا دیا ہے اس لئے کہ 431ھ میں سلطان مسعود دور ابتلاء میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس سال ترکمانوں نے اس کے ملک پر حملہ کر کے اسے شکست دے دی تھی۔ اس کے بعد وہ اپنے خزائن کو لے کر لاہور آ رہا تھا کہ دریائے جہلم کے کنارے اپنے ہی فوجیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر اپنے بھائی محمد کا قیدی بن گیا (ملخصاً) (133)

اس کے باوجود 431ھ پر اکثر مورخین مطمئن نظر آتے ہیں، مگر رائے بہادر کنہیا لال کی تاریخ لاہور سے 32 سال قبل لکھی جانیوالی کتاب چار باغ پنجاب مولفہ گنیش داس میں ان کی تشریف آوری کا سال 451ھ تحریر ہے۔

"در 451ھ چہار صد و پنجاہ و یک ہجری در لاہور تشریف آوردند..... بعد چہاردہ سال در سلطنت سلطان ابراہیم غزنوی بتاریخ 465ھ چہار صد و شصت و پنجم ہجری در لاہور ودیعت حیات سپردند"۔ (134)

جب یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت داتا صاحب نے اپنی عمر کے آخری سال لاہور میں گزارے (135) تو پھر گنیش داس وڈیرہ نے جو سن (451ھ) دیا ہے، اسے ترجیح دینا چاہیے 451ھ کو قرین قیاس قرار دے لیا جائے تو حضرت داتا صاحب، سلطان ابراہیم ظہیر الدولہ بن مسعود بن محمود غزنوی کی تخت نشینی کے ساتھ ہی لاہور تشریف لائے۔ لیکن پول نے ابراہیم کے سریر آرائے سلطنت ہونے کا سال 451ھ لکھا ہے۔

مگر یہاں ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت داتا صاحب قدس سرہ کے مرشد حضرت شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی قدس سرہ کی تاریخ وصال خزینۃ الاصفیاء میں 453ھ درج ہے اور بقول ذہبی وہ 460ھ میں واصل الی اللہ ہوئے اور ان کے وصال کے وقت حضرت داتا صاحب بیت الجن (دمشق) میں مقیم تھے اور پیر نے مرید کی۔

حق زحرف او بلند آوازہ شد

اس نائب رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قیام لاہور کے دوران ہزارہا بت پرست کفار کو کلمہ توحید پڑھا کر ان کے سینوں کو نور اسلام سے منور کیا اور سینکڑوں خداؤں کو پوجنے والوں کو صرف ایک خدا کے حضور سجدہ ریز ہونے پر مائل کیا اور لاتعداد گم گشتگان بادیہ ضلالت کو صراط مستقیم پر گامزن کیا اور کتنے ہی خوش نصیبوں کو اپنی نظر کیمیا اثر کی بدولت ولایت کی بلند مراتب پر فائز کیا۔

یہ درست ہے کہ محمود کی حکومت کے قیام کے ساتھ ہی یہاں مسلمان ایک "حاکم قوم" کی حیثیت سے رہنے لگے تھے اور یہاں کے کفار مسلم عوام سے بظاہر مرعوب تھے، لیکن ان کے قلوب مسلمان فاتحین کے ساتھ نہیں تھے اور وہ ہر وقت موقع کی تلاش میں رہتے تھے، مگر یہاں تشریف لانے والے

صوفیہ کرام بالخصوص حضرت داتا صاحب کے ورود مسعود کے بعد یہاں کی مقامی آبادی میں سے لاتعداد لوگ ان کی تبلیغ کے سبب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے چنانچہ یہاں کے باشندوں میں سے ایک کثیر گروہ کی دلی ہمدردیاں فاتحین کے ساتھ ہو گئیں "نظریہ وطینت" خاک میں مل گیا اور دوقومی نظریہ کی بنیادیں رکھ دی گئیں اور بعد میں آنے والے صوفیہ کرام کی مساعی جمیلہ سے اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا جس سے مسلمانوں کی حکومت استحکام پکڑتی گئی۔ فاتحین نے کفار کو تیر وسنان سے زیر کیا تو ان نائبین مصطفی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں تیر نظر سے خدائے واحد کا مطیع ومنقاد بنا دیا۔

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے حضرت داتا صاحب قدس سرہ کی عظیم الشان دینی خدمات اور روحانی عظمت کو چند اشعار میں جو خراج عقیدت پیش کیا ہے وہ ان ہی کا حصہ ہے۔ ذیل میں ان کے وجد آفریں اشعار ملاحظہ ہوں۔

سید ہجویر مخدوم امم		مرقد او پیر سنجر (136) را حرم
بند ہای کوہسار آساں گسیخت		در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
عہد فاروق از جمالش تازہ شد		حق ز حرف او بلند آوازہ شد
پاسبان عزت ام الکتاب		از نگاہش خانہ باطل خراب
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت		صبح ما از مہر او تا بندہ گشت
عاشق وہم قاصد طیار عشق		از جنبیش آشکار اسرار عشق

حضرت شیخ مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ نے لاہور کو جو قطب ارشاد کا درجہ دیا ہے اصل میں یہ اسی قطب الاقطاب (علی ہجویری) کو خراج تحسین ادا کیا ہے۔ حضرت شیخ مجددؒ فرماتے ہیں۔

"فقیر کے نزدیک یہ شہر لاہور تمام ہندوستان کے شہروں میں قطب ارشاد کی طرح ہے، اس شہر کی خیر و برکت تمام بلاد ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں"۔ (137) حضرت نے اپنی روحانی قوت سے کفرستان ہند میں جو "تخم سجدہ کی کاشت" کی تھی، رائے بہادر کنہیالال نے بدیں الفاظ اس کا اعتراف کیا ہے۔

"مسلمانی دین پھیلانے میں بڑی بڑی کوشش کی"۔ (138)

اور گنیش داس وڈیرہ رقم طراز ہے۔

''دراں عہد اکثر قوم گوجران ہندو مشرف در لاہور وطن گاہ داشتند معتقد او شدہ اسلام قبول کروند''۔ (139)

مولوی نور احمد چشتی نقل کرتے ہیں۔

''جب حضرت یہاں تشریف لائے تو اس وقت یہاں ایک شخص رائے راجو نائب حاکم پنجاب، حضرت کا مرید ہو کر مسلمان ہوا اور اس کا نام شیخ ہندی رکھا گیا، اس کی اولاد تا حال خادم و مجاور ہے''۔ (140)

تعمیر مسجد اور ایک کرامت

حضرت داتا صاحب قدس سرہ نے لاہور تشریف لاتے ہی اپنی فرودگاہ کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی، دارا شکوہ لکھتا ہے۔

''انہوں نے ایک مسجد تعمیر کرائی تھی، جس کی محراب دیگر مساجد کی بہ نسبت جنوب کی طرف مائل ہے، کہتے ہیں کہ اس وقت کے علماء جو لاہور میں موجود تھے، اس محراب کی سمت کے سلسلے میں حضرت شیخ پر معترض ہوئے، چنانچہ ایک روز حضرت نے سب علماء کو جمع کیا اور خود امامت کے فرائض انجام دیئے اور بعد ادائے نماز حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا دیکھو کعبہ شریف کس سمت میں ہے؟ دیکھا تو حجابات اٹھ گئے اور کعبہ شریف محراب کی سیدھ میں نمودار ہو گیا ان کا مزار بھی ان کی مسجد کی سمت کے مطابق ہے''۔ (141)

سال وصال

حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کے سال وصال میں بھی خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ لعل بیگ لعلی نے ثمرات القدس میں اور شہزادہ دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں ان کے سن وفات 456ھ اور 464ھ رقم کئے ہیں۔ عہد جہانگیر کے ایک عالم و عارف مولانا جامی لاہوری (مدفون بجوار حضرت شیخ طاہر بندگیؒ) نے اپنے قطعہ تاریخ میں 465ھ نظم کیا ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے ماثر الگرام میں، گنیش داس وڈیرہ نے چار باغ پنجاب میں، سامی بیگ نے قاموس الاعلام میں 465ھ ہی لکھا ہے اور دیگر متعدد مولفین نے بھی یہی سن نقل کیا ہے۔ نکلسن نے 465ھ تا 469ھ کا کوئی سال کہا ہے۔ ڈاکٹر قاسم غنی نے تاریخ تصوف در اسلام جلد دوم میں در حدود 470ھ تجویز کیا ہے۔ مگر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع اور عبد

الحی حبیبی قندھاری (کابل) ان سب سے آگے نکل گئے ہیں۔ مولوی صاحب نے 479ھ [142] اور حبیبی صاحب نے 500ھ تک کا تعین کیا ہے۔ ان فاضلوں نے کشف المحجوب کے چند ایک مختلف ایڈیشن سامنے رکھ کر اس قسم کی داخلی شہادتیں فراہم کی ہیں کہ داتا صاحب نے فلاں فلاں بزرگ کے نام کے ساتھ ''رحمۃ اللہ'' یا ''رضی اللہ عنہ'' لکھا ہے۔ اور فلاں کا ذکر بہ صیغہ ماضی کیا ہے، لہٰذا یہ کتاب بقول مولوی محمد شفیع 479ھ اور بقول حبیبی 481ھ کے بعد تک لکھی جا رہی تھی، حبیبی صاحب نے اپنی طویل بحث کا لب لباب ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

''لازمی طور پر 481ھ اور 500ھ کے درمیان وفات پائی ہوگی''۔ [143]

مفصل بحث کا یہ مقام نہیں، مختصر یہ کہ بیشتر مقامات پر ''رحمہ اللہ'' اور ''رضی اللہ عنہ'' کاتبوں کے خود ساختہ اضافے ہیں اور اسی طرح ''ہست'' کو ''بود'' بھی بنایا ہوا ہے۔ ایسی تحقیق کی بنیاد مصنف کا اپنا مکتوبہ نسخہ ہونا چاہیے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو قدیم ترین متعدد خطی نسخے پیش نظر ہونے چاہئیں۔ کاتبوں کی کمی بیشی تحقیق کا مدار نہیں بن سکتی۔ اس جدید تحقیق کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ فاضل حبیبی نے کشف المحجوب نسخہ سمرقند سے ذیل کا اقتباس پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کتاب زیر تسوید تھی کہ حضرت امام قشیری قدس سرہ 465ھ میں وفات پا گئے تھے۔

''استاد امام زین الاسلام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری ؒ اندر زمانہ خود بدیع بودو قدش رفیع و منزلتش بزرگ'' [144]

مگر یہی عبارت ژوکوفسکی ایڈیشن میں اس طرح ہے۔

''استاد و امام زین اسلام عبدالکریم ابوالقاسم بن ہوازن القشیری اندر زمانہ خود بدیع ست و قدرش رفیع ست و منزلت بزرگ''۔ [145]

پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں کشف المحجوب کا ایک خطی نسخہ مکتوبہ 1080ھ موجود ہے اس میں بھی:

''اندر زمانہ خود بدیع ست ....'' [146]

تحریر ہے گویا اس بحث برائے بحث یا تحقیق کی بنیاد محض اختلاف نسخ اور کاتبوں کے اضافات پر رکھی گئی ہے۔ اگر اس پر اصرار کیا جائے کہ ان بزرگوں کے اسماء کے ساتھ ''رحمہ اللہ'' وغیرہ حضرت نے

خود ہی لکھا ہے تو پھر ان کے اپنے اسم گرامی کے ساتھ شروع کتاب ہی میں ''رضی اللہ عنہ'' بھی لکھا ہوا ہے، اس کے متعلق کیا کہا جائے گا؟ اور اگر انہوں نے اپنے لئے یہ دعائیہ کلمہ خود تحریر کیا ہے تو دوسرے زندہ بزرگوں کے لئے بھی کر سکتے تھے بہر حال حضرت کا صحیح سن وصال کسی معاصر نے نہیں لکھا لہٰذا 456ھ قطعاً غلط ہے 465ھ تا 469ھ ہی قرین صحت سمجھا جا سکتا ہے''۔(147)

مزار پُرانوار

یوں تو جملہ ارباب یقین کے قلوب حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار ہیں مگر جہاں وہ محو استراحت ہیں وہ مقام بوسہ گاہ عالم، قبلہ اہل صفا اور کعبہ عشاق ہے۔ یہاں عوام کے علاوہ ہر وقت اولیائے ظاہرین ومستورین کا ہجوم رہتا ہے۔ پاکستان بھر میں یہ وہ متبرک ومقدس مقام ہے جہاں جملہ مقامات مقدسہ سے زیادہ قرآن خوانی ہوتی ہے، جہاں سب سے زیادہ ذکر محبوب خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتا ہے اور یہ تبلیغ اسلام اور روحانیت کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ جہاں ہر وقت حاجت مند زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے اور داتا (سخی) کے دریائے فیض کو دیکھ کر بے اختیار ان کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

حضرت کا مزار فائض الانوار زمانہ قدیم سے مرجع خواص وعوام چلا آرہا ہے، بڑے بڑے عارفین اور سرخیل اولیاء یہاں سے فیض یاب ہوئے اور اس خانقاہ کی دھول کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانا عین سعادت سمجھتے رہے، مولانا جامی لاہوری لکھتے ہیں۔(148)

خانقاہ علی ہجویری است	خاک جاروب از درش بردار
طوطیاں کنن بدیدہ حق بیں	تاشوی واقف در اسرار
چوں کہ سردار ملک معنی بود	سال وصلش برآید از سردار 465

میر عبدالعزیز زنجانی جو غالباً شاہ جہاں کے زمانہ کا شاعر ہے، نے عرفی کے مشہور قصیدے کے جواب میں لاہور پر ایک قصیدہ لکھا، اس میں حضرت داتا صاحب کے روضہ انور واطہر پر جو زائرین کا

ہجوم رہتا ہے، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

مزار در نثار شاہ ہجویری ندیدستی		گدای در گہش از منزلت شاہ جہاں یابی
کہ محل آسا بہ پیرامونش جوش انس وجاں بینی		غلام خادمش از رتبہ مخدوم جہاں بینی (149)

داراشکوہ لکھتا ہے:

''ہر جمعرات کو خلقت انبوہ در انبوہ روضہ مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوتی ہے اور مشہور ہے کہ جو کوئی چالیس جمعرات یا چالیس دن متواتر ان کے روضہ شریفہ کا طواف کرے اس کی ہر حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ فقیر (داراشکوہ) نے بھی ان کے روضہ مقدسہ کی زیارت کی ہے''۔ (150)

مفتی علی الدین رقم طراز ہیں:

''ہر شب جمعہ و روز جمعہ ہزار ہا مردم برائے زیارت ایشاں مع نزورات می روند، مرادات ولی را مستدعی می شوند''۔ (151)

داراشکوہ مزار شریف کے محل وقوع کے بارے میں لکھتا ہے:

''قبر درمیان شہر لاہور مغربی قلعہ واقع شدہ''

ان کی قبر لاہور شہر میں قلعہ سے مغرب کی جانب واقع ہے۔ (152)

اس جملے کا محمد وارث کامل نے یوں ترجمہ کیا ہے۔

''مزار مبارک لاہور کے مغربی قلعہ میں واقع ہے''۔ (153)

لاہور کا نقشہ تبدیل ہو جانے کے سبب داراشکوہ کی یہ تحریر مبہم ہو گئی ہے۔ پھر ترجمہ کرنے والے نے غلطی کھائی تو آج سے قریباً پندرہ سال قبل لاہور کے ایک ایسے مولوی صاحب نے جو صوفیہ کے مزارات پر حاضری بدعت وشرک سمجھتے تھے یہ اعلان داغ دیا کہ یہ مزار داتا صاحب کا نہیں، ان کا مزار تو قلعہ لاہور میں ہے۔ اس وقت مولوی صاحب موصوف کے اس بیان کے خلاف متعدد مضامین شائع ہوئے تھے داراشکوہ کی اس تحریر کے ابہام کو ڈاکٹر محمد شفیع نے اس طرح حل کیا ہے''۔

''داراشکوہ نے یہ کہا ہے کہ ''قبر شہر لاہور کے درمیان، قلعہ کے مغرب میں واقع ہے''۔ یہ کچھ عجیب سا بیان ہے۔ اس لئے کہ قبر شہر کی فصیل کے باہر ہے۔ البتہ شہر کی بیرونی آبادی کے

درمیان ہے اور قلعہ کے مغرب کی بجائے جنوب مغرب کہنا زیادہ صحیح تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دارا شکوہ کے زمانہ میں قلعہ سے مغرب کو آتے تھے تو شاہی مسجد جو اس وقت تھی ہی نہیں، پہلا قابل ذکر مقام دریائے راوی کا گھاٹ تھا، دریا اس وقت قلعہ کے نیچے سے بہتا تھا۔ اس گھاٹ کو کابل جانے والی سڑک عبور کرتی تھی اور گھاٹ کے بعد داتا صاحب کے مزار والا علاقہ ہی قابل ذکر تھا۔ چنانچہ ایک انگریز سیاح فنچ نامی نے جو 1611ء یعنی جہانگیر بادشاہ کے عہد میں 6.5 ماہ کے قریب لاہور میں ٹھہرا رہا۔ اسی ترتیب سے اس مواضع کا ذکر کیا ہے۔ گو وہ مسجد شکر گنج کہتا ہے بجائے مسجد گنج بخش کے۔[154]

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ظہیر الدولہ سلطان ابراہیم بن مسعود بن محمود کے عہد حکومت میں واصل الی اللہ ہوئے تھے اور اسی سلطان نے حضرت کا مزار تعمیر کرایا تھا اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت کے ساتھ جو دو قبریں ہیں۔ وہ شیخ احمد حمادی سرخسی اور شیخ ابو سعید ہجویری[155] کی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حوالہ جات

1۔ اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار، تالیف محمد غوثی، طبع آگرہ 1336ھ ص:25۔

2۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی ''حیات و تعلیمات حضرت داتا گنج بخشؒ مولفہ پروفیسر شیخ عبدالرشید ہے، جسے مرکزی اردو بورڈ لاہور نے شائع کیا ہے۔

3۔ رسالہ ابدالیہ نمبر 1774، انڈیا آفس لائبریری لندن ضمنۂ در کشف المحجوب۔

4۔ اس کے خطی نسخے بعض لائبریریوں میں موجود ہیں مفتی غلام سرور نے داتا صاحب کے حالات کے سلسلے میں اس سے استفادہ کیا ہے۔

5۔ کتب خانہ آصفیہ نمبر 115۔

6۔ خزینۃ الاصفیاء جلد دوم، ص 233۔

7۔ تاریخ جلیلہ طبع دوم، ص 204۔

8۔ بزرگان لاہور، ص 184۔

9۔ آریانا دائرۃ المعارف، جلد اول، طبع کابل، ص 947۔

10۔ سلسلۃ الذہب مشجر الاولیاء حصہ دوم، ص 22

11۔ سفینۃ الاولیاء (فارسی) طبع کانپور 1900ء بار دوم، ص 164۔

12۔ سفینۃ الاولیاء (فارسی) طبع کانپور 1900ء بار دوم، ص 165۔
13۔ مقالات دینی و علمی حصہ اول از ڈاکٹر مولوی محمد شفیع 1970ء ص 222۔
14۔ کشف المحجوب انگریزی ترجمہ از نکلسن، ص 11 (دیباچہ)
15۔ مقالات دینی و علمی، ص 223۔
16۔ معاشری و علمی تاریخ طبع کراچی، ص 21۔
17۔ داتا گنج بخش، ص 5۔
18۔ فہرست مخطوطات فارسیہ انڈیا آفس لائبریری مرتبہ ایتھے، 1774 اور دیباچہ کشف المحجوب انگریزی ترجمہ از نکلسن، ص 10۔
19۔ کشف المحجوب طبع تہران، ص 210۔
20۔ دیباچہ کشف المحجوب (انگریزی ترجمہ از نکلسن) ص 10۔
21۔ شایا ختلان، بدخشاں کے مغرب مین دریائے جیحوں کے دائیں کنارے پر واقع ایک مقام کا نام ہے۔
22۔ جبل لکام، سلسلہ کوہ لبنان کا وہ حصہ جو انطا کیہ اور مصیفہ سے متصل ہے۔
23۔ کشف المحجوب طبع تہران، صفحہ 208۔
24۔ کشف المحجوب طبع تہران، ص 109۔
25۔ ایضاً ص 232۔
26۔ کتاب سلسلۃ الذہب، مشجر الاولیاء از سید نور بخش، طبع لاہور 1972ء حصہ دوم ص 22۔
27۔ کشف المحجوب طبع تہران، ص 212۔
28۔ ایضاً ص 209۔
29۔ کشف المحجوب طبع تہران، ص 216۔
30۔ کشف المحجوب طبع تہران، ص 211
31۔ کشف المحجوب طبع سمرقند، ص 216
32۔ ثمرات القدس خطی (مملوکہ صاحبزادہ نصرت نوشاہی (شرقپور)
33۔ کشف المحجوب طبع سمرقند، ص 117۔
34۔ کشف المحجوب، طبع سمرقند، ص 121
35۔ تصوف اسلام، طبع سوم، ص 47

36۔کشف المحجوب طبع سمر قند،ص 427

37۔دیباچہ کشف المحجوب (انگریزی ترجمہ نکلسن) ص10

38۔مقدمہ کشف المحجوب، نسخہ مولوی محمد شفیع 1668ء ص3

39۔بزم صوفیہ ص7

40۔داتا گنج بخش مطبوعہ 1920ء ص13-214

41۔کشف المحجوب سمر قند، ص366

42۔مقدمہ کشف المحجوب از ژوکوفسکی طبع تہران، ص50

43۔کشف المحجوب تہران، ص192

44۔کشف المحجوب طبع تہران، ص218

45۔اس رسالہ پر سن اشاعت تحریر نہیں، مگر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کا بیان ہے کہ چھ ورق کا ایک رسالہ فقر نامہ مشہور بہ کشف الاسرار کے نام سے کشف المحجوب ہی پر مبنی کر کے شاید 1867ء میں لاہور ہی سے شائع ہوا۔ (مقالات دینی وعلمی حصہ اول ص228)

46۔حضرت داتا صاحب کے مزار کی مرجعیۃ کے پیش نظر کئی اور مزاروں کے مجاوروں نے یہ مشہور کر دیا کہ یہ داتا صاحب سے پہلے کے بزرگ ہیں اور داتا صاحب یہاں حاضری دیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ سید احمد توختہ ترمذی کی صاحبزادیوں کے مزارات (قبور بی بیاں پاک دامن) کے مجاوروں نے دور آخر کے مولفوں سے یہ لکھ دیا کہ یہ سیدزادیاں کربلا کے حادثہ فاجعہ کے بعد لاہور آ گئی تھیں۔ اسی طرح حضرت پیر مکی کے مجاوروں نے عوام میں یہ مشہور کر رکھا ہے کہ داتا صاحب کا فرمان ہے کہ میرے پاس آنے سے پہلے ان کے مزار پر حاضری دیں۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ بعض لوگ تو حضرت پیر مکی کو حضرت داتا صاحب کا استاد کہنے سے بھی نہیں چوکتے وغیرہ وغیرہ۔

47۔کشف الاسرار طبع لاہور ص4

48۔کشف الاسرار، طبع لاہور ص7

49۔کشف الاسرار، ص8

50۔کشف الاسرار، صفحہ 5

51۔کشف الاسرار ص:3

52۔کشف الاسرار ص4

53۔کشف الاسرار ص2

54۔ کشف المحجوب، طبع سمرقند، ص 427

55۔ کشف الاسرار، ص 3

56۔ کشف المحجوب، طبع سمرقند، ص 151

57۔ کشف الاسرار، ص 7

58۔ کشف المحجوب، ص 2

59۔ کشف الاسرار، ص 4

60۔ اگرچہ "کتاب التعرف لمذہب اہل التصوف" (عربی) تالیف امام ابوبکر بخاری کلابادی قدس سرہ (م 385ھ یا 390ھ کی نفیس فارسی شرح بنام "شرح تعرف" تالیف امام ابراہیم بن اسماعیل مستلی بخاری قدس سرہ (م 434ھ) جو 1330ھ/1912ء میں پہلی بار لکھنؤ سے طبع ہوئی۔ کشف المحجوب سے پہلے لکھی گئی تھی۔ مگر یہ مستقل تصنیف نہیں بلکہ عربی متن (تعرف) کی فارسی شرح ہے۔

61۔ کشف المحجوب طبع تہران، ص 4

62۔ کشف المحبوب، طبع سمرقند، ص 115

63۔ نظامی صاحب نے یہ فیشن کے طور پر لکھ دیا ہے۔ وگرنہ وہ جانتے ہیں کہ تصوف اور شریعت جدا جدا نہیں ہیں۔

64۔ تاریخ مشائخ چشت طبع دہلی، بار اول 1953ء ص 98

65۔ ایضاً ص 99

66۔ ایضاً ص 102

67۔ درر نظامی کا اردو ترجمہ دہلی سے چھپ چکا ہے مگر اس وقت پیش نظر نہیں۔

68۔ بحوالہ تصوف اسلام از عبدالماجد دریابادی طبع اعظم گڑھ، بار سوم ص 52

69۔ تاریخ فیروز شاہی برنی سرسید ایڈیشن کلکتہ 1862ء ص 346

70۔ گلزار (دیوان حاکم) مرتبہ نامی طبع لاہور 1946ء ص 140

71۔ سفینۃ الاولیاء طبع کانپور، ص 164

72۔ کشف المحجوب کے نام کے ساتھ لارباب القلوب کا اضافہ غلط ہے اس غلطی کا سبب آئندہ بیان ہوگا۔

73۔ مقدمہ تذکرۃ الاولیاء طبع تہران بار سوم، ص 8

74۔ سبک شناسی یا تاریخ طور نثر فارسی از شادروان محمد تقی بہار "ملک الشعراء" جلد دوم طبع تہران

باردوم ص360

75۔ترجمہ مقدمہ روسی بہ فارسی کشف المحجوب مصححہ ژوکوفسکی طبع تہران، ص60

76۔تذکرۃ الاولیاء طبع لاہور، ص134، طبع تہران حصہ اول ص190

77۔ایضاً ص350، طبع تہران حصہ اول، ص190

78۔صدی مکتوبات از شیخ یحییٰ منیری، طبع لاہور 1319ھ حصہ اول ص267

79۔لطائف اشرفی طبع دہلی 1298ھ، جلد اول ص162، ص15

80۔ایضاً جلد دوم، ص58، ص19

81۔فصل الخطاب خطی، ص (مملوکہ حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری مدظلہ العالی، لاہور)
یہ کتاب قند سے طبع ہو چکی ہے لیکن یہاں کمیاب ہے۔

82۔کشف المحجوب، طبع تہران، ص206

83۔نفحات الانس، طبع لکھنؤ، ص264

84۔ایضاً ص277

85۔ایضاً ص290

86۔فہرست مخطوطات فارسیہ، انڈیا آفس لائبریری نمبر 1774(2)

87۔مکتوبات حضرات خواجہ گیسودراز مرتبہ مولانا رکن الدین ابوالفتح علاء قریشی طبع حیدر آباد دکن 1462ھ ص80

88۔عصر حاضر کی مشہور تصنیف جو ایران کے متعدد فضلا کی کاوش کا نتیجہ ہے۔

89۔طرائق الحقائق تالیف نائب الصدر حاج میرزا معصوم بن رحمت علی شاہ قزوینی نعمت اللہ شیرازی متوفی 1344، ق 2، جلد تہران (فہرست کتب باسی چاپی جلد اول از خان بابا مشار طبع تہران (کالم1090)

90۔ترجمہ مقدمہ روسی بہ فارسی کشف المحجوب طبع تہران، ص61

91۔کشف المحجوب کے صفحات نمبر چاپ تہران سے دیئے گئے ہیں اور کشف سے مراد کشف المحجوب ہے۔

92۔کشف سے مراد کشف المحجوب ہے۔

93۔تغیر قلیل از مقدمہ کشف المحجوب طبع تہران، ص60-58

94۔مقدمہ رسالہ قشیریہ مترجم اردو طبع راولپنڈی 1970ء ص39

95۔ترجمہ مقدمہ کشف المحجوب روسی بفارسی، طبع تہران، ص 57
96۔تصوف اسلام از عبدالماجد دریابادی طبع سوم ص 54-53
97۔سبک شناسی یا تاریخ تطور فارسی، ص 187
98۔ایضاً ص 197-187
99۔فعل الخطب خطی ص 60 (مملوکہ حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری، لاہور)
100۔مقدمہ ژوکوفسکی کشف المحجوب طبع تہران، ص 52
101۔مقدمہ ژوکوفسکی کشف المحجوب طبع تہران، ص 52
102۔ایضاً حاشیہ ص 52
103۔کشف العنان (فلوگل ایڈیشن) نمبر 9058 جلد چہارم ص 422
104۔ایضاً نمبر 9060
105۔فصل الخطب قلمی ص 6
106۔ایضاً ص 421
107۔رسالہ میڈیی یل انڈیا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جلد 2 ص 12 بحوالہ تاریخ مشائخ چشت ص 99
108۔جنرل ایشاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ، جلد 8، 1942، مقالہ کشف المحجوب از ایل، ایس ڈیو گن۔
109۔
110۔تاریخ ملتان جلد اول ملتان، 1971ء ص 186۔185
111۔کشف المحجوب، طبع تہران، ص 134-313
112۔ایضاً ص 337
113۔ایضاً ص 399
114۔کشف المحجوب، طبع تہران ص 522
115۔ایضاً ص 531
116۔ثمرات القدس خطی (مملوکہ صاحبزادہ نصرت نوشاہی، شرق پور شریف)۔
117۔سفینۃ الاولیاء طبع کانپور، ص 164
118۔ثمرات القدس قلمی

119۔خلاصۃ التواریخ مترجم اردو از ڈاکٹر ناصر حسین زیدی ص 106

120۔فوائد الفواد فارسی طبع لاہور ص 57

121۔ماہ نامہ فکر ونظر اسلام آباد ستمبر 1971ء مقالہ "سید علی ہجویری اور حسین زنجانی" از مخدومی ڈاکٹر پیر محمد حسن اور تاریخی مقالات طبع لاہور از پروفیسر محمد اسلم ملاحظہ ہوں۔

122۔خزینۃ الاصفیاء جلد دوم، ص 250

123۔خزینۃ الاصفیاء جلد دوم، ص 252

124۔الکرام میں بھی لکھا ہے کہ سعد الدین حمویہ شیخ زنجانی کے مرید تھے۔"شیخ فخر الدین زنجانی پیر ارشاد شیخ سعد الدین حموی (ص 70) حمویہ 650ھ میں فوت ہوئے۔ جملہ تذکروں میں ان کے پیر کا نام حضرت نجم الدین کبری تحریر ہے۔ حضرت زنجانی سے بھی استفادہ کیا ہوگا۔

125۔سیر العارفین قلمی از شیخ جمالی مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری بحوالہ تاریخی مقالات از پروفیسر محمد اسلم، ص 282

126۔آئین اکبری جلد سوم از ابوالفضل سرسید ایڈیشن 1272ھ، ص 207

127۔اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار از محمد غوثی بسال 1022ھ طبع آگرہ، ص 25,6

128۔عمل صالح (شاہ جہاں نامہ) طبع لاہور، جلد اول ص 50

129۔سفینۃ الاولیاء، طبع کانپور، ص 93

130۔تاریخ السف طبع آگرہ 1344ھ، ص 97,8

131۔تاریخ لاہور از کنہیا لال طبع لاہور 1884ء ص 91

132۔تاریخ لاہور انگریزی بحوالہ سوانح داتا گنج بخش از محمد الدین فوق، ص 27

133۔تاریخ بیہقی مجلد اول طبع تہران، ص 283,4

134۔چار باغ پنجاب فارسی از گنیش داس وڈیرہ مرتبہ پروفیسر کرپال سنگھ شائع کردہ سکھ ہسٹری ڈیپارٹمنٹ خالصہ کالج امرتسر 1965ء ص 279

135۔مقالات دینی وعلمی حصہ اول از ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، ص 228

136۔اہل تحقیق کے نزدیک سجز لکھنا صحیح ہے۔ استاس سعید نفیسی نے لاہور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کے شعر میں "پیر سنجر" غلط چھپ گیا ہے اصل میں یہ شعر یوں ہونا چاہیے سید ہجویر مخدوم امم مرقد او پیر سجری را حرم (ہلال فارسی، کراچی، بحوالہ اذکار جمیل از محمد موسیٰ ص 51)

137۔مکتوبات مجدد الف ثانی اردو ترجمہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی طبع کراچی، دفتر اول حصہ

اول، ص238

- 138۔تاریخ لاہور از کنہیالال، ص91

139۔چار باغ پنجاب، طبع امرتسر، ص2-9

140۔تحقیقات چشتی، طبع لاہور 1324ھ ص147

141۔سفینۃ الاولیاء فارسی، طبع کانپور ص164

142۔مقالات دینی وعلمی از ڈاکٹر مولوی محمد شفیع حصہ اول ص231

143۔مقالات منتخبہ مجلہ دانشکدہ خاور شناسی، دانش گاہ پنجاب مقالہ تاریخ وفات داتا گنج بخش علی ہجویری غزنوی از عبد الحیٔ حبیبی، فاضل موصوف کا یہ مقالہ پہلی بار اورینٹل کالج میگزین شمارہ فروری 1960ء میں طبع ہوا تھا۔

144۔مقالات منتخبہ، ص264

145۔کشف المحجوب طبع تہران ص209

146۔تفصیلی فہرست مخطوطات فارسیہ پنجاب پبلک لائبریری مرتبہ منظور احسن عباسی 1993ء نمبر 6-297۔

147۔عبد الحی حبیبی نے اس بحث کا اعادہ مقدمہ طبقات الصوفیہ میں بھی کیا ہے۔ اول اول میں نے ان کی یہ تحقیق اسی میں دیکھی تھی اور میں ان کی ثقاہت کے پیش نظر اس کا قائل ہو گیا تھا اور مقدمہ مکتوبات امام ربانی لکھتے وقت ان کا اتباع کیا تھا۔ مگر اب کشف المحجوب کے متعدد نسخے دیکھنے سے اس تحقیق جدید سے اعتماد اٹھ گیا۔

148۔مقدمہ کشف المحجوب از ڈاکٹر مولوی محمد شفیع ص8

149۔مقدمہ کشف المحجوب از ڈاکٹر مولوی محمد شفیع ص8

150۔سفینۃ الاولیاء طبع کانپور، ص165

151۔عبرت نامہ طبع لاہور مجلد دوم ص64

152۔سفینۃ الاولیاء طبع کانپور، ص165

153۔ایضاً اردو ترجمہ از وارث کامل طبع لاہور

154۔مقدمہ کشف المحجوب از ڈاکٹر مولوی محمد شفیع ص7-6

155۔تحقیقات چشتی، ص6-145

راجا رشید محمود

کشف المحجوب بحیثیت مرشد

''سفینۃ الاولیاء'' میں دارا شکوہ نے کہا کہ کشف المحجوب مرشد کامل کا درجہ رکھتی ہے۔ در نظامی مرتبہ شیخ علی محمود میں ہے۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ نے فرمایا کہ اگر کسی کا مرشد نہ ہو تو اس کتاب کے مطالعے کی برکت سے مل جائے گا۔

حقیقت یہی ہے کہ حضرت علی ہجویری قدس سرہ العزیز کی شہرہ آفاق تصنیف کشف المحجوب کاملین کیلئے رہنما ہے اور عوام کیلئے پیر کامل کا درجہ رکھتی ہے، کاملین تو اس سے استفادہ کرتے ہی ہیں اس لئے تصوف کی وادیوں میں بادیہ پیائی اس وقت تک ممکن ہی کب ہے جب تک کشف المحجوب کی تعلیمات کی صورت میں زادِراہ میسر نہ ہو اور صاحب کشف المحجوب کی رہنمائی دستگیر نہ ہو۔

راہ حقیقت کے راہروؤں کے علاوہ درس معرفت کے مبتدیوں اور اسلام کے عام نام لیواؤں کے اذہان و قلوب کیلئے بھی جو روشنیاں حضرت علی بن عثمان جلابی علیہ الرحمہ کی اس تصنیف لطیف میں بکھری ہوئی ہیں ان سے روح و جان کو مستیز کرنے ہی میں ہماری بہتری ہے، نامساعد حالات اور زمانے کی ستمگاریوں نے ہماری نگاہوں کے آگے مصالح اور مضافات کے جو پردے تان دیئے ہیں انہیں ہٹائے بغیر ہماری آنکھیں کھلیں گی بھی کیسے؟

تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کیلئے مرشد کی صحبت ضروری ہے علائق دنیوی سے مستغنی ہونا ہو اور حقیقت الٰہیہ تک رسائی مطلوب ہو تو دل کو رضا و موافقت کی دولت درکار ہے اور اس کیلئے اس دولت کے کسی مالک کے در کی دریوزہ گری چاہیے۔

حضرت ابوالحسن نوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تصوف تصحیح اخلاق کا نام ہے، تو ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کیا ہم تصوف کی راہ کے راہی ہیں تصحیح اخلاق کا تردد کرتے ہیں اور کشف المحجوب اس سلسلے میں ہماری کیا مدد کرتی ہے؟

شیخ الطریقہ کیلئے ضروری ہے کہ وافر علم کا مالک ہو۔ اسے قانون الٰہی یا شریعت کا مکمل علم ہوتا ہے،

پھر جس کتاب کو اولیاء عظام اور فاضل صوفیہ نے مرشد کامل قرار دیا ہے اس کے بارے میں ہم نے کبھی سوچا ہے کہ اس میں قانون خداوندی کا علم ہے یا نہیں ہے تو اس میں ہمارا حصہ کتنا ہے، ہم نے کبھی اس خواہش کا تکلف کیا ہے کہ علم و دانش کے اس بحر ذخار سے اپنے اندر کی بنجر کھیتیوں کو سیراب کریں۔

مرشد، دینی و دنیوی، دونوں امور میں رہنمائی کے فرائض انجام دیتا ہے، اسلام ایسا دین ہے جو دنیا و آخرت کی فلاح کا ضامن ہے جو محض عبادات وعقائد تک محدود نہیں اس میں دنیا کے ہر شعبے کی بہتری کے رہنما اصول موجود ہیں اور ہر رہنمائے طریقت مرید کیلئے دینی و دنیوی معاملات کی بہتری کا ضامن ہوتا ہے تو کیا کشف المحجوب ہمیں دین و آخرت میں کامیابی کی راہ دکھاتی ہے یا نہیں۔

پیر کامل صوفیوں کی روایات کو زندہ رکھنے والا ہوتا ہے تو کیا کشف المحجوب میں بزرگ صوفیہ کے اقوال و واحوال کا تذکرہ نہیں ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ جب مرید اللہ کے راستے پر چلنے کی طرف راغب ہو تو مرشد اسے حکم دے کہ سب سے پہلے وہ سلف صالحین کے مطابق اپنے عقائد کی تصحیح کرے، تصحیح عقائد اور اثبات نبوت کے بعد مرید کو کبیرہ گناہوں سے بچنے اور صغیرہ گناہوں کے ارتکاب پر نادم ہونے کی طرف متوجہ کرنا چاہیے، ہم دیکھیں تو سہی کہ انفاس العارفین اور الطاف القدس کے مصنف حضرت شاہ ولی اللہؒ کے اس قول کے مطابق کشف المحجوب عقائد کی اصلاح پیش کرتی، ...... نبوت کا اہتمام نہیں کرتی اور کبیرہ گناہوں سے بچنے اور صغیرہ گناہوں پر ندامت محسوس کرنے پر مائل نہیں کرتی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات فوائد الفواد میں ہے کہ مشائخ جب کسی کے حال سے باہر ہونا چاہتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ وہ کن لوگوں کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کس گروہ میں سے ہے، پھر کیا کشف المحجوب ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ ہمیں کیسے لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا چاہیے تاکہ ہم انہی میں سے ہو جائیں۔

مرشد کامل بندے کو اللہ تک پہنچانے کا وسیلہ ہوتا ہے کیا شیخ ہجویر علیہ الرحمہ کی یہ کتاب وہ طریقے نہیں سمجھاتی جنہیں اپنانے سے قرب الٰہی کی منزل پائی جا سکتی ہے، حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ ''نفحات الانس'' میں لکھتے ہیں کہ مشائخ صوفیہ خود کامل ہوتے ہیں اور دوسروں کو کامل بناتے ہیں،

حضرات محترم! کیا کشف المحجوب اس صفت سے متصف نہیں ہے تو پھر ہمیں اس امر میں کیا چیز مانع ہے کہ ہم اسے راہ تصوف وطریقت میں اپنا رہنما قرار دیں اور اس سے استفادہ کریں۔ مگر مرشد کا جو تصور آج کے معاشرے میں رواج پا رہا ہے "کشف المحجوب" تو ہمیں اس سے نفرت دلاتی ہے حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ نے اپنی تصنیف کے ذریعے تین قسم کے لوگوں سے اجتناب کی تلقین فرمائی ہے۔
غافل علماء سے جنہوں نے دنیا کو دل کا قبلہ شریعت کو اپنے گھر کی لونڈی اور محض جاہ وثروت کے حصول کے لئے ظالم امراء کی بارگاہ کو سجدہ گاہ بنالیا ہے۔ ریا کار فقراء سے جو نفسانی اغراض وخواہشات کی خاطر لوگوں سے عزت وتکریم کا لالچ رکھتے ہیں اور جاہل متصوف سے جس نے نہ کسی مرشد کی صحبت میں تربیت حاصل کی، نہ استاد سے ادب سیکھا، لیکن آج کے ماحول میں تصوف کو کاروبار بنالیا گیا ہے۔ مرشد وہ بن بیٹھے ہیں جنہیں نہ علم کی دولت میسر ہے نہ شریعت کے احکام پر عمل کی توفیق نصیب ہے۔ خواجہ عبد اللہ انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسرار الٰہی سے متعلق تذلل آگاہی کے تین نشانات ہیں، سونا، جس طرح ڈوبنے والے سوتے ہیں، کھانا جس طرح بیمار کھاتے ہیں اور جینا جس طرح قیدی زندگی گزارتے ہیں۔ یہ اہل استقامت کا طریق ہے لیکن موجودہ دور انحطاط میں تو تذلل کے بجائے تکبر کو اوڑھنا بچھونا بنانے والے بھی مسند صفا پر متمکن نظر آتے ہیں، پھر اگر ہم داتا سے محبت کرنے والے ایسوں کے دام تزویر میں پھنس گئے تو ہم نے کشف المحجوب کے مندرجات کو پس پشت نہ ڈال دیا۔ ایسے میں داتا گنج بخشؒ سے محبت کا ہمارا دعویٰ کتنا سچا ٹھہرتا ہے۔ یہ واضح نہ ہوگیا کہ ہم کشف المحجوب کی سچائیوں کو مرشد نہیں مانتے، ظاہری چمک دمک اور جھوٹے پروپیگنڈے سے متاثر ہیں، ہمیں سوچنا پڑے گا کہ کیا اس طرح خدا اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت داتا گنج بخش ہم سے راضی ہیں۔

آج ہم کسی بزرگ رہنمائے طریقت کا ذکر کرتے ہیں تو اس کی کرامتوں کے حوالے سے ہم نے ولایت ومعرفت اور روحانیت کے خودساختہ معیارات قائم کر لئے ہیں۔ مافوق الفطرت واقعات اور خرق عادات ہماری کمزوری بن گئے ہیں، خدا کے پیغمبروں کے معجزات اور اس کے دوستوں (اولیاء اللہ) کی کرامات برحق اور بجا لیکن اس عوامی تاثر کو ختم کرنے کی ضرورت ہے کہ اولیاء کرام کے تصرفات کشوف اور کرامات ہی سب کچھ ہیں۔ سب ارباب تصوف ومعرفت نے سب سے زیادہ اہمیت شرعی

ضوابط پر عمل کو دی ہے، بہت سے اہل حال نے احکام شریعت کی پابندی اور اپنے حلقہ اثر میں اس کے فروغ ہی سے مطلوبہ نتائج حاصل کئے ہیں، کچھ دوسرے بزرگ ذکر وفکر میں نسبتاً زیادہ مشغول ہو گئے لیکن بنیاد وہی دین کے اصول اور فرامین محبوب کبریا علیہ تحیۃ والثناء ہی رہے۔ ارباب رشد کے نزدیک اصل چیز کرامت نہیں تعلق باللہ ہے نیکی ہے، شرافت اور اعلیٰ انسانی قدروں کا فروغ ہے، تزکیہ نفس اور تبلیغ دین متین ہے۔ کشف المحجوب میں ہے "کوئی ولی اپنی کرامت بالارادہ بتکلف ظاہر نہیں فرماتا اور نہ انہیں ایسا کرنا زیبا ہے"، پھر ہم ہر بزرگ کی کرامتوں ہی کی تلاش میں کیوں رہتے ہیں، اس کی تعلیمات سے صرف نظر کے مرتکب کیوں ہوتے ہیں، اور آج کے بعض نام نہاد صوفی اور انکے حواری کرامتیں گھڑ گھڑ کر اپنی دکانداری کو فروغ دینے کیلئے کیوں مساعی نظر آتے ہیں۔

حضرات ذی وقار! کشف المحجوب نے ہمیں بتایا ہے کہ علوم بہت سے ہیں اور انسان کی عمر تھوڑی ہے اس لئے تمام علوم وفنون کا سیکھنا انسان پر فرض نہیں، علم وہی فرض ہے جس پر عمل ہو سکے، پھر کیا داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تولا نیوں اور ان کی تصنیف کا احترام کرنے والوں کے لئے اس میں علم وعمل کی یکسانیت کا حکم نہیں، علم وعمل اور قول وفعل میں تفاوت سے نفرت کی تلقین نہیں۔

کشف المحجوب نے شریعت کو حقیقت کے بغیر محض ریاکاری کہا ہے اور طریقت کو شریعت کے بغیر نافقت قرار دیا ہے، پھر کیا ہمارے لئے ضروری نہیں کہ اس مرشد کامل کے فرمان پر عمل کریں اور شریعت وطریقت کو لازم وملزم گردانیں اور شرعی احکام سے روگردانی کرنے والوں پر یہ گمان ہی کیوں کریں کہ وہ بھی خدا کے دوست ہو سکتے ہیں۔

کشف المحجوب میں ہے کہ جنہوں نے نفس کی متابعت چھوڑ دی ان کے وجود کی برکت سے آسمانوں سے بارش ہوتی ہے اور زمین میں نباتات پیدا ہوتی ہے پھر ہم اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں تو سہی کہ ہم اہل اللہ کے تصرفات کے قائل ہیں یا نہیں۔ کہیں خدا کے دوستوں کی توہین سے خدا کی توہین کے مرتکب تو نہیں ہو رہے؟ "کشف المحجوب" میں غافل علماء کی خصوصیات بتادی گئی ہیں تاکہ ایسے نام نہاد علماء کے ہتھکنڈوں سے عوام محفوظ رہیں، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے والے اگر حسد و بغض کینہ ونفرت کا شکار ہوں، دن بھر غیبت کر کے اپنے مردہ بھائی کے گوشت کے پارچے چباتے ہوں

تکبر وریا کا شاہکار نظر آئیں۔ مداہنت ان کی زندگی کے لمحوں پر حاوی دکھائی دے وہ ہچو ما دیگرے نیست" کے نعروں سے فضا کو مکدر کر رہے ہوں اور ذاتی وحربی مفادات ان کے لئے سب کچھ ہوں تو حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسوں سے ہمیں بچنے کی ہدایت کی ہے لیکن علم کی فضیلتیں یہ بتاتی ہیں اور علماء انہیں قرار دیا ہے جن کا مرتبہ علم الیقین کا ہے اور وہ فرامین الٰہی ثابت قدم رہتے ہیں۔

کشف المحجوب میں فقر کی اہمیت بتاتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اگر دونوں جہان بھی فقر کے مقابلے میں تولے جائیں تو ان کا وزن مچھر کے پر سے بھی کم نکلے گا، پھر ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم فقر کی اہمیت کے عملاً منکر کیوں ہو رہے ہیں۔

معزز حضرات! کشف المحجوب نے ہمیں قرب خداوندی کا راستہ بتایا ہے اور دنیا میں رہنے کے آداب سکھائے ہیں، جہاں اس مرشد کامل نے معرفت وروحانیت کی منازل ہم پر آسان کر دی ہیں وہاں دنیا میں عزت سے رہنے کے طریقوں کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے ہمیں چاہیے کہ اس سے استفادہ کریں، داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی عظمت کو تسلیم کریں، ان کی معرکۃ الآرا تصنیف کشف المحجوب کی تعلیمات کو مرشد مان لیں، گفتار کی تنگنائیوں تک نہیں کردار کی وسعتوں تک کہ کشف المحجوب نے علم وہی فرض کہا ہے جس پر عمل بھی کیا جا سکے۔

حدیث : امام احمد ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مؤذن کی جہاں تک آواز پہنچتی ہے، اس کے لیے مغفرت کر دی جاتی ہے اور ہر تر وخشک جس نے اس کی آواز سنی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہر تر وخشک جس نے آواز سنی اس کے لیے گواہی دے گا۔ دوسری روایت میں ہے، ہر ڈھیلا اور پتھر اس کے لیے گواہی دے گا۔

(بہار شریعت، حصہ 3)

صاحبزادہ محمد سعید احمد بدر قادری

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

مخدوم اُمم، سید ہجویر دینی اور روحانی اعتبار سے دنیائے اسلام کی بالخصوص اور ارض پاکستان و ہند کی بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ شخصیت ہیں۔ وہ نیک عالم باعمل، صوفی باخدا بحر علوم اور سر چشمہ رُشد و ہدایت تھے۔ وہ بلا شبہ خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ جنہوں نے عرفان و سلوک کی تمام منزل طے کیں اور بہت بلند مقام تک پہنچے۔ برعظیم پاکستان و ہند میں انہوں نے عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی شمع روشن کی کہ نورِ توحید و رسالت سے ہر طرف اور ہر جگہ اُجالا ہو گیا۔

مفکر اسلام، ترجمان، حقیقت، حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے خاص عقیدت اور محبت تھی۔ کہتے ہیں کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ عام مسلمان کی طرح سے اکثر و بیشتر دربار جاتے اور وہاں اپنی عقیدت کے پھول نچھاور کرتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ اقبال مغربی علوم و فنون کے دلدادہ ہوتے ہی ہوئے بھی دین اسلام کے زبردست مؤید اور حامی تھے۔ آقائے نامدار، ہر دو عالم کے تاجدار، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق اور ارادت اُن کا سرمایہ حیات تھا۔ درحقیقت وہ ہر مسلمان کے لئے اطاعت و اتباع رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لازمی اور اہم ترین حقیقت قرار دیتے تھے۔ اُن کا پختہ ایمان تھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور احکامات پر عمل پیرا ہوئے بغیر مسلمان کی زندگی بے مقصد اور بے معنی ہے۔ جو شخص حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی ہی نہیں بلکہ نبی آخر الزماں نہیں مانتا، اس کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ اپنے پورے کلام میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے۔ اور اُن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عظیم الشان کارنامے کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے کہ انہوں نے 23 سال کی مسلسل جدوجہد سے جہالت و گمراہی کی زنجیروں میں گرفتار اور ضلالت کے اندھیروں میں غرق عرب قوم کو نہ صرف فوز و غلام سے ہمکنار کیا بلکہ اُسے مشرق و مغرب کا تاجدار بنا دیا۔ علامہ فرماتے ہیں۔

درد دل مسلم مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است
آبروئے ماز نامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است

طور موجے از غُبارِ خانہ اش
کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش
کمتر از آنے زار وقاتش ابد
کا سب افزاید از ذاتش ابد
بوریا ممنونِ خوابِ راحتش
تاج کسریٰ زیر پائے امتش
در شبستانِ حرا خلوت گزید
قوم و آئین و حکومت آفرید
ماند شبہا چشمِ اُوصلی اللہ علیہ وسلم محروم نوم
تابہ اوجِ خسروی ِ خوابید قوم
وقت ہیجا تیغ اُوصلی اللہ علیہ وسلم آہن گداز
دیدۂ او اشکبار اندر نماز
در دعائے نصرت آمیں تیغ اُوصلی اللہ علیہ وسلم
قاطعِ نسلِ سلاطین تیغ اُوصلی اللہ علیہ وسلم
در جہاں آئین نو ایجاد کرد
مسند اقوامِ پیشیں در نورد

ترجمہ: "ہر مسلمان کے دل میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا بے پایاں احترام موجود ہے۔ اور ہر نظر میں اُن صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بلند و برتر جھلک رہا ہے۔ دنیا میں حضور سرورِ کائنات کے نام نامی اور اسم گرامی سے ہماری عزت اور آبرو ہے۔ کوہِ طور جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا اعزاز ملا، نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ (گھر) کے غبار کی صرف ایک موج ہے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرۂ مبارک کعبہ کے لئے بیت الحرم یعنی حُرمت والے گھر کی حیثیت رکھتا ہے۔ ابد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات کے لئے ایک لمحہ سے بھی کم تر ہے۔ بلکہ خود ابد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے ابدیت حاصل کی

ہے۔ آپ ﷺ خواب راحت کے لئے ایک طرف ٹاٹ سے بنے ہوئے بوریا کو ممنون فرماتے یعنی آپ ﷺ ایک معمولی ٹاٹ کو اپنے سونے کے لیے استعمال کرتے اس طرح اس ٹاٹ کو لازوال اعزاز حاصل ہو جاتا۔ دوسری طرف آپ ﷺ کی اُمت کے افراد نے قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج پاؤں تلے روند ڈالے۔ واضح رہے کہ اس زمانے میں قیصر و کسریٰ کی باجبروت سلطنتیں سپر پاور کا درجہ رکھتی تھیں۔ آپ ﷺ نے بظاہر شبستانِ حرا میں خلوت اختیار کی لیکن آپ ﷺ نے وہاں اپنی فہم و فکر اور غور خوض سے کام لیا اور ایک نئی قوم اور ملت، ایک نئے آئین و قانون اور نئے انداز کی حکومت معرض وجود میں لائے۔ اور دنیا کو حیران کو ششدر کر دیا۔

آپ ﷺ نے زندگی کی متعدد راتیں بے خوابی اور بے آرامی میں بسر کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی اُمت نے تختِ خسرو پرویز (شاہ ایران) پر آرام و راحت پائی جنگ کے دوران میں آپ ﷺ کی تلوار لوہے کو باآسانی کاٹ دیتی لیکن نماز و صلوٰۃ کے دوران آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں، خشیت الٰہی اور خوف خدا کی وجہ سے آپ ﷺ بے پناہ روتے اور گریہ وزاری کرتے اور اپنی اُمت کی بخشش کے لئے دعا فرماتے۔ دُعائے فتح و نصرت کے وقت آپ ﷺ زبان مبارک سے ''آمین'' کے الفاظ ارشاد فرماتے اور ساتھ ہی اپنی تلوار میان سے باہر نکال لیتے۔ گویا آپ ﷺ صرف دعاؤں پر ہی اکتفا نہ کرتے، بلکہ تلوار و شمشیر کی اہمیت کے پیش نظر اُسے بھی بروئے کار لاتے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی شمشیر بے نیام کی بدولت سلطنتوں اور بادشاہوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور آپ ﷺ نے دنیا میں نیا آئین و نیا قانون ایجاد کیا اور نافذ کیا۔ قدیم اقوام ایران و روما کی باجبروت سپر پاور کا خاتمہ کر دیا اور اُن کی بالا دستی خاک میں ملا دی، یہی نہیں بلکہ دین کی چابی سے آپ ﷺ نے دنیا کا دروازہ کھولا گویا ثابت کیا کہ کامیابی اور کامرانی کے حصول کے لئے دین و دنیا دونوں ضروری ہیں۔

(اسلام میں رہبانیت جائز نہیں) حقیقت ہے کہ زمانہ نے آپ ﷺ جیسی کوئی اور شخصیت پیدا نہیں کی۔ گویا دنیا بھر میں آپ ﷺ کا کوئی مثیل نہیں کوئی ثانی نہیں آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ حق پرست میں ادنیٰ واعلیٰ پست و بالا سب برابر تھے کیونکہ عزت و مرتبہ کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ادنیٰ غلام کے ساتھ برابر بیٹھ کر ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھاتے۔ گویا گورے اور کالے، اعلیٰ وادنیٰ اور پست و بلند میں کوئی امتیاز نہ تھا۔"

علامہ اقبال کے ان خیالات وافکار ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے قدم قدم پر نہ صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کے نغمے گائے ہیں۔ بلکہ اُن اکابرین اسلام کا بھی پورا پورا احترام روا رکھا ہے۔ جنھوں نے اسلام کی سر بلندی اور عظمت کے لئے مالی اور جانی قربانیاں دیں۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت امام عالی مقام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک تمام صحابہ کرام، تبع تابعین اور اُن کے بعد آنے والے بزرگان دین بھی شامل ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا سید ہجویر داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کلیر شریف، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں سبھی کا ذکر کیا ہے۔ اور خدمت کے سلسلہ میں ان کے کارناموں کو سراہا ہے اور تعریف کی ہے۔

لاہور میں مخدوم اُمم حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی دینی اور روحانی جزبات سے علامہ اقبال بہت متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علامہ نے اسرار و رموز میں سید ہجویر کے متعلق طویل نظم شامل کی ہے۔ جس میں انہوں نے مروا (Merve) کے ایک آدمی کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ جناب سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے مرو سے آتے ہوئے مرید کو زندگی بسر کرنے کے لئے دُشمن کی موجودگی کی اہمیت پر ایسی روشنی ڈالی ہے کہ انسان کی آنکھوں پر پڑے کئی پردے کُھل جاتے ہیں اور اسرار حیات واشگاف ہو جاتے ہیں۔

علامہ اقبال نے مسلمانانِ عالم کو قعر ذلت سے نکلنے اور سرفرازی کا مقام بلند حاصل کرنے کے لئے "فلسفہ خودی وخوداری" پیش کیا ہے۔ علامہ نے بتایا ہے کہ مسلمان معمولی انسان نہیں، قرآن کی رُو سے "حلیتہ الارض" بنا کر اُسے دنیا و جہان کی نیابت سونپی گئی ہے اور اعلائے کلمۃ الحق اس کے فرائض میں شامل ہے۔ گمراہی وضلالات میں مبتلا دنیا میں روشنی وآگہی اور حق و صداقت کو عام کرنا اس کا فرض ہے تا کہ دنیا میں ایک ایسا ماشرہ وجود میں لایا جا سکے جو عدل وانصاف کی اقدار سے مزین ہو جس میں

سب انسان برابر ہیں اور کوئی بڑا یا چھوٹا، ادنیٰ یا اعلیٰ نہیں ہوگا۔ کسی گورے کو کالے پر برتری حاصل نہیں ہوگی۔ اور نہ کسی قریشی کو عربی پر اور نہ ہی کسی عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہوں میں صرف وہی بڑا اور اعلیٰ ہے جو تقویٰ پر عامل ہے۔ دولت وثروت اور مقام و مرتبہ کی وجہ سے کوئی شخص کسی دوسرے سے سربلند و مفتخر نہیں ہو سکتا۔

انیسویں صدی میں مسلمان ہر جگہ غلامی کے شکنجے میں گرفتار تھے۔ مراکش سے انڈونیشیاء تک ایک بھی مسلمان مملکت آزاد و خودمختاری کا دعویٰ نہیں کر سکتی تھی۔ کہیں انگریزوں کی حکمرانی تھی اور کہیں فرانسیسی برسرِ اقتدار تھے۔ مسلمان اقوام ہر جگہ ذلیل وخوار تھیں اور شکست خوردگی، افسردگی، پژمردگی، اور بے یقینی و بے بسی کی حالت میں مبتلا تھیں۔ ان کی عظمت وصولت قصہ پارینہ بن کر رہ گئی تھی۔ اور اُن کے وقار واحترام کے پرچم سرنگوں تھے۔

اس عالمِ مایوسی اور ناامیدی میں اللہ تعالیٰ نے علامہ اقبال کو محکوم و مجبور مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے مامور کیا۔ چنانچہ علامہ اقبال نے گل و بلبل کے افسانے لکھنے کی بجائے اپنی شاعری کو اپنے مسلمان ہم وطنوں کو بیدار اور ہوشیار کرنے کا ذریعہ بنایا۔ چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ

نغمہ کجا و من کجا سازِ سخن بہانہ ایست
سپوئے قطاری کشم ناقہ بے زمام را

یعنی شاعری کہاں؟ اور اس میں کہاں؟ اور میں کہاں؟ شعر کہنا تو ایک بہانہ ہے ورنہ میں تو ملت اسلامیہ کی ناقہ بے زمام و بے لگام کو قطار کی طرف لا رہا ہوں؟۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خُوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

حضور نبی مختار، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں عرض کرتے ہیں۔

من اے میر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمم! داد از تو خواہم
مرا یاراں غزل خوا نے ستمرو ند

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کرتا ہوں اور داد طلب کرتا ہوں کہ میری قوم نے

مجھے محض شاعر سمجھ لیا ہے۔(حالانکہ میرا مقصد تو ان کی اصلاح اور بیداری ہے۔)

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ حضور پُرنور نبی عالی شان صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کفرستان ہند میں دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کا سلسلہ شروع کر دیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اہل باطل کا نہ صرف خانہ خراب کر دیا بلکہ توحید ورسالت کے پھول جا بجا اُگا دیئے جس سے چاروں طرف بہار کا سماں پیدا ہو گیا۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ، مخدومِ اُمم
مرقد او پیر سنجر رحمۃ اللہ علیہ کا حرم
بند ہائے کوہسار اساں گیخت
در زمینِ ہند تخم سجدہ ریخت

یعنی "سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ثم الجلابی اقوام عالم کے مخدوم اور سردار اعلیٰ ہیں۔ ان کا مزار اقدس خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے حرم کی مانند ہیں (انہوں نے مزار اقدس پر چالیس روز چلہ کشی کی تھی) وہ غزنی سے چلے اور بلند و بالا پہاڑوں کی رکاوٹیں عبور کرتے ہوئے جنگلوں سے گزر کر ہندوستان پہنچے اور یہاں آ کر سرزمین ہند میں سجدوں کے بیج بوئے۔"

عہد فاروق از جمالش تازہ شد
حق زحرف اُو بلند آواز ما شد
پاسبانِ عزتِ اُمم الکتاب
از نگاہش خانئہ باطل خراب

"اُن کے جمال و کمال کی بدولت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور کی یاد تازہ ہوگئی اور کلمہ حق کی آواز بلند و بالا ہوگئی۔ آپ (سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ) ام الکتاب یعنی قرآن پاک کی عزت وحرمت کے پاسبان اور نگہدار ہیں۔ ان کی مساعی جمیلہ اور جدوجہد کی بدولت ہندوستان میں کفر و باطل کا بیڑا غرق ہو گیا ہے۔"

خاکِ پنجاب از دمِ اُو زندہ گشت
صبح ما از مہر اُو تابندہ گشت
عاشق و ہم قاصدِ طیار عشق
از جبینش آشکار اسرارِ عشق

''سرزمین پنجاب اُن کے دم قدم سے زندہ و تابندہ ہوگئی اور اُن کے آفتاب کی بدولت ہماری صبح روشن ہوگئ گویا شب تار کے اندھیرے سے مٹ گئے۔ وہ خود عشق و محبت کی دولت اور سوز و گداز کی ثروت سے سرشار تھے اور عشق الٰہی اور محبت رسول مقبول ﷺ کے تیز رفتار پیامبر تھے۔ اُن کی روشن پیشانی اور خندہ جبینی سے عشق و محبت کے کئی اسرار و رموز منکشف ہوئے۔''

داستانے از کمالش سر کنم
گلشنے در غنچہ مضمر کنم
نو جوانے قامتش بالا چوسرو
وارد لاہور شد از شہرِ مرو

''میں آپ کے کمال کی ایک داستان بیان کرتا ہوں۔ میری کوشش ہے کہ میں ایک غنچے کے اندر پورے باغ کو سمیٹ دوں یعنی کوزوے میں دریا بند کردوں۔ ترکستان کے شہر مروا (Merve) سے ایک نوجوان جو سرو کے درخت کی طرح بلند قامت تھا، لاہور میں وارد ہوا۔''

رفت پیش سید والا خباب
تا رُباید ظلمتش را آفتاب
گفت محصورِ صفِ اعدا ستم
درمیان سنگ ہا میناستم
بامن آموز اے شہ گردوں مکان
زندگی کرون میانِ دشمناں

"بلند مرتبت شخصیت سید ہجویر و جلاب کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آفتاب (ہجویر) اُس کے دل کے نہاں خانوں میں موجود ظلمت اور تاریکی کو دور کرے اس نے عرض کیا کہ میں دشمنوں کی صفوں میں گھرا ہوا ہوں میری مثال یوں ہے کہ جیسے کہ ایک کمزور و نازک مینا پتھروں کے درمیان گھر گئی ہو۔ اے بلندیوں میں آسمان کا مرتبہ رکھنے والے مخدوم اُمم! مجھے دشمنوں کے درمیان زندگی بسر کرنے کے انداز و اطوار سے آگاہ کر!"

پیر دانائے کہ در ذاتش جمال
بستہ پیمانِ محبت با جلال
گفت اے نا محرم از رازِ حیات
غافل از انجام و آغازِ حیات

"وہ پیر دانا یعنی سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ جس کی ذات میں جلال و جمال مہر در نے پیمان محبت باندھ رکھا تھا یعنی اس کی ذات میں جلال و جمال یکجا ہو گئے تھے۔ فرمایا اے نوجوان! تو زندگی کے راز سے بالکل بے خبر ہے اور نہ اس کا آغاز جانتا ہے اور نہ انجام سے واقف ہے۔"

فارغ از اندیشہ اغیار شو
قوتِ خوابیدۂ بیدار شو
سنگ چوں بر خود گماں شیشہ کرد
شیشہ گردید و شکستن پیشہ کرد
ناتواں خود را اگر ابر و شمرو
شیشہ گردید و شکستن پیشہ کرد
تا کجا خود را شماری ماوطیں
از گلِ خود شعلہ طور آفریں

تو اپنے دشمنوں کا ڈر اور خوف اپنے دل سے نکال دے۔ تیرے اندر ایک قوت موجود ہے جسے تو نے سُلا رکھا ہے۔ اس قت خفتہ کو بیدار کر! یاد رکھ جب سنگلاخ پتھر خود کو شیشہ سمجھنے لگتا ہے تو وہ شیشہ ہی بن جاتا ہے اور ٹوٹنا پھوٹنا شروع کر دیتا ہے۔ جب مسافر اپنے

آپ کو کمزور و ناتواں خیال کرتا ہے تو وہ اپنی نقد جان ڈاکوؤں اور رہزنوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ (اے مرد ناداں!) تو کب تک اپنے آپ کو پانی اور مٹی سے بنا ہوا (کمزور) پتلا سمجھتا رہے گا۔ تجھے چاہئے کہ اپنے اندر سے شعلہ طور پیدا کرے (جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور سے شعلہ طور پیدا کرنے کا سامان کیا تھا)''

با عزیزاں سرگراں بودون چرا؟
شکوہ سنجِ دوستاں بُو دن چرا؟
راست می گویَم عدو ہم یارِ تُست
ہستئ او رونقِ بازار تُست
ہر کہ دانائے مقامات خودی است
فضلِ حق داند اگر دشمن قوی است
کشت انساں را عدو باشد سحاب
ممکنا را بر انگیزد ز خواب

''یعنی اے شخص تیرے دشمن تیرے عزیز ہیں اس لئے عزیزوں سے ناراضی اور سرگرانی کیوں اس طرح دشمنوں کی شکایت کرنے کا بھی کیا فائدہ؟ گویا تو دوستوں سے بھی بدظن ہے اور دشمنوں سے بھی نالاں ہے۔ آخر کیوں؟ میں سچی بات کہتا ہوں کہ دشمن بھی تیرا دوست ہے کیونکہ اسی کی بدولت تیری زندگی کے بازار میں رونق اور بہار ہے۔ جو شخص ''خودی'' وخودداری کے مقامات اور درجات سے آگاہ وخبردار ہے اگر اس کا دشمن مضبوط اور طاقتور ہے تو وہ اُسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے فضل و کرم سمجھتا ہے۔ انسان کی کھیتی کے لئے دشمن بارش کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ انسان کے اندر یعنی اس کے باطن میں موجود خفیہ امکانات اور ممکنات کو بیدار کرتا ہے۔''

سنگ رہ آب است اگر ہمت قوی است
سَیل را پست و بُلندِ جارہ چیست؟

سنگ رہ گرد و فسانِ تیغ عزم
قطع منزل امتحانِ تیغِ عزم

''اگر انسان باہمت اور عزم بلند رکھتا ہو تو اس کے راہ کا پتھر اور رکاوٹ پانی بن جاتی ہے (اور بہہ کر رہ جاتی ہے۔) جیسے سیلاب کے سامنے اونچ نیچ اور بلندی و پستی کوئی حیثیت نہیں رکھتی، عزم و ارادہ کی تلوار کے لئے سنگ راہ سان کا کام دیتا ہے اور منزل تک پہنچنا تیغِ عزم کا امتحان ہے۔''

مثلِ حیواں خوردن آسو دن چہ سُود؟
گر بخود محکم نہی بو دن چہ سُود؟
خویش را چوں از خُودی محکم کُنی
تُو اگر خواہی جہاں بر ہم کُنی
گرفنا خواہی ز خُود آزاد شو
گر بقا خواہی بخود آباد شو

''حیوانوں کی طرح کھانا پینا اور آرام کرنا بے فائدہ اور بے سُود ہے۔ اگر تو اپنے اندر مضبوط و مستحکم نہیں تو پھر اس زندگی کا کیا فائدہ؟ جب تو خودی کے ذریعے اپنے آپ کو مستحکم اور مضبوط و توانا کر لے گا تو پھر پورے جہاں کو درہم برہم کر سکے گا۔ اگر تُو مٹ جانا پسند کرتا ہے تو اپنی خودی سے بے تعلق ہو جا اور اگر زندگی اور بقا چاہتا ہے تو اپنی خودی تعمیر کر!''

چیست مُردن از خودی غافل شدن
تُو چہ پنداری فراقِ جان و تن
در خُودی کُن صورتِ یوسف علیہ السلام مقام
از اسیری تا شہنشاہی خرام
از خودی اندیش و مردِ کار شو
مرد حق شو حاملِ اسرار شو

شرح راز از داستاں ہامی کنم
غنچہ از زورِ نفس دامی کنم
خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

مرنا کیا ہے؟ اپنی کودی سے غافل ہو جانا (یعنی خودی سے غفلت اختیار کرنا موت کے مترادف ہے) تو کیا جانے؟ جسم اور جان یا تن اور رُوح کا کیا فرق ہے؟ یاد رکھ موت فراق جان وتن کا نام نہیں؟ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح خودنگر خودشناس بن جا، اپنی خودی کی تعمیر کر تا کہ تو ایسی (قید و بند) سے شہنشاہی کا مقام ومرتبہ حاصل کر سکے۔ خودی سے آگے ہو کر باہمت انسان بن جا۔ مردحق اور اسرار ورموز کا حامل ہو جا۔ میں کیا ہوں اور حکایتوں کے ذریعے زندگی کے اسرار ورموز آپ شکار کرتا ہوں اور کلام کے زور سے دوسروں کا غنچہ دل کھلاتا ہوں، مولانائے روم (جلال الدین رومی) کا فرمان ہے کہ

"اچھی بات یہی ہے کہ دوستوں اور دلیروں کا رازِ زندگی کہانیوں اور حکایتوں کے ذریعے بیان کیا جائے۔ اس طرح رازِ حیات زیادہ دلکش اور دلربا ہو جاتا ہے۔"

گویا براہِ راست بات کہنے کی بجائے اگر دوسرے کے حوالے سے بالواسطہ کہی جائے تو وہ بات زیادہ موثر اور دلکش ہو جاتی ہے۔ علامہ اقبال مولانا روم سے بہت متاثر ہیں اور وہ انہیں اکثر مقامات پر مرشد رومی کہہ کر خطاب کرتے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

پیر رومی را طریق راہ ساز
تا خدا بخشد تر سوز و گداز

یعنی حضرت مولانا جلال الدین رومی کو اپنا رہبر و رہنما بنالو، اُن سے رازِ زندگی سیکھو اور حاصل کرو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رب دو جہاں آپ کو سوز وگداز اور عشق ومحبت کی دولت عطا کردے گا۔"

خزینہ معرفت کا ہے محبت میرے داتاؒ کی
عطائے سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے قربت میرے داتاؒ کی

مفتی محمد کریم خان

سیّد ہجویر کا نظریہ توحید

عقیدہ توحید اسلام کا سب سے بنیادی عقیدہ ہے۔قرآن وحدیث میں اس پر بہت سارے دلائل قائم کیے گئے ہیں۔(1)

حضور داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحث کو "کشف الحجاب الثانی فی التوحید" کے عنوان کے تحت کشف المحجوب میں صفحہ 244 تا 251 (نسخہ فارسی، تہران) سات صفحات میں بیان کیا ہے۔سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحث میں تین آیات قرآنیہ، تین احادیث مبارکہ، آٹھ اقوال سلف، دو حکایات اور ایک شعر سے اپنے مؤقف پر استشہادات پیش کیے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چار ذاتی اجتہادات بھی بیان کیے ہیں۔اسی طرح اس بحث کے آغاز میں توحید کی تعریف اور اقسام بھی بیان کی ہیں۔اس بحث میں آپ نے اپنی تصنیف "الرعایۃ بحقوق اللہ" کا ذکر بھی کیا ہے۔اس اجمال کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔تعریف:

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے توحید کی تعریف درج ذیل بیان کی ہے جسے آپ نے حقیقت توحید کا نام دیا ہے۔

"وحقیقت توحید حکم کردن بود بر یگانگی چیزی وصحت علم بیگانگی آن، وچون حق تعالی یکیست بی قسیم اندر ذات وصفات خود وبی بدیل وشریک اندر افعال خود، وموحدان وی را بدین صفت دانستہ اند، دانش ایشان را یگانگی توحید خوانند۔"(2)

"توحید کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کو اکیلا جاننا اور اس اکیلے جاننے پر صحیح علم رکھنا اس کا نام توحید ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے بے مثل وہ اپنی ذات وصفات میں بے نظیر اور اپنے افعال میں لاشریک ہے۔موحدین نے اللہ تعالیٰ کو انہیں خوبیوں کے ساتھ جانا اور اس جاننے کو توحید کی یکتائی کہتے ہیں۔"

(پی ایچ ڈی (سکالر) بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان)

2۔توحید کی اقسام:

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے توحید کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

''وتوحید سہ است: یکی توحید حق مرحق راوآن علم او بود بیگانگی خود، ودیگر توحید حق مرخلق راو آن حکم وی بود بتوحید بندہ وآفرینش توحید اندر دل بندہ، وسہ دیگر توحید خلق باشد مرحق راو آن علم ایشان بود واحدانیت خدای عزوجل بس چون بندہ عارف باشد بروحدانیت اوحکم تواند کرد۔'' (3)

توحید کی تین اقسام ہیں:

1۔ حق تعالیٰ کی توحید اسی کے لیے یہ حق تعالیٰ کا علم ہے کہ وہ اکیلا ہے۔

2۔ حق تعالیٰ کی توحید مخلوق کے لیے وہ خدا کا حکم ہے، جو بندوں کی توحید کے ساتھ خاص ہے کہ اس وحدہٗ لاشریک نے بندے کے دل میں توحید پیدا فرمائی۔

3۔ مخلوق کی توحید حق تعالیٰ کے لیے، وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ساتھ مخلوق کا علم ہے۔

لہٰذا جب بندہ حق تعالیٰ کے ساتھ عارف ہوجاتا ہے تو وہ اس کی وحدانیت پر حکم کرسکتا ہے۔

3۔ آیاتِ قرآنیہ:

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضمن میں تین آیات قرآنیہ کو بطور استشہاد ذکر کیا ہے۔ آیاتِ قرآنیہ اور ان سے مستنبط مسائل ونصائح کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ (4)

ترجمہ: ''تحقیق تمہارا معبود ایک ہی ہے۔''

مسائل ونصائح:

☆ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اور ساری مخلوق اس کی وحدانیت کی طرف کوشش وجستجو کرنے والی ہے۔(5)

☆ عبادت کے لائق وہی ایک ذات ہے، اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔(6)

☆ وہی ایک ہستی بالذات واحد اور عبادت کے لیے ہے، اس کے علاوہ کسی شے کا وجود ہی نہیں، عبادت کے لائق کوئی کیسے ہوسکتا ہے۔(7)

☆ الٰھکم میں خطاب عالم مخلوق کو ہے کسی خاص گروہ کو نہیں، مطلب یہ ہے کہ اے جہان والو! عبادت کے لائق ایک ایسا معبود ہے کہ جس کی نظیر اور شریک ممکن نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ

خاص تورات کی آیات چھپانے والوں کو توبیخ وتہدید کے لیے خطاب ہو، کیونکہ جس طرح وہ محمد ﷺ کے اوصاف کا اخفا کرتے تھے اسی طرح توحید کو بھی چھپاتے تھے۔(8)

☆ یہ آیت قرآن حکیم کی عظیم ترین آیتوں میں سے ہے۔ اس کے پہلے ٹکڑے میں توحید کا ثبوت، دوسرے میں شرک کی نفی اور تیسرے میں دونوں کی دلیل ہے۔ یعنی جب اسی کی وسیع رحمت پر تمہارے وجود، تمہاری بقا، نشوونما اور تمہارے آرام وراحت کا دارومدار ہے تو اس کے علاوہ اور کون ہے جو الٰہ یا معبود بننے کا حقدار ہو۔(9)

☆ اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا معنی یہ ہے کہ الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور عبادت کا مستحق ہونے میں وہ متفرد ہے اور اس کی کسی صفت میں کوئی اس کا مثیل، شبیہ اور نظیر نہیں ہے۔(10)

قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ۚ(1) (11)

ترجمہ: ''فرما دیجیے! وہ اللہ ایک ہے۔''

مسائل ونصائح:

☆ اللہ تعالیٰ واحد اور احد ہے، اس جیسا کوئی نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا کوئی ہمسر نہیں، اس کا کوئی ہم جنس نہیں اور اس کے سوا کسی میں الوہیت نہیں۔(12)

☆ اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت خود اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اس کی صفات عین ذات ہیں، اس سے جدا نہیں ہیں بلکہ صرف عقلی اعتبار سے فرق ہے وہ اکیلا ہی ہے کثرت اعتباری ہے، جس کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہے۔

☆ وہ ذات ربوبیت والوہیت میں صفات عظمت وکمال کے ساتھ موصوف ہے۔ فعل ونظیر وشبیہ سے پاک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔(14)

☆ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نسبت پوچھتے ہیں کہ وہ کیسا ہے؟ ان سے کہہ دیجیے کہ وہ ایک ہے جس کی ذات میں کسی قسم کے تعدد وتکبر اور دوئی کی گنجائش نہیں۔ نہ اس کا کوئی مدمقابل، نہ مشابہ، اس میں مجوس کے عقیدہ کا ردّ ہو گیا ہے جو کہتے ہیں کہ خالق دو ہیں: خیر کا خالق۔ ''یزداں'' اور شر کا خالق ''اہرمن'' نیز ہنود کی تردید ہوئی جو تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو خدائی میں حصہ دار

ٹھہراتے ہیں۔(15)

☆ اس کی ذات محض واحد نہیں بلکہ احد ہے جس میں کسی حیثیت سے بھی کثرت کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔وہ اجزاء سے مرکب وجود نہیں ہے جو قابل تجزیہ و تقسیم ہو، جو کوئی شکل وصورت رکھتا ہو، جو کسی جگہ میں رہتا ہو یا کوئی چیز اس کے اندر جگہ پاتی ہو، جس کا کوئی رنگ ہو، جس کے کچھ اعضا ہوں، جس کی کوئی سمت اور جہت ہو اور جس کے اندر کسی قسم کا تغیر و تبدل ہوتا ہو۔تمام اقسام کی کثرتوں سے بالکل پاک اور منزہ وہ ایک ہی ذات ہے جو ہر لحاظ سے اَحد ہے(16)

☆ صرف اللہ کے لیے ہی احد کا لفظ مطلقاً استعمال کیا گیا ہے، کیونکہ وجود میں صرف وہی ایک ہستی ایسی ہے جس میں کسی حیثیت سے بھی کوئی کثرت نہیں ہے، جس کی وحدانیت ہر لحاظ سے کامل ہے۔(17)

☆ احد کا لفظ واحد سے زیادہ گہرا ہے کیونکہ احد، واحد کے مفہوم پر مزید اضافہ کرتا ہے، کہ اس کے ساتھ کوئی چیز حقیقتاً موجود نہیں ہے اور اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے یعنی وہ یکتا ہے۔(18)

☆ ''احد'' میں وجود کی احدیت کا اظہار ہے، یعنی اس کی حقیقت کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں ہے۔اس کے سوا اور کوئی حقیقی وجود نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا جس قدر موجودات ہیں وہ اپنا وجود اللہ سے اخذ کرتی ہیں اور وہ اپنی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کی حقیقت سے لیتی ہیں۔وہ فاعلیت میں بھی یکتا ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا اس پوری کائنات میں کوئی اور مؤثر و فاعل نہیں ہے۔(19)

☆ یہ ایک نظریہ اور عقیدہ ہے جو انسان کے ضمیر میں جاگزین ہوتا ہے۔جب کسی دل میں یہ عقیدہ بیٹھ جاتا ہے اور عقل اس کا تصور کر لیتی ہے تو انسانی قلب اس واحد ذات واجب الوجود کے سوا کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتا، کیونکہ دراصل موجود تو یہی ذات یکتا ہے اور فعال و مؤثر بھی یہی واحد ذات ہے۔(20)

لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ (21)

ترجمہ:''دو خدا نہ بناؤ وہ ایک ہی معبود ہے۔''

مسائل ونصائح:

☆ یہ توحید کے حق میں خود خدا کی شہادت کا حوالہ ہے جو اس کے انبیاء، رسولوں، کتابوں اور صحیفوں کے ذریعے سے لوگوں کو پہنچی ہے۔ فرمایا کہ اس نے لوگوں کو اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعے سے یہی تعلیم دی ہے کہ دو معبود نہ بنانا، میں ایک ہی معبود ہوں تو مجھی سے ڈرو۔(21)

☆ عبادت کا مستحق اللہ کریم اکیلا ہے لہٰذا اللہ ہی سے ڈرنا چاہیے، ارض وسماء میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے اور سارے اسباب اسی کے پیدا کردہ ہیں۔(22)

☆ جب الوہیت میرے ساتھ خاص ہے تو جو اس کے لوازم ہیں کمالِ قدرت وغیرہ وہ بھی میرے ساتھ ہی خاص ہوں گے تو انتقام وغیرہ کا خوف مجھ ہی سے چاہیے اور شرک انتقام مستدعی ہے، پس شرک نہ کرنا چاہیے۔(23)

☆ اللہ وحدہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، وہ لاشریک ہے۔ وہ ہر چیز کا خالق، مالک اور پالنہار ہے۔ اسی کی خالص عبادت دائمی اور واجب ہے۔ اس کے سوا دوسروں کی عبادت کے طریقے اختیار نہ کرنے چاہئیں۔(24)

☆ جب تمام آسمانی وزمینی مخلوق ایک خدا کے سامنے بے اختیار سربسجود اور عاجز ومقہور ہے، پھر عبادت میں کوئی دوسرا شریک کہاں سے آ گیا۔ جو سارے جہان کا مالک ومطاع ہے تنہا اسی کی عبادت ہونی چاہیے اور اسی سے ڈرنا چاہیے۔(25)

☆ دو خداؤں کی نفی میں دو سے زیادہ خداؤں کی نفی آپ سے آپ شامل ہے۔(26)

☆ دو خداؤں کی نفی سے تعدد کی نفی مطلوب ہے یعنی وہ ایک ہی ہے دو نہیں اور جب دو نہیں جو کثرت اور تعداد کا ادنیٰ درجہ ہے تو اس سے زیادہ کیسے ہو سکتے ہیں توحید الٰہی کے روشن دلائل سن لینے کے بعد کسی دوسرے کو خدا سمجھنا انتہائی حماقت ہے چہ جائیکہ سینکڑوں معبود گھڑ لیے جائیں اور ان کی پوجا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو واقعی اس کی پکڑ بڑی سخت ہے۔(27)

4۔ احادیث مبارکہ:

حضور داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے توحید کے بیان میں تین احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے مؤقف پر دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ احادیث مبارکہ اور ان سے مستنبط مسائل ونصائح کی تفصیل درج ذیل ہے:

"قال النبیﷺ بینما رجل فیمن کان قبلکم لم یعمل خیراً قط الا توحید فقال لاهله اذا مت فاحرقونی ثم استحقونی ثم ذرونی نصفی فی البر و نصفی فی البحر فی یوم رائح ففعلوا فقال الله عزوجل للریح والمآء اجمعاما اخذعا فاذا هو بین یدیه فقالهٗ ما حملك علی صنعت فقال استحیاء منك فغفرله." (28)

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ایک شخص تم سے پہلے گزرا ہے جس کے پاس کوئی نیکی توحید کے سوانہ تھی اس نے اپنے گھر والوں سے کہا جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا اور خاکستر کو باریک کر کے تیز ہوا کے دن آدھا خشکی میں اور آدھا سمندر میں اڑا دینا تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا اور پانی سے فرمایا جو تم نے پھیلایا ہے اسے اکٹھا کرو اور اسے قیامت تک محفوظ رکھو۔ جب اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا تو اس سے فرمائے گا بتا تجھے کس چیز نے اس پر آمادہ کیا تو اپنے آپ کو جلائے؟ وہ عرض کرے گا۔ خدایا تیری شرم دامن گیر تھی یقیناً میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے پھر اسے اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔'' (28)

اس حدیث مبارکہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ أن رسول اللهﷺ قال:

" قال رجل لم یعمل حسنة قط لأهله اذا مات فحرقوه ثم أذروا نصفه فی البر و نصفه فی البحر فو الله لئن قدر الله علیه لیعذبنه عذابا لا یعذبه أحدا من العالمین فلما مات الرجل فعلوا ما أمرهم فامر الله البر فجمع مافیه وأمر البحر فجمع ما فیه ثم قال: لم فعلت هذا؟ قال: من خشیتك یا رب وأنت أعلم فغفر الله له." (29)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایک شخص نے جس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی تھی اپنے گھر والوں سے کہا کہ: جب وہ مر جائے تو اسے جلا کر راکھ کر دیا جائے اور اس کی راکھ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے آدھی خشکی میں اڑا دی جائے اور آدھی سمندر میں بہا دی جائے۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ اس (جان) پر قادر ہو گئے تو اسے ایسا عذاب دیں گے کہ تمام جہان والوں میں سے کسی کو ایسا عذاب نہ دیا ہوگا۔ چنانچہ جب وہ مر گیا تو اس کے گھر والوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اللہ تعالیٰ نے خشکی کو حکم فرمایا کہ اس کی راکھ جمع کر دو تو اس نے ساری راکھ جو کچھ روئے زمین کی خشکی میں تھی اکٹھی کر دی اور سمندر کو حکم دیا تو اس نے بھی سمندروں کی گہرائیوں میں موجود ساری راکھ جمع کر دی۔ (پھر اسے گویائی اور حیات دے کر) اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کی: اے میرے رب! آپ کے ڈر کی وجہ سے اور آپ حقیقت خوب جانتے ہیں (کہ میں نے آپ کے خوف سے ہی ایسا حکم دیا تھا) اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری روایت، امام مسلم، امام نسائی اور امام ابن ماجہ کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال:

كان رجل يسرف على نفسه فلما حضره الموت قال لبنيه اذا أنا مت فاحرقوني ثم اطحنوني ثم ذروني في الريح فو الله لئن قدر على ربي ليعذبني عذابا ماعذبه أحدا فلما مات فعل به ذلك فامر الله الأرض فقال اجمعي ما فيك منه ففعلت فاذا هو قائم فقال ماحملك على ما صنعت؟ قال يا رب خشيتك فغفر له وقال غيره مخافتك يا رب.(30)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک آدمی اپنی جان پر گناہوں کا بوجھ لادتا رہا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو

اپنے بیٹوں سے کہنے لگا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا، پھر میری راکھ کو ہوا میں بکھیر دینا، اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! اگر اس نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے ایسا سخت عذاب دے گا کہ اس نے ایسا عذاب کسی کو نہ دیا ہوگا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس کے سارے اعضاء اکٹھے کرنے کا حکم دیا۔ زمین نے سارے اعضاء اکٹھے کر دیے۔ جب وہ اس حالت میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا! تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس بندے نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! تیرے خوف کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔ ایک اور روایت میں لفظ یارب خشیتک کے بجائے مخافتک یا رب ہے۔"

مسائل ونصائح:

☆ یہ بنی اسرائیل کے ایک کفن چور کا معاملہ ہے۔(31)

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کی بخشش محض خشیتِ الٰہی کی وجہ سے کی ہے۔(32)

☆ اس شخص کی بخشش عقیدہ توحید اور ایمان کی بناء پر ہوئی۔(33)

☆ اس حدیث میں مذکور افعال کا ترتب جسم کی ظاہری حالت پر ہی ہوا ہے۔(34)

☆ اگلی امتوں میں ایک شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے کثیر مال اور اولاد عطا فرمائی تھی، اس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا اور گناہوں کا ارتکاب کیا تھا، مرنے کے قریب اس پر خدا کا خوف غالب آیا کہ میرے اعمال ایسے ہیں کہ اللہ ﷻ مجھ پر ایسا سخت عذاب فرمائے گا کہ کسی پر نہیں فرمائے گا تو اس نے اپنے بچوں کو یہ وصیت کی کہ مرنے کے بعد مجھے جلا دینا پھر پیس ڈالنا اور جب تیز ہوا چلتی ہو میری راکھ سمندر میں اڑا دینا اس کے لڑکوں نے ایسا ہی کیا۔(34)

☆ بہ ظاہر یہ الفاظ قدرت سے ماخوذ ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرے وہ کافر ہے، اور یہ شخص کافر نہیں تھا کیونکہ اس نے یہ کہا تھا کہ اے میرے رب میں نے تیرے خوف سے یہ کہا تھا اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کافر کو نہیں بخشتا۔ اس لیے "قدر" کی تاویل میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا یہ قضاء اور حکم کے معنی میں ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے عذاب دینے کا حکم دیا یا فیصلہ کیا، اور بعض علماء نے کہا یہ

""ضیق،، کے معنی میں ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے عذاب دینے میں تنگی کی یا گرفت کی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ قدرت سے ہی ماخوذ ہے لیکن اس شخص کو قدرت میں شک نہیں تھا بلکہ خوف کے غلبہ اور گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے اس کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔ اس لیے اس سے ان الفاظ پر مواخذہ نہیں ہوا، جس طرح ایک شخص نے خوشی کی شدت کی وجہ سے کہا تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔(35)

☆ اس شخص کے قول میں نفی قدرت نہیں ہے بلکہ شدت خوف کی وجہ سے بغیر سوچے سمجھے اور تفریق کی صلاحیت کے بغیر یہ الفاظ نکلے تھے۔ ان الفاظ کا حکم مجنوں کے الفاظ جیسا ہے۔(37)

"انی لست کاحدکم انی ابیت عند ربی فیطعمنی ویسقینی"(38)

ترجمہ: ''میں تم میں سے کسی کی مانند نہیں ہوں۔ میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔''

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''کہ زندگانی من بدانست و پایندگی بدان۔'' (39)

یعنی میری زندگی اور پائندگی اسی ذات سے ہے۔

تخریج حدیث:

اس حدیث کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں اسناد و الفاظ کے فرق کے ساتھ گیارہ مقامات پر درج کیا ہے۔ جن کے ارقام درج ذیل ہیں:(39۔الف)

امام مسلم نے اسناد و الفاظ کے فرق کے ساتھ دس روایات نقل کی ہیں۔(40)

امام ابوداؤد نے دو روایتیں اسناد و الفاظ کے فرق سے نقل کی ہیں۔(41)

مسائل و نصائح:

☆ اسلام میں یوم وصال رکھنا جائز نہیں ہے اور یہ عیسائیوں کا طریق ہے۔(42)

☆ بے شک اللہ تعالیٰ نے رات کے روزے فرض نہیں کیے، جو رکھے گا اسے ثواب نہیں ملے گا۔(43)

☆ اللہ تعالیٰ نے جو صفات اور منازل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں وہ کسی اور کو رتبہ حاصل نہیں ہے۔(44)

☆ آپ نے جو منع کیا اس کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں:

1۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منع کرنا حرام ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

2۔ یہ منع مکروہ تحریمی ہے۔

3۔ جو شخص ان روزوں کی وجہ سے مشکل سے دو چار ہو اس کے لیے حرام ہے اور جسے مشقت نہ ہو اس کے لیے مباح ہے۔(46)

اللہ تعالیٰ کے کھلانے اور پلانے کے دو محمل ہیں:

ا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت سے طعام اور مشروب دیا جاتا تھا۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی قوت عطا فرماتا تھا۔(47)

☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمال رب کا دیدار کرادیا جاتا تھا اور اس دیدار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر شاد ہوتے تھے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے پینے کی ضرورت نہیں رہتی تھی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھانا پینا اپنے رب کا دیدار کرنا ہے۔(48)

☆ قرآن مجید نے جس مثلیت کو ثابت کیا ہے وہ عدمی معنی ہے یعنی معبود نہ ہونے میں تم جیسا ہوں، نہ تم معبود ہو اور نہ میں معبود ہوں اور کسی وجودی معنی میں کائنات کا کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل نہیں ہے۔(49)

☆ نظیر سے مراد وہ شخص جو تمام اوصافِ کمالیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مساوی ہو۔ علماء اہل سنت کے نزدیک اس معنی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر کی تخلیق ممکن نہیں ہے۔(50)

☆ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کی تخلیق ممکن ہو تو آیت قرآنی:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔(51)

ترجمہ: ”محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔“

اس نص صریح کا کذب ممکن ہو جائے گا باقی رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے تو اس کی دلیل یہ ہے کہ کذب صفت نقص اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ کا صفت نقص و عیب سے متصف ہونا محال

بالذات ہے۔(52)

لی مع اللہ وقت لا یسعن فیہ ملك مقرب ولا نبی مرسل. (53)

ترجمہ: ''مجھے اللہ تعالیٰ کی معیت میں ایسا وقت بھی نصیب ہوتا ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتہ کی میرے ساتھ گنجائش ہوتی ہے اور نہ ہی کسی نبی مرسل کی۔''

اس حدیث کو امام قشیری، امام سخاوی، ملا علی قاری، اور امام عجلونی نے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے۔(54)

مسائل ونصائح:

☆ یہاں پر ملک مقرب سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں اور نبی مرسل سے مراد آپ ﷺ کی ذات بابرکات ہے، یہ مقام استغراق ہے جسے عرف عام ہیں سکر، صحو اور فناء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔(55)

☆ آپ ﷺ نے اس میں ایک مخصوص وقت کی خبر دی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ احوال کا دائمی ہونا جائز ہے کیونکہ اہل حقائق ان وارد ہونے والی کیفیات سے بالاتر ہیں۔(56)

☆ رسول اکرم ﷺ کا فرمان: ''لِیْ وَقتٌ'' میرے لیے ایک وقت ہے۔ تو یہ سننے والے کی سمجھ کے مطابق فرمایا، وگرنہ آپ ﷺ تو ہر وقت حقیقت کے ساتھ قائم رہتے تھے۔(57)

☆ یہ حدیث معنوی طور پر اس حدیث کے مشابہ ہے جسے امام ترمذی نے ''الشمائل المحمدیۃ'' اور امام اسحاق بن راھویہ نے ''المسند'' میں ذکر کیا ہے:

کان رسول اللہ ﷺ اذا اتی منزلہ جزء دخولہ ثلاثۃ اجزاء جزء للہ تعالی و جزء لاھلہ وجزء لنفسہ ثم جزء جزاہ بینہ وبین الناس.

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو اپنے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے، ایک حصہ گھر والوں کے لیے اور ایک حصہ اپنے لیے۔ پھر اسی حصہ کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرماتے۔''(58)

☆ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آقا کریم ﷺ کو انتہائی قرب والا مقام حاصل ہے۔

☆ جب یہ مقام قرب آپ ﷺ کو حاصل ہوتا ہے تو پھر توجہ کسی اور طرف مبذول نہیں ہوتی

بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی انوار و تجلیات پر ہوتی ہے۔

5۔اقوالِ سلف:

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے توحید کے بیان میں نو اقوال آئمہ وصوفیاء کو بھی اپنے مؤقف کی تائید میں ذکر کیا ہے۔ ان اقوال سلف میں تین اقوال حضرت جنید بغدادیؒ اور ایک ایک حضرت حسین بن منصور، حضرت ابوالحسن حضرمی، حضرت سہیل بن عبداللہ تستری، حضرت ابو سھل سعلوکی، حضرت استاد ابو علی دقاق اور حضرت شبلی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال:

آپ فرماتے ہیں:

" التوحید افراد القدم عن الحدث (توحید جدا داشتن قدم بود از حدث) یعنی آن که قدیم را محل حوادث ندانی و حوادث را محل قدیم ندانی و معلوم گردانی که حق تعالی قدم است و تو ضرورة محدثی، اذ جنس تو هیچ چیز بدو نپیو ندد و از صفات وی هیچ چیز اندر تو نیا میزد، که قدیم را با محدث مجانست نبود، از آنچه قدیم پیش از وجود حوادث بود، چون قبل وجود الحوادث قدیم بود و بحدث محتاج نبود بعد وجود الحوادث بدو نیز محتاج نگردد. واین خلاف آنکسانست که بقدم ارواح گویند، وذکر ایشان گذشت.

وچون کسی قدیم را اندر محدث نازل گوید و یا محدث را بقدیم متعلق داند بر حدوث عالم دلیل نماند. واین بمذهب دهریان کشد. فنحوذ بالله من اعتقاد السوء ودر جمله همه حرکات محدثات دلیل توحیداست وگواه برقدرت خداوند عزوجل

واثبات قدم وی.

اما بنده ازان جمله غافل است که مراد جز از و خواهد و یا جز ذکر او آرامد، چون اندر نیست کردن وهست کردن تو وی را شریك نبایست محال باشد که اندر تربیت تو شریك باید. (59)

"توحید یہ ہے کہ حادث سے قدیم کو جدا جانے مطلب یہ کہ مومن قدیم کو محل حوادث نہ جانے اور حوادث کو محل قدیم نہ سمجھے اور جانے کہ حق تعالیٰ قدیم ہے اور خود محدث جو تمہاری جنس سے مخلوق ہے وہ بھی حادث ہے۔ کوئی مخلوق اس سے ملحق نہیں نہ اس کی کوئی صفت تم جیسی کسی مخلوق میں ملی ہے کیونکہ قدیم، حادث کا ہم جنس نہیں ہے۔ اس لیے کہ قدیم کا وجود محدثات کے وجود سے پہلے ہے اور جبکہ محدثات کے وجود سے پہلے قدیم تھا اور محدث کا محتاج نہ تھا تو بعد وجود محدث تھی وہ اس کا محتاج نہ ہوگا۔ یہ قاعدہ ان لوگوں کے برخلاف ہے جوارواح کو قدئم کہتے ہیں، ان کا ذکر پہلے گزر چکا اور جب کوئی قدیم محدث میں نازل کہتا ہے کہ یہ محدث کو قدئم کے ساتھ متعلق جانا ہے۔ وہ حق تعالیٰ قدامت اور عالم کے حدوث پر دلیل نہیں رکھتا۔ یہی مذہب دہریوں کا ہے۔ ہم اس پر لے عقیدے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ محدثات کی تمام حرکتیں، توحید کے دلائل اور حق تعالیٰ کی قدرت کے گواہ اور اس کی قدیم ہونے کا اثبات کرتے ہیں۔ لیکن بندہ اس میں بہت زیادہ غافل ہے کہ اس کے غیر سے مراد چاہتا ہے اور اس کے غیر کے ذکر سے راحت پکڑتا ہے۔ جب کوئی تمہارے عدم وجود میں اس کا شریک نہیں ہے تو محال ہے کہ تمہاری تربیت و پرورش میں کوئی شریک ہو۔ (60)

التوحيد ان يكون العبد شخصا بين يدی الله تعالیٰ تجری عليه تصاريف تدبيره فی مجاری احكام قدرته فی لجج بحار توحيد بالفناء عن نفسه وعن دعوة الخلق له و عن استجابة لهم بحقائق وجود و حدانيته فی حقيقة قربه بذهاب حسه و حركاة

لقیام الحق له فیما اراد منه وهو ان یرجع اخر العبد الی اولی
فیکون کما کان قبل ان یکون

حقیقت توحید آن بود که بنده چون هیکلی شود اندر جریان
تصرف تقدیر حق بروی اندر مجاری امور قدرتس و خاطی کرد د
اذ اختیار و ارادت خود اندر در بای توحید وی بفناء نفس خود و
انقطاع دعوت خلق از وی و محو استجابت وی مر دعوت خلق را
سقیقت معرفت و حدانیت اندر محل قرب بذهاب حسن و حرکت
وی وقیام حق بدو و اندر آنچه ارادت حق است ازوی، تا آخیر بنده
از این محل چون اول او شود و چنان گردد. که اول بودست پیش
از آنکه بودست. (61)

''یعنی اصل توحید یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ اپنی قدرت کی گزرگاہ میں اپنی تدبیر کا تصرف
اس پر جاری فرمائے تو وہ خدا کے سامنے ایک پتلا بن جائے اور دریائے توحید میں اپنے
اختیار وارادہ سے خالی ہوجائے اور اپنے نفس کو فنا کرے اور لوگوں کے بلانے پر کان نہ
دھرے اور ان کی طرف التفات نہ کرے۔ اور محل قربت میں اپنی حس وحرکت ختم کر
دے اور وحدانیت کی معرفت وحقیقت کے سبب وہ حق کے ساتھ قائم اور حق نے جو اس
کے لیے ارادہ فرمایا اسے قبول کرے تا کہ اس محل میں بندے کا خیر پہلے کی مانند ہوجائے
اور وہ ایسا ہوجائے کہ جو کچھ اپنی ہستی سے پہلے ہے۔'' (62)

''اشرف کلمة فی التوحید قول ابی بکر الصدیق رضی الله عنه:
سبحان من لم یجعل لخلقه سبیلا الی معرفته الا بالمجز عن
معرفته. (با کست آن خدایی که خلق را. بمعرفت خود راه نداده الا
بمجز ایشان اندر معرفت او). وعالی اندرین کلمه بغلط افتاده و

بتدار ندکه عجز از معرفت بی معرفتی بود، و این محال است، از آنکه عجز از حالت موجود صورت گیره، برحالت معدوم عجز صورت نگیرد، چنانکه مرده از حیات عاجز بود که اندر موت از موت عاجز بود باستحالت اسم عجز وقوت، واعمی از بصر عاجز نبود که اندر نابینا هی از سیا هی عاجز بود، و زمن از قیام عاجز نبود که اندر وعود از قعود عاجز بود، چنانکه عارف از معرفت عاجز نبود و معرفت موجود باشد، و این چون بصر ورتی بود، و بران حمل کنیم ابن قول صدیق را رضی الله عنه که ابوسهل سعلوکی و استاد ابوعلی دقاق رحمهما الله. (63)

''توحید کے بیان میں سب سے زیادہ بزرگ ومشرف کلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ وہ فرماتے ہیں، ''پاک ذات جس نے مخلوق کو اپنی معرفت کی راہ نہ دکھائی بجز معرفت میں ان کی عاجزی کے۔ ایک گروہ جہان اس کلمہ سے غلطی میں مبتلا ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ معرفت سے عجز، بے معرفتی حالانکہ یہ محال ہے اس لیے کہ موجودگی کی حالت میں عجز کی شکل پیدا ہوتی ہے اور معدوم ہونے کی حالت میں عجز کی شکل نمودار ہوتی جیسے کہ مردہ، وہ زندگی سے عاجز نہیں ہے بلکہ حالت موت سے موت سے عاجز ہے۔ اس لیے کہ عجز کا نام اس کی قوت محال جانتی ہے اور اندھا بینائی سے عاجز نہیں ہوتا کیونکہ نابینائی، بینائی سے عاجز ہوتی ہے اور لنگڑا کھڑے ہونے سے عاجز نہیں ہوتا بلکہ بیٹھنے کی حالت میں بیٹھنے سے عاجز ہوتا ہے۔ اسی طرح عارف، معرفت سے عاجز نہیں ہوتا حالانکہ معرفت موجود ہے اور یہ اس کے لیے ایک ضرورت یعنی بدیہی کی مانند ہے۔ لہٰذا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول کو اس پر محمول کریں گے جیسا کہ حضرت ابوسہل سعلوکی اور استاد ابوعلی دقاق فرماتے ہیں۔ (64)

۴۔۵۔ حضرت ابوسہل سعلوکی اور حضرت ابوعلی دقاق کا قول:

" که معرفت در ابتداء کسی بود و اندر انتهاء ضروری کردد، و علم ضرورت آن بود که صاحب آن در حال وجود آن مضطر و عاجز بود از دفع و جلب آن. بس بدین قول توحید فعل حق باشد تعالی و تقدس اندر دل بنده." (65)

''کہ معرفت شروع میں نظری اور کسبی ہوتی ہے اور انتہاء میں ضروری اور بدیہی بن جاتی ہے اور علم ضروری یہ ہے کہ اس کا عالم اس کے وجود کی حالت میں اسے دور کرنے یا حاصل کرنے سے بے قرار و عاجز ہو لہٰذا اس کے بموجب، بندے کے دل میں توحید کا ہونا فعل حق ہوگا۔(66)

حضرت حسین بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

"اول قدم فی التوحید فناء التفرید (اول قدم أندر توحید فناء تفریدست) اذانچه تفرید حکم کردن بود بجدا گشتن کسی از آفات و توحید حکم کردن بودن بوحدانیت چیزی، پس اندر فردانیت اثبات غیر روا بود و بجز وی را نشاید بدین صفت کردن و بر وحدانیت اثبات غیر روا نباشد و بجز حق را بدین صفت نشاید کرد و نشاید دانست، بس تفرید عبارتی مشترك آمده و توحید نفی کننده شرکت، و اول قدم توحید نفی کردن شریك باشد و رفع مزاج از منهاج ، که مزاج اندر منهاج چون طلب منهاج باشد بسراج." (67)

''یعنی توحید میں پہلا قدم تفرید کا فنا کرنا ہے۔'' اس لیے کہ تفرید کا حکم ہے کہ کسی کو آفتوں سے جدا کر دے اور توحید کا حکم یہ ہے کہ اسے ہر چیز سے اکیلا جانے۔ لہٰذا تفرید میں غیر کا اثبات روا تھا اور اس کے غیر کے لیے اس کا اثبات درست ہے مگر وحدانیت میں غیر کا

اثبات جائز نہیں اور یہ کسی غیر کے لیے ثابت کرنا درست ہے مگر وحدانیت میں غیر کا اثبات جائز نہیں اور یہ کسی غیر کے لیے ثابت کرنا درست نہیں اور نہ ایسا سمجھنا چاہیے۔لہٰذا تفرید میں اشتراک کی تعبیر ہے اور توحید میں شرکت کی نفی، اس لیے توحید میں سب سے پہلا قدم شریک کی نفی ہے اور راستہ سے مزاج کا دور کرنا کیونکہ راستہ میں مزاج کا ہونا ایسا ہے جیسے چراغ کے ذریعہ راستہ ڈھونڈا جائے۔(68)

ابوالحسن حصری کا قول:

"اصولنا فی التوحید خمسة اشیاء: رفع اطرح و اثبات القدم و هجر الاوطان و مفارقة الاخوان و نسیان ما علم وجهل (اصل ما اندر توحید پنج چیزست: برداشتن حدث و اثبات کردن قدم و هجر از وطن و بزیدن از یرادران و فراموشی آنچه داند و نداند) اما زفع حدچ نفی محدثات باشد از مقارنه توحید و استحالت حوادث از ذات مقدس وی جل جلاله و اثبات قدم اعتقاد همیشه بودن خداوند تعالیٰ و تقدس. و شرح ابن پیش از این یاد کرده ام در قول جنید رضی الله عنه، و اذ هجر اوطان مراد بریدن. از کل مألوفات نفس و آرامگاهھای دل و قرار گاهھای طبع وهجرت کردن از رسسومات دنیا مر مریدان را بامقامات سنی و حالات بهی و کرامات رفیع، واز مفارقت برادران مراد اعراض است از صحبت خلق و اقبال بصحبت حق، چه هر خاطر که. اندیشه غیر برو برگذرد حجابی باشد و آفتی وبدان مقدار که آن خاطر را پر سر موجد گذر هود وی از توحید محجوب ماند، از آنچه باتفاق امم توحید جمع هم باشد و آرام باغیر شان تفرقه همت باشد، واز

فراموشی آنچه دانند و ندانند مراد آنست که علم خلق بچونی یا بچگودگی بود یا بجنسی یا بطعی، وهرچه علم خلق اندر توحید حق اثبات، کند توحید آنرا نفی کنند، وهرچه جهلشان اثبات کند هر خلاف علیشان بود، اذ آنچه چهل توحید نیست و علم بتحقیق توحید چیز بنفی تصرف درست نباید، واندر علم و جهل تصرف نیست، یکی بر بصیرت بود و دیگر بر غفلت۔" (۱۰)

"یعنی میں ہمارے پانچ اصول ہیں۔ ایک حدث کا اٹھانا دوسرے قدم کا ثابت کرنا، تیسرے وطنوں کو چھوڑنا، چھوتے بھائیوں کی جدائی، پانچویں بھول جانا جو جانا یا نہ جانا۔ لیکن حدث کے اٹھانے کا مطلب توحید کے نزدیکی (مقارنت) سے محدثات کی نفی ہے اور خدا کی ذات قدس سے حوادث کو محال جاننا ہے اور اثبات قدم کا مطلب اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ سے ہونا ماننا ہے، اس کی تشریح حضرت جنیدؒ کے قول میں پہلے بیان کر چکا ہوں اور وطنوں کو چھوڑنے سے مطلب نفس کی الفتوں، دل کی راحتوں اور طبیعت کی قرارگاہوں سے ہجرت کرنا اور چھوڑنا ہے اور مریدوں کے لیے دنیاوی رسموں، بلند مقاموں، عزت کی حالت اور اونچی منزلتوں سے ہجرت کرنا ہے اور مفارقت برادران یعنی بھائیوں کی جدائی سے مطلب لوگوں کی صحبت سے کنارہ کرنا اور صحبت حق کی طرف متوجہ ہونا کیونکہ ہر وہ خطرہ جو موحد کے دل پر غیر کے اندیشہ سے لاحق ہو حجاب اور آفت ہے۔ اور جس قدر دل میں غیر کا اندیشہ غالب ہو اسی قدر وہ محجوب ہوتا ہے اس لیے کہ تمام امتوں کا اجماع ہے کہ توحید، تمام ہمتوں کا جمع کرنا ہے اور غیر کے ساتھ آرام پانا ہمت کا تفرقہ ہے اور جاننے یا نہ جاننے کو بھول جانے کا مطلب توحید میں یہ ہے کہ مخلوق کا علم یا تو خوبی سے ہوگا یا کیفیت سے یا جنس سے ہوگا یا طبیعت سے اور مخلوق کا جو علم بھی، حق تعالیٰ کی توحید میں ثابت کرو گے توحید اس کی نفی کرے گی اور جو کچھ اپنے جہل سے ثابت کرو گے وہ اپنے علم کے برخلاف ہوگا۔ کیونکہ توحید میں تو جہل ہے ہی نہیں۔ اور توحید کے تحقق ہوتے میں علم،

تصرف کی نفی کے بغیر درست نہیں ہوگا۔ اور علم وجہل تصرف کے بغیر نہیں۔ ایک بصیرت پر ہے اور دوسرا غفلت پر ہے۔"(75)

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

" ذات الله موصوفة بالعلم غير مدركة بالاحاطة ولا مرتبة بالابصار فى دار الدنيا وهو موجودة بحقائق الايمان من غير حد ولا احاطه ولا حلول و تراه العيون فى الجقى ظاهرا و باطنا فى ملكه و قدرته، قد حجب الخلق عن معرفة كنه ذاته و دلهم عليه بآياته، والقلوب تعرفه والعقول لا تدركه، بنظر عليه المومن بالابصار من غير احاطة ولا ادراك. (نهايت توحيد آن بود كه بدانى كه ذات خداوند تعالىٰ موصوفت بعلم ازا نكه او را اندر توانند بافت بحس و يا بتوان ديدادر دنيا بچشم، و بحقيقت ايمان موجود است بى حد و نهايت و اندر يافت و بى آمد و شد و ظاهر ست در ملك خود بصنع و قدرة خود، خلق اذ معرفت كنه داتش محجويند و وى باظهار عجائب و آيات راه نماينده است و دلها ميشناسند اورا بيگانگى و عقلها ادراك نكنندش از روى چگونگى بينند وى را مومنان، يعنى در عقبى بچشم سر بى آزانكه ذاتس را بينند و يا بنهايتى و غايتى ادراك كنند. واين لفظ جامع است مركل احكام توحيد را." (71)

"توحید یہ ہے کہ تم جانو کہ ذات الٰہی ﷻ علم کے ساتھ موصوف ہے بغیر اس کے کہ تم سمجھ سکو یا اس سے پا سکو اور دنیا میں آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے۔ ذات الٰہی ایمان کے حقائق کے ساتھ بے حد و نہایت موجود ہے جو اس سے پانے کے سوا آنے جانے میں موجود ہے

اور اپنی ملک میں، اپنی صنعت وقدرت سے ظاہر ہے وہ کسی میں حلول کیا ہوا نہیں ہے۔
اور آخرت میں اس کی ملک وقدرت میں ظاہری اور باطنی طور پر اس کی آنکھیں ہوں گی۔
دنیا میں مخلوق اس کی ذات کی حقیقت کی معرفت سے محجوب ہیں وہ عجائب و آیات کے
اظہار کے ذریعہ راہ دکھاتا ہے اور دلوں کی یگانگی کے ساتھ پہنچاتا ہے ان کی عقلیں اس کا
ادراک کیفیت کے سات نہیں کرسکتیں اور آخرت میں مسلمان اسے سر کی آنکھوں سے
دیکھیں گے۔ بغیر اس کے اس کی ذات کو دیکھیں یا اس کی حد وغایت کا ادراک کریں۔
توحید کے تمام احکام میں یہ جامع الفاظ ہیں۔(72)

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

" التوحيد حجاب للموحد عن جمال الاحدية (توحيد حجاب موجد بود از جمال احديت حق) از آنچه اگر توحيد را فعل بنده گويند لامحالة فعل بنده مر كشف جلال حق را علت نگردد اندر عين كشف، از آنچه هر چه كشف را علت نگردد حجاب باشد و بنده باكل اوصاف خود ناغير باشد، زيرا كه چون صفت خود را حق شمرد لامحالة موصوف صفت را كه آن وى است هم حق بايد شمرد و آنكگاه موحد و توحيد وأحد هرسه وجود يكديكر را علت گردند و اين ثالث ثلاثه نصارى بود بين، وناهر صفت كه مرطالب را از فساد خود اندر توحيد مانع استِ هنوز بدان صفت محجوبست، و تا محجوبست موحد نيست، لآن ماسواء من الموجودات باطل. چون درست شد كه هرچه جز وى است همه باطل بود و طالب جز وى است، صفت باطل اندر كشف جمال حق باطل بود. و اين تفسير لا اله الا الله باشد." (73)

''توحید حق تعالیٰ کی احدیت کے جمال سے موحد کے لیے حجاب ہے۔ اس لیے کہ وہ توحید کو بندے کا فعل کہتے ہیں، لامحالہ بندے کا فعل، مشاہدۂ الٰہی کے لیے علت نہیں بن سکتا۔ اور جو چیز عینِ کشف میں کشف کی علت نہ ہو، حجاب ہوتی ہے حالانکہ بندہ اپنے تمام اوصاف کے ساتھ غیر ہوتا ہے، اس لیے کہ جب بندہ اپنی صفت کو حق شمار کرے گا تو یقینا جس کی یہ صفت ہے وہ موصوف بھی حق ہوگا کیونکہ یہ صفت اسی موصوف کی ہے اس وقت موحد، توحید اور احد تین وجود قائم ہو جائیں گے۔ جو ایک دوسرے کی علت ہوں گے (نصاریٰ کے عقیدہ کے مطابق) یہ ثالث ثلثہ کے ہو بہو ہو جائے گا۔ اور جب تک طالب کے لیے کوئی صفت بھی توحید میں فنا کے مانع رہے گی اس وقت تک وہ اس صفت میں محجوب رہے گا اور وہ خالص موحد نہیں بنے گا۔ ''لان سواہ من الموجودات باطل'' (ترجمہ: اس لیے کہ خدا کے سوا ہر موجود باطل ہے) اور جب یہ درست ہے کہ خدا کے سوا ہر چیز باطل ہے تو ایسا طالبِ جمال، حق کے مشاہدہ میں صفتِ غیر کی طلب کی وجہ سے باطل ہو گا۔ یہی تفسیر کلمہ لاالٰہ الا اللہ کی ہے۔''(74)

6۔ حکایات:

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدۂ توحید کے بیان میں دو حکایات بھی بیان کی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

'' یکی از مشایخ گوید کہ در مجلس (حصری) بودم، اندر خواب میشدم دو فرشتہ دیدم کہ از آسمان بر زمین آمدند و زمانی سخن وی بشنیدند، یکی گفت، مر دیگری را کہ (آنچہ این مرد میگوید علمی است از توحید نہ از عین توحید) چون بیدار شدم وی عبارت از توحید میکرد، روی بمن آورد و گفت (یا فلان! از توحید بجز علم آن نتوان گفت)''(75)

''ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے زمین پر آتے ہیں میں نے کچھ عرصہ ان کی باتیں سنیں ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ یہ شخص کہتا ہے توحید کا علم ہے نہ کہ عین توحید جب میں بیدار ہوا تو وہ توحید پر ہی بیان فرما رہے تھے۔ انہوں نے میری طرف

رُخ کر کے فرمایا اے فلاں شخص! توحید کا بیان علم کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔"

۲۔ "اندر حکایتها معروف است کہ: چون ابراھیم خواص رضی اللہ عنہ بکوفہ بزیات حسین بن منصور شد، وی را گفت: یا ابراھیم! روزگار خود در چہ گذاشتی؟ گفت خود را بر توکل درست کردن، گفت: یا ابراھیم! ضیعت عمرک فی عمران باطنک فاین الفناء فی التوحید (ضایع کردی عمر خود اندر آبادانی باطن، فناءِ تو اندر توحید کجاست) واندر عبارت از توحید مر مشائخ را رحمہم اللہ سخن بیسیار ست کہ، گروہی آنرا فنا گفتہ اند کہ جز بر بقاء صفت درست نیاید، و گروھی گفتہ اند کہ جز فناءِ صفتِ خود توحید نباشد۔" (77)

"یہ مشہور حکایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے گئے تو ان سے حضرت حسین بن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا اے ابراہیم! اب تک تمہارے دن رات کس میں اور کیسے گزرے؟ کہا اب تک اپنے توکل کو درست کیا۔ حضرت حسین نے فرمایا:

"ضیعت عمرك فی عمران باطنك فاین الفناء فی التوحید"

(ترجمہ: اے ابراہیم! اپنے باطن کی آبادی میں تم نے عمر ضائع کر دی۔ تو تیرا توحید میں فنا ہونا کہاں گیا؟) (78)

۔ شعر:

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے توحید کی بحث میں ایک شعر کو بھی ذکر کیا ہے:

ففی کل شئی لہ آیۃ
تدل علی انہ واحد

ترجمہ: "ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے پر نشانی موجود ہے۔" (79)

۔ اجتہادات:

حضور داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے چار ذاتی آراء کو اپنے اجتہاد کے طور پر ذکر کیا ہے۔ ان نہادات کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

ا۔ "بدانک خداوند تعالیٰ یکسیت کہ وصل و فصل نپذیر دو دوئی بروی روا نباشد و یگانگی

خدای شدی نیست تا با ثبات عددی دیگر دو گردد تا و حد انیتش عددی بود، و محدود نیست تا اوراشش جهات بود و هر جهتی راشش جهات دیگر باید۔ و این اثبات اعداد بی نہایت باشد۔ وی را مکانی نیست و اندر مکان نیست تا با ثبات مکان حاجت بود، و مکان را نیز مکانی بائستی، و حکم فعل و فاعل و قدیم و محدث باطل شدی، و عرضی نیست تا محتاج جوهر باشد و اندر دو حال در محل خود باقی نماند، و جوهری نیست که وجودش جز با چون خودی درست نیاید، و طبعی نیست تا مبدأ سکون و حرکت باشد۔ و روحی نیست تا از جنس چیزها بود، و ہیچ چیز اورا پیوند نیست تا آن چیز جزئی از وی بود، بریست از همه نقصان و نقائص، پاک از همه آفات، متعالی از همه عیوب، و را مانندی نیست تا او با مانندهٔ خود دو چیز باشند، فرزند ندارد تا نسل وی اقتضاء وصل و اصل او کند، و تغیر بر ذات و صفات وی روا نیست تا وجود وی بدان متغیر شود و اندر حکم متغیر چون تغیر باشد، موصوف است بصفات کمال، آن صفاتی که مومنان و موحدان مر ورا بحکم بصیرت و هدایت می انبات کنند که وی خود را بدان صفت کردست، بربست از ان صفاتی که ملحدان او را بهوای خود صفت کنند که وی خود را بدان صفت نکردست، تعالی اللہ عما یقول الظالمون حی و علیم است، رؤف و رحیم است، مرید و قدیرست، سمیع و بصیرست، متکلم و باقی است، علمش اندر وی حال نیست، قدرتش اندر وی صلابت نی، سمع و بصرش اندر وی متجد دنی، کلامش اندر وی تبعیض و تحدیدنی، همیشه باصفات خود قدیم است، کل معلومات از علم وی بیرون نیست، و موجودات را از ارادتش چاره نی، آن کنند که خواسته است، آن خواهد که دانسته است، مخلوق را بر اسرارش اشراف نی، حکمش همیشه حق، دوستانش را بجز تسلیم روی نه، امرش جمله حتم، مریدانش را بجز گزاردن فرمان چاره نه، مقدر خیر و شر جز او نه، امید و بیم جز بدو سزاوارنی، خالق نفع و ضر، حکم جز او رانه، حکمش بجمله حکمت و جز رضا بقضاء وی روی نه، کس را از وصل وی بویی نه و بدو رسیدن روی نه، دیدارش مر بهشتیان را روا، تشبیه و جهت را ناسزا، مقابله و مواجهه را بر هستیٔ او صورت نه، اندر دنیا مر اولیاء را مشاهدت وی جائز و انکار شرک نی، آنکه ورا چنین داند از اهل قطیعت نی، و هر که خلاف این داند ورا دیانت نی۔ اندرین معنی سخن بسیارست اصولی و وصولی، امامر خوف

تطویل رابدین اقتصار کردم۔" (80)

"جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ نہ وہ وصل کو قبول کرتا ہے نہ فصل کو اور نہ اس پر دوئی جائز ہے۔ اور نہ صرف اس کی وحدانیت عددی ہے کہ دوسرے عدد کے ثابت ہو جانے پر دو ہو جائے اور اس کی وحدانیت عدد بن جائے۔ اور نہ وہ محدود ہے کہ اس کے لیے جہات اور سمتوں کو کہا جائے۔ اور یہ اثبات اعداد سے نہایت ہو۔ نہ اس کے لیے مکان ہے اور نہ وہ کسی مکان میں ہے کہ مکان کے اثبات کی ضرورت پیش آئے۔ اس لیے کہ اگر وہ متمکن مکان میں ہوتا تو مکان کے لیے بھی مکان چاہیے۔ اس وقت فعل و فاعل اور قدیم و حادث کا حکم باطل ہو جائے اور نہ وہ عرضی ہے کہ کسی جوہر کا دونوں حالت میں محتاج ہو۔ اور اپنے محل میں باقی رہے اور نہ وہ جوہر ہے کیونکہ اس کا وجود اپنی ذات کے سوا کسی اور کے ساتھ درست ہی نہیں۔ اور وہ نہ طبعی ہے کہ وہ مبداء حرکت و سکون ہو۔ اور نہ وہ روح ہے کہ کسی جسم کا محتاج ہو۔ اور نہ وہ جسم ہے کہ اس کے اجزاء مرکب ہوں۔ اور نہ چیزوں پر قوت و حال کہ چیزوں کی ہم جنس ہو۔ اور نہ کوئی چیز اس کے ساتھ پیوست و پیوند ہے کہ وہ چیز اس کا جزو ہو۔ وہ تمام عیوب و نقائص سے بری ہے اور ہر آفت سے پاک ہے اور ہر عیب سے منزہ ہے۔ نہ وہ کسی کی مانند ہے کہ اپنے مانند کے ساتھ دو ہو جائے۔ اور نہ کوئی اولاد ہے کہ جس کی نسل اصل کی اقتضاء کرے۔ اور نہ اس کی ذات و صفات پر تغیر جائز ہے کہ اس کا وجود اس سے متغیر ہو جائے اور متغیر کے حکم میں تغیر کی مانند ہو۔ وہ ان صفاتِ کمالیہ سے متصف ہے، جنہیں موحدین اور مومنین بحکم بصیرت اثبات کرتے ہیں کیونکہ خدا نے ان سے اپنی صفات بیان فرمائی ہیں۔ وہ ان صفات سے بری جنہیں ملحدین اپنی خواہش سے متصف کرتے ہیں۔ کیونکہ اس نے اس سے اپنی صفات بیان نہیں فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے حی، علیم، رؤف، رحیم، مرید، قدیر، سمیع، بصیر، متکلم باقی ہیں۔ اس کا علم اس کا حال نہیں ہے اور اس کی قدرت، اس میں سختی نہیں ہے۔ اس کی سنوائی و بصارت میں تجدد یعنی بار بار پیدائش نہیں ہے۔ اور اس کا کلام ایسا ہے جس میں نہ بعضیت ہے اور تجدید، وہ ہمیشہ اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہے اور تمام معلومات اس کے علم سے باہر نہیں ہیں اور کسی موجود

کو اس کے ارادہ سے مضر نہیں۔ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے اور وہی چاہتا جو جانتا ہے۔ اور مخلوق کو اس رازوں میں کوئی بزرگی نہیں، اس کا ہر حکم حق ہے، اس کے دوستوں کو بجز تسلیم کے کوئی چارہ نہیں، اس کا حکم حتمی ہے، اس کے دوستوں کو اس کی فرمانبرداری کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ہر خیر و شر اسی کا مقدر کیا ہوا ہے۔ امید و خوف اس کے سوا کسی سے لائق نہیں۔ نفع ونقصان کا پیدا کرنے والا اس کے سوا کوئی نہیں، اس کا ہر حکم حکمت پر مبنی ہے۔ اس کا پورا ہونا ضروری ہے۔ ہر ایک کو اسی سے وصل چاہیے۔ اور اسی تک رسائی چاہیے۔ جنتیوں کے لیے اس کا دیدار جائز۔ وہ تشبیہ و جہتؑ سے پاک ہے، اس کی ہستی پر مقابلہ و مواجہ کی کوئی صورت نہیں۔ دنیا میں اس کے دوستوں کے لیے مشاہدہ جائز ہے۔ انکار شرک نہیں، جو خدا کو اس طرح نہیں جانتا ہے وہ اہل قطعیت میں سے نہیں ہے اور اس کے خلاف جانا اس کے لیے دیانت نہیں ہے۔ اس معنی میں اصولی اور وصولی بہت سی باتیں منقول ہیں جسے اس پر طوالت کے خوف سے مختصر کرتا ہوں۔" (80)

"ودر جملہ، من کہ علی بن عثمان الجلابی ام میگویم کہ: اندر ابتداء این فصل بگفتم کہ" توحید حکم کردن بود بر وحدانیت چیزی، وحکم جز بعلم نتوان کرد" بس اہل سنت حکم کردند بر یگانگی خداوند تعالی بتحقیق، از آنکہ صنعی لطیف دیدند و فعلی بدیع با اعجوبہ ولطیفہ بی بسیار نظر کردند، بودن آن صنایع بخود محال داشتند، و اندر ھر چیزی علامات حدوث ظاھر یافتند، لامحالۃ فاعلی بایستی تا مر آنرا از عدم بوجود آورد، یعنی عالم را با زمین و آسمان ومہر و ماہ و بر و بحر و کوہ و صحراء آن با چندین صور و حرکات و سکنات و علم ونطق و موت و حیات ایشان، پس این جملہ را از صانعی چارہ نبود، واز دو سہ مستغنی بودند و بیک صانع کامل فاعل حی علیم عالم، قادر مختار از شریکی با شرکاء دیگر بی نیاز بود، چون فعل را از یک فاعل چارہ نباشد و وجود دو فاعل مر یک فعل را احتیاج نہ، ولامحالۃ باید تا یکی باشد بی شک وریب بعلم الیقین۔ واین خلاف با مانویان کردند باثبات نور و ظلمت، و زرتشتیان باثبات یزدان و اھرمن وطبایعیان باثبات طبع وقوت، وفلکیان باثبات ھفت ستارہ، ومعتزلیان باثبات خالقان وصانعان بی نہایت۔ ومن ردّ جملہ را دلیلی کوتاہ بگفتم، واین کتاب جای اثبات کردن ترھات ایشان

نیست و طالب آن علم را این مسائلہ از کتاب دیگر باید طلبید کہ نوستہ ام و آنرا (الرعایۃ بحقوق اللّٰہ تعالیٰ) نام کردہ ام و یا اندر کتب مقدمان اصول رضی اللّٰہ عنہم۔ اکنون باز گردم بسر موری کہ مشائخ گفتہ اند اندر توحید، بتوفیق اللّٰہ تعالیٰ۔(81)

''میں یعنی علی بن عثمان جلابی نے اس فصل کی ابتداء میں کہہ دیا ہے کہ توحید یہ ہے کہ کسی چیز کی وحدانیت پر حکم کرنا ہے اور یہ حکم علم کے سوا نہیں کیا جاتا ہے۔ لٰہذا اہلِ سنت و جماعت بھی تحقیق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا حکم دیتے ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے خدا کی لطیف صنعتوں، عجیب و بدیع فعلوں اور بہت سے لطائف کو دیکھا۔ اور اس میں غور و فکر کیا ہے۔ ان کا از خود ہونا محال جانا۔ انہوں نے ہر چیز میں حدوث کی علامتوں کو ظاہر پایا۔ لامحالہ ایسا فاعل چاہیے جو ان کو عدم سے وجود میں لائے۔ یعنی خدا نے اس جہان کو زمین و آسمان، چاند، سورج خشکی و تری، پہاڑ و صحرا کے ساتھ وجود میں لایا۔ اور اسی نے ان سب کو حرکت و سکون، علم و نطق اور موت و حیات کے ساتھ پیدا فرمایا۔ لٰہذا ان سب کے لیے کوئی بنانے والا لازمی ہونا چاہیے اور یہ سب دو یا تین بنانے والوں سے مستغنی ہے۔ وہی ایک بنانے والا، کامل، حی، قائم، قادر اور مختار ہر شریک سے بے نیاز ہے۔ اور جب کوئی ایک فاعل سے مکمل نہ ہو تو دو فاعلوں کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ دونوں ایک دوسرے کے فعل میں محتاج اور ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں۔ لامحالہ بلاشک و تردد علم الیقین سے چاہیے کہ ایک ہی صانع اور فاعل ہو۔ اس میں ہمارے ساتھ ثنویوں نے نور و ظلمت کے اثبات میں اختلاف کیا ہے اور مجوسیوں نے یزدان (خالقِ خیر) اور اہرمن (خالقِ شر) کے اثبات میں اختلاف کیا ہے اور نیچریوں نے طبع و قوت کے اثبات کے ساتھ اختلاف کیا اور نجومیوں نے سات ستاروں کے اثبات سے اختلاف کیا اور معتزلہ فرقہ نے بے انتہاء خالقوں اور صانعوں کے اثبات سے اختلاف کیا۔ میں نے سب کے رد کے لیے مختصر سی (مگر جامع و مکمل) دلیل بیان کر دی ہے۔ یہ کتاب ان کے بیہودہ اقوال کے لانے کی نہیں ہے۔ طالب علم کو دوسری کتاب کی طرف رجوع ہونا چاہیے جو میں نے لکھی ہے۔ اس کا نام ''الرعایۃ بحوق اللہ'' یا اسلاف کے اصولی کتابوں کی طرف

متوجہ ہوں۔" (82)

۳۔ "ومراد ازاین جملہ آنست کہ موحد آنرا اندر اختیار حق اختیاری نماند واندر وحدانیت حق بخودش نظارہ یی نہ ازانچہ اند و محل قرب نفس وی فانی بود و حسش مذھوب، احکام حق بروی میرود چنانکہ حق خواھد بفناء تصرف بندہ، تا چنان گردد کہ ذرہ یی بود اندر ازل در حال عہد توحید کہ گویندہ حق باشد و جواب دھندہ حق و نشانہ آن ذرہ، وآنکہ چنین بود خلق را با او آرام نماند تا وی را بچیزی دعوت کنند، واورا باکس انس نماند تا دعوت ایشانرا اجابت کند، و اشارت این بفناء صفت است وصفت تسلیم اندر حال قہر وکشف جلال کہ بندہ را از اوصاف خود فانی گرداند تا آلتی گردہ وجوھری لطیف چنانکہ اگرش بر جگر حمزہ۔ زنند بگذرہ بی تصرف وگر بر پشت مسیلمہ۔ نہند یرد بی تمیز، ودر جملہ از جملہ فانی باشد، شخص وی تعبیہ گاہ اسرار حق بود نطقش را حوالہ بدو باشد و فعلش را اضافت بدو وصغش را قیام بدو، ومرائیات جحت را حکم شریعت بروی باقی بود ووی از رؤیت کل فانی، واین صفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است کہ اندر شب معراج ورا بمقام قرب رسانیدند، ومقام را مسافت بود اما قرب را مسافت نبود، وحالش از نوع معقول خلق بعید گشت واز اوھام منقطع شد، تا حدی کہ کون اورا گم کردو وی خود را گم کرد، اندر فناء صفت بی صفت متحیر ماند، ترتیب طبایع واعتدال مزاج مشوش گشت، نفس بمحل دل رسید ودل بدرجۂ جان وجان بمرتبۂ سر وسر بمرتبۂ قربت اندر، ھمہ از ھمہ جدا شد، خواست تا بنیت خراب شود وشخص بگذارد۔ ومراد حق ازان اقامت جحت بود، فرمان آمد کہ بر حال باش، بدان قوتِ یافت وآن قوۃ قوتِ وی شد، از نیستی از خود ھستی بحق بدیدار آمد۔" (83)

"لہٰذا اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ موحد کو اختیارِ حق میں اختیار نہ رہے اور حق تعالیٰ کی وحدانیت میں بندہ اپنے آپ کو نہ دیکھے۔ اس طرح کہ محلِ قربت میں بندے کا نفس فانی اس کے حواس گم اور حق تعالیٰ جیسا چاہے اس پر اس کے احکام جاری ہوں۔ اور بندہ اپنے تصوف کے فناء میں ایسا ہو جائے کہ وہ ذرعہ ہے جیسا کہ ازل میں حالت توحید کے اندر تھا جہاں کہنے والا بھی حق تعالیٰ تھا۔ اور جواب دینے والا بھی حق تعالیٰ، اور اس ذرہ کا نشان

بھی وہی، جو بندہ ایسا ہو جائے وہ لوگوں سے راحت نہیں پاتا کہ وہ لوگوں کی دعوت کو قبول کر لے۔ اسے کسی کے ساتھ انس و محبت نہیں کہ وہ ان کی دعوت کو قبول کرے اس قول کا اشارہ فنائے صفت اور مشاہدہ جلال کے غلبہ کی حالت میں صحت تسلیم کی طرف ہے، تا کہ بندہ اپنے اوصاف سے فانی ہو کر آلہ اور جوہر لطیف بن جائے۔ یہاں تک کہ اگر اس کے جگر میں نیزہ مارا جائے اور وہ گزر جائے تو اسے خبر نہ ہو۔ اور اگر اس کی پشت پر تلوار ماری جائے تو وہ بے اختیاری میں کٹ جائے وہ ہر حال میں فانی ہو جائے اور اس کا وجود مظہر اسرارِ الٰہی ہو جائے تا کہ اس کا کلام، حق کا کلام، اس کے فعل کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف اور اس کی صفت کا قیام اسی کے ساتھ ہو جائے اور حجت کے ثبوت کے لیے شریعت کا حکم تو اس پر باقی ہو مگر وہ ہر ایک کی رویت سے فانی ہو یہ صفت حضور ﷺ کی تھی کہ جب شبِ معراج آپ کو مقامِ قرب پر پہنچایا گیا تو مقام کا تو فاصلہ تھا لیکن قرب میں فاصلہ نہ تھا اور آپ کا حال لوگوں کی عقلوں سے دور اور اوہام سے منقطع ہو گیا یہاں تک کہ دنیا نے آپ کو گم کیا اور آپ خود اپنے سے گم ہوئے۔ فنائے صفت میں بے صفت ہو کر متحیر ہو گئے تربیت طبائع اور اعتدال مزاج پراگندہ ہو گئے نفس دل کے مقام میں پہنچا۔ اور دل و جان کے درجہ پر اور جان سر کے مرتبہ اور سر قرب کی صفت میں سب سے جدا ہو گئے۔ چاہا کہ وجود چھوڑ دیں تشخص ختم کر دیں، لیکن حق تعالیٰ کی داد اقامت حجت بھی فرمان ہوا۔ اے محبوب اپنے حال پر رہو، اس سے قوت پائی وہ قوت اسی کی قوت ہوئی اور اپنی فنا سے حق کا وجود ظاہر ہوا۔" (84)

۴۔ "و من کہ علی بن عثمان الجلابی ام مینگویم: توحید از حق بہ بندہ اسرار ست و بعبارت ھویدا نشود تا کسی آنرا بعبارت مزخرف بیاراید، کہ عبارت و معبر غیر باشد و اثبات غیر اندر توحید اثبات شریک باشد، آنگاہ آن لہو گردد و موحد الٰہی بود نہ لاھی۔ اینست احکام توحید و مسلک ارباب معرفت اندر روی بر سبیل اختصار۔" (84)

"میں یعنی علی بن عثمان جلابی (سیّدنا داتا گنج بخش عشلیہ) کہتا ہوں کہ بندے کے لیے توحید الٰہی ایسا سر یعنی مخفی حقیقت ہے جسے عبارت و بیان سے ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں

تک کہ جو اس کے بیان کرنے کا دعویٰ کرے وہ بیہودگی ہے اس لیے کہ عبارت و بیان معتبر یعنی بیان کرنے والا دونوں غیر ہیں اور توحید میں غیر کا اثبات شرک ہے اس وقت وہ یاوا گو ہوگا حالانکہ موحد ربانی ہوتا ہے نہ کہ کھلاڑی اور یاوا گو، یہ تھا توحید کا حکم اور اربابِ معرفت کا مسلک جسے میں نے اختصار کے ساتھ بیان کردیا۔" (85)

9۔ کتاب کا ذکر:

اس بحث میں سیّد علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک کتاب "الرعایۃ بحقوق اللہ تعالیٰ" کا بھی ذکر کیا ہے۔ (86)

حوالہ جات

1۔ قشیری، مسلم بن حجاج، ابوالحسین، الجامع الصحیح، الایمان، بیان ارکان اسلام، ودعائمہ العظام، رقم 111۔114، دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، 1429ھ/ 2001ء۔

2۔ ہجویری، علی بن عثمان، داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص 5 4 2، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور، 1419ھ/1998ء۔

3۔ کشف المحجوب، ص245۔

4۔ البقرۃ163:2۔

5۔ ابن عباس، عبداللہ، تنویر المقباس، ص27، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

6۔ بیضاوی، عبداللہ بن عمر، ابوسعید، انوار التنزیل واسرار التاویل، ص277۔278، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

7۔ ابن عربی، محمد بن علی، ابوبکر محی الدین، تفسیر القرآن الکریم، ج1، ص84، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط1، 1422ھ/ 2001ء۔

8۔ قاضی، ثناء اللہ، پانی پتی، تفسیر مظہری، مترجم عبدالدائم جلالی، ج1، ص232، خزینہ علم وادب، لاہور۔

9۔ پیر، کرم شاہ، الازہری محمد، ضیاء القرآن، ج1، ص111، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 1995ء۔

10۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ج۱، ص625، فرید بک سٹال، لاہور، ط3، 1420ھ/ 1999ء۔

11۔ الاخلاص، 1:112۔

12۔ ابن کثیر، عماد الدین، ابوالفداء، تفسیر القرآن العظیم، مترجم محمد جونا گڑھی، ج5، ص718، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2003۔

13۔ تفسیر ابن عربی، ج2، ص438۔

14۔ صدرالافاضل، نعیم الدین، مرادآبادی، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، ص1098، حافظ کمپنی، لاہور۔

15۔ عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، ص508، پاک کمپنی، لاہور۔

16۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ج 6، ص 537، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ط 40، 1426ھ/2005ء۔

17۔ ایضاً، ص538۔

18۔ قطب شہید، سید، فی ظلال القرآن، مترجم معروف شاہ شیرازی، ج6، ص1161، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، ط2، 1998ء۔

19۔ ایضاً۔

20۔ ایضاً۔

21۔ النحل 16:51۔

22۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، ج 4، ص 417، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ط 01، 1426ھ/2005ء۔

23۔ اعوان، محمد اکرم، امیر، اسرار التنزیل، ج4، ص96، ادارہ نقشبندیہ اویسیہ، چکوال، ط4، 2006ء۔

24۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ج5، ص353، ادارہ المعارف، کراچی، 1427ھ، 2006ء۔

25۔ تفسیر ابن کثیر، ج3، ص146۔

26۔ تفسیر عثمانی، ص361۔

27۔ تفہیم القرآن، ج2، ص546۔

28۔ ضیاء القرآن، ج2، ص575۔

29۔ کشف المحجوب، ص244۔245۔

30۔ (i) بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم 3481، ص711۔ (ii) کتاب التوحید، رقم 7506،

ص1513

(iii) مسلم، کتاب التوبۃ، رقم 6980، 6981، 6983، ص1130

(iv) نسائی، کتاب الجنائز، رقم 2075، ص510۔

(v) ابن ماجہ، کتاب الزھد، رقم 4655، ص713۔714۔

31۔ (i) بخاری، الانبیاء، رقم 3452، ص282۔ (ii) ایضاً، الرقاق، رقم 6480، ص544۔

(iii) ایضاً، رقم 3479، ص284۔

32۔ ابن حجر، احمد بن علی، عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج2، ص355، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط1، 1424ھ/2003ء۔

33۔ ایضاً۔

34۔ ایضاً۔

35۔ ایضاً۔

36۔ امجدی، شریف الحق، مفتی، نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج4، ص481، فرید بک سٹال، لاہور، ط1، 1421ھ 2000ء۔

37۔ دستانی، محمد بن خلفہ، ابوعبداللہ مالی، اکمال اکمال العلم، ج7، ص158، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔

38 شرح صحیح مسلم، ج7، ص520۔

39۔ امام سندھی، حاشیہ سنن النسائی، ص510، دار الفکر بیروت، لبنان، ط1، 1425۔1426ھ/2005ء۔

40۔ کشف المحجوب، ص249۔

41۔ ایضاً۔

42 (الف)۔ صحیح بخاری، رقم 1961۔1967، 6751، 7242، 7299، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، 1429ھ/2008ء۔

43۔ مسلم، ابن حجاج قشیری، ابوالحسین، صحیح مسلم، الصیام، النھی عن الوصال فی الصوم، رقم 2563۔2572، ص429۔430، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، 1429ھ/2008ء۔

44۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سجستانی، السنن، الصوم، الوصال، رقم 2360۔2361، ص 441۔442، دارالفکر، بیروت، لبنان، ط1، ص1425ھ۔1426ھ/2005ء۔

45۔ فتح الباری، ج1، ص1048۔1049۔

46۔ ایضاً، ص1048۔

47۔ ایضاً، ص1049۔

48۔ ایضاً۔

49۔ ایضاً۔

50۔ ایضاً، ص1051۔

51۔ شرح صحیح مسلم، ج3، ص89۔

52 ایضاً، ص90۔

53۔ ایضاً۔

54۔ الاحزاب 33، 45۔

55۔ خیر آبادی، فضل حق، علامہ، تحقیق الفتویٰ، ص155، مکتبہ قادریہ، لاہور، ط1، 1399ھ۔

56۔ کشف المحجوب، ص249۔250۔

57۔ (i) قشیری، عبدالکریم، ابوالقاسم، رسالہ قشیریہ، ص 2 8 1، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور، 1430ھ/2009ء۔

(ii) سخاوی، محمد بن عبدالرحمن، ابوالخیر، المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الائسنۃ، رقم 941ء، ص364، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط1، 1405ھ/1985ء۔

(iii) علی قاری، علی بن سلطان، ملا الھروی، الاسرار المعرفۃ فی الاخبار الموضوعۃ، ص102، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، لاہور، س ن۔

(iv) عجلونی، شیخ اسماعیلی، کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشغر من الاحادیث علی السنۃ الناس، رقم 2159، مطبعہ مصریۃ، ط3، 1351ھ۔

58۔ الاسرار المرفوعۃ، ص102۔ 56۔ رسالہ قشیریہ، ص182۔

59۔ ایضاً،ص183۔

60۔ ڈاکٹر خالق داد ملک، ڈاکٹر طاہر رضا بخاری، الزاد المطلوب بتخریج احادیث کشف المحجوب،ص120، محکمہ مذہبی اموروا وقاف پنجاب، لاہور، 1427ھ/2006ء۔

61۔ کشف المحجوب،ص247۔

62 نعیمی، معین الدین، غلام کشف المحجوب مترجم،ص416، پروگریسو بکس، لاہور، ط1، 2000ء۔

63۔ کشف المحجوب،ص248۔

64۔ کشف المحجوب،ص650۔

65۔ کشف المحجوب،ص250۔

66۔ کشف المحجوب،ص247۔

67۔ کشف المحجوب،ص247۔248۔

68۔ کشف المحجوب،ص250۔

73۔ کشف المحجوب،ص250۔251۔

75۔ کشف المحجوب،ص248۔

77۔ کشف المحجوب،ص251۔

79۔ کشف المحجوب،ص247۔

80۔ کشف المحجوب مترجم،ص409۔410۔

82۔ کشف المحجوب مترجم،ص410۔411۔

84۔ کشف المحجوب مترجم،ص414۔415۔

85۔ کشف المحجوب مترجم،ص418۔

62۔ کشف المحجوب،ص214۔

64۔ کشف المحجوب مترجم،ص216۔417۔

66۔ کشف المحجوب مترجم،ص417۔

68۔ کشف المحجوب مترجم،ص412۔413۔

70۔ کشف المحجوب مترجم،ص413۔

70۔ کشف المحجوب مترجم،ص216۔

74۔ کشف المحجوب مترجم،ص417۔

76۔ کشف المحجوب مترجم،ص413۔414۔

78۔ کشف المحجوب مترجم،ص418۔

80۔ کشف المحجوب،ص245۔246۔

81۔ کشف المحجوب،ص246۔247۔

83۔ کشف المحجوب،ص247۔249۔

84۔ کشف المحجوب،ص251۔

86۔ کشف المحجوب،ص247۔

حُجّتِ محکم شکوہِ دین و اوجِ فقر کی

سطوَتِ حق کی قوی بُرہان داتا گنج بخشؒ

راجا رشید محمود

کشف المحجوب کے اردو تراجم اور ان کے مقدمات

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ولی کامل ہیں، مخدوم الاولیاء ہیں، سلطان الاصفیاء ہیں۔ سرخیل اولیاء کبریا داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شمع معرفت کے انوار کو عام کیا اور رشد و ہدایت کے فیضان کو پھیلایا۔ آپکی شہرۂ آفاق کتاب ''کشف المحجوب'' کاملین کیلئے رہنما ہے اور عوام کیلئے پیر کامل کا درجہ رکھتی ہے۔ اجل صوفیہ اور باعظمت مشائخ طریقت، کشف المحجوب کے مطالعے کے شائق رہے ہیں لیکن درس معرفت کے مبتدیوں اور عام مسلمانوں کیلئے بھی تعلیمات گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ رہنما ہیں۔ ضروری ہے کہ ہم داتا صاحب سے اپنی گہری عقیدت کے اظہار کے ساتھ ساتھ آپ کی تعلیمات کی روشنی سے نور بصیرت حاصل کریں۔ اس مقصد کیلئے آپ کے فرمودات وارشادات کو اسلامیان پاک و ہند میں ہر کہ ومہ تک پہنچانے کی خواہش اسی صورت میں پوری ہوسکتی تھی کہ کشف المحجوب کے فارسی متن کو اردو کے قالب میں ڈھالا جائے اور اس کے معارف اردو دانوں تک پہنچیں۔

شمس بریلوی لکھتے ہیں:

> کشف المحجوب کی بلند پائیگی کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ صوفیائے عظام نے اس کو اپنی تصانیف کا مآخذ قرار دیا۔ تیرہویں صدی کے وسط تک فارسی زبان عوام کی زبان تھی۔ تحریر کی زبان بھی فارسی تھی۔ اس لئے اس وقت تک کشف المحجوب کے اُردو ترجمے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی گئی۔ تیرہویں صدی کے اواخر اور چودہویں صدی کے اوائل میں جب فارسی زبان کا انحطاط بحد کمال پہنچ گیا اور اردو عوام کی زبان قرار پائی تو اس وقت سے فارسی زبان کی بہت سی بلند پایہ کتب کے اردو میں تراجم ہونے لگے۔ چنانچہ اس ضرورت کے تحت کشف المحجوب جیسی بلند پایہ اور گراں مایہ کتاب کے متعدد اردو تراجم ہوئے جو اپنے اپنے وقت پر شائع ہو کر اس عہد اور اس وقت کی ضرورت کو پورا کرتے رہے۔ اس وقت تک 20 سے زیادہ اردو تراجم اس عظیم کتاب کے شائع ہو چکے ہیں۔ اولین تراجم کا انداز بالکل عامیانہ ہے اور زبان اپنے عہد کی ترجمان ہے، پھر کچھ

کچھ تبویب، تزہیب کا اہتمام ہونے لگا''۔(1)

محمد سلیم حماد نے لکھا ہے:

''کشف المحجوب کے اس وقت تک تقریباً پچیس اردو تراجم چھپ چکے ہیں اور بعض تراجم کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں''۔(2)

پیر محمد کرم شاہ الازہری کا ارشاد ہے کہ

''اردو کے بے شمار اہل علم و فضل نے کشف المحجوب کے تراجم کئے ہیں''۔(3)

محمد گل احمد خان عتیقی لکھتے ہیں:

''اردو تراجم کی تعداد دو درجن کے لگ بھگ ہے''۔(4)

مفتی ضیاء الحبیب صابری نے مولوی فیروز الدین، پروفیسر محمد عبدالمجید یزدانی، عبدالرؤف فاروقی ، سید محمد فاروق القادری، ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، فضل الدین گوہر، محمد الطاف نیردی اور محمد حسین مناظر کے آٹھ اردو ترجموں کے نام گنوائے ہیں۔(5)

محمد ارشد قریشی نے ان آٹھ کے علاوہ شمس الہند ایزدی، حکیم اللہ رکھا قریشی، حکیم غلام معین الدین نعیمی، میاں محمد طفیل واحد بخش سیال، وقار علی بن مختار علی اور عبدالحکیم خاں نشتر جالندھری کے اردو ترجموں کے نام لکھے ہیں۔(6)

محقق عصر حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے اپنے معرکہ آرا مقدمہ کشف المحجوب میں لکھا:

''بیس سے زائد اردو تراجم چھپ چکے ہیں''۔(7)

راقم الحروف کے ذاتی ذخیرۂ کتب میں شمس الہند ایزدی صوفی معنوی اور دوسرے مترجمین کے علاوہ محمد علی چراغ (نذیر سنز لاہور، 1987) عبدالحمید اعوان، عبدالرحمن اعوان، محمد یوسف آفریدی (مدینہ پبلشنگ اینڈ پرنٹنگ ہاؤس لاہور س ن) اور خواجہ شاہد حمید مکی مدنی (شاہ جمال لاہور 1432ھ) کی کاوشیں بھی موجود ہیں۔

واحد بخش سیال کا کام کشف المحجوب کی تشریح ہے جس کے آغاز میں تصوف کے حوالے سے لکھا گیا مقدمہ ہے۔ میاں محمد طفیل، محمد علی چراغ اور عبدالحمید اعوان وغیرہ کی کاوشیں مکمل ترجمہ نہیں کہی جا سکتیں اور خواجہ شاہد حمید کی مختصر کاوش پر تو ''تلخیص و تسہیل'' کی نشان دہی بھی موجود ہے۔ مقبول اکیڈمی

لاہور نے مترجم کے نام کے بغیر ایک ترجمہ چھاپا ہے۔ اس کے شروع میں مترجم نے لکھا ہے:

"کشف الاسرار اور کشف المحجوب کے ترجموں کی سعادت حق تعالیٰ نے اس عاجز بندہ کو بخشی سلسلہ تصنیف و تالیف و تراجم میں میرا سب سے پہلا کام کشف المحجوب کا ترجمہ ہے جو بہت مقبول ہو چکا ہے۔" (8) حقیقت یہ ہے کہ یہ شمس الہند ایز دی ہی کا ترجمہ ہے جس کے ذیلی عنوانات اور کہیں کہیں فقرہ آغاز میں ایک آدھ لفظ آگے پیچھے کر دیا گیا ہے۔

میری لائبریری میں شمس الہند کا جو ترجمہ ہے اس کیساتھ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے غلط طور پر منسوب "کشف الاسرار" کا ترجمہ موسوم بہ "فقر نامہ" بھی ہے لیکن اس کے سرورق کا کچھ حصہ شکستہ ہے اس لیے سن اشاعت کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ محمد ارشد قریشی نے شمس الہند کے ترجمہ کشف المحجوب کا سن اشاعت 1927ء لکھا ہے۔ میرے پاس موجود نسخے میں وہ تحریر نہیں ہے جو "جناب سید علی ہجویری" کے عنوان سے مترجم کی طرف سے چار صفحوں پر مشتمل مقبول اکیڈیمی کے مطبوعہ نسخے میں ہے۔ (مترجم کے نام کے بغیر)

کسی زبان میں لکھی گئی کسی کتاب کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا جہاں بہت اہم کام ہے، خصوصاً کسی بہت اہم موضوع پر لکھی گئی کسی بنیادی کتاب کا، لیکن اس کیلئے مترجم میں جو صلاحتیں لاوبدی اور ضروری ہیں وہ بہت کم، مترجمین میں نظر آتی ہیں۔ اصل کتاب کی زبان پر مکمل عبور، اس کے موضوع پر عالمانہ اور منتہیانہ گرفت، تصنیف کتاب کے عہد کی زبان سے اور عہد بہ عہد اس میں درآنیوالی تبدیلیوں سے پوری طرح واقفیت کیساتھ ساتھ، ترجمے کی زبان پر مکمل دسترس کے بغیر ترجمہ درحقیقت ترجمہ کہلانے کا حق ہی نہیں رکھتا۔ پھر اگر اصل کتاب کا کوئی ایک مصدقہ نسخہ ہی سامنے ہو تو اور بات ہے لیکن اگر مختلف حضرات کے لکھے ہوئے کئی نسخے سامنے ہوں تو بڑی حد تک درست متن کی تلاش اور تحقیق و تفحص کی اعلیٰ درجے کی صلاحیت اور مشق کے بغیر ترجمے کا حق کیسے ادا ہوگا۔ آج کل تو ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ ترجمہ چھپ گیا ہے، مترجم کا نام بھی پیشانی پر جھلملا رہا ہے مگر مترجم کو نہ موضوع سے کوئی تعلق ہے، نہ نسخے کی زبان سے "صاحب سلامت" ہے اور نہ وہ اپنی زبان کے حسن و قبح سے واقف ہے۔ جسے اردو تک صحیح نہیں آتی، وہ فارسی اور عربی کتابوں کا مترجم مشہور ہوا جا رہا ہے۔ جو حضرات کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں، ان میں سے بھی بہت سے مترجم کے تمام اوصاف سے بکمال متصف نہیں ہوتے۔ نیز چونکہ عہد موجود میں مطالعہ کتب کے لیے لوگوں کے پاس وقت ہی نہیں رہا، اس لیے کسی کو پتا نہیں چلتا کہ

مترجم جہاں خود کوئی بات سمجھنے سے قاصر رہا ہے یا کوئی بات اس کے مسلک، مقصد یا نقطہ نظر کے مطابق نہیں ہے، اسے چھوڑ چکا ہے۔ مصطلحات کا ترجمہ خاصا مشکل کام ہوتا ہے اور آج کے زیادہ تر ''مترجمین'' ترجمے کو آسان ترین کام سمجھ کر کرتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ چند ترجمے سامنے رکھ کر نیا ترجمہ ''تخلیق'' کر لینا بھی اب فن کا درجہ اختیار کرتا جا رہا ہے۔

ترجمے کی اہمیت وافادیت کے متعلق پروفیسر سجاد باقر رضوی نے لکھا:

''انسانی شعور کے ارتقاء میں ترجموں نے بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ سچ پوچھئے تو ترجمہ ایک سطح پر تخلیقی نوعیت کا کام ہے، اس کام کی ابتداء تو اس شعور سے ہوتی ہے کہ مترجم کو ہر دو زبانوں سے، ایک وہ جس سے ترجمہ کیا جا رہا ہے اور دوسری وہ جس میں ترجمہ ہوتا ہے، مکمل واقفیت لازم ہے۔ مکمل واقفیت کے معنی محض لغت کی سطح پر واقفیت کے نہیں ہیں بلکہ اس کے معنی زبانوں کے مزاج اور ان کی پوری روایت سے واقفیت کے ہیں۔ اس کے بعد ترجمہ کا تخلیقی پہلو سامنے آتا ہے، ایک زبان سے حاصل شدہ خیالات کو دوسری زبان کے لفظی پیکر میں داخل کرنا، وہ بھی اس طور کہ لفظ کے جسمانی پیکر معانی کی روح کے حلول سے زندہ ہو جائیں، تخلیق نہیں تو اور کیا ہے۔ یوں مترجم لفظوں کو نئی جون عطا کرتا ہے، فقروں کو نئی سے نئی ترتیب دیتا ہے اور زبان کو نئے آہنگ سے روشناس کرتا ہے۔ ایک معنی میں ترجمہ تخلیق سے زیادہ مشکل کام ہوتا ہے۔ تخلیقی عمل میں تو معانی اور لفظ، تصویریں اور آہنگ سب قوت تخلیق کی حرکت سے مکمل صورت میں پیدا ہوتے ہیں۔ مترجم کو یہ تمام اجزاء اکٹھے کر کے ان میں روح پھونکنی پڑتی ہے''۔(9)

پروفیسر جیلانی کامران ترجمے کے بارے میں اپنے خیالات کو یوں زبان دیتے ہیں:

''ترجمہ جہاں الفاظ کے ذریعے انسانی علوم میں اضافہ کرتا ہے اور ذہن کی سرحدوں کو کشادہ کرنے میں مدد دیتا ہے اور اس میں ترجمے کو تمدنی اور ثقافتی ضرورت بھی مضمر ہوتی ہے وہاں ترجمے کا عمل زبان کی ساخت کو بھی متاثر کرتا ہے۔ خیالات اور جذبات کو بیان کرنے کے نئے نئے اسلوب مل جاتے ہیں، نئے الفاظ وضع کرنا پڑتے ہیں، پرانے الفاظ کو دوبارہ استعمال کرنے سے ان میں وسعت پیدا ہوتی ہے، نئے علوم سے آشنائی

ہوتی ہے اور فکر اور تحقیق کیلئے نئے سانچے اور نئے اسالیب مل جاتے ہیں...... ترجمہ اصل میں دو زبانوں اور دو تہذیبوں کے مابین پل کا کام دیتا ہے جس کے ذریعے خیالات اور تصورات ایک تہذیب سے دوسری کی طرف اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی جانب جاتے ہیں...... ترجمے کی ضرورت تہذیبی نشوونما کیلئے بھی لازمی ہے...... قومیں اور تہذیبیں ، مسافت اور جغرافیے کی دقتوں کے باوجود ایک دوسرے سے آشنا ہوتی ہیں"۔(10)

پروفیسر سید خیال بخاری کا خیال ہے:

"ترجمہ بہت مشکل اور کٹھن کام ہے، ترجمہ کیلئے نہ صرف اپنی زبان پر حاوی ہونا ضروری ہے بلکہ جس زبان سے ترجمہ کرنا ہے اس پر بھی اسے پورا عبور حاصل ہونا چاہیے اور پھر ترجمہ کرتے وقت اسے نہ صرف اپنی زبان کے بہتر سے بہتر لفظ تلاش کرنا پڑتے ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ اصل مصنف یا مولف کی زبان، محاورہ، معنی اور روح کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے اسی لئے بعض لوگوں کے نزدیک ترجمہ کا کام تصنیف سے بھی مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے اپنی زبان میں درست طور پر اظہار کے بوجھ کے علاوہ اصل مصنف کا بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ اس کے دل ودماغ اور روح میں بھی جھانکنا پڑتا ہے"۔(11)

اس موضوع پر ڈاکٹر جمیل جالبی اپنے مضمون "ترجمے کے مسائل" میں یوں رقم طراز ہیں:

"مترجم کا یہ فرض ہے کہ وہ مصنف کے لہجے اور طرز ادا کا خیال رکھے، لفظوں کا ترجمہ قریب قریب معنی ادا کرنے والے الفاظ سے نہ کرے اور ضرورت پڑنے پر نئے مرکب بنائے، نئی بندشیں تراشے اور نئے الفاظ وضع کرے...... تحریری ترجموں کے تین طریقے ہوسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ لفظوں کے آہنگ، مصنف کے لہجے، بیان کے تیور اور ابلاغ کو کوئی خاص اہمیت نہ دی جائے اور اصل متن کا صرف لفظی ترجمہ کر دیا جائے اور بس، اسے ترجمہ کرنا نہیں کہتے، "مکھی پہ مکھی مارنا" کہتے ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ مفہوم لے کر آزادی کے ساتھ اپنی زبان کے روایتی ومقبول انداز بیان کی مدد سے ترجمہ کر دیا جائے، جہاں جی میں آیا، حسب دل خواہ تبدیلی بھی کر لی۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ترجمہ اس طور پر کیا جائے کہ اس میں مصنف کے لہجے کی کھنک اور آہنگ بھی قائم رہے، اپنی زبان کا مزاج بھی بنیادی

طور پر موجود رہے اور ترجمہ اصل متن کے مطابق بھی ہو۔ ترجمہ کی یہ شکل سب سے زیادہ مشکل ہے۔ ایسا ترجمہ جس میں مترجم نے مصنف کی اصل روح کو پا کر، اپنی زبان کے مزاج میں نگینے کی طرح بٹھادیا ہو، ایک ایسا گوہر نایاب ہے جسے ادب کا کوئی شہ پارہ جو کبھی کبھار وجود میں آ کر کسی تہذیب کی ساری روح کا مظہر بن جاتا ہے...... اپنی بات ہو تو آدمی اسے سورنگ سے باندھنے کی کوشش کرے لیکن ترجمے میں تو آدمی خود بندھ کر رہ جاتا ہے۔ مصنف کے ہاتھ میں اس کی باگ ڈور ہوتی ہے...... عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مترجم میں کام کرنے کا محرک یہ ہوتا ہے کہ اپنے دماغ پر زور ڈالے بغیر کسی دوسرے کے پھلوں کو اپنی زبان کے خوان میں رکھ کر پیش کردے۔ اگر کتاب کا مصنف مشہور ہوا تو اس کے سہارے مترجم کو بھی شہرت کے پر لگ گئے"۔(12)

ڈاکٹر عطش درانی، سجاد باقر رضوی اور دوسرے اہل علم کی طرح اپنے مضمون ''اردو تراجم کا فنی جائزہ'' میں قرار دیتے ہیں کہ: ''اچھا ترجمہ ہمیشہ تخلیقی ہوتا ہے''۔(13)

فیض احمد فیض نے بیگم اسماء طیب حسین کے ایک ترجمے پر لکھا:

''جس کتاب کا حسن کافی حد تک زبان کی خوبیوں پر منحصر ہو، اسے کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا مشکل ہوا کرتا ہے''۔(14)

ڈاکٹر سی اے قادر ترجموں کے عمومی رُجحان پر یوں قلم اٹھاتے ہیں:

''میں تراجم کا مخالف نہیں لیکن ترجمہ میں ندرت اور جدت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اکثر و بیشتر تراجم تو مکھی پر مکھی مارنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں''۔(15)

جہاں تک حضرت سید علی بن عثمان الجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ''کشف المحجوب'' کے ترجمے کا تعلق ہے، کپتان واحد بخش سیال لکھتے ہیں:

''اس کتاب میں حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے جو زبان استعمال فرمائی ہے، سعدیؒ اور حافظؒ کی قدیم زبان سے ہٹ کر ملک خراسان کی زبان ہے جس کا محاورہ سمجھنے میں کافی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس زمانے کے فن تحریر کے مطابق حضرت مصنفؒ نے قافیہ سنجی سے بھی کام لیا ہے جس کی وجہ سے کتاب کی عبارات بڑی حد تک منظوم نثر کی صورت

اختیار کر گئی ہیں۔ اگر چہ فارسی دان طبقہ کے لئے یہ کتاب فصاحت و بلاغت کا بیش بہا مرقع ہے، آج کل کے کور ذوقی کے دور میں اس کا سمجھنا بہت مشکل ہو گیا ہے"۔(16)

سیل صاحب اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ پھر بھی بعض نہایت ہی ادق عبارات کے مطالب سمجھ میں نہیں آ سکے۔ ایسے میں ان تر جموں کا کیا کیجئے، جن کے مترجمین ایسی کسی مشکل کا شکار نہیں ہوئے اور کشف المحجوب کو ہر ہر صفحے پر، ہر ہر پیراگراف میں سمجھتے اور قارئین کو سمجھاتے چلے جا رہے ہیں۔

پروفیسر محمد عبد المجید یزدانی جنہوں نے بڑی حد تک تحقیق و تدقیق کے ساتھ، اپنی فارسی دانی اور اردو دانی کی معیت میں، ژوکوفسکی کے تصحیح شدہ نسخہ کشف المحجوب کا ترجمہ کیا ہے، اس سلسلے میں پیش آمدہ مشکلات کا ذکر اپنے مقدمے میں یوں کرتے ہیں:

"بقول ملک الشعراء بہار مرحوم، کشف المحجوب فارسی کے سبکِ قدیم کا ایک نادر نمونہ ہے اور دور سامانی کی نثر کے نزدیک تر ہے، اگر چہ اس سے بدرجہا بالاتر اور اصل تر ہے تاہم اس میں کہنہ، غریب اور دقیق الفاظ، تراکیب اور اصطلاحات کی خاصی بھر مار ہے جن میں سے بعض کتب تصوف میں مستقل طور پر رواج پذیر ہو گئیں لیکن بعض کا شمار آج متروکات میں ہوتا ہے۔ چنانچہ نثر غیر مغلق ہونے کے باوجود بعض جگہ دشوار فہم ہو گئی ہے ......بعض جگہ قرینہ سے افعال کو حذف کرنے کا التزام پایا جاتا ہے اور بعض جگہ قرینہ تک بھی محذوف ہے۔ اس سے عبارت میں دلکشی پیدا ہو جاتی ہے لیکن ساتھ ہی ترجمہ میں دشواری بھی پیدا ہو جاتی ہے"۔(17)

لیکن شمس بریلوی جنہوں نے کشف المحجوب کے ترجمے کے کام میں ہاتھ نہیں ڈالا، فرماتے ہیں:

"حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ نے کشف المحجوب کو تکلف اور تصنع سے بری، آسان اور روزمرہ کی فارسی میں تحریر کیا ہے۔ انداز بیان ایسا صاف اور واضح ہے کہ مفہوم و معنی کے سمجھنے میں کہیں دقت پیدا نہیں ہوتی"۔(18)

کشف المحجوب کا جو نسخہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کے ذاتی کتب خانے میں تھا، اس کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے۔ مولوی صاحب کے صاحبزادے احمد ربانی نے ایف ڈی گوہر سے اس کا ترجمہ کروا کے چھپوایا، پیش لفظ میں احمد ربانی نے لکھا:

''اس سے پہلے کشف المحجوب کے جس قدر تراجم شائع ہوئے ہیں، ان میں سے کسی کی زبان سراسر عام فہم نہیں ہے اور مشکل الفاظ تو کیا، اکثر اصطلاحوں کا یا تو ترجمہ کیا ہی نہیں گیا یا وہی فارسی الفاظ ترجمے میں شامل کر دیئے گئے ہیں جس سے ایک عام قاری اصل کتاب میں بیان شدہ تصوف کے بعض مسائل کو سمجھنے سے قاصر ہی رہتا ہے۔ پھر تصوف کی بعض اصطلاحیں چونکہ بہت دقیق اور مسائل کے گوناگوں پہلو اپنے اندر لئے ہوئے ہوتی ہیں، اس لئے کسی نے ان سے کچھ سمجھا تو کسی دوسرے نے کچھ اور''۔(19)

بعد میں یہ نسخہ مترجم کے پورے نام فضل الدین گوہر سے، ضیاء القرآن پبلی کیشنز نے پیر محمد کرم شاہ الازہری کے مقدمے کے ساتھ شائع کیا، اگرچہ یہ ثابت کرنا ممکن نہیں کہ یہ نسخہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے دست مبارک کا تحریر شدہ ہے۔

ابو نعیم محمد عبدالحکیم خان نشتر جالندھری نے صرف یہ لکھا ہے:

''کشف المحجوب کا ترجمہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس کی دشواریوں کا صحیح اندازہ وہی حضرات فرما سکتے ہیں جنہیں ایسی کٹھن منزل میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہو''۔(20)

محمد شریف صابر کے پنجابی ترجمے کے مقدمے میں سجاد حیدر ترجمے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ترجمہ نرا اک زبان دے لفظ نوں دوجی زبان دے لفظ نال بدل دینا ای نہیں ہندا۔ ترجمہ اصل کتاب دی آب وہوا، اوہدے آلے دوالے دے منظر نوں ترجمے دے اڈنے قالین اتے دھر کے سگواں سانواں اپنی دھرت اتے لاہ لیاون دا کرشمہ اے''۔(21)

کشف المحجوب کے مختلف پہلوؤں پر مقالات لکھوانا اور چھپوانا اچھا کام ہے۔ ''تصوف سیمیناروں'' کی اپنی افادیت ہے لیکن محکمہ اوقاف پر لازم ہے کہ وہ:

1۔ کشف المحجوب کے مختلف نسخوں پر تحقیق کے ذریعے کسی ایک نسخے پر اتفاق کی صورت پیدا کرے اور اپنے زیر انصرام ہونے والے ہر کام کیلئے اسی نسخے پر انحصار کی صورتیں پیدا کرے۔

2۔ کشف المحجوب کے انگریزی، عربی، اردو اور پنجابی کے ترجمہ کو محاکمہ و تجزیہ کے ذریعے غربالِ نقد سے گزارے اور طے کرے کہ کس ترجمہ کار نے کس حد تک ترجمے کے اصولوں پر عمل کیا ہے، کہاں کہاں مترجم نے اپنے مرضی کی ہے، کون سے مقامات کس مترجم نے بوجوہ نظر انداز کے ہیں اور کس کس

ترجے کی حیثیت محض نقل کی ہے۔

آج احقر کے پیش نظر کشف المحجوب کے اردو ترجموں کے مقدمات اور پیش لفظ ہیں۔ اس سلسلے میں بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ محقق عصر حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا مقدمہ تحقیق و تدقیق اور استنباط نتائج کے اعتبار سے لاجواب ہے اور کوئی ایسا مقدمہ نہیں جو اس کا عشر عشیر بھی ہو۔ انہوں نے دلائل قاہرہ سے بعض مزعومات کی تغلیط کی ہے اور بعض حقائق پر پڑی گرد کو برہان قاطع کے ذریعے جھاڑ کر نابود کر دیا ہے۔ کشف المحجوب کی حیثیت اور اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف منیف ''کشف المحجوب'' جو انہوں نے آغوش رحمت خداوندی میں بیٹھ کر لکھی ہے، مسائل شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کا ایک بیش بہا گنجینہ ہے اور اولیاء متقدمین کے حالات بابرکات اور ان کی مقدس تعلیمات کا بہترین خزینہ ہے۔ نیز فارسی زبان میں تصوف و احسان پر لکھی جانے والی یہ سب سے پہلی کتاب ہے''۔

حاشیے میں لکھتے ہیں کہ:

''ابوبکر بخاری، کلاباذی کی عربی تالیف کی فارسی شرح ''شرح تعرف'' تالیف ابراہیم بن اسماعیل مستملی بخاری جو پہلی بار لکھنؤ سے 1912ء میں طبع ہوئی، کشف المحجوب سے پہلے لکھی گئی تھی مگر یہ مستقل تصنیف نہیں بلکہ عربی متن کی فارسی شرح ہے''۔(ص 32)

واحد بخش سیال شرح کشف المحجوب کے مقدمے میں اس کتاب کی اہم ترین خصوصیت یہ قرار دیتے ہیں کہ:

''حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے تصوف کے ہر مضمون کو یہاں تک کہ وحدت الوجود اور قضا و قدر جیسے مشکل مضامین کو بھی قرآن و سنت سے ثابت کیا ہے اور شریعت کے خلاف جتنے مکاتب فکر اور نظریات اس زمانے میں مروج تھے، سب کی تردید کر کے حقیقی اسلامی تصوف کو پیش کیا ہے''۔(ص 32)

شمس بریلوی نے بھی اپنے مقدمے میں لکھا ہے:

''صاحب کشف المحجوب جس مسئلہ یا رمز طریقت پر قلم اٹھاتے ہیں، اولاً وہ قرآن حکیم اور

ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس کی سند لاتے ہیں، پھر اس کا استدلال آثار و اخبار سے کرتے ہیں۔ اگر وہ اس استدلال میں کامیاب نہیں ہوتے تو اکابر ارباب تصوف کے یہاں اس کی سند تلاش کرتے ہیں"۔ (ص 26،27)

گل احمد عتیقی، محمد الطاف نیروی کے ترجمے کی تقریظ میں لکھتے ہیں:

"کشف المحجوب کو محض تصوف ہی کی کتاب قرار دینا قرین انصاف نہیں۔ اس میں حقیقت تصوف کو آشکارا کرتے ہوئے تصوف کے مسائل کا بھی بیان ہے اور متکلمین کے دلائل بھی، منطقیوں اور فلسفیوں کی موشگافیاں بھی اور باطل نظریات کی مدلل تردیدات بھی"۔ (ص ف 32)

محمد رشید نقشبندی نے اپنی تقریظ میں کہا کہ:

"یہ تصوف پر فارسی زبان کی وہ عظیم تصنیف ہے جسے تصوف کے آئین کا درجہ دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا"۔ (ص ف 39)

نشتر جالندھری نے اپنے مقدمے میں قرار دیا:

"کشف المحجوب کے بغور مطالعے سے واضح ہوجاتا ہے کہ تصوف عین اسلام ہے اور اس کے خلاف جو غلط و گمراہ کن خیالات عوام میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کی ساری ذمہ داری ننگ اسلام، ریاکار اور نام نہاد صوفیوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے دکانداری کو فروغ دینے کیلئے ضلالت پر تصوف کا لیبل چپکا رکھا ہے"۔ (ص 11)

پرفیسر محمد عبدالمجید یزدانی نے ژوکوفسکی کے تصحیح شدہ نسخے کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے پانچ قلمی نسخوں کو سامنے رکھا اور ان میں سے نسخہ وی آنا کو بنیاد قرار دے کر باقی نسخوں سے اس کا موازنہ کر کے اصل متن تیار کیا۔ انہوں نے اسی نسخے کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"میں سب سے پہلے اس رائے کا اظہار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ژوکوفسکی کی تصحیح سو فیصد درست نہیں ہے اگرچہ ننانوے فیصد تک اس کے درست ہونے سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا"۔ (ص 14)

حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے بھی لکھا ہے کہ "یہ بہترین نسخہ ہے"۔

ارشد القادری نے محمد الطاف نیروی کے ترجمے کی تقریظ میں کشف المحجوب کے آٹھ نسخوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ نیروی نے حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے قلمی نسخے کو زیادہ مستند اور قابل اعتماد سمجھا ہے۔ (ص 6 تا 8) ایف ڈی گوہر نے بھی اسی نسخے کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا کہ: ''راقم الحروف نے نسخہ نادرہ منقولہ حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کو بہمہ وجوہ کامل اور صحیح پایا۔'' پیر محمد کرم شاہ الازہری نے حضرت ملتانیؒ کے ذکر سے احتراز کرتے ہوئے لکھا:

''اردو میں بھی بے شمار اہل علم وفضل نے کشف المحجوب کے تراجم کیے ہیں لیکن جو ترجمہ ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز سے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ کے عقیدت مندوں، اسلامی تصوف کے قدر دانوں اور نقادوں کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں، اس کے مطالعہ کے بعد قارئین خود اس کی انفرادیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے''۔ (ص 42)

حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے ثابت کیا ہے (ص 52، 53) کہ اس قلمی نسخے کا انتساب حضرت سے درست نہیں۔ اس پر دستخط ''بہاؤالدین زکریا'' ہیں جبکہ آپ کا نام صرف ''زکریا'' ہے، ''بہاؤالدین'' لقب ہے۔ آپ کا سن وصال 661 یا 666 ہجری ہے، اس وقت حضرت کی عمر 90، 95 برس ہو گی۔ دستخط میں زکریا کو ''ذ'' سے ''ذکریا'' لکھا ہے جو غلط ہے......

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اپنے مقدمے کے صفحہ 16 سے 32 تک تصوف پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔

مقدمہ نگار حضرات نے اسی ترجمے کی تعریف کی ہے جس کا مقدمہ لکھنے کی نوبت آئی ہے۔ گل احمد خان عتیقی نے مولوی فیروز دین اور محمد الطاف نیروی کے ترجموں کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری اور محمد سلیم حماد نے سید محمد فاروق القادری کے ترجمے کی تعریف کی ہے اور پیر محمد کرم شاہ نے لکھا ہے کہ: ''جس طرح علم تصوف میں فارسی زبان میں لکھی ہوئی کشف المحجوب کا جواب نہیں اسی طرح حضرت علامہ فضل الدین گوہر صاحب کا اردو ترجمہ بھی اپنی نظیر نہیں رکھتا''۔

میاں محمد طفیل نے ترجمہ کرتے ہوئے اپنی مرضی کچھ زیادہ ہی استعمال کر لی ہے۔ دیباچہ طبع اول میں انہوں نے کہا:

"خاص فلسفیانہ بحثوں اور مسائل کی صوفیانہ توجیہات کو میں نے چھوڑ دیا ہے اور ان چیزوں کو بھی چھوڑ دیا ہے جو پرانے اسلوب نگارش کا حصہ تو ہیں لیکن اصل مضمون اور مقصد بیان سے ان کا کوئی خاص تعلق نہیں"۔

دیباچہ طبع دوم میں لکھا:

"بعض مقامات پر مشائخ وصوفیاء رحمہم اللہ کے بعض اقوال پر کچھ حضرات نے جو اعتراضات واشکالات میرے پاس بھیجے تھے کہ یہ سنت کے خلاف پڑتے ہیں، ان سب کو بھی میں نے اسلوب بیان میں تبدیلی یا حاشیوں کی مدد سے رفع کر دیا ہے"۔(22)

میاں طفیل محمد نے یہ بھی لکھا کہ:

"اس کام میں میرے سامنے ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور کا شائع کردہ مولانا مولوی محمد حسین صاحب گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ کا اردو ترجمہ کشف المحجوب رہا ہے کہ وہی جیل کی لائبریری میں موجود تھا"۔(ص29)

محمد سلیم حماد نے اپنے رقم کردہ مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

"حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں ضروری سمجھا "کشف المحجوب" میں بطور سند قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور صوفیہ مشائخ کے اقوال پیش کیے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں"۔......اس کے بعد پوری تفصیل دی ہے کہ کس سورہ کی کتنی آیتیں ہیں اور لکھا ہے کہ "حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی بہتر سورتوں میں سے دوصد اکتیس آیات کریمہ کے حوالہ جات دیئے ہیں"۔(ص 63،64) دوسو اکتیس آیات کی یہی بات محمد رشید نقشبندی نے محمد الطاف نیروی کے ترجمے کی تقریظ میں کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے مقام پر یہ گنتی کی ہے لیکن اصل صورتحال یہ ہے کہ واحد بخش سیال "شرح کشف المحجوب" (مطبوعہ 1994ء) کے صفحہ 963 تا 976 پر پوری تفصیل سے یہ آیات نقل کر چکے ہیں۔

شمس الہند ایزدی، مولوی فیروز دین، نشتر جالندھری اور خواجہ شاہد حمید نے "کشف الاسرار" کو داتا صاحبؒ کی تصنیف کہا ہے۔ گل احمد عتیقی نے لکھا: "آپ کی تصانیف کی تعداد گیارہ بتائی جاتی ہے

جن میں سے ایک کشف الاسرار بھی ہے جسے متنازع اور من گھڑت اور جعلی بتایا جاتا ہے۔ ''محمد سلیم حماد'' نے ''کشف الاسرار'' کے ''موضوع'' ہونے کے ضمن میں لکھا: ''ہماری تحقیق کے مطابق اس وقت دنیا میں کشف المحجوب کے سوا حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ کی گراں مایہ تصانیف میں سے کوئی کتاب بھی موجود نہیں''۔ محمد سلیم حماد نے اس بارے میں کچھ لکھتے ہوئے حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی تحقیق سے استفادہ تو کیا ہے لیکن ان کا نام لینا گوارا نہیں کیا حالانکہ یہ حکیم صاحب کے مطب میں حاضر باش لوگوں میں سے تھے۔ حکیم صاحب نے اپنے مقدمہ کے صفحہ 32 سے 36 تک دس سے زیادہ دلائل سے اسے جعلی ثابت کیا ہے۔

> ''فوائد الفواد'' کی یہ روایت کہ حسین زنجانی اور داتا صاحبؒ پیر بھائی تھے...... وغیرہ بعد میں بہت سے لوگوں نے نقل کی۔ حکیم صاحب نے صفحہ 56,57,58,59 پر دلائل سے ثابت کیا کہ ایسا ممکن نہیں تھا اور لکھا: ''اندریں صورت فوائد الفواد کی اس روایت کو الحاقی سمجھ لینا کوئی گناہ نہیں''۔

محمد سلیم حماد نے اپنے مقدمے میں کشف المحجوب کی عبارت صفحہ 49 پر نقل کی کہ ''حق تعالیٰ نے مجھے گیارہ سال تک نکاح کی آفت سے محفوظ رکھا'' اور 51 پر بایں الفاظ اس عبارت کی تردید کی: ''اگر حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نکاح کو محض آفت سمجھتے تو اپنے خلیفہ و جانشین کو نکاح کی بجائے مجرد رہنے کی تلقین فرماتے''۔

مولوی فیروز دین نے اپنے ترجمے کے آغاز میں لکھا کہ 465 ہجری کے صفر کی 19 ویں تاریخ کو آپ کا وصال ہوا (23)۔ نشتر جالندھری لکھتے ہیں: ''سال وفات کے بارے میں اختلاف سے قطع نظر اگر 465 ہجری کو درست مان لیا جائے تو دوسری دقت یہ پیش آتی ہے کہ جو حضرات اس کی درستی پر مصر ہیں، انہوں نے کوئی مہینہ یا اس کی کوئی تاریخ نہیں بتائی۔ حضرت داتا صاحبؒ کا عرس ہر سال 20 صفر کو منایا جاتا ہے...... ہمارے ہاں عام طریقہ یہی چلا آرہا ہے کہ بزرگوں کے عرس ان کی تاریخ وفات پر منائے جاتے ہیں۔'' واحد بخش سیال لکھتے ہیں: ''قرائن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں پیدا ہوئے اور اواخر میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔'' محمد سلیم حماد یوں گویا ہوتے ہیں: ''ہماری خاندانی روایت کے مطابق آپ کا وصال 9 محرم الحرام، 465 ہجری کو ہوا اور

اسی دن ہر سال غسل کی تقریب ہوتی ہے۔آپ کی وفات کے چالیسویں دن 19 صفر المظفر کو ہر سال عرس منعقد ہوتا ہے اور 20 صفر کو امام حسینؓ کا عرس منایا جاتا ہے''۔

فیروز دین نے داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کا ذکر کیا تو حاشیے میں ان کے بیٹے عبدالحمید خان نے جو دوسرے خیالات کے آدمی تھے، لکھا: ''مستند تواریخ کی رو سے آپ کا مزار فصیل شہر سے چند گز کے فاصلے پر جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی تشریف آوری کے وقت یہاں ایک گھاٹ تھا جسے عبور کر کے آپ دریا کے اس پار تشریف لائے اور وہیں لب دریا قیام فرما کر تبلیغ اشاعت میں مشغول رہے اور جب وصال فرمایا تو وہیں دفن ہوئے''۔اس کے بعد مزید کہا کہ بعض ارباب تحقیق کے نزدیک علی نام کے دو بزرگ غزنی سے لاہور آئے تھے۔قلعہ لاہور کے اندر یا فصیل کے ساتھ دفن ہونے والے دوسرے بزرگ تھے۔ (24) اس تحریر کا مقصد یہ تھا کہ شک کی کیفیت پیدا کر دی جائے۔ بعد میں کچھ لوگوں نے اس شک کی بنیاد پر عمارتیں کھڑی کرنے کی کوشش بھی کیں۔

محمد م سلیم حماد نے اپنے مقدمے میں لکھا کہ: ''آپ کے خلیفہ حضرت شیخ ہندیؒ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی''۔ پتہ نہیں، یہ بھی خاندانی روایت ہے یا کسی مستند کتاب میں اس کا ذکر ملتا ہے کیونکہ انہوں نے شعبہ تعلقات عامہ محکمہ اوقاف پنجاب کے محمد نسیم عباسی کی ''مخدوم امم'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''حضرت عبداللہ المعروف شیخ ہندی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب ابوسعید ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور حماد سرخسی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلفاء تھے''۔

حقیقت یہ ہے کہ کشف المحجوب کا اردو ترجمہ کرنے میں جتنی ہمہ جہت کاوش محمد عبدالمجید یزدانی نے کی ہے، اس کی تحسین کے بغیر بات نہیں بنتی۔ ابوالحسنات محمد احمد قادری کے ترجمے کی زبان عالمانہ ہے۔ سید محمد فاروق القادری کا ترجمہ اچھا ہے۔ واحد بخش سیال اور پیر محمد کرم شاہ الازہری کے مقدموں میں تصوف کے موضوع پر بہت کچھ کہا گیا ہے۔ کشف المحجوب پر حکیم محمد موسیٰ امرتسری اپنے مقدمے میں تحقیق کے ذریعے جو نتائج جس دیدہ ریزی اور ژرف نگاہی سے سامنے لائے ہیں، مستقبل میں کسی کیلئے ان سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ چاہے کوئی ان کا حوالہ دے یا ان کی محنت کو اپنی تحقیق قرار دینے کی جسارت کرے۔

حوالہ جات

1۔ کشف المحجوب، ترجمہ از غلام معین الدین نعیمی، مکتبہ زاویہ لاہور، 2002، ص 27 (دیباچہ از شمس بریلوی)

2۔ کشف المحجوب، ترجمہ از سید محمد فاروق القادری، فرید بک سٹال لاہور، طبع دوم، 2001، ص 63 (دیباچہ از محمد سلیم حماد)

3۔ کشف المحجوب، ترجمہ از فضل الدین گوہر، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، اکتوبر 2006ئ، ص 42 (مقدمہ از پیر محمد کرم شاہ الازہری)

4۔ کشف المحجوب، از محمد الطاف نیروی، اشاعت اول 1992ئ، ص ف 34 (تقریظ از محمد گل احمد خان عتیقی)

5۔ کشف المحجوب، پنجابی ترجمہ از محمد شریف صابر، قاضی پبلی کیشنز، لاہور 1996، ص 15

6۔ کشف المحجوب، ترجمہ از سید محمد فاروق القادری، تصوف فاؤنڈیشن لاہور، 1998ئ، ص 8,7

7۔ ایضاً، ص 53 (پیش لفظ از حکیم محمد موسیٰ امرتسری)۔

8۔ کشف المحجوب، صحیح و مکمل اردو ترجمہ، مقبول اکیڈمی، لاہور، س ن (کل 499 صفحات)

9۔ معروضات، سجاد باقر رضوی، پولیمر پبلی کیشنز لاہور، س ن، ص 40,39

10۔ تنقید کا نیا پس منظر، جیلانی کامران، مکتبہ ادب جدید، لاہور، پہلی اشاعت نومبر 1964ئ، ص 67،64

11۔ ہمارے لسانی مسائل، سید خیال بخاری، بساط ادب، لاہور، بار اول 1987ئ، ص 52,41,40

12۔ تنقید اور تجربہ، ڈاکٹر جمیل جالبی، یونیورسل بکس لاہور، بار دوم 1988ئ، ص 108 تا 111۔

13۔ ادبی جائزے، عطش درانی، نذیر سنز پبلیشرز لاہور، بار اول 1987م، ص 117

14۔ قرض دوستاں، مرزا ظفر الحسن، مکتبہ کاررواں، لاہور، جون 1981، ص 47

15۔ تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات، اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ص 28,27

16۔ شرح کشف المحجوب (اردو) واحد بخش سیال، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، بار اول 1994ئ، ص 31

17۔ گنج مطلوب، اردو ترجمہ کشف المحجوب، از پروفیسر محمد عبدالمجید یزدانی، ناشران قرآن لمیٹڈ، لاہور، س ن، ص 14

18۔ کشف المحجوب، ترجمہ از غلام معین الدین نعیمی، ص 27

19۔ اردو ترجمہ کشف المحجوب، از ایف ڈی گوہر، س ن (میرے پاس موجود نسخے میں احمد ربانی کے پیش لفظ پر

21 ستمبر 1972ء درج ہے)ص عا

20۔انوار القلوب، اردو ترجمہ کشف المحجوب از نشتر جالندھری، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، اشاعت سوم 1971ئ، ص 11

21۔کشف المحجوب پنجابی ترجمہ از محمد شریف صابر، قاضی پبلی کیشنز لاہور، ص 7

22۔کشف المحجوب، ترجمہ ترتیب و تلخیص بزبان اردو از میاں طفیل محمد، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، اشاعت ہشتم جنوری 1980ء، ص 28, 31

23۔بیان المطلوب اردو ترجمہ کشف المحجوب از مولوی فیروز الدین، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، چودھویں بار 1970ء، ص 10۔

حدیث: بُخاری و مُسلم و مالک و ابو داود ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جب اَذان کہی جاتی ہے، شیطان گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے، یہاں تک کہ اَذان کی آواز اسے نہ پہنچے، جب اَذان پوری ہو جاتی ہے، چلا آتا ہے، پھر جب اِقامت کہی جاتی ہے، بھاگ جاتا ہے، جب پوری ہو لیتی ہے، آجاتا ہے اور خطرہ ڈالتا ہے، کہتا ہے فلاں بات یاد کر فلاں بات یاد کر وہ جو پہلے یاد نہ تھی یہاں تک کہ آدمی کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کتنی پڑھی۔

حدیث: طَبرانی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اَذان دینے والا کہ طالبِ ثواب ہے، اس شہید کی مثل ہے کہ خون میں آلودہ ہے اور جب مرے گا، قبر میں اس کے بدن میں کیڑے نہیں پڑیں گے۔

حدیث: امام بُخاری اپنی تاریخ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جب مؤذن اَذان کہتا ہے، رب عزوجل اپنا دستِ قدرت اس کے سر پر رکھتا ہے اور یوہیں رہتا ہے، یہاں تک کہ اَذان سے فارغ ہو اور اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے، جہاں تک آواز پہنچے جب وہ فارغ ہوتا ہے، رب عزوجل فرماتا ہے: میرے بندہ نے سچ کہا اور تو نے حق گواہی دی، للہذا تجھے بشارت ہو۔ (بہار شریعت، حصہ 3)

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا نظریۂ علم

(کشف المحجوب کے منہج کا مطالعہ)

قرآن وسنت میں علم، تعلیم اور تعلم کی فضیلت و اہمیت اور اصول وضوابط کا ذکر بکثرت موجود ہے اللہ تعالیٰ معلم ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام متعلمین و معلمین ہیں۔ انسانی فضلیت اور عظمت کا راز بھی علم میں ہے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فوقیت دینا بھی آپ کے علم ہی کی بنیاد پر تھا قرآن مجید میں ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾ (1)

''اور اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا مجھے ان اشیاء کے نام بتادو اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا! تیری ذات پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر اسی قدر جو تو نے ہمیں سکھلایا، بے شک تو ہی جاننے والا حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا کہ میں علم دیتا ہوں۔

اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ﴿۴﴾ (2)

''رحمان نے قرآن کی تعلیم دی، اس نے انسان کو پیدا کیا پھر اس کو گویائی سکھلائی۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناصب نبوت میں تعلیم دینے کے منصب کو خصوصی حیثیت سے بیان کیا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲﴾

''وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول کو بھیجا وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، ان کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے

ہیں۔ بے شک وہ لوگ پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے۔''(3)

قرآن مجید میں اہل علم کی فضیلت کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ (4)

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند فرمادے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم سے نوازا گیا، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے علم حاصل کرنے کی خاص ترغیب وتحریص دلائی ہے، قرآن پاک میں ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (5)

''تو ان میں سے ہر ایک گروہ کی ایک جماعت کیوں نہ نکلے کہ وہ لوگ دین میں تفقہ حاصل کریں اور وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف پلٹ کر آئیں تا کہ وہ بچیں۔''

اسی طرح احادیثِ مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات علم، تعلیم اور تعلم کی فضیلت کے بارے میں بکثرت موجود ہیں۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"قال رسول الله ﷺ من سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له به طريقًا الى الجنة."(6)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی علم کو تلاش کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

" قال رسول الله ﷺ من خرج فى طلب العلم فهو فى سبيل الله حتى يرجع هذا." (7)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم کی طلب میں نکلے وہ لوٹ کر آنے تک اللہ کے

راستہ میں ہے۔"

اِسی طرح حضرات علماء وصوفیاء نے علم کی ضرورت واہمیت خصوصی طور پر بیان کی ہے۔ طبقۂ علماء، اولیاء اور صوفیاء کی نمائندہ ہستی حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور ومعروف تصنیف "کشف المحجوب" کی ابتدا علم کی فضیلت واقسام سے کی ہے۔ اس مختصر مضمون میں کشف المحجوب کے بابِ اول اثبات علم کے منہج واستدلال بمعہ مستنبط مسائل ونصائح کا ذکر کیا گیا ہے۔

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ علم

حضور داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف "کشف المحجوب" میں سب سے پہلا باب علم کے بارے میں "باب اثبات العلم" کے عنوان سے قائم کیا ہے۔ اس بات سے سیّد ہجویرؒ کے نزدیک علم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپؒ نے اس باب میں ایک تمہید اور چار فصول قائم کی ہیں۔ یہ بحث کشف المحجوب (فارسی، نسخہ تہران) کے آٹھ صفحات (صفحہ 12 تا19) پر مشتمل ہے۔ اس باب میں آپؒ نے اکیس آیات قرآنیہ، سات احادیث مبارکہ، آٹھ اقوال سلف، دو حکایات سلف اور ایک شعر سے اپنے مستدلات کو ثابت کیا ہے۔ اس طرح تقریباً بیس ذاتی استدلات بیان کیے ہیں۔ اسی طرح آپؒ نے اپنے ایک مناظرہ کے احوال بھی بیان کیے ہیں۔ اب ان تمام ابحاث کو مرحلہ وار تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

باب اثبات العلم:

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان کے تحت ایک تمہید ذکر کی ہے، جس میں علماء وعلم کی فضیلت، حدود اورعلم کی تقسیم نافع اور غیر نافع کے طور پر بیان کی ہے۔ آپؒ نے اس تمہید میں تین آیات قرآنیہ، پانچ احادیث مبارکہ اور ایک حکایت سلف سے استدلال کیا ہے۔ ان تمام کی تفصیل بمعہ مستنبط مسائل ونصائح درج ذیل ہیں:

1۔آیات قرآنیہ:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (8)

ترجمہ: "اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔"

مسائل ونصائح:

اس آیت میں علماء سے مراد وہ نہیں ہیں جو محض تاریخ، فلسفہ اور دیگر دنیاوی مروجہ علوم کے عالم ہوں، بلکہ اس سے مراد علماء دین ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے عالم ہوں، قرآن، حدیث اور فقہ کی کتب پر عبور رکھتے ہوں، ان کو ضروری احکام شرعیہ مستحضر ہوں اور ان کو اتنی مہارت ہو کہ وہ عقیدہ اور عمل سے متعلق ہر مطلوبہ مسئلہ کو اس کی متعلقہ کتابوں سے نکال سکیں، اور ان کے دل میں خدا کے خوف کا غلبہ ہو جس کی بناء پر وہ علم کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوں اور جو شخص بے عمل ہو وہ عالم کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔(9)

☆ اس آیت میں در پردہ بیان کیا گیا ہے کہ جس کے دل میں خشیت نہیں وہ عالم نہیں۔(10)

☆ اللہ کی عظمت وجلالت اور صفات کمالیہ کو جاننا مستلزم خشیت ہے۔خشیت، علم کے لیے لازم ہے اور لازم کی نفی ملزوم کی نفی ہے۔(11)

☆ کامل خشیت انبیاء کی ہوتی ہے، اس کے بعد اولیاء کا درجہ ہے، حقیقت شناس یہی ہوتے ہیں۔اس کے بعد درجہ بدرجہ علماء کا مقام ہے۔(12)

☆ علماء دراصل اس کائنات پر غور کرتے رہتے ہیں۔اس لیے علماء اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت رکھتے ہیں۔وہ اللہ کی صنعتوں کے آثار سے زیادہ واقف ہوتے ہیں اور اللہ کی معرفت کا ادراک، اس کی قدرت کے آثار سے ملاحظہ کرتے ہیں۔اللہ کی تخلیق کے عجائبات کو دیکھ کر اس کی عظمت کا شعور رکھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ اللہ سے صحیح معنوں میں ڈرتے ہیں۔(13)

☆ اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان کی بناء پر دل میں خشوع وخضوع کا پیدا ہونا خشیت ہے اور یہ صرف علماء عارفین کو حاصل ہوتا ہے اور انہیں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات نازل ہوتے ہیں۔(14)

☆ خشیت ایک قوت ہوتی ہے جو بندے کے اور اللہ کی نافرمانی کے درمیان حائل ہوتی ہے، عالم کہتے ہی اسے ہیں جو در پردہ بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اللہ کی رضا اور پسند کو چاہے، رغبت کرے اور اُس کی ناراضگی کے کاموں سے نفرت رکھے۔(15)

☆ باتوں کی زیادتی کا نام علم نہیں ہے۔علم نام ہے بکثرت اللہ سے ڈرنے کا(16)

☆ کثرت روایات کا نام علم نہیں۔ علم تو ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔(17)

☆ صحیح معنوں میں فقیہہ اور عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور خدا کی نافرمانی پر آمادہ نہ کرے۔ خدا کے خوف سے انہیں بے خوف نہ کردے اور قرآن کے بغیر کوئی چیز اسے اپنی طرف راغب نہ کر سکے۔(18)

☆ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا خوف اس کو ہے جو اللہ تعالیٰ کے جبروت اور اس کی عزت وشان سے باخبر ہے۔(19)

☆ فقیہ (عالم) وہ ہے جو دنیا سے بے رغبتی کرے، آخرت میں رغبت کرے، اس کو اپنے دین پر بصیرت ہو اور اپنے رب کی عبادت پر دوام اور ہمیشگی کرتا ہو۔(20)

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ (21)

ترجمہ: ''اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا اور فائدہ نہ دے گا۔''

مسائل ونصائح:

☆ شیاطین، یہودی اور جادوگر جو علم ایک دوسرے سے سیکھتے سکھلاتے ہیں یہ ان کے لیے آخرت میں نقصان دہ ہوگا اور اس کا دنیا اور آخرت دونوں جگہ کوئی فائدہ نہیں ہے۔(22)

☆ ایسا علم جو بغیر عمل کے ہو وہ غیر مقصود اور دنیا وآخرت میں غیر نافع ہے، اس سے احتراز کرنا لازم ہے۔(23)

☆ ایسے علوم جو غیر نافع ہوں، ان کا سیکھنا وقت کو برباد کرنا ہے اور یہ مکروہ ہے۔(24)

☆ جو علم نقصان دینے والے ہوں جیسے جادو، شعبدہ بازی اور فلاسفہ کے الٰہیاتِ بلا دلیل صریح، یہ سب حرام ہیں۔(25)

☆ جادو کی حقیقت جاننے کے لیے اور جادو کے ضرر سے بچنے کے لیے یہ علم سیکھنا جائز ہے۔(26)

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (26)

ترجمہ: ''اہل کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو اس طرح اپنے پس پشت پھینک دیا

گویا انہیں کچھ علم ہی نہیں ہے۔"

مسائل ونصائح:

☆ نفسانی خواہشات کی وجہ سے انسان حقیقت کو چھوڑ دیتا ہے اور علماء حق کی صفت سے نکل جاتا ہے۔(27)

☆ یعنی اس کتاب کی طرف بے التفاتی کی۔ سفیان بن عینیہ کا قول ہے کہ یہود نے توریت کو حریرودیبا کے ریشمی غلافوں میں زروسیم کے ساتھ مطلا ومزین کر کے رکھ لیا اور اس کے احکام کو نہ مانا۔(28)

☆ یہود نے توریت کی ایسی نشانیاں چھپالیں جو رسولوں پر ایمان لانے کے لیے مؤثر تھیں، انہیں میں سے آپ ﷺ کی نشانیاں بھی چھپائیں۔(29)

☆ یہودی علماء نے بغض وعناد کی وجہ سے آپ ﷺ کے بارے میں علم کو چھپایا۔(30)

☆ یہودی علماء نے تمام انبیاء کی کتب میں جو آپ ﷺ کی خصوصیات اور نشانیاں بیان ہوئی تھیں، ان کو چھپانے کی کوشش کی۔(31)

☆ یہ وعدہ خلافی کی ایک مثال ہے جس کا ارتکاب ان میں سے ایک فریق نے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے جو عہد لیا تھا اس کی ایک شق یہ بھی ہے کہ آئندہ جو بھی رسول بھیجے جائیں گے تم ان پر ایمان لاؤ گے، ان کا احترام کرو گے اور ان کی مدد کرو گے۔(32)

☆ یہود اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہدایت سے محروم رہے۔(33)

☆ اللہ تعالیٰ نے یہود کے اعراض کرنے اور احکام مندرجۂ تورات پر عمل نہ کرنے کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی کہ جو کسی شے کو پس پشت ڈال دے اور اس کی طرف کچھ التفات نہ کرے۔(34)

1۔ سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

اللہ تعالیٰ نے برائے نام عالم بے عمل کی، علماء کے زمرہ میں شمولیت کی نفی فرمادی۔ اس لیے کہ سیکھنا، حفظ کرنا اور یادداشت کو محفوظ کرنا، یہ بھی سب کے سب عمل ہی کے قبیل سے ہیں اور اسی عمل کے ذریعہ ہی سے تو بندہ ثواب کا مستحق بنتا ہے۔ اگر عالم کا علم اس کے اپنے کسب وفعل سے نہ ہو تو وہ کسی

ثواب کا حق دار ہی نہیں بن سکتا۔ یہ باتیں یہی دو گروہ کرتے ہیں، ایک تو وہ گروہ جو علم مخلوق میں عزت و مرتبہ اور جاہ و منزلت کے لیے حاصل کرتا ہے اور عمل سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ تو ایسا گروہ یقیناً علم سے بے بہرہ ہے کہ وہ عمل کو علم سے جدا کرتا ہے۔ وہ نہ تو علم کی ہی قدر جانتا ہے اور نہ ہی عمل سے واقف ہے۔ یہاں تک کہ بعض جاہل کہہ دیتے ہیں کہ "قال" یعنی علم نہیں چاہیے بلکہ حال یعنی عمل چاہیے اور کوئی نادان یوں کہہ گزرتا ہے کہ عمل چاہیے علم نہ چاہیے۔ (یہ دونوں نظریے باطل ہیں) (35)

احادیث مبارکہ:

طلب العلم فریضة علی کل مسلم (36)

ترجمہ: "ہر مسلمان مرد و عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔"

2. اطلبوا العلم ولو بالصین (37)

ترجمہ: "علم حاصل کرو اگرچہ تمہیں چین جانا پڑے۔"

2۔ سیّد ہجویر کا استدلال:

واضح رہنا چاہیے کہ علم بے حد و غایت ہے اور عمر بہت مختصر۔ اس لیے تمام علوم کا سیکھنا لوگوں پر فرض نہیں ہے جیسے علمِ نجوم، علمِ طب، علمِ حساب اور نادر و عجیب صنعتیں وغیرہ۔ مگر ان میں سے اس قدر سیکھنا جتنا شریعت سے متعلق ہے ضروری ہے۔ مثلاً علمِ نجوم سے اتنا سیکھنا جس سے رات دن کے اوقات معلوم ہو سکیں، علمِ طب سے اتنا جو صحت و تندرستی کے لیے ضروری ہو اور علمِ حساب سے اس قدر کہ جس سے فرائض یعنی میراث وغیرہ کی تقسیم کر سکے۔ پس علم اسی قدر فرض ہے جس پر عمل ہو سکے۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ نے ایسے علم کی مذمت فرمائی ہے جو کسی کو نفع نہ پہنچا سکے۔ (38)

اعوذبك من علم لا ینفع (39)

ترجمہ: "اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو۔"

3۔ سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

باخبر رہنا چاہیے کہ کہ تھوڑے سے علم کے لیے بھی عمل بہت زیادہ درکار ہے لہٰذا ضروری ہے کہ علم، عمل کے ساتھ مقرن و متصل ہو۔ (40)

المتعبد بلا فقه کالحمار فی طاھونۃ (41)

ترجمہ: ''بغیر علم کے عبادت کرنے والا کولہو کے گرد چکر کاٹنے والے گدھے کی طرح ہے۔''

4۔سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

ہر چند کہ وہ گدھا چلتا، دوڑتا اور بھاگتا ہے لیکن وہ اپنی ہی جگہ چکر میں رہتا ہے اور کچھ مسافت طے نہیں کرتا۔ اسی طرح بغیر علم کے عبادت کرنے والا ہے کہ اسے منزل نہیں ملتی۔ (42)

5۔سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا مشاہدہ:

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنا ذاتی مشاہدہ بیان فرماتے ہیں، میں نے عام لوگوں میں ایک گروہ کو دیکھا ہے کہ وہ علم کو عمل پر فضیلت دیتے ہیں اور دوسرے گروہ کو دیکھا ہے کہ وہ عمل کو علم پر فضیلت دینے کا قائل ہے۔ حالانکہ ان دونوں گروہوں کا نظریہ باطل ہے۔ اس لیے کہ بلا علم عمل درحقیقت عمل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ عامل جب ہی عمل کرتا ہے جبکہ وہ علم کے ساتھ محفوظ ہو۔ تاکہ بندہ حکم رب جان کر اس پر عمل کرے اور ثواب کا حق دار بنے۔ جیسے نماز، جب تک بندے کو پہلے طہارت کے ارکان کا علم، اسی طرح پانی کی شناخت کا علم، جہتِ قبلہ کا علم، کیفیت نیت کا علم اور ارکانِ نماز کا علم۔ جب تک ان امور کا علم نہ ہو نماز کیسے ہوگی؟ پس جب بلا علم عمل اسے بے عمل بنا دیتا ہے تو کس طرح جاہل کو اس سے جدا کریں۔ اب رہا اس گروہ کا نظریہ جو علم کو عمل پر فضیلت دیتا ہے۔ تو یہ بھی محال ہے۔ کیونکہ بے عمل علم حقیقتاً علم ہی نہیں ہوسکتا۔ (43)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

"ھمۃ العلماء الدرایۃ وھمۃ السفھاء الروایۃ" (44)

ترجمہ: ''علماء کی ہمت سمجھنا ہے اور ناسمجھوں کی ہمت روایت کرنا ہے۔''

6۔سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

اس قسم کی اور باتیں جو جہالت کی ہیں، علم کی وجہ سے وہ علماء سے دور ہو جاتی ہیں لیکن وہ شخص جو علم کو دنیاوی عزت وجاہ کی غرض سے حاصل کرے وہ عالم نہیں ہے۔ کیونکہ دنیاوی عزت وجاہ کی خواہش جہالت کے ہی قبیل میں سے ہے، کیونکہ علم سے بڑھ کر کوئی اور مرتبہ ہے ہی نہیں۔ جب اسے علم ہی نہیں تو وہ ربانی لطائف و اسرار کو کیا جانے گا۔ جب وہ علم سے بہرہ ور ہے تو وہ تمام مقامات و شواہد اور درجات و

مراتب کا حق دار ہے۔ (45)

حکایت:

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے راستہ میں ایک پتھر کو پڑے ہوئے دیکھا۔ اس نے اپنی زبان حال سے کہا کہ مجھے پلٹ کر دیکھو۔ پھر جب میں نے اسے پلٹا تو اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی،

"لا تعمل بما تعلم فكيف تطلب مالا تعلم" (46)

یعنی جب تم اپنے علم پر عمل نہیں کرتے تو اس کی تلاش کیوں کرتے ہو۔ جس کا تمہیں علم نہیں ہے یعنی جب تم اپنے علم پر عمل نہیں کر سکے تو اب یہ محال ہے کہ نادانستہ کو طلب کر سکو۔ مطلب یہ کہ پہلے اپنے علم پر عمل کرو تا کہ اس کے بعد اس کی برکت سے نا معلوم کو جان سکو۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم

اس بحث میں سیّد ہجویرؒ نے تین آیاتِ قرآنیہ، ایک حکایت اور ایک قول سے اپنے مؤقف پر استدلال کیا ہے۔ اس فصل میں علم کی تعریف، علم کی اقسام اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کا بیان ہوا ہے۔ ان تمام کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ علم کی تعریف:

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے علم کی درج ذیل تعریف بیان کی ہے:

"العلم صفة يصير الجاهل بها عالما" (47)

''علم ایسی صفت ہے کہ جس کے ذریعے سے جاہل عالم بن جاتا ہے۔''

2۔ علم کی اقسام وحیثیت:

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ علم دو طرح کا ہے:

ا۔ اللہ تعالیٰ کا علم ۔ ۲۔ مخلوق کا علم

علم الٰہی کے مقابلے میں مخلوق کا علم کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس کی صفت

ہے۔ جو اس کے ساتھ قائم ہے اور اس کی صفات کی کوئی حدود و قیود نہیں ہیں۔ اور ہمارا علم ہماری صفت ہے جو ہمارے ساتھ قائم ہے اور ہماری صفات محدود و متناہی ہیں۔ (48)

3۔ آیات قرآنیہ:

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ (49)

ترجمہ: ''اور تمہیں صرف تھوڑا سا علم ملا۔''

مسائل و نصائح:

☆ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے علم سے انتہائی قلیل مقدار میں حصہ ملا ہے۔ (50)

☆ مخلوق کا علم علمِ الٰہی کے سامنے قلیل ہے اگرچہ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ کا خطاب یہود کے ساتھ خاص ہے۔ (51)

☆ اس سے مراد محسوسات کا علم ہے۔ (52)

☆ انبیاء اور ملائکہ کے علوم ہوں یا دوسری مخلوق کے، سب کے علوم کی مقدار اللہ کے علم کے مقابلہ میں نہایت حقیر اور قلیل ہے۔ لیکن اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جو حکمت و معرفت انبیاء کرامؑ اور ان کے مخلص متبعین کو عطا فرمائی گئی ہے، جن کے اندر حقیقتِ روح کا علم بھی داخل ہے، وہ خیر کثیر نہیں ہے۔ یقیناً جو حکمت انبیاء کرامؑ کو عطا کی گئی خیر کثیر ہی ہے۔ انسان کے ظاہری و باطنی کمال کی جامع ہے۔ کوئی انسانی کمال اس سے خارج نہیں ہے۔ (53)

☆ کوئی مومنِ عارف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روح کے علم کی نفی کیسے کر سکتا ہے۔ وہ جو سیّد المرسلین اور امام العارفین ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام اولین و آخرین کے علوم آپ کو عطا کیے ہیں۔ ان کے سامنے روح کے علم کی کیا حقیقت ہے آپ کے علم کے سمندر کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا حقیقت ہے۔ (54)

وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ (55)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔''

اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ (56)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔''

سیّدہجویر کا استدلال:

اللہ تعالیٰ کا علم ایک ہی ہے کہ وہی ہر موجود و معدوم کو جانتا ہے۔ اس میں کسی مخلوق کی مشارکت نہیں ہے، نہ وہ متجزی ہے اور نہ اس سے علیحدہ اور جدا ہو سکتا ہے۔ اس کے علم پر دلیل اس کے فعل کا مرتب ہونا ہے کہ فعل بحکمِ علم، فاعل اقتضاء کرتا ہے۔ پس اس علم کا اسرار لاحق ہے اور اظہار کے ساتھ محیط۔ طالب کو چاہیے کہ اس کے مشاہدہ میں عمل کرے یعنی وہ یہ اعتقاد رکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے افعال کو ملاحظہ فرما رہا ہے۔(57)

حکایت:

بصرہ میں ایک رئیس تھا۔ ایک دن وہ اپنے باغ میں گیا تو باغ کے محافظ کی بیوی کے حسن و جمال پر اس کی نظر پڑ گئی۔ اس نے اس کے شوہر کو حیلہ و بہانہ سے باہر بھیج دیا اور عورت سے کہا کہ دروازے بند کر دو۔ عورت نے کہا اور تو سارے دروازے میں نے بند کر دیے لیکن ایک دروازہ میں بند نہیں کر سکتی۔ اس نے پوچھا وہ کون سا دروازہ ہے؟ عورت نے کہا کہ وہ دروازہ ہمارے اور خدا کے درمیان کا ہے۔ رئیس شرمندہ اور پشیمان ہو کر اپنے ارادے سے تائب ہو گیا۔(58)

قول سلف:

حضرت حاتم الاصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے چار علم اختیار کر لیے ہیں اور تمام عالم کے علوم سے بے نیاز ہو گیا ہوں۔ لوگوں نے دریافت کیا وہ کون سے چار علم ہیں؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

1۔ پہلا یہ کہ میں نے جان لیا ہے کہ میرا رزق مقدر ہو چکا ہے جس میں نہ زیادتی ہو سکتی ہے اور نہ کمی۔ اب میں اس کی زیادتی کی خواہش سے بے نیاز ہوں۔

2۔ دوسرا یہ کہ میں نے جان لیا ہے کہ خدا کا مجھ پر حق ہے جسے میرے سوا کوئی دوسرا ادا نہیں کر سکتا، سو میں اس کی ادائیگی میں مشغول ہو گیا ہوں۔

3۔ تیسرا یہ کہ میرا کوئی طالب ہے یعنی موت میری خواستگار ہے جس سے میں راہِ فرار اختیار نہیں کر سکتا، میں اس کی تیاری میں لگ گیا ہوں۔

4۔ چوتھا یہ کہ میں نے جان لیا ہے کہ میرا کوئی مالک و آقا ہے جو مجھ پر مطلع ہے۔ میں اس سے

شرم کرتا ہوں اور نافرمانیوں سے باز رہتا ہوں۔ چونکہ بندہ جب اس سے باخبر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے تو وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس کی وجہ سے وہ قیامت کے دن شرمسار ہو۔(59)

مخلوق کا علم:

اس بحث میں سیّد ہجویرؒ نے پندرہ آیات قرآنی اور دو احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ اس فصل میں بندے کے علم، اس کی حیثیت اور اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت:

بندے کو زیبا یہی ہے کہ وہ ہر وقت حکم الٰہی اور معرفتِ ربانی کے لیے کوشش کرتا رہے اور اسی کوشش میں مشغول رہے۔(60)

علم کا فرض ہونا:

بندے کا علم وقت کے ساتھ فرض کیا گیا ہے یعنی جس وقت پر، جس علم کی ضرورت ہو، خواہ وہ ظاہر ہو یا باطن، اس کا حاصل کرنا فرض ہے۔(61)

علم کی اقسام:

علم کی دو قسمیں ہیں:

1۔ علم ظاہر　　　　2۔ علم باطن

پھر ان دونوں کی دو دو قسمیں ہیں:

1۔ علم اصول　　　　2۔ علم فروع (62)

ظاہر علم اصول:

اس سے مراد ہے زبان سے اللہ تعالیٰ کی معبودیت کا اقرار، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بندۂ خاص ہونے کا اقرار کرنا۔

باطن علم اصول:

اس سے مراد ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت کی کوشش و جستجو کرنا۔

ظاہر علم فروع:

اس سے مراد ہے کہ لوگوں کے ساتھ معاملات درست رکھنے کے لیے جن چیزوں کا علم ضروری ہے انہیں حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا۔

باطن علم فروع:

اس سے مراد ہے کہ ہر نیک کام سرانجام دینے کے لیے نیت کا صحیح و درست کر لینا۔(63)

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کی تنبیہ:

مذکورہ بالا چاروں علوم کے بارے میں سیّد ہجویر فرماتے ہیں:

ان میں سے ہر ایک کا قیام بغیر دوسرے کے محال اور ناممکن ہے کیونکہ ظاہر حال بغیر باطنی حقیقت کے نفاق ہے۔ اسی طرح باطن بغیر ظاہر کے زندقہ ہے ظاہر شریعت بغیر باطن کے ناقص ہے اور باطن بغیر ظاہر کے ہوس ہے۔(64)

1۔ علم حقیقت کے ارکان:

کشف المحجوب کے مطابق علم حقیقت کے تین ارکان ہیں:

رکن اول:

ذات باری تعالیٰ اس کی وحدانیت اور اس کے غیر سے اس کی مشابہت کی نفی کا علم۔

رکن دوم:

صفاتِ باری تعالیٰ اور اس کے احکام کا علم۔

رکن سوم:

اللہ تعالیٰ کے افعال یعنی تقدیر الٰہی اور اس کی حکمت کا علم۔(65)

2۔ علم شریعت کے ارکان:

اِسی طرح علم شریعت کے بھی تین ارکان ہیں۔

۱۔ قرآن　　　۲۔ سنت　　　۳۔ اجماع امت (66)

1۔ علم حقیقت کا ثبوت:

علم حقیقت کے تینوں ارکان، ذاتِ باری تعالیٰ، صفاتِ الٰہی اور فاعلیت الٰہی کے ثبوت کے لیے حضور داتا گنج بخش ہجویریؒ نے تیرہ آیات قرآنیہ اور ایک حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

آیاتِ قرآنیہ:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (67)

''پس جان لو! اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔''

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ (68)

''جان لو بے شک اللہ تعالیٰ ہی تمہارا مددگار ہے۔''

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ (69)

''اے محبوب کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ اس نے سائے کو کیسے پھیلایا۔''

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ (70)

''تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بنایا گیا۔''

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (71)

''اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے۔''

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ (72)

''بے شک وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔''

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (73)

''اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔''

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (74)

''وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ (75)

''ہمیشہ جو چاہے کرنے والا ہے۔''

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (76)

''وہ ہی زندہ ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔''

قَوْلُهُ الْحَقُّ ، وَلَهُ الْمُلْكُ (77)

''اس کی بات سچی ہے اور اسی کی سلطنت ہے۔''

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (78)

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔''

اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (79)

''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔''

حدیث مبارکہ:

"من علم ان الله تعالیٰ ربه وانی نبیه حرم الله تعالیٰ لحمه و دمه علی النار" (80)

ترجمہ: ''جس نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ اس کا پروردگار ہے اور میں اس کا نبی ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے گوشت اور خون کو آگ پر حرام کر دے گا۔''

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

اس بحث میں سیّد ہجویرؒ نے تین ذاتی استدلال بھی ذکر کیے ہیں۔

1۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے علم کے لیے شرط یہ ہے کہ عاقل بالغ یہ اعتقاد رکھے کہ حق تعالیٰ موجود، اپنی ذات میں قدیم اور بے حد و حدود ہے۔ اس کا کوئی مکان اور جہت نہیں ہے، اس کی ذات موجب آفت نہیں، کوئی مخلوق اس کی مانند نہیں اور نہ ہی اس کے بیوی بچے ہیں۔ جو صورت بھی تمہارے ذہن میں آئے یا عقل سے اندازہ لگاؤ وہ اسی کی تخلیق سے ہے، وہی اسے باقی رکھنے والا اور پروان چڑھانے والا ہے۔ (81)

2۔ صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں یہ یقین رکھے کہ اس کی صفات اس کے ساتھ موجود ہیں یعنی نہ وہ صفات اس کی ذات ہیں اور نہ اس کے سوا موجود و قائم ہیں اور وہ اس کے ساتھ

ہمیشہ ہیں جیسے علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور بقاوغیرہ۔(82)

3۔ افعالِ الٰہی کے بارے میں یہ اعتقادر کھے کہ وہی تمام مخلوق اور ان کے افعال کا پیدا کرنے والا ہے۔(83)

علم شریعت کا ثبوت:

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے علم شریعت کے ثبوت کے لیے دو آیات قرآنیہ اور ایک حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے جن کی تفصیل درج ہے۔

1۔ آیات قرآنیہ:

مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ (84)

اس کی کچھ آیتیں واضح معانی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں۔

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

اس آیت مبارکہ سے آپ نے قرآن مجید کو شریعت کا پہلا رکن ثابت کیا ہے۔ (85)

وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهٰىكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا (86)

''اور جو کچھ تمہیں رسول دیں وہ لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔''

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے سنت مبارکہ کو شریعت کا دوسرا رکن ہونا ثابت کیا ہے۔(87)

حدیث مبارکہ:

''لا تجتمع امتی علی الضلالة علیکم بالسواد الاعظم'' (88)

ترجمہ: ''میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی تم سوادِ اعظم (اکثریتی لوگوں) کی پیروی کرو۔''

سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

آپؒ نے اس حدیثِ مبارکہ سے اجماعِ امت کو بطور تیسرا رکنِ شریعت ثابت کیا ہے۔(89)

حوالہ جات

1۔ البقرہ2:31۔32　　2۔ الرحمن55:1۔4

3۔ الجمعۃ62:2　　4۔ المجادلۃ58:11

5۔ التوبۃ9:122

6۔ مسلم، ابن حجاج، ابوالحسین القشیری، صحیح مسلم، ج2، ص345، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، 1376ھ۔

7۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ، جامع ترمذی، ص379، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی۔

8۔ الفاطر35:28

9۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، ج 9، ص 4 7 6، فرید بک سٹال، لاہور، ط3، 1427ھ/2006ء۔

10۔ پانی پتی، ثناء اللہ، قاضی، تفسیر مظہری (اردو)، ج9، ص352، خزینہ علم وادب، لاہور، س ن۔

11۔ ایضاً　　12۔ ایضاً

13۔ قطب شہید، سید، فی ظلال القرآن (اردو)، ج5، ص526۔527، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، ط2، 1997ء۔

14۔ ابن عربی، محمد بن علی، شیخ اکبر، تفسیر ابن عربی، ج2، ص160، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط1، 1422ھ/2001ء۔

15۔ ابن کثیر، عمادالدین، ابوالفداء، تفسیر ابن کثیر (اردو)، ج4، ص364، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2003ء۔

16۔ ایضاً۔　　17۔ ایضاً۔

18۔ الازھری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ج4، ص155، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 1399ھ۔

19۔ مرادآبادی، نعیم الدین، صدرالافاضل، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، ص788، حافظ کمپنی، لاہور۔

20۔ دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن، امام، سنن الدارمی، باب من قال العلم: الخشیۃ و تقوی اللہ، ج1، ص101، رقم298، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

21۔ البقرہ2:102۔

22۔ ابن عباس، عبداللہ، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، ص18، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن۔
23۔ بیضاوی، عبداللہ بن عمر، ناصر الدین، انوار التنزیل واسرار التاویل، ج1، ص232، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔
24۔ تفسیر مظہری، ج1، ص169۔
25۔ ایضاً۔ 26۔ تبیان القرآن، ج1، ص492۔
26۔ البقرہ 2:101۔ 27۔ تفسیر ابن کثیر، ج1، ص194۔
28۔ تفسیر خزائن العرفان، ص28۔ 29۔ تفسیر بیضاوی، ج1، ص229۔
30۔ ایضاً۔ 31۔ تفسیر ابن عباسؓ، ص18۔
32۔ فی ظلال القرآن، ج1، ص141۔142۔ 33۔ ضیاء القرآن، ج1، ص78۔
34۔ تفسیر مظہری، ج1، ص162۔
35۔ ہجویری، علی بن عثمان، داتا گنج بخش ابوالحسن، کشف المحجوب، باب اثبات العلم، ص12۔13، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور، 1419ھ/1998ء۔
36۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، القزوینی، سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، رقم 224، ج1، ص97، دار المعرفۃ بیروت، لبنان، ط1، 1419ھ/1998ء۔
37۔ سخاوی، محمد بن عبدالرحمن، ابوالخیر، المقاصد الحسنۃ، ص 5 2 1، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط1، 1399ھ/1979ء
38۔ کشف المحجوب، ص12۔
39۔ ابن حنبل، احمد، امام ابوعبداللہ، المسند، ج3، ص283، المطبعۃ المیمنۃ، مصر، 1306ھ۔
40۔ کشف المحجوب، ص12۔
41۔ شوکانی، محمد بن علی، الفوائد المجموعۃ، ص290، مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ، القاہرۃ، مصر، 1380ھ۔
42۔ ایضاً۔ 43۔ کشف المحجوب، ص12۔13۔
44۔ کشف المحجوب، ص13۔ 45۔ ایضاً۔
46۔ ایضاً۔ 47۔ کشف المحجوب، ص14۔
48۔ ایضاً، ص13۔ 49۔ بنی اسرائیل 17:85۔
50۔ تفسیر ابن عباس، ص305۔ 51۔ خزائن العرفان، ص524۔

52۔ تفسیر ابن عربی، ج 1، ص 410۔ 53۔ تفسیر مظہری، ج ۷، ص 88۔89۔

54۔ دہلوی، عبدالحق، محدث، شیخ، مدارج النبوت، ج 2، ص 41، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، 1397ھ۔

55۔ البقرہ 2:19۔ 56۔ البقرہ 2:282۔

57۔ کشف المحجوب، ص 14۔ 58۔ ایضاً۔

59۔ کشف المحجوب، ص 14۔ 60۔ ایضاً۔

61۔ ایضاً۔ 62۔ ایضاً۔

63۔ ایضاً۔ 64۔ ایضاً۔

65۔ ایضاً۔ 66۔ ایضاً۔

67۔ محمد 47:19۔ 68۔ الانفال 8:40۔

69۔ الفرقان 25:45۔ 70۔ الغاشیہ 88:17۔

71۔ الشوریٰ 42۔11۔ 72۔ ھود 11:5۔

73۔ البقرہ 2:284۔ 74۔ الشوریٰ 42:11۔

75۔ البروج 85:16۔ 76۔ المومن 40:65۔

77۔ الانعام 6:73۔ 78۔ الصافات 37۔96۔

79۔ الرعد 13:16۔

80۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، ابوالقاسم، المعجم الکبیر، ج 18، ص 124، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔

81۔ کشف المحجوب، ص 15۔ 82۔ ایضاً۔

83۔ ایضاً۔ 84۔ آل عمران 3:7۔

85۔ کشف المحجوب، ص 15۔ 86۔ الحشر 59:7۔

87۔ کشف المحجوب، ص 15۔

88۔ عجلونی، شیخ اسماعیل، کشف الخفاء، ج 1، ص 488، المطبعۃ المصریۃ، ط 3، 1351ھ۔

89۔ کشف المحجوب، ص 15۔

سانحہ داتا دربار کے شہداء

ترتیب: محمد ضیاء الحق نقشبندی

نمبر شمار	نام بمعہ ولدیت	ایڈریس
1	محمد عامر ولد محمد اسلم	سکنہ عثمان نگر غازی آبامکان نمبر 7 گلی نمبر 2 ضلع لاہور
2	محمد الیاس ولد رشید احمد	رضی پور، کچی آبادی راوی روڈ لاہور ۲۰۱۰/۸/۲۹
3	شیخ فواد ولد شیخ سجاد	توحید پارک 40,C گلشن راوی لاہور
4	محمد اعجاز ولد محمد شریف	سکنہ 26-S شاکر روڈ اچھرہ لاہور
5	ثاقب علی ولد محمد یوسف	مکان نمبر 157 بلاک نمبر 3-B گجر پورہ چائنہ سکیم بڑی پارک لاہور
6	محمد خالد ولد نذیر احمد	مکان نمبر 365 گلی نمبر 7 صدیقہ کالونی کھوکھر روڈ بادامی باغ لاہور
7	محمد انجم ولد محمد اختر	موہنی روڈ بلاک K، کواٹر نمبر 3 لاہور
8	محمد نواز ولد برکت علی	نارنگ منڈی تحصیل مرید کے ضلع شیخوپورہ
9	محمد وقار ولد محمد نواز	نارنگ منڈی تحصیل مرید کے ضلع شیخوپورہ
10	خاور اسحاق ولد محمد اسحاق	مکان نمبر 11-B، 569 نزد واٹر ورکس نمبر 1 محلہ بشارت والا لاہور
11	عبدالغفار ولد مقبول احمد	گلی نمبر 17، مکان نمبر 9 لوہے والی بھٹی بادامی باغ لاہور
12	اسد علی ولد محمد یوسف	مکان نمبر 5، گلی نمبر 2 یاسر روڈ محلہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
13	محمد ندیم ولد محمد علی	نسبت روڈ گیان چند بلڈنگ لکشمی چوک لاہور
14	محمد نذیر ولد خوشی محمد	ماڈل کالونی نمبر 2 والٹن روڈ لاہور
15	سلیم اختر ولد محمد عظیم	ڈاکخانہ خاص چک 82 جنوبی سرگودھا تحصیل و ضلع سرگودھا
16	محمد شہزاد ولد محمد اکرم	مکان نمبر 10، گلی نمبر 14، اسلام پورہ نزد پیکو کمپنی بادامی باغ لاہور
17	خاور عباس ولد غلام رسول	موضع احمد آباد خاص تحصیل و ضلع وہاڑی موجودہ رہائش۔ 36 محلہ نجف کالونی علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
18	محمد اشرف ولد معراج دین	مکان نمبر 51 گلی نمبر 3 محلہ زرگراں قینچی امر سدھو لاہور
19	محمد رفیق ولد محمد اشرف	شیخ سعید کالوالہ ڈاکخانہ عثمانوالہ تحصیل و ضلع قصور

20	محمد ظفر اللہ ولد محمد اصغر	ڈاکخانہ خاص سہاؤ کے ورکاں تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ
21	محمد نواز ولد محمد شریف	محلہ انصاریاں شمال روڈ تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال
22	محمد رفیق ولد نصیر الدین	مکان نمبر 1 گلی نمبر 45/H قلعہ لچھمن سنگھ راوی روڈ لاہور
23	علی مرتضیٰ ولد عبدالرشید	مکان نمبر 26 گلی نمبر 173 کالج پارک کالج روڈ لاہور
24	ملک حضور الدین ولد سردار احمد	رموکی گاؤں تحصیل و ضلع شیخوپورہ
25	محمد اقبال ولد سید شان محمد	صدیق پورہ بادامی باغ لاہور
26	محمد اقبال ولد یعقوب علی	657 گ ب فیصل آباد
27	محمد طاہر ولد محمد غفور	کماہاں روڈ تحصیل و ضلع لاہور
28	ولی خان ولد مظفر خان	گلی نمبر A/1 مکان نمبر 26 نزد قذافی کالونی باذامی باغ لاہور
29	محمد خالد ولد رسول بخش	خان بیلہ ضلع رحیم یار خان
30	سمیع اللہ ولد نذیر احمد	سنکھترہ پنڈ سید ودا تا تحصیل و ضلع نارووال
31	محمد عمر ولد محمد نذیر	مکان نمبر 18 گلی نمبر 8 عثمان گنج بادامی باغ لاہور
32	شاہد اقبال ولد محمد رفیق	گلی نمبر 3 مکان نمبر 12 مسلم پارک شاہدرہ ٹاؤن ضلع لاہور
33	محمد رفیق ولد محمد یسٰین	رام پورہ خورد ڈاکخانہ بر کی تھانہ ہڈیارہ ضلع لاہور
34	محمد ارسلان ولد مختار احمد	محلہ محمد پورہ گلی نمبر 2 نزد نوری شاہی مسجد اوکاڑہ
35	محمد صادق ولد رحیم بخش	چک نمبر DMB-14 ڈاکخانہ خاص تحصیل یزمان تھانہ ہڈار جکاں ضلع بہاولپور
36	طارق محمود ولد محمد عظیم کھوکھر	صدیق سٹریٹ گوندلاں والا روڈ محلہ دھلے گوجرانوالہ
37	محمد آصف ولد غلام شبیر	چک نمبر 118 ڈاکخانہ خاص تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد
38	عبدالرحمن ولد مستری عبدالحق	بوستان کالونی چونگی امر سندھو لاہور
39	تاج دین ولد عبدالغفور	نشتر کالونی ضلع لاہور
.40	محمد اشرف ولد شیخ ابراہیم	345D مکان نمبر ڈ گی محلہ مین روڈ صدر کینٹ لاہور
41	عمیر اقبال ولد محمد اقبال	مکان نمبر 5 گلی نمبر 5 حکیم لطیف والی رانا آئس کریم فیکٹری روڈ شاہدرہ کوٹ شہاب الدین لاہور

42	انیس احمد ولد ظہور احمد	مکان نمبر 7 گلی نمبر 21 سفید مسجد حنفیہ داتا نگر بادامی باغ لاہور
43	عبدالجبار ولد عنایت اللہ	اکرام پارک سانده بند روڈ لاہور
44	میاں رضوان محمود ولد میاں محمود	مکان نمبر A-10-56 گلی نمبر 4 علامہ اقبال روڈ میاں چنوں خانیوال

سانحہ داتا دربار کے زخمی افراد

نمبر شمار	نام بمعہ ولدیت	ایڈریس
1	محمد اعجاز ولد عبدالعزیز	66 ماڈل کالونی فردوس مارکیٹ لاہور
2	طارق ولد عبدالحنیف	66 ماڈل کالونی فردوس مارکیٹ لاہور
3	جواد ولد رانا محمد اصغر	66 ماڈل کالونی فردوس مارکیٹ لاہور
4	عامر ولد انوار	کراچی نارتھ
5	نوید ولد امیر علی	بھٹہ چوک آرے بازار لاہور
6	نبیل ولد خادم حسین	مکھن پورہ شادباغ سکیم نمبر 2 مکان نمبر 25 لاہور
7	الطاف حسین ولد حکیم علی	سوڈیوال نیازی اڈا لاہور
8	ملازم حسین ولد محمد اقبال	1 نرسری PHA لاہور
9	خالد ولد رام دین	تھانہ نواں کوٹ ڈھولن والی لاہور
10	محمد الیاس ولد محمد طفیل	مکان نمبر 1 گلی نمبر 8 موہنی روڈ بادامی باغ لاہور
11	یسٰین ولد انوار	پرانی بستی لال پل ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع ملتان
12	عابد علی ولد نور محمد	مکان نمبر 1 گلی نمبر 8 موہنی روڈ لاہور
13	محمد عثمان ولد محمد سلیم	ملتان روڈ لاہور
14	علی شہزاد ولد بابو زوار حسین	ہڑپہ شہر
15	محمد شعیب ولد عبدالرقیب	گاؤں ٹیٹلی علی نوشہراں ورکاں ضلع گوجرانوالہ
16	محمد فاروق ولد محمد علی	چھچڑ سٹاپ لاہور
17	راحت ولد اللہ دتہ	جڑانوالہ فیصل آباد

18	زاہد ولد جہانگیر	اچھرہ شادمان لاہور
19	محمد صفدر ولد محمد شفیع	مولانا احمد علی روڈ لاہور
20	اقراء والدہ نور جبیں	بھگت پورہ لاہور
21	نامعلوم	
22	زاہد اقبال ولد محمد اسلم	باغانپورہ لاہور
23	نامعلوم	
24	شرافت ولد علم دین	بیگم پورہ شاہدرہ لاہور
25	ذاکر ولد منظور	نیشنل ٹاؤن کوٹ عبدالمالک لاہور
26	محمد مختار ولد محمد سردار	لکڑ منڈی راوی روڈ لاہور
27	محمد مستقیم ولد ناظر	شاہدرہ موڑ لاہور
28	الیاس ولد قمر دین	رنگ محل لاہور
29	شاہد ولد حامد	چوبرجی لاہور
30	ضیاء الدین اکبر ولد محمد حافظ	60 رنگ محل لاہور
31	اکرم ولد محمد طفیل	گلی نمبر 2 اقبال کالونی شریف پورہ داروغہ والا لاہور
32	اعظم ولد اللہ دتہ	مغل پورہ لاہور
33	شوکت ولد خان محمد	داتا دربار لاہور
34	محمد عمران ولد محمد لطیف	بادامی باغ لاہور
35	نور حسین ولد صوفی سردار	کامونکی پنڈ ضلع گوجرانوالہ
36	رفاقت علی ولد عبدالحق	ماڈل ٹاؤن لاہور
37	اکمل ولد محمد اشرف	شیزان فیکٹری لاہور
38	امتیاز ولد اللہ لوک	قصور پورہ لاہور
39	اللہ لوک ولد عبدالحمید	مکان نمبر 10 گلی نمبر 10 قصور پورہ لاہور
40	سلمان ولد شاہد	موری گیٹ لاہور

41	رفیع ولد شفیع	ونڈالہ روڈ شاہدرہ لاہور
42	خالد ولد نامعلوم	لوہاری گیٹ لاہور
43	محمد عامر ولد رشید احمد	P-F کالونی لاہور
44	زاہد پرویز ولد محمد منیر	سعید پارک شاہدرہ لاہور
45	رشید ولد نذیر	چندیال لاہور
46	محمد الیاس ولد محبوب الٰہی	نیا پل چمن پورہ لاہور
47	عبداللطیف ولد سراج دین	کوٹ عبدالمالک لاہور
48	ساجد الحسن ولد علی حسین	11416 اکبڑی منڈی لاہور
49	سونا ولد بگا	مانا والا پنڈ لاہور
50	شیر علی اکبر ولد عبدالجبار	375 جہانزیب بلاک A2 لاہور
51	عمران ولد ارشد	حویلی لکھا اوکاڑہ
52	فیروز چوہان ولد مشتاق	بادامی باغ لاہور
53	عظمت اللہ ولد غلام رسول	ونڈالہ نصیر خان فیروز والا ضلع شیخوپورہ
54	نعیم ولد اسحاق	سمن آباد لاہور
55	تیمور ولد احمد	PF کینٹ کالونی ضرار شہید روڈ لاہور
56	صغیر احمد والد اللہ دتہ	ضلع ساہیوال
57	صفدر احمد ولد اللہ دتہ	داتا دربار لاہور
58	اکمل ولد فدا حسین	داتا دربار لاہور
59	میاں خان ولد پہلوان	430 چک ضلع فیصل آباد
60	حیدر علی ولد عنایت	کریم پورہ لاہور
61	شہباز ولد محمد اشرف	مانوالہ ضلع شیخوپورہ
62	غلام اکبر ولد جیون بخش	G-C لاہور
63	کاشف ولد عبدالوحید	اسلام پورہ لاہور

64	حمید رشید ولد عبد الرشید	مکان نمبر 3 گلی نمبر 57 محمدی محلہ وسن پورہ لاہور
65	حافظ جاوید ولد محمد	شاہدرہ اسٹیشن لاہور
66	ارشد علی ولد اصغر	11/6 مصطفی آباد لاہوز
67	حاجی اشرف ولد رشید	موہنی روڈ لاہور
68	محمد شہباز ولد تاج دین	ٹوبہ ٹیک سنگھ
69	عمر ولد نذیر	حبیب گنج شیرانوالہ گیٹ لاہور
70	وسیم الداکرم	کھوکھر ٹاؤن شفیق آباد لاہور
71	عبد الشکور ولد عبد الغفور	چک نمبر 560 جڑانوالہ فیصل آباد
72	عاقب ولد عارف	بھگت پورہ لاہور
73	راحت ولد اللہ دتہ	چک نمبر 234 جڑانوالہ فیصل آباد
74	رفیق ولد بشیر	گوجرانوالہ
75	عمران ولد اکرم	کرشن نگر لاہور
76	جاوید	شاہدرہ فرخ آباد لاہور
77	اعظم ولد نعیم	فتح گڑھ مغل پورہ لاہور
78	عابد ولد نور محمد	موہنی روڈ لاہور
79	محمد عرفان ولد عبد الرشید	نین سکھ شاہدرہ موڑ لاہور
80	نامعلوم	
81	ثاقب ولد یوسف	گجر پورہ چائنہ سکیم لاہور
82	نامعلوم	
83	ندیم ولد فضل دین	عامر روڈ شاد باغ لاہور
84	ارشد ولد نور حسین	گوجرانوالہ
85	محمد اکبر ولد محمد شریف	بھاٹی گیٹ لاہور
86	سعد ولد زمرد خان	لاہور کینٹ

87	حیدر سلیم ولد سلیم	مکان نمبر 6 گلی نمبر 7 عشرت نگر مغل پورہ لاہور
88	ارشد ولد رشید	انار کلی لاہور
89	بخت زادہ ولد خان زادہ	داتا دربار لاہور
90	عمران ولد ارشد	گلی طالب زرگر والی محلہ راٹھوراں والا حویلی لکھاں اوکاڑہ
91	فاروق ولد علی	سمن آباد لاہور۔
92	یسٰین ولد عبدالرشید	فاروق گنج مصری شاہ لاہور
93	نامعلوم	
94	افتخار ولد اقبال احمد	موچی گیٹ لاہور
95	علی اکبر ولد عبدالجبار	اقبال ٹاؤن لاہور
96	اسلم ولد مظفر دین	14/47 سٹریٹ سونی گوالمنڈی لاہور
97	اقرار ولد نور محمد	جڑانوالہ فیصل آباد
98	صداقت ولد نامعلوم	شیخوپورہ
99	منیر احمد ولد نامعلوم	داتا دربار لاہور
100	سہیل بٹ ولد نامعلوم	داتا دربار لاہور
101	عابد ولد نامعلوم	
102	عظیم ولد اللہ رکھا	قصور پورہ لاہور
103	راشد ولد محمد نذیر	جنڈیالہ روڈ لاہور
104	شہباز ولد الیاس	گلی نمبر 3 لاجپت روڈ لاہور
105	محمد سجاد ولد محمد یسٰین	ڈسکہ ضلع سیالکوٹ
106	اشرف ولد ابراہیم	داتا دربار لاہور
107	اللہ دتہ ولد میاں خان	داتا دربار لاہور
108	ارشد ولد غوث بخش	علی پور ملتان روڈ لاہور۔
109	ندیم ولد اسحاق	سٹیل مل چوک قصور

110	محمد فیاض ولد محمد الیاس	حفیظ روڈ لاہور
111	عبدالجبار	داتا دربار لاہور
112	طارق ولد اظہر	داتا دربار لاہور
113	قیصر	داتا دربار لاہور
114	قاسم جاوید ولد اختر جاوید	الٰہی پارک وسن پورہ لاہور
115	عبدالجبار ولد عنائت اللہ	اکرام پارک سانده بند روڈ لاہور
116	ملک محمد اشرف ولد ملک محمد یعقوب	داتا دربار لاہور
117	مشتاق ولد اللہ رکھا	داتا دربار لاہور
118	فہد	داتا دربار لاہور
119	مرزا علیم ولد مرزا عظیم	شاہدرہ لاہور
120	محمد عامر ولد فاروق ق	گلی نمبر 4 مکان نمبر 22 سانده روڈ گلشن راوی لاہور
121	ایاز ولد سید شفاقت علی	فیزال کالونی شاہ جمال لاہور
122	بلاول ولد عارف	سانده گلشن راوی
123	محمد ثاقب ولد محمد اشرف	مکان نمبر 22 گلی نمبر 4 سانده روڈ گلشن راوی لاہور
124	شہزاد ولد مشیت حمد	115 جنوبی سرگودھا
125	محمد نواز ولد عبدالرشید ق	گاؤں میانوالی ضلع ڈسکہ
126	یاسر ولد محمد سلیم	یادگار لاہور
127	محمد اجمل ولد محمد منور	عمر سٹریٹ نمبر 9 مکان نمبر 6 بلال گنج لاہور
128	نادر حسین ولد خالد حسین	پرانا ائرپورٹ گلاب دیوی لاہور
129	علی رحمان ولد عبدالرحیم	یادگار لاہور
130	خرم شہزاد ولد ریاض الدین	خانیوال mehnbly والی پلی
131	ناصر ولد توقیر حسین	مسلم آباد مغل پورہ لاہور

شبیل روڈ PHA نرسری گلبرگ 2 لاہور	ملازم حسین ولد محمد اقبال	132
مکان بابے چوک رزاق سٹریٹ اچھرہ لاہور	محمد اعجاز ولد حکیم نواب دین	133
مکان نمبر 194 گلی نمبر 3 فیز ال کالونی شاہ جمال لاہور	محمد نیاز ولد فقیر محمد	134
149E گلی نمبر 2 گلشن پارک علی ویو بیڈن روڈ کینٹ لاہور	محمد حنیف بٹ ولد خورشید احمد بٹ	135
میاں شاکر روڈ اچھرہ لاہور	حازق ولد محمد امتیاز	136
منہالہ لاہور	محمد منیر ولد جان محمد	137
مکان نمبر 36 گلی نمبر 16 بھلہ سٹاپ ملتان روڈ لاہور	محمد حنیف ولد ابراہیم	138
1066۔ رنگ محل لاہور	مرزا ضیاء الدین ولد محمد حافظ	139
چک نمبر 153 ٹوبہ ٹیک سنگھ	محمد شہباز ولد محمد صدیق	140
باغبانپورہ نیو شالیمار ہسپتال لاہور	محمد قاسم ولد محمد اعظم	141
نیازی سٹریٹ مسلم روڈ سمن آباد لاہور	چوہدری اختر ولد منظور حسین	142
نیازی سٹریٹ مسلم روڈ سمن آباد لاہور	محمد فاروق ولد محمد علی	143
D-3572 قریب لاہور سوتر منڈی لاہور	محمد خالد ولد حسن دین	144
D-3572 قریب لاہور سوتر منڈی لاہور	اللہ یار ولد محمد سلطان	145
D-3572 قریب لاہور سوتر منڈی لاہور	عثمان ولد خالد	146
جلال پور سبیتال تحصیل و ضلع گجرات	مدثر حسین ولد محمد اشرف	147
مکان نمبر 51 گلی نمبر 51 عمر پارک نزد نواں کوٹ سمن آباد لاہور	صفیہ کرامت زوجہ حاجی کرامت	148
مصطفی آباد لاہور	محمد عارف ولد ہدایت علی	149
مکان نمبر 4 ساقی سٹریٹ سعید پورہ ملتان روڈ لاہور	محمد صدیق ولد شیر علی	150
اکرم پارک بغدادی محلہ ساندہ لاہور	محمد حسن ولد رحمت علی	151
ساندہ لاہور	محمد الیاس ولد محمد بشیر	152
اردو بازار لکشمی چوک لاہور	محمد وسیم ولد محمد حنیف	153
گاؤں بوچکی محلہ اسلام پورہ ضلع شیخوپورہ	نور احمد ولد میاں سلیمان	154

155	عامر اسماعیل ولد محمد انور	مکان نمبر 764 ضلع نارتھ کراچی
156	نوید علی ولد امیر علی	مکان نمبر 36 گلی نمبر 3 بیدیاں روڈ لاہور
157	عبدالرحمن ولد غلام محمد	وارڈ نمبر 2 میر کالونی نزد مسلم مسجد کاہنہ نو لاہو
158	حیدر علی ولد رحمت شاہ	علی پور سیداں نارووال
159	اشتیاق احمد صدیقی ولد عبدالکاہر	178/D انگوری باغ سکیم باغبانپورہ لاہور
160	محمد عدیل ولد محمد اقبال	مکان نمبر 17 گلی نمبر 21 سانده لاہور
161	ساجد علی ولد مہراب علی	غلہ حسین دروازہ داتا صاحب لاہور
162	محمد عاشق ولد خوشی محمد	ابراہیم روڈ بلال گنج لاہور
163	محمد یسٰین ولد محمد اقبال	سوئی گیس روڈ مصطفی آباد شاہدرہ لاہور
164	عمر غفور ولد غفور احمد	مکان نمبر 20 گاخی محلہ سنت نگر لاہور
165	شیخ علی اکبر ولد عبدالجبار	جہانزیب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
166	پروین شریف زوجہ محمد شریف	مکان نمبر 19 گنج بخش بکر منڈی لاہور
167	میاں سجاد ولد علاؤالدین	ٹیمپر روڈ لاہور
168	شریف عظیم ولد عظیم	خوانچہ غلام دستگیر مکان نمبر 118 مزنگ لاہور
169	محمد عاشق ولد اشرف	جلال پور
170	قاسم ولد عاشق	بند روڈ لاہور
171	محمد وسیم ولد محمد حنیف	کرنل پلازہ فرسٹ فلور روم نمبر 5 اردو بازار لاہور
172	سلیمان بشیر ولد	گاخی روڈ سنت نگر لاہور
173	محمد زاہد ولد محمد جہانگیر	رحمان پورہ راوی روڈ لاہور
174	محمد تنویر ولد محمد اسماعیل	بادامی باغ لاہور
175	محمد اقبال	سنت نگر لاہور
176	محمد وسیم	خالد پارک کھوکھر ٹاؤن لاہور
177	محمد عرفان	گلی نمبر 10 مین بازار نان سکھ لاہور

مکان D-313 بھاری گیٹ لاہور	عبدالجبار ولد عبدالرحمن	178
	محمد فیاض	179
گلی نمبر 7 سنت نگر لاہور	محمد صغیر	180
B بلاک گلشن راوی لاہور	محمد جاوید	181
خالد پارک کھوکھر ٹاؤن لاہور	محمد مشتاق	182
بندروڈ لاہور	محمد اقبال	183
بکر منڈی بندروڈ لاہور	محمد اشتیاق	184
B بلاک سبزہ زار سکیم لاہور	محمد اصغر	185
ملک پارک لاہور	محمد اویس	186
کریم پارک لاہور	محمد مشتاق	187
مین بازار چنگی امر سدھو لاہور	محمد بلال ولد محمد اسلام	188
چنگی ستارہ کالونی گلی نمبر 2 مکان نمبر 132 لاہور	محمد شہزاد ولد حاجی محمد	189
چنگی ستارہ کالونی گلی نمبر 2 مکان نمبر 132 لاہور	عبدالرضا ولد بیگ دین	190
مصطفی آباد روڈ گلی نمبر 5 لاہور	عابد ولد محمد رفیق	191
89E نیو شوکت ٹاؤن لاہور	آصف ولد عطا محمد	192
نشتر کالونی عامر بلاک لاہور	محمد حبیب ولد حبیب	193
قادری بخش کالونی گلی نمبر 3 لاہور	علی ولد یسٰین	194
قادری بخش کالونی گلی نمبر 3 لاہور	محمد آصف ولد عطا	195
گلی نمبر 3 اعوان کالونی لاہور	جاوید ولد مبارک	196
گلی نمبر 10 بوستان کالونی لاہور	عمران ولد مقبول	197
قادری سندھو قبوجی محلہ لاہور	محمد نذیر ولد صدی	198
ڈیفنس لاہور	محمد مقدس ولد محمد طفیل	199
B بلاک سبزہ زار لاہور	وحید ولد اقبال	200

201	طاہر خان ولد محمد خان	کوپل نگر گلی نمبر 7 مکان 91 لاہور
202	سلیمان ولد بشیر	مکان A-59 سلطان نگر بابو محلہ گنج لاہور
203	رضوان ولد قیوم اللہ	چونگی امر سندھو مدینہ بازار لاہور
204	خرم	مین بازار چونگی امر سندھو لاہور
205	سنبیل ولد کرم حسین	ہاؤس نمبر 25 سکیم 2 مکھن پورہ شادباغ لاہور
206	نادر ولد خادم حسین	کوارٹر 3 گلاب دیوی کوپل نگر لاہور
207	زاہد علی شاہ	
208	فریاد ولد انور	
209	محمد ریاض ولد شیر محمد	
210	سلیم ولد شوکت	
211	اصغر ولد عمر حیات	
212	فیضان ولد آصف	
213	امتیاز ولد اشفاق	
214	محمد حسین ولد صادق	
215	صابر ولد محمد صدیق	

کاشفِ اسرارِ ربِّ لم یزل
عارفِ رحمان ہیں داتا حضورؒ
لاج رکھیں گے وہ عاجز تیری بھی
عاصیوں کا مان ہیں داتا حضورؒ

محمد ابراہیم عاجزؔ قادری (لاہور)

تعارف کنزالایمان سوسائٹی

عبدالرسول رب سیاف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ دنیائے اسلام اس عظیم شخصیت کے کارناموں سے بخوبی واقف ہے۔ خصوصاً تصنیف و تالیف میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے جہاں انہوں نے مختلف علوم وفنون پر ایک ہزار سے زیادہ کتب تصنیف کیں وہاں انہوں نے قرآن حکیم کا ترجمہ بنام ''کنزالایمان'' بھی کیا یہ ترجمہ ان کی دوسری تصانیف کی طرح ان کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آئینہ دار ہے۔ ''کنزالایمان سوسائٹی'' کا قیام اس ترجمہ قرآن حکیم کی ترویج واشاعت کے سلسلہ میں مارچ 1983ء میں عمل میں آیا۔

اغراض ومقاصد

- اردو ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' کی اشاعت ومفت تقسیم۔
- اختر رضا لائبریری کا قیام۔
- اعلیٰ حضرت فری ڈسپنسری کا قیام۔
- گنج بخش سائنس کالج کا قیام۔
- اسلام کے صحیح عقائد ونظریات کی ترویج واشاعت کے لئے غیر مطبوعہ ونایاب کتب ورسائل کی معیاری اشاعت وتقسیم۔
- امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ''قومی امام احمد رضا کانفرنس'' کا انعقاد
- اسلامی، قومی، تہواروں پر خصوصی اجتماعات کا اہتمام۔
- درس قرآن وحدیث کا خصوصی اہتمام۔
- انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے کوشاں رہنا۔

خدمات کا مختصر جائزہ:۔

1:۔اختر رضا لائبریری:۔

19 اکتوبر 1984ء کو دہلی روڈ صدر بازار لاہور کینٹ میں ''اختر رضا لائبریری'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ لائبریری نبیرہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد اختر رضا

خان الازہری مدظلہ العالی صدر سنی جمعیت العلماء ہند کے نام نامی سے منسوب ہے۔

لائبریری میں ہر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ہزاروں مفید ترین کتب اور 100 سے زائد رسائل وجرائد کے علاوہ اخبارات اور علمائے کرام کی تقاریر، نعت خوانی، اور دروسِ قرآن وحدیث کے آڈیو ویڈیو کیسٹ، سی ڈی عوام کے استفادہ کے لئے بلامعاوضہ موجود ہیں۔

قرب وجوار کے تشنگان علم لائبریری آکر سیر ہوتے ہیں لائبریری کے قیام سے لے کراب تک کے اخبارات رسائل وجرائد کے فائل بھی موجود ہیں۔

2:۔ قاری کلاس:۔

سوسائٹی کی جانب سے چالیس روزہ قاری کلاس کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں سولہ سال سے پینسٹھ سال کی عمر تک کے احباب ناظرہ قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ سینکڑوں طلباء اس کلاس کے ذریعے ناظرہ قرآن پاک پڑھ چکے ہیں۔ قاری کلاس کے طلباء کے کورس کی کتابیں اور کاپیاں، پین وغیرہ سوسائٹی کی طرف سے مفت مہیا کی جاتی ہیں اور کلاس کے اختتام پر اسناد و دیگر کتب کے علاوہ مترجم قرآن پاک ''کنزالایمان'' کے نسخے بھی تمام طلبہ میں مفت تقسیم کیے جاتے ہیں۔

3:۔ مقدس اوراق کو بے حرمتی سے بچانا:۔

سوسائٹی کی جانب سے قرآن حکیم وحدیث شریف کے مقدس اوراق کو دفتر میں جمع کر کے انہیں اسلامی طریقہ سے تلف کر دیا جاتا ہے۔

4:۔ معاشرہ میں غیر شرعی حرکات روکنا:۔

کنزالایمان سوسائٹی کی طرف سے اصلاح معاشرہ کے لئے مختلف مواقع پر علمی مجالس کا اہتمام کیا جاتا ہے جن میں علمائے کرام اپنی بصیرت افروز تقاریر کے ذریعے معاشرہ میں موجود برائیوں کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سوسائٹی کی طرف سے اصلاحی پوسٹر بھی شائع کیے جاتے ہیں جن میں عوام کو غیر شرعی رسومات کو ترک کرنے کی تلقین کی جاتی ہے اب تک درج ذیل عنوانات کے تحت ہزاروں کی تعداد میں پوسٹر شائع کئے جا چکے ہیں۔

- محکمہ اوقاف سے اپیل (درگاہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں)
- کیا حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا یا کیا تھا کہ؟
- اپیل بنام اسسٹنٹ کمشنر صاحب (جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر ڈسکو ڈانس وغیرہ

کے بارے میں)

۞ آخری چہار شنبہ کی کوئی حقیقت نہیں۔

5:۔ کتب و رسائل کی اشاعت:۔

سوسائٹی کی طرف سے اب تک درج ذیل عنوانات کے تحت کتب و رسائل لاکھوں کی تعداد میں شائع کر کے مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔

☆ لمحہ فکریہ ☆ روزہ کے فضائل و مسائل

☆ چالیس احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆ نماز مترجم

☆ وصایا قمریہ ☆ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن میں

☆ شاہ فہد کے نام مکتوب گرامی ☆ حقوق والدین

☆ رہبر و راہنما ☆ تاثیر قرآن

☆ شب برأت کی حقیقت ☆ سورۂ یٰسین شریف مترجم

☆ قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کا خصوصی انٹرویو ☆ فقہ (المختصر)

☆ کیا غائبانہ نماز جنازہ سنت نبوی ہے؟ ☆ نور ظہور مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆ آیات الٰہیہ برائے شفاء امراض ☆ نعتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆ کنزالایمان سوسائٹی و اختر رضا لائبریری ارباب فکر و نظر اور مشاہیر کی نظر میں

کئی ایک مسودے سرمایہ کی کمی کے پیش نظر اشاعت کے منتظر ہیں۔

6:۔ قومی امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد:۔

سوسائٹی کے زیر اہتمام 1987ء سے الحمرا ہال لاہور میں امام اہلسنت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ہر سال ملکی سطح پر ''قومی امام احمد رضا کانفرنس'' نہایت تزک و احتشام کے ساتھ انعقاد پذیر ہوتی ہے جس میں ملک بھر سے علماء مشائخ دانشور، شاعر، ادیب، قانون دان، اور صحافی وغیرہ امام اہل سنت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

7:۔ ماہنامہ ''کنزالایمان'' لاہور کا اجراء:۔

سوسائٹی کے زیر اہتمام مارچ 1991ء سے انگریزی اور اردو میں ماہنامہ ''کنزالایمان'' کا اجرا کیا جا چکا ہے جس کے ذریعے دین اسلام کے صحیح عقائد و نظریات کی اشاعت و ترویج کا کام کیا جا رہا ہے۔

8:۔ خصوصی اجتماعات:۔

سوسائٹی کے زیر اہتمام ہر سال رمضان المبارک کے دوران مختلف مساجد میں چھٹی کے دن بعد نماز فجر درس قرآن کے اجتماعات ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں لاہور کی مختلف مساجد میں

☆3 رمضان المبارک کو حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے یوم وصال پر

☆10 رمضان المبارک کو ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے یوم وصال اور فتح مکہ کے موقع پر۔

☆17 رمضان المبارک کو ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے یوم وصال اور جنگ بدر کے موقع پر۔

☆21 رمضان المبارک کو خلیفہ چہارم امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یوم شہادت پر اور 26 رمضان المبارک کو جشن نزول قرآن کے موقع پر روحانی محافل کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ روحانی محافل بعد نماز عصر ہوتی ہیں۔ اور افطاری کا بھی انتظام ہوتا ہے اس کے علاوہ 12 ربیع الاول کو ہر سال تہجد کے وقت اختر رضا لائبریری میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جو کہ نماز فجر تک جاری رہتی ہے۔

9:۔ محفل نعت:۔

امام احمد رضا کے یوم وصال یا یوم پیدائش کے موقع پر 2000ء سے اختر رضا لائبریری میں سالانہ محفل نعت کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ جس میں ملک کے نامور نعت خواں حضرات کلام اعلیٰ حضرت پیش کرتے ہیں۔ اور کسی عالم دین کا بیان بھی ہوتا ہے۔

10:۔ ماہانہ درسِ قرآن (برائے خواتین)

کنز الایمان سوسائٹی کی طرف سے جون 2004ء سے خواتین کے لئے ماہانہ درس قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جو ہر انگریزی ماہ کے پہلے جمعہ کو سہہ پہر ہوتا ہے۔ مبلغات درس قرآن دیتی ہیں۔

11:۔ کنز الایمان نعت اکیڈمی کا قیام:۔

جولائی 2004ء سے "کنز الایمان نعت اکیڈمی" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ کلاس ہر اتوار کو بعد نماز مغرب دفتر کنز الایمان سوسائٹی 1422/6 دہلی روڈ صدر بازار لاہور چھاؤنی میں ہوتی ہے۔ نعت خوانی سیکھنے کے خواہش مندوں کے لئے اچھا موقع ہے۔

12:۔ بڑی گیارہویں شریف:۔

2006ء سے ہر سال غوث صمدانی قطب ربانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں عظیم الشان محفل بڑی گیارہویں شریف (ربیع الآخر) کا انعقاد کیا جاتا ہے نامور علماء حضرات خطاب کرتے ہیں۔

13:۔ ماہانہ درس قرآن (برائے مرد حضرات):

2007ء سے لاہور صدر کی مساجد مدارس اور کالجوں میں ماہانہ درس قرآن (برائے مرد) کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ نامور سکالرز دروسِ قرآن دیتے ہیں۔

14:۔ روحانی اعتکاف:

ستمبر 2009ء سے روحانی اعتکاف کا اہتمام بھی کیا جا رہا ہے۔ معتکفین کی علماء، سکالرز، حضرات لیکچر کے ذریعے تربیت کرتے ہیں۔ معتکفین کے لئے سحری وافطاری کا بلامعاوضہ معقول اہتمام کیا جاتا ہے۔

14:۔ مشعل بردار جلوس:

فروری 2010ء سے یکم ربیع الاوّل شریف کو بعد نماز مغرب سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے سلسلہ میں اختر رضا لائبریری سے عظیم الشان مشعل بردار جلوس نکالا جاتا ہے جو کہ صدر بازار کی اہم شاہراہوں سے ہوتا ہوا مسجد شیر خان موچی بازار صدر پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

15:۔ دورۂ قرآن (برائے خواتین۔ برائے مرد حضرات):

2010ء سے ہر سال رمضان المبارک میں دورۂ قرآن کروایا جاتا ہے۔ اختتام پر خواتین کو کنزالایمان کے نسخے اور دینی کتب تحفہ میں دی جاتی ہیں۔

2013 سے مرد حضرات کے لئے بھی دورۂ قرآن کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

آئندہ عزائم (ان شاء اللہ عزوجل)

گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فری سائنس کالج:۔

مخدوم الاولیاء سند الواصلین حضرت علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں گنج بخش کالج کے قیام کا منصوبہ ہے۔ جہاں پر مستحق ونادار طلباء کی سرپرستی کی جائیگی اور انہیں زیور تعلیم سے آراستہ کرنے

کے لئے مفت تعلیمی سہولتیں فراہم کی جائیں گی تا کہ وہ معاشرہ میں اپنا مقام بنا سکیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فری ڈسپنسری:۔

شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی کی یاد میں ''اعلیٰ حضرت فری ڈسپنسری'' کے قیام کا منصوبہ ہے جہاں پر غریب و متوسط طبقہ کے افراد کو علاج معالجہ کی مفت سہولتیں دستیاب ہوں گی۔

قرآن پاک کی اشاعت ومفت تقسیم:۔

دنیا کے دیگر مذاہب کی مقدس کتب کی تقسیم مفت ہوتی ہے ان کا کوئی ہدیہ نہیں لیا جاتا لیکن قرآن حکیم جو کہ دنیا کے ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کی الہامی کتاب ہے کو حاصل کرنے کے لئے ہدیہ دینا پڑتا ہے۔ ''کنزالایمان سوسائٹی'' کا سب سے اہم اور بڑا منصوبہ یہی ہے کہ قرآن پاک کو وسیع پیمانے پر شائع کر کے اس کو مفت تقسیم کیا جائے۔ اس منصوبہ پر لاکھوں روپے کی لاگت آئیگی اس لئے اس کی اشاعت کے لئے ایک علیحدہ فنڈ قائم کر دیا گیا ہے جس میں صرف اشاعت قرآن پاک کے لئے فنڈ جمع ہوگا اس کا نام ''کنزالایمان فنڈ'' ہے قرآن پاک اردو ترجمہ کے علاوہ دنیا کی دیگر زبانوں میں علیحدہ علیحدہ شائع کیا جائے گا۔

کنزالایمان سوسائٹی اپنے ان عظیم مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کوشاں ہے لیکن اس گراں دور میں علوم وفنون اور قرآن کی خدمت کچھ آسان کام نہیں ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ صاحب ثروت حضرات سوسائٹی کی سرپرستی فرماتے ہوئے مقدور بھر تعاون فرمائیں تا کہ یہ منصوبہ جات پایہ تکمیل کو پہنچیں۔

ترسیل زر کا پتہ

محمد نعیم طاہر رضوی۔ بانی وصدر

کنزالایمان سوسائٹی دہلی روڈ لاہور کینٹ۔ پاکستان پوسٹ کوڈ:۔ 54810

فون نمبرز:۔ 36681927 - 36680752 موبائل:۔ 0333-4284340

بذریعہ چیک ڈرافٹ بنام ''کنزالایمان'' کا بنوا کر بھیجیں۔

حبیب بینک لمیٹڈ لاہور کینٹ۔ برانچ اکاؤنٹ نمبر 71-5685

KANZ-UL-IMAN
English/Urdu Lahore-Pakistan
Regd. CPL No. 239
Ph: 36680752, 36681927
Mob: 0333-4284340